محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، شیخ المشائخ، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

گلستانِ قناعت

مسمّٰی بہ

جنّۃُ القناعۃ

گلستانِ قناعت

مسمّٰی بہ

جنّة القناعة

محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذئ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السّلام

إدارۂ تصنیف وأدب

مصنّفِ کتابِ ہذا
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ
کے بارے میں چند مختصر کلمات
اوران کی زندگی کے مختصر حالات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔
أَمَّا بَعْدُ!

هَیْهَاتَ لَا یَأْتِی الزَّمَانُ بِمِثْلِہٖ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِہٖ لَبَخِیْلٗ

ترجمہ "یہ بات بڑی بعید ہے، زمانہ ان جیسی شخصیت نہیں لائے گا۔ بیشک ایسی شخصیات کے لانے میں زمانہ بڑا بخیل ہے"۔

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، فقیہ افہم، مصنفِ افخم، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہٖ فی دارالسلام کی شخصیت علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے عہد میں دنیا بھر کے ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی علمی مصروفیات قدرت نے آپ کی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔

لاریب! ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی۔ اس وقت ان کی موت سے چمنستانِ اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان کے علم

وفقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ جلال و جمال میں حضرت محدث اعظمؒ کا مقام

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کئے جارہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو کا پھوٹنا

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی قبر اطہر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہو گئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دُور دُور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کیلئے امڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ قبر کے پاس چند منٹ گزارنے والے شخص کا لباس بھی جنتی خوشبو سے معطر ہو جاتا اور کئی کئی دن تک

اس لباس سے خوشبو آتی۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرت شیخؒ تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد للہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندے تھے ان کی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ یہ عظیم الشان کرامت جہاں حضرت محدثِ اعظمؒ کی ولایتِ کاملہ کی واضح دلیل ہے وہاں مسلکِ دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر بات ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت

اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت محدث اعظمؒ کی محبت وعقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو رِقّت طاری ہو جاتی، آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں اٹک جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ بمعہ اہل وعیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائشگاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب محدثِ اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو

انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں۔ والد ماجد رحمہ اللہ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو کس بات پر معاف کروں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کردیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا لباس سادہ سا ہوتا، سفید لمبا جبّہ پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے مگر

آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا، نیز نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت و شان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہو کر ادب سے ایک طرف ہو جاتے۔) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) ! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔

میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے۔

"جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا"۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں

اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

ان واقعات سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہایت بلند مقام و درجہ حاصل تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں پیش آنے والا مذکورہ بالا واقعہ تو اس قدر عجیب و غریب ہے کہ قرونِ اولیٰ کے علماء و مشائخ کے تذکروں میں بھی اس جیسی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔

آپ تصور تو کیجئے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا مقام و مرتبہ ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے کس قدر محبت ہو گی کہ آپ کے بارے میں مدینہ منورہ کے اس شخص کی معمولی سی بدگمانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ سخت غضب کی وجہ سے اسے مدینہ سے ہی نکل جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان عالی مرتبت اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔

ترجمہ "جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، مَیں اس شخص سے اعلان جنگ کرتا ہوں"۔

ذرا اس حدیثِ قدسی کو دیکھئے اور پھر مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے بلکہ یہاں تو رنگ ہی نرالا ہے کہ اس شخص نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو ہاتھ سے کوئی

تکلیف پہنچائی، نہ استہزاء کیا، نہ اہانت وتحقیر کی، نہ زبان سے کوئی برے الفاظ و کلمات ادا کئے بلکہ صرف دل ہی دل میں آپ کے بارے میں بدگمانی کی مگر دشمنی کے معمولی اثرات والی اس حالت وکیفیت پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غضب حرکت میں آگیا اور اسے اپنے شہر کو چھوڑنے اور اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدث اعظم، مصنف اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کٹہ خیل میں مولوی شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم عالم وعارف اور زاہد و سخی انسان تھے، انکی سخاوت کے قصے گاؤں کے لوگوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کے والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات ایک طویل مرض، پیٹ اور معدہ میں پانی جمع ہونے، کیوجہ سے ہوئی۔ حضرت شیخؒ کی عمر اس وقت پانچ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمہ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے والدہ محترمہ کی نگرانی ہی میں دینی تعلیم حاصل کی، یہی آپ کے والدِ محترم کی وصیت بھی تھی۔

والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی قبر پر زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو قبر میں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی خصوصاً "سُورَةُ الْمُلْك" کی تلاوت کی آواز آتی۔ حدیث شریف میں سورۂ ملک کے بارے

میں آیا ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا باعث بنتی ہے۔

یہ ان کی عجیب وغریب کرامت تھی جسے والد ماجد محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے اپنی تصنیف شدہ کتاب ''آثمارُ التکمیل'' (یہ حضرت شیخؒ کی تصنیف کردہ بیضاوی شریف کی شرح ''اَزھارُ التسھیل'' کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے، اصل کتاب تقریباً پچاس جلدوں پر مشتمل ہے) میں بھی تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ کے جدامجد ''احمد روحانی'' رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بہت بڑے عالم اور صاحب فضل وکمال انسان تھے۔ افغانستان میں غزنی کے پہاڑوں کے مضافات میں ان کا مزار اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت شیخ محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے ابتدائی کتبِ فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان وغیرہ گاؤں کے علماء سے پڑھیں، اس دوران گھر کے کاموں میں والدہ محترمہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، آپ بعض اوقات پانی لانے کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔

گاؤں میں کتابیں پڑھنے کے بعد آپ بعض علماء کے حکم پر تحصیل علم کیلئے تقریباً گیارہ سال کی کم عمری میں عیسیٰ خیل چلے گئے۔ تحصیل علم کیلئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ یہاں پر چند ماہ میں ہی آپ نے علم الصرف کی کئی کتابیں زبانی یاد کرلیں۔

بعدہٗ ابا خیل ضلع بنوں تشریف لے گئے اور دو سال میں علم الصرف کی تمام کتب فصول اکبری تک اور نحو کی کتابیں کافیہ تک اور منطق کی ابتدائی کتب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرنگرانی ازبر کیں۔

اس کے بعد مفتی محمودؒ کے ہمراہ عبد الخیل آ گئے اور یہاں پر دو سال میں ان سے شرح جامی، مختصر المعانی، سلم العلوم تک منطق کی کتابیں، مقامات حریری، اصول الشاشی، میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح وقایہ اور تجوید و قراءت کی بعض کتب پڑھیں۔

مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ اکوڑہ خٹک دار العلوم حقانیہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً دو سال قیام کیا جس دوران آپ نے منطق کی تمام کتابیں ماسوائے قاضی مبارک اور فلسفہ کی تمام کتب، علم میراث، اصولِ فقہ اور ادب عربی کی کتب پڑھیں۔

سالانہ چھٹیوں کے دوران مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آ گئے۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرّس مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتلایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ یہاں آپ تقریباً تین سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، فلسفہ، اصول اور علم تجوید و قراءتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت شیخؒ کو اللہ جل شانہ نے بے انتہاء قوتِ حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا کیا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدتِ ذکاوت، قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے۔ آپ مشکل سے مشکل عبارت اور فنی پیچیدگی کو،

جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آجاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتبِ فنون عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلباء وعلماء کے سامنے اس فن کے ایسے مخفی نکات اور علومِ مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جا کر لطائف وبدائع کو ظاہر فرماتے۔

حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن علوم وفنون میں مکمل دسترس و مہارت حاصل تھی اس کا ذکر وہ خود بطور تحدیثِ نعمت اپنی بعض تصانیف میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"وممّا منّ اللہ تعالی علیّ التبحّر فی العُلومِ کلّھا النقلیۃ والعقلیّۃ من علم الحدیث وعلم التفسیر وعلم الفقہ وعلم أصول التفسیر وعلم أصول الحدیث وعلم أصول الفقہ وعلم العَقائد وعلم التاریخ وعلم الفِرَق المختلفۃ وعلم اللُّغۃ العربیۃ وعلم الأدب العربی المشتمِل علی اثنی عشرَ فنًّا وعِلمًا کما صرّح بہ الأدباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعانی وعلم البیان وعلم البدیع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفۃ الأرسطویۃ الیونانیۃ والإلٰھیّات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم الطبیعیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم

السماء والعالم وعلم الرّیاضیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم تہذیب الأخلاق وعلم السیاسۃ المدَنیۃ من الفلسفۃ وعلم الھندسۃ أی علم أقلیدس الیونانی وعلم الأبعاد وعلم الأُکُر وعلم اللّغۃ الفارسیّۃ و الأدب الفارسی وعلم العروض وعلم القوافی وعلم الھیئۃ أی علم الفلک البطلیموسی الیونانی وعلم التجوید للقرآن وعلم ترتیل القرآن وعلم القراءات"۔

آپ دورانِ درس خارجی قصے سنانا پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس کے باوجود مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات ومقامات حل ہوتے چلے جاتے اور سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جی چاہتا کہ درس جاری رہے کبھی ختم نہ ہو۔ یوں معلوم ہوتا جیسے حضرت شیخؒ کے علم نے طلباء پر سحر کر کے انہیں مدہوش کر دیا ہے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں۔ درس جس قدر بھی طویل ہوتا چلا جاتا طلباء پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش وتازہ دم نظر آتے اور ایسا لگتا جیسے آپ نے ان میں ایک علمی قوت بھر دی ہو۔

سب سے زیادہ شہرت آپ کے درسِ ترمذی اور درسِ تفسیر بیضاوی کو حاصل ہوئی۔ دُور دراز سے طلباء وعلماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کھچے چلے آتے۔ آپ کا درسِ حدیث بعض اوقات پانچ چھ گھنٹوں تک مسلسل جاری رہتا۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی، جبکہ حضرت شیخؒ کیلئے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، یہی صورتِ حال رہتی اور بیماری کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کی تقریر کے بعد بھی آپ پر تھکن کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ طلبہ سے

فرماتے ”بھئی یہ سب علم حدیث کی برکات ہیں“۔

خاص طور پر آپ کا درسِ ترمذی پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا جس میں آپ جامع ترمذی کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک ہر ہر حدیث کا ترجمہ کرتے، مشکل الفاظ کی صرفی ونحوی تحقیق کرتے، مآخذ بتلاتے، محاوراتِ عرب کی تفاصیل سے مطلع فرماتے اور تمام مسائل پر انتہائی مفصل وسیر حاصل بحث بھی فرماتے۔ مسائل میں عام طریقۂ کار کے مطابق دو یا چار مشہور مذاہب بیان نہ فرماتے بلکہ اکثر مسائل میں آپ سات سات یا آٹھ آٹھ مذاہب بیان فرماتے، ہر فریق کی تمام ادلّہ ذکر کرتے اور پھر ہر دلیل کے کئی کئی جوابات احناف کی طرف سے دیتے۔ بعض اوقات فریقِ مخالف کی ایک ہی دلیل کے جوابات کی تعداد پندرہ بیس سے بھی بڑھ جاتی۔

آپ کے درس کی سب سے خاص بات ”قَالَ“ کیساتھ ”أَقُوْلُ“ کا ذکر تھا یعنی ”میں اس مسئلے میں یوں کہتا ہوں“۔ حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے استخراجِ جوابِ جدید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اکثر مسائل ومباحث میں اپنی جانب سے دلائلِ جدیدہ وتوجیہاتِ جدیدہ ذکر فرماتے اور وہی جوابات وتوجیہات سب سے زیادہ تسلی بخش ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صرف آپ کی اپنی توجیہات وجوابات کی تعداد اس مسئلے میں اسلاف سے مروی مجموعی توجیہات سے بڑھ جاتی اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے۔

”مولانا یہ میری اپنی توجیہات واَدِلّہ ہیں اس مسئلہ میں، روئے زمین کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملیں گی۔ بڑی

دعاؤں وآہ وزاری اور بہت راتیں جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ
نے میرے ذہن میں ان کا القاء و اِلہام کیا ہے"۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے جوابات و توجیہات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جانب فرماتے تھے کہ بندہ کچھ بھی نہیں، وہی ذات سب کچھ ہے۔ یہ عاجزی و انکساری ان کی سینکڑوں تصنیف شدہ کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مصنف حضرات عام طور پر اپنی تصنیفات پر اپنے نام کے ساتھ مختلف القاب بھی لگاتے ہیں مگر حضرت شیخؒ نے اپنی ہر تصنیف پر عاجزی و انکساری کی راہ اپناتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ عبدِ فقیر یا عبدِ ضعیف (کمزور بندہ) لکھا جو اُن کی انکساری کی واضح مثال ہے۔ عجز و انکساری کا ساتھ حالتِ نزع میں بھی نہ چھوڑا اور ایسی حالت میں بھی زبان ادب کا دامن پکڑے انکساری وعاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس ذات وحدہ لاشریک لہ کو اس انداز میں پکارتی رہی۔

"إِلٰهِي أَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيفُ".

یعنی "یا اللہ ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں"۔

حضرت محدث اعظمؒ کے اوقات میں اللہ جل جلالہٗ نے بہت زیادہ برکت رکھی تھی۔ آپ قلیل سے وقت میں کئی گنا زیادہ کام کر لیتے جس کا اندازہ آپ حضرت شیخؒ کے درسِ ترمذی سے لگا سکتے ہیں کہ ترمذی کی ہر حدیث کا ترجمہ بھی ہو، تمام مشکل الفاظ کی صرفی ونحوی تحقیقات و مآخذ کی توضیح بھی ہو، پھر تمام

مسائل پر اتنی مفصل بحث ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ آپ سب طلباء سے کاپیاں بھی لکھواتے، چنانچہ مسلسل تقریر کرنے کی بجائے ٹھہر ٹھہر کر املاء کے انداز میں طلباء کو مسائل لکھواتے جس دوران آپ ہر جملے کو کم از کم دو یا تین مرتبہ ضرور دہراتے مگر ان سب باتوں کے باوجود وقت میں اتنی برکت ہوتی کہ جامع ترمذی سالانہ امتحانات سے قبل ہی اطمینان و تسلی سے ختم ہو جاتی اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم کے پاس آپ کی مکمل درسی تقریر بھی مستقبل کیلئے محفوظ ہو جاتی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوّق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے۔ امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبد اللہ السبیل مدّظلہ ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے۔

> ”میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق و مدقّق عالم نہیں دیکھا“۔

تصنیف و تالیف کیساتھ ساتھ وعظ و تبلیغ و ارشاد کے میدان میں بھی اللہ جل شانہ نے آپ سے بہت کام لیا۔ اس سلسلے میں آپ خود اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

”واللہ تعالیٰ بفضلہ ومنّہ وفّقنی للعمل بجمیع أنواع الدعوۃ والإرشاد والحمد للہ والمنّۃ۔

فقد أسلم بإرشادی وجهدی المسلسل فی ذلك أكثر من ألفی نفر من الكفار وبايعوا علی يدی وآمنوا بأن الإسلام حق وشهدوا أنّ الله تعالی واحد لاشريك له ودخلوا فی دين الله فرادیٰ وفوجًا.

حتی رأيت فی بعض الأحيان أسرة كافرة مشتملة علی عشرة أشخاص فصاعدًا أسلموا وبايعوا للإسلام علی يدی بإرشادی فی وقت واحد وساعة واحدة والحمد لله ثم الحمد لله.

وفی الحديث لأن يهدی الله بك رجلًا واحدًا خير لك مما تطلع عليه الشمس وتغرب.

خصوصًا أسلم بإرشادی وتبليغی نحو خمسين نفرًا من الفرقة الكافرة الملحدة القاديانية أصحاب المتنبی الكذاب الدجال مرزا غلام أحمد.

وأسلم غير واحد من الفرقة الكافرة طائفة الذكريين بإرشادی ونصحی وبما بذلت مجهودی و قاسيت المشقة الكبيرة فی الإرشاد والتبليغ.

والفرقة الذكرية فرقة فی بلادنا لايؤمنون بكون القرآن كتاب الله تعالی ولايحجّون إلی كعبة الله المباركة بل بنوا بيتًا فی ديار مكران من ديار باكستان يحجّون إليه ولهم عقائد زائغة.

وأمّا إرشادی المسلمين العُصاة التاركين لأداء الزكاة والصلوات والصوم وغيرها فله نتائج طيبة وأحسن. ولله الحمدُ والفضل ومنه التوفيق. فقد تاب آلاف من المجرمين المجاهرين

بالفسق من الرجال والنساء وأصبحوا من مقيمی الصلوات وتوجّھوا الی إداء الزکاۃ والصوم والأعمال الصالحۃ.

وتبدلت حیاتھم وانقلبت أحوالھم. ولا أحصی عدد ھٰؤلاء التائبین لکثرتھم ".

دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپ نے منکرین حدیث، اہل بدعت، روافض، قادیانیوں اور یہود و نصاریٰ سے کئی عظیم الشان مناظرے بھی کیے اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کیا۔

ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہر اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہو گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی، حفظِ دین اور پاسبانیٔ ملت کا انتظام، ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطفِ الٰہی خود ایسے افراد کا انتخاب کرتا ہے جن سے دین حنیف کی خدمت کا کام لیا جائے۔

وفات

بروز سوموار ۲۷ جمادیٰ الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء عصر کی جماعت میں حضرت محدثِ اعظم کو دِل کا شدید دورہ پڑا اور علم و عمل کے اس جبلِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دنیا سے نجات دیتے ہوئے دار قرار کی طرف بلا لیا اور اس دنیاوی آزمائش میں آپ کی کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان آپ کی قبر سے پھوٹنے والی جنت کی خوشبو کے ذریعہ دنیا میں ہی کر دیا۔

تو خدا ہی کے ہوئے پھر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

حضرت شیخؒ نے تریسٹھ ۶۳ برس عمر پائی۔ آپ ایک عالم باعمل، عارف باللہ، باضمیر اور باکمال انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''مومن وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے''۔ آپ کی نگاہِ پُر تاثیر سے دلوں کی کائنات بدل جایا کرتی تھی، آپ کی صحبت میں چند لمحے گزارنے سے اسلام کے عہد زرّیں کے بزرگوں کی صحبتوں کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ میں قرونِ اولیٰ والی سادگی تھی۔ ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں میں تدبر کی گہرائیاں، آواز میں سنجیدگی و متانت کا آہنگ، دری پر گاؤ تکیے کا سہارا لئے حضرت شیخؒ کو معتقدین کے سامنے میں نے اکثر قرآن و حدیث کے اسرار و رموز کھولتے دیکھا۔

یوں تو موت سنتِ بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے ہی کیلئے آیا۔ مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی موت صرف فرد واحد کی موت ہی نہیں بلکہ پوری ملت کی موت ہوتی ہے۔

''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ''

خصوصاً اگر رخصت ہونے والے کا وجود دنیا کیلئے باعثِ رحمت ہو، ان کی ذات سے عالم اسلام کی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالَم کی بے بسی، بے کسی و محرومی اور یتیمی کا موجب بن جاتا ہے۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی رحلت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ محفل اجڑ گئی، ایک باب بند ہوگیا، ایک بزم ویران ہوگئی، ایک عہد ختم ہوگیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا خود ہی اس دنیا میں جابسا جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا اور جو دارالعمل نہیں دارالجزاء کی تمہید ہے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا　　اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر　　ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جبکہ اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اہل اسلام کو انکی رہبری کی مزید ضرورت تھی، وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس ظالم دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گئے۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف کے "دستِ جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدث اعظم شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ پر حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو اُن کے فہم و تدبّر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت وزعامت کے حاجتمند تھے۔ اُن کی تنہا ذات سے دین وخیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

آپ نے جس طور کُل عالم کی فضاؤں کو علمی و روحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء

مسمّٰی بہ

جنّة القناعة

محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللّٰہ آثارہٗ وأعلیٰ درجاتہٗ فی دار السّلام

إدارۂ تصنیف وأدب
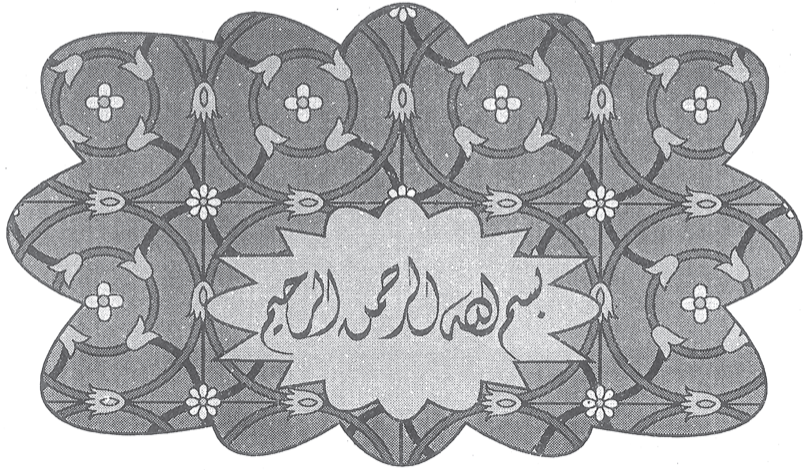
بندہ فقیر بازی کہتا ہے کہ قناعت و حرصِ دنیا دو متضاد چیزیں ہیں۔ قناعت عظیم سعادت و رحمت ہے اور حرصِ دنیا بہت بڑی شقاوت و آفت ہے۔

دنیا کی حرص و لالچ، مال و دولت کی محبت، امور دنیاویہ فانیہ کا شوق و رغبت یقیناً فلاحِ آخرت سے محرومی اور خدا تعالی سے بُعد کے ذرائع ہیں۔ یہ امور مسلمانوں کیلئے نہایت تباہ کن اور خطرناک امراضِ باطنیہ ہیں۔

ان امور کے بالمقابل قناعت، رضا بتقسیم اللہ، زہد و تقویٰ، حبّ اللہ، حبّ الرسول اور حبِّ آخرت اِن امراضِ باطنیہ کا علاج ہونے کے علاوہ اطمینان، سکونِ قلب، قربِ خدا تعالی، فلاحِ عقبیٰ اور سعادتِ دارین کے قوی اسباب ہیں۔

کتابِ ہذا "جنۃُ القناعۃ" یعنی "گلستانِ قناعت" میں مذکورہ صدر خطرناک اور تباہ کن اَسقامِ قلبیہ و امراضِ باطنیہ کے علاج کی تشریح کے

ساتھ ساتھ قناعت و حبِّ آخرت کے فوائد، زہد و تقویٰ کے ثمرات اور رضا تقسیم اللہ کی برکات کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

یہ کتاب دراصل بعض اہلِ علم کے ایک استفتاء کا محقّقانہ، واعظانہ، حکیمانہ، عارفانہ مفصّل جواب ہے۔اس استفتاء کا خلاصہ یہ ہے۔

"قناعت کے حکمِ شرعی، معاملۂ رزق میں توکُّل علی اللہ، رضا بتقسیم اللہ کے فوائدِ دنیویہ و اُخرویہ، حرصِ دنیا و ترکِ قناعت کے تباہ کن نتائج کی باحوالۂ کتب ایسی تحقیق و تفصیل سے مطلع کیا جائے جو علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی مواعظ و نصائح پر بھی مشتمل ہو، تاکہ اس جواب سے اہلِ علم و دانش کے علاوہ عوام بھی پوری طرح استفادہ کرسکیں"

اس استفتاء کے پیشِ نظر کتاب " جنّةُ القناعة " میں حرص و طمع و حبّ دنیا سے اجتناب کے اور رضا بتقسیم اللہ و زہد و قناعت کے علمی، اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی، دنیوی و اخروی، ظاہری و باطنی فوائد، برکات اور ثمرات کی ایمان افزا تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

کتابِ ہذا مذکورہ صدر موضوع سے متعلق آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ، اقوالِ صالحین، مواعظِ عارفین، حکایاتِ متقین، کراماتِ اولیاء عظام اور واقعاتِ ائمۂ کرام کا نہایت مفید، روح پرور و ایمان افروز ذخیرہ وگنجینہ ہے۔

اس کتاب میں ناظرین کی دلچسپی اور قارئین کی تکمیلِ افادہ کی خاطر کثرت سے مفید و رقّت انگیز اَبیات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالی اس کتاب کو نافع و مقبول بنا کر مؤلف کیلئے نجات و سعادتِ دارین کا ذریعہ بنائیں۔آمین۔

باب ۱

احباب کرام ! اللہ عزوجل ہر انسان اور ہر جاندار کے رزق کے ضامن وکفیل ہیں۔

انسان کے ذمّے عبادت ہے ، فکرِ آخرت ہے ، ذکراللہ ہے اور احکام شریعت کی پابندی ہے۔ لٰہذا ہر انسان اپنی ذمہ داری اور اپنے فرائض کی بجاآوری کا خیال رکھے۔ ازل میں جو رزق اللہ تعالی نے کسی آدمی کے لئے متعین کیا ہے وہ اسے ضرور پہنچ کر رہیگا۔

رزقِ حلال کی تحصیل کیلئے جد وجہد کرنا شرعاً جائز بلکہ مستحسن ہے لیکن رزق کے بارے میں اتنا فکرمند اور مشغول ہونا کہ عبادت و ذکراللہ میں نقصان واقع ہوجائے بڑی سنگین غلطی ہے۔

اہل اللہ واولیاء اللہ کا رزق کے سلسلے میں یقین وایمان نہایت مضبوط ہوتا ہے۔ وہ صرف عبادت و ذکراللہ ہی کو اِس زندگی کا مطلوب حقیقی وغایۂ اصلی سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالی کا حکم بھی یہی ہے۔ اسی وجہ سے انہیں اللہ عزوجل نہایت ایمان افروز ذرائع سے رزق پہنچاتے ہیں۔

دعا کریں کہ اللہ تعالی ہمیں اپنے مقبول بندے بنالیں۔ آمین۔

اللہ تعالی اپنے مقبول بندوں کو خاص احسانات وانعامات سے نوازتے

ہیں۔

آگے بزرگوں اور مقبول بندوں کے چند سبق آموز وایمان افروز واقعات واحوال پیش خدمت ہیں۔

مشہورِ زمانہ ولی اللہ حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک رباعی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

نخشبی چُست باش در رہِ حق — قیمتی شد بدہر نافہ ز بُو

مرد کو چُست نیست در رہِ دین — نزد مردانِ راہ زن بہ ازو

(۱) "اے نخشبی! راہِ عبادت و حق میں چست اور تیز رہنا چاہئے کیونکہ صرف اعلیٰ مہک ہی کی وجہ سے نافۂ مشک قیمتی شمار ہوتا ہے۔

(۲) جو مرد راہِ دین و خیر میں چست نہ ہو بلکہ کاہل ہو۔ اہلِ حق کے نزدیک ایسے مرد سے عورت بہتر واعلیٰ ہے"۔

رزق کی جستجو کی وجہ سے عبادت و ذکر اللہ میں کاہلی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالی ہی رازق ہیں۔ رزق رسانی کے غیبی طریقے اللہ تعالی کے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالی ایسے طریقوں سے رزق پہنچانے کا انتظام فرماتے ہیں کہ وہ طریقے انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص طلبِ رزق کیلئے گھر سے نکلا۔ فصلوں کی کٹائی کا موسم تھا۔ راستے میں بارش آگئی۔ وہ شخص بارش سے بچنے کیلئے ایک غار میں گھسا۔ غار میں اس نے ایک اندھے عُقاب کو دیکھا (یہ پرندہ باز کی طرح پرندوں کا شکار کرتا ہے اور سید الطیور یعنی

پرندوں کا سردار کہلاتا ہے) وہ شخص متفکر ہوا اور یہ سوچنے لگا کہ یہ اندھا عقاب کہاں سے کھاتا ہوگا؟

و إذا بحمَامَـةٍ قد دخلَتْ تستكِنُ في الكهفِ من المطرِ . فوقعتْ فوقَ العُقاب . فأمسكها العقاب فأكَلَها . فرجع ذلك الانسان إلى مكانه و توكّل على ا لله .

یعنی ”اچانک ایک کبوتر بارش سے بچنے کیلئے غار میں گھسا اور جاکر عقاب پر بیٹھ گیا۔ عقاب نے اسے دبوچ کر کھالیا۔وہ شخص اسی جگہ سے واپس ہوکر متوکل علی اللہ بن گیا“ ۔

اللہ تعالی پر توّکل کرنا بڑی سعادت ہے۔ افسوس کہ مسلمان اللہ تعالی کی شانِ عظیم اور اس کی عظیم قدرت و علم سے غافل ہیں۔ مال و دولت کو طاقت کا، عزت کا اور راحتوں کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔ ان کے دل، ان کی نگاہیں دنیائے رنگ و بو میں الجھی ہوئی ہیں۔ موت کے وقت یہ سب غفلتیں دور ہوجائینگی۔ مگر اس وقت انابت الی اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اس سلسلے میں ایک شاعر کے رقّت انگیز اور رُلانے والے دو شعر سن لیں۔ شاعر کہتا ہے۔

ایک ہی موجِ قضا میں غفلتیں بہ جائیں گی
سرکشوں کی گردنیں اپنی جگہ رہ جائیں گی

ساقیٔ بزمِ فنا کا لب پہ کپ آنے تو دو
کِبر کی اُڑ جائے گی قلعی وہ تَپ آنے تو دو

قومِ کُرد کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں پہلے ڈاکو تھا۔ ایک بار میں اپنے رفقاء کے ساتھ راستے پر بیٹھا تھا تاکہ ہم کسی قافلے کو لوٹ لیں۔ وہاں پر کھجور کے تین درخت تھے۔ ایک درخت پر پھل نہ تھا۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جس درخت پر پھل تھا اس سے ایک چڑیا کھجور کا ایک ایک دانہ اٹھا کر اس درخت میں لے جاتی ہے جس پر پھل نہ تھا۔ تا آنکہ دس مرتبہ اس چڑیا نے ایسا کیا۔

میں پھل سے خالی درخت پر چڑھا تو دیکھا کہ اس پر ایک اندھا سانپ ہے اور یہ چڑیا اس کے منہ میں کھجور کے دانے رکھتی جارہی ہے اور اسے کھلاتی جارہی ہے۔ مَیں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا اور کہنے لگا۔

یَا سَیِّدِی ! هذه حَیَّة قد أمَرَ نَبِیُّك ﷺ بِقَتلِها . فلمّا أعمَیْتَها أقَمتَ لها عُصفورًا یقُومُ لها بالکِفایة .

یعنی " اے میرے آقا ! یہ سانپ ہے جس کے بارے میں آپ کے نبی ﷺ نے قتل کا حکم دیا ہے۔ لیکن اب جب آپ نے اسے اندھا کیا ہے تو ایک چڑیا کو آپ نے اس کے رزق کی کفایت کیلئے مقرر فرمادیا " ۔

اور مَیں آپ کا بندہ ہوں۔ آپ کی خدائی کا معترف ہوں۔ مجھے آپ نے قطعِ طریق (راستوں پر بیٹھ کر مسافروں کو لوٹنا) اور اِخافتِ سبیل (راستوں میں مسافروں کو ڈرانا دھمکانا) کیلئے مقرر کر دیا ہے۔

اس کے بعد میرے دل میں اس بات کا القاء ہوا کہ اے بندے ! توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنی تلوار توڑ دی اور

اپنے سر پر مٹی ڈالی۔

وَ صُحتُ : الإقالَةَ الإقالَةَ ۔ فإذا بهاتِفٍ يقول : قد أقلناك ۔

یعنی " میں چیخنے لگا اور کہنے لگا۔ اے اللہ ! معاف فرمادے۔ اے اللہ ! معاف فرمادے۔ پس اچانک ایک غیبی فرشتے ہاتف نے اللہ تعالی کی طرف سے یہ آواز دی کہ ہم نے تجھے معاف کر دیا "۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں اپنے رفقاء کے پاس آیا اور انہیں سارا قصہ سنایااور کہا۔ كنتُ مهجُورًا و قد صُولحتُ . یعنی " پہلے میں اللہ تعالی سے کٹا ہوا اور دور تھا لیکن اب میں نے توبہ کر کے اللہ تعالی سے صلح کرلی ہے "۔

تمام رفقاء کہنے لگے ہم بھی اپنے ربّ سے صلح کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ پھر ہم نے زائد کپڑے پھینک دیئے۔ اسلحہ بھی چھوڑ دیا اور احرامِ حج باندھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ہم تین دن جنگل میں سفر کرتے رہے۔

پھر ایک بستی میں پہنچے۔ وہاں ایک بوڑھی نابینا عورت پر ہمارا گزر ہوا۔ اس نے ہم سے پوچھا کہ تم میں فلاں کُردی شخص (مذکورہ ڈاکو) موجود ہے؟ ہم نے کہا۔ ہاں۔ اس بڑھیا نے اپنے سامان سے کپڑے نکالے اور کہا میرا بیٹا مرگیا ہے اور یہ کپڑے اس کے ہیں۔

اس عورت نے کہا کہ میں نے مسلسل تین رات نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ نبی ﷺ نے بار بار مجھے فرمایا۔ أعطِي هذه

الثّیابَ فلاناً الکُردِیَّ . یعنی " یہ کپڑے قبیلۂ کرد کے فلاں آدمی کو دیدو"۔

ہم نے کپڑے لے لئے اور میں نے اور میرے ساتھیوں نے پہن لئے۔ پھر ہم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور بعافیت مکہ مکرمہ پہنچے۔

عارف باللہ امام نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نخشبی آں کہ کرد خارستان　　بوستاں را کجا کند ضائع

ہر کہ بر دشمناں بہ بخشاید　　دوستاں را کجا کند ضائع

(۱) " اے نخشبی ! وہ اللہ جس نے خارستان یعنی کانٹوں والے درختوں کے جنگل کو آباد رکھا ہے وہ بوستان کو کیسے ضائع کریگا۔ یعنی بوستان کو تو وہ بطریقۂ اولیٰ آباد اور تروتازہ رکھے گا۔

(۲) وہ اللہ جو اپنے دشمنوں یعنی کفار کو رزق دیتا ہے وہ اپنے دوستوں اور اولیاء کو کیسے ضائع ہونے دیگا"۔

مشہور زاہد عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کتابوں میں درج ہے کہ ان کے کچھ مرید جو سب کے سب قریشی تھے ایک دن ان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ حضرت ! ہم تباہ ہونے اور قحط سے ہلاک ہونے سے ڈر رہے ہیں۔

عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔

اللّھمّ ! إنی أسألك بإسمكَ المرتفِع الذی تُکرِّمُ به من شِئتَ من أولیائك و تُلھمه الصفیّ من أحبابك أن

ترزُقنا برزقٍ من لدُنك السّاعةَ تقطعُ به علائقَ الشّيطان من قلوبنا و قلوبِ أصحابنا . إنّك أنتَ الحنّانُ المنّانُ القديمُ الإحسانِ . اللّهم ! السَّاعةَ . فسمعوا قَعقَعة السَّقف . ثم تناثَرَت عليهم دنانير و دراهم . فقال عبدُالواحد : إستغنوا بالله عن غيره . فأخَذُوا ذلك و لم يأخُذ عبدُالواحد رحمه الله تعالى منهُ شيئًا .

یعنی " اے اللہ ! میں آپ سے اس اسمِ اعظم کے وسیلہ سے جس سے آپ اپنے اولیاء (دوستوں) کا اکرام کرتے ہیں یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ ہمیں ابھی ابھی رزق دیں جس کی برکت سے ہمارے دلوں سے شیطان کے وسوسے ختم ہو جائیں۔

اے اللہ ! آپ انتہائی مشفق اور قدیم احسان والے ہیں۔ پس اس دعا کے بعد کمرے کی چھت سے سکّوں کی جھنکار کی آواز سنائی دی۔ پھر اشرفیاں اور دراہم لگاتار گرنے لگے۔ حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مریدوں سے فرمایا اٹھاؤ ان اشرفیوں اور دراہم کو۔ مریدوں نے اٹھا لئے مگر حضرت عبدالواحدؒ نے خود کچھ بھی نہ اٹھایا"۔

برادرانِ اسلام ! یہ ایک کرامت تھی جو اللہ تعالی نے اپنے اس ولی یعنی شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا کی برکت سے ظاہر فرمائی۔ کرامت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھیں کہ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے۔ کرامت کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے۔

اس حکایت سے آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالی اپنے اولیاء

(دوستوں) کے ساتھ کیسا احسان والا معاملہ فرماتے ہیں۔ اس قسم کی حکایات سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ اللہ تعالی بڑے علم والے، بڑی قدرت والے ہیں۔ لہٰذا ہر کام میں اللہ تعالی سے مدد مانگنی چاہئے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہئے اور اسی سے دوستی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالی کی دوستی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی بندگی اختیار کی جائے اور اس کی رضا کو مقصود بنایا جائے۔ عبادت اللہ و ذکر اللہ کی کثرت مسلمان کو اللہ تعالی سے قریب کرنے والی ہے۔ اللہ تعالی ہمیں نیک بنائیں اور اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

عارف باللہ حضرت شیخ نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نخشبی از خدا بخواہ خدا　　　　وین سعادت بروزگار کراست

صادقانِ جہاں ہمی گویند　　　　از خدا جز خدا نباید خواست

(۱) ” اے نخشبی! خدا سے صرف خدا تعالی ہی مانگ۔ یعنی اللہ کا قرب اور اللہ تعالی کی محبت مانگ۔ یہ سعادت دنیا میں ہر شخص کو حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۲) اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی سے صرف خدا تعالی ہی کو مانگنا چاہئے۔ خدا سے قربِ خدا کے سوا کچھ نہیں مانگنا چاہئے “۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ایک پہاڑ میں عبادت کیلئے رہتے تھے۔ میرا ساتھی گھاس اور سبزیاں کھا کر گزارہ کرتا تھا۔

و أمّا أنا فكانت ظبيةٌ تأتِيني كُلَّ يومٍ . و تَدنُو مِنِّيَ و تفتَح رِجلَيها . فأشرَبُ لبنَها . ثم تذهب عنيّ . و دُمنا

علی هذه الحالة مُدَّةً .

"اورمیرے پاس ہر روز ایک ہرنی آتی جو میرے قریب کھڑے ہوکر اپنے پاؤں کھول دیتی تھی۔ پس میں حسبِ ضرورت اس کے تھنوں سے دودھ پی لیتا تھا۔ پھر وہ ہرنی چلی جاتی تھی۔ ہم اسی حالت پر ایک مدت تک رہے"۔

فرماتے ہیں کہ میرا ساتھی مجھ سے دور رہا کرتا تھا۔ ایک روز وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے قریب کچھ خانہ بدوش آئے ہوئے ہیں۔ آئیے ہم دونوں ان کے پاس چلتے ہیں تاکہ ان سے کچھ دودھ یا کوئی اور کھانے کی چیز مل جائے۔

میں نے انکار کیا لیکن اس کے اصرار کی وجہ سے بالآخر ہم دونوں ان کے پاس گئے۔ خانہ بدوشوں نے ہمیں کھانا کھلایا۔

پھر ہم واپس اپنے اپنے ٹھکانے پر آگئے۔ میں حسبِ عادت وقتِ مقررہ پر ہرنی کا انتظار کرنے لگا مگر وہ اپنے مقررہ وقت پر نہ آئی۔ پھر دوسرے دن بھی نہ آئی اور اس طرح ہرنی کے آنے کا سلسلہ بند ہوگیا۔

فعلِمتُ أنَّ ذلك بِشؤمِ ذنبي الّذی أحدثتُه بعدَ أن كنتُ مُستغنِياً بِلَبنها .

یعنی "میں سمجھ گیا کہ یہ ان خانہ بدوشوں کے پاس جاکر دودھ وغیرہ مانگنے کی سزا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے میں ہرنی کے دودھ کی وجہ سے مستغنی تھا"۔

اس حکایت کے ذکر کے بعد شیخ یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ظاہر

یہ ہے کہ جن گناہوں کے سبب ہرنی کا آنا بند ہوا وہ تین امور ہیں۔

اوّل۔ اس توکّل سے نکلنا جس میں انہوں نے قدم رکھا تھا۔

دوم۔ طمع کرنا اور اس رزق پر قناعت نہ کرنا جو اللہ تعالی کی طرف سے انہیں مل رہا تھا۔

سوم۔ خبیث و غیر طیب طعام کھانا۔ ان تین امور نے انہیں حلال و طیب اور غیبی خوراک سے محروم کر دیا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

حقيقةُ العبدِ عندی في توَكُّلِه

سُكُونُ إحساسِه عن كلّ مطلوبٍ

و أن تراه لكلّ الخلقِ مُطَّرِحًا

يصُونُ أسرَارَه عن كلّ محبوبٍ

(۱) یعنی " بندے کا جوہر و کمال میرے نزدیک اس کے توکّل میں ہے کہ وہ دنیاوی ہر مطلب کے جذبے سے بے فکر ہو۔

(۲) اور یہ کہ تمام مخلوق کو پسِ پشت ڈال دے اور اپنے خیالات کو دنیاوی ہر مرغوب چیز سے پاک رکھے "۔

برادران اسلام! بزرگوں کا گزرا ہوا زمانہ یاد آرہا ہے۔ وہ زمانہ مسلمانوں کیلئے باعث فخر تھا۔ آجکل کے مسلمان مادیت پرستی میں مبتلا ہوکر خدا کی عبادت سے غافل ہیں۔ موت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ایک شاعر کے چند نصیحت آموز ابیات ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

عبث اس زندگی پر غافلوں کا فخر کرنا ہے

یہ جینا کوئی جینا ہے کہ جس کے ساتھ مرنا ہے

جو مستقبل کے شائق ہیں انہیں الجھن مبارک ہو
ہمیں تو صرف اب گزرا زمانہ یاد کرنا ہے
گُلِ پژمردہ سے غنچے کو ہمدردی نہیں ممکن
ابھی تو اس کو کِھلنا ہے ابھی اس کو سنورنا ہے

حضرت عطاء ازرق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اپنی بیوی نے دو درہم دیئے تاکہ بازار سے آٹا لاؤں۔ میں بازار جانے لگا تو راستے میں ایک غلام کو روتے ہوئے دیکھا۔

میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ آقا (مالک) نے سودا لانے کیلئے دو درہم دیئے تھے۔ وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔ اب مجھے مار پڑنے کا سخت خطرہ ہے۔

عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دو درہم جو میرے پاس تھے اس کو دیدیئے اور میں ایک مقام پر شام تک نوافل پڑھتا رہا۔ خیال تھا کہ کچھ مل جائیگا تاکہ اسے گھر لے جاؤں مگر کچھ نہ ملا۔

آخر ایک دوست نجار (ترکھان) کی دکان پر بیٹھ گیا۔ دوست نے کہا کہ لکڑی کا یہ برادہ لے جا۔ شاید کام آجائے۔ میں نے وہ برادہ تھیلے میں بھر لیا اور آکر گھر میں رکھ دیا۔

پھر عشاء کی نماز کیلئے مسجد میں چلا گیا اور مسجد میں کافی دیر لگائی تاکہ گھر والے سو جائیں اور مجھ سے آٹے کا مطالبہ نہ کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد سے کافی دیر کے بعد گھر آیا تو دیکھا کہ گھر والے روٹی پکا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آٹا کہاں سے

لیا ہے؟ گھر والوں نے کہا۔

من الّذی حملتـه في الجرَاب ما بقیتَ لا تَشترِ لنا الدَّقیقَ إلاّ من هـذا الذی اشتریتَ لنا هذا منه . قال : قلتُ : أفعَل هذا إن شاء الله تعالی .

یعنی " ہم نے یہ آٹا اس تھیلے سے لیا ہے جو آپ لے آئے تھے۔ اور یہ بڑا مزیدار آٹا ہے۔ آئندہ ہمیشہ آپ اسی دکان سے آٹا خرید کر لایا کریں۔ عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا "۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لکڑی کا وہ برادہ آٹا بن گیا تھا۔ یہ شیخ عطاء ازرق رحؒ کی کرامت تھی جو ان کے اخلاص کامل کا نتیجہ تھی۔ انہوں نے کامل اخلاص سے خدا کی راہ میں دو درہم دیئے جو اللہ تعالی نے قبول فرمائے اور ان دو درہموں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مذکورہ صدر حیرت انگیز و ایمان افروز کرامت سے نوازا۔

شیخ ابوبکر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ کے راستے میں پریشان و سرگرداں جا رہا تھا۔

فإذا بِهمیانٍ یلمَعُ . فإذا به دنانیر . فهمَمتُ أن أحملَه و اُفرّقُه علی فُقَراء مکّةَ . فهتفَ بی هاتِف : إن أخذتَه سلَبنا عنك فقرك .

یعنی " اچانک مجھے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی پڑی نظر آئی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھا کر فقراءِ مکہ مکرمہ میں تقسیم کردوں مگر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ اگر تم نے اس تھیلی کو اٹھایا تو ہم تم سے تمہاری ولایت چھین لیں گے "۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانے کیلئے اور کتانی رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش کیلئے ظاہر فرمائی تھی۔ مقصود صرف اظہارِ قدرت تھا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے شیخ ابوبکر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسے اٹھا کر لے جانے کی اجازت نہ دی۔

بعض فقراء کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار مشہور بزرگ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر مکہ مکرمہ میں شریک تھے۔

ایک جگہ کسی وجہ سے ہم راستے سے برطرف ہوئے اور کچھ ہٹ گئے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت میں پیاسا ہوں۔

فضرب برِجلِه الأرضَ فإذا عينُ ماءٍ زَلالٍ . فقال الفتیٰ : أحِبُّ أن أشربَه في قَدَحٍ . فضرب بيده الأرض فناوَلَه قَدَحًا من زُجاجٍ أبيَضَ كأحسنِ ما رأيتُ . فشرِب و سقانا . وما زَالَ القَدَحُ معنا إلى مكّةَ .

یعنی " ابوتراب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ فوراً میٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس مرید نے کہا کہ میں تو پیالے میں پانی پینا چاہتا ہوں۔ ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک پیالہ (غیب سے نمودار ہوا۔ شیخ ابوتراب نے وہ پیالہ) اٹھا کر مرید کو دیا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ پیالہ سفید شیشے کا تھا۔ اس سے زیادہ خوبصورت برتن میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس مرید نے اس پیالے میں پانی پیا اور ہمیں بھی پلایا۔ پھر وہ پیالہ

مکہ مکرمہ تک ہمارے پاس رہا "۔

مشہور عارف باللہ ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بادشاہِ وقت یعقوب بن لیث ایک دفعہ بیمار ہوگیا۔ اطباء اس کے مرض کے علاج سے عاجز آ گئے۔

کسی نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کی سلطنت میں ایک بزرگ ہیں جن کا نام سہل بن عبداللہ ہے اگر وہ آپ کیلئے دعا کر دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء حاصل ہو جائیگی۔ چنانچہ سہلؒ کو بلایا گیا۔ بادشاہ نے سہل ابن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ میری صحت یابی کیلئے دعا کر دیں۔

حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری دعا تمہارے حق میں کیسے قبول ہو سکتی ہے جبکہ تمہاری جیل میں مظلوم قیدی تمہیں بددعائیں دے رہے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً سب کی رہائی کے احکامات جاری کر دیئے۔

پھر حضرت سہلؒ نے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰھم کما أریتَہ ذُلَّ المعصیةِ فأرِہ عزَّ الطّاعة و فرِّج عنہ فعُوفِیَ .

یعنی " اے اللہ! آپ نے اس کو گناہ کی ذلت دکھائی۔ تو طاعت کی عزت بھی دکھا کر اسے شفاء دیدیں۔ پس وہ فوراً تندرست ہوگیا "۔

بادشاہ نے حضرت سہلؒ کو مال دینا چاہا لیکن سہلؒ نے انکار کیا۔

کسی نے کہا کہ حضرت! اچھا ہوتا اگر مال بادشاہ سے لے لیتے اور فقراء میں تقسیم کر دیتے۔

فَنظَرَ إلی الحصباءِ فِي الصحراءِ فإذا ھی جواھرُ .

فقال : مَن يُعطٰى مثلَ هذا يحتاجُ إلى مالِ يعقُوب بن اللّيث ؟

یعنی ” سہلؒ نے صحرا میں سنگریزوں اور کنکریوں پر نظر ڈالی۔ پس اچانک وہ ساری کنکریاں جواہر بن گئیں۔ پھر فرمایا جس کو اللہ تعالٰی کی طرف سے یوں چیزیں مل رہی ہوں کیا وہ یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج ہوسکتا ہے ؟ “

حضرات کرام ! یہ حضرت سہلؒ کی کرامت تھی ۔کرامت دین میں ، عبادت میں ، ذکراللہ میں استقامت ، ثابت قدمی اور اس پر دوام کا نتیجہ ہوتی ہے۔ایک حدیث ہے۔ **أحب الأعمال الی اللہ أدومها .** یعنی ” اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ وہ اعمال محبوب ہوتے ہیں جن پر مداومت کی جائے “ ۔ آجکل مسلمانوں میں طاعات پر ثبات و مداومت کا جذبہ نہیں ہے۔ان کی قلبی اور ظاہری حالت طاعات و حسنات کے سلسلے میں اضطراب کا شکار ہے۔وہ کبھی دیندار بن جاتے ہیں اور کبھی دنیادار۔ کبھی اللہ تعالٰی کی مرضی کے مطابق اعمال کرتے ہیں اور کبھی شیطان کی مرضی کے موافق اعمال اپناتے ہیں۔کبھی تو وہ اللہ تعالٰی کی رزّاقیت پر یقین سے متصف ہوتے ہیں اور کبھی ظن یا شک میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

ایمان پہ ہے قائم جو رہا پیدا ہوئی آخر شکل کوئی
بالکل ہی سکون اس میں جو نہ ہو پھر دائرۂ تحقیق کہاں
ہر بات پہ جس نے شک ہی کیا وہ صرف پریشاں باطن تھا
پرکار سے نقش اس وقت بنا اِک جزو جب اس کا ساکن تھا

دوستو! ظلم سے بچو۔ مظلوم کی آہیں رائیگاں اور بیکار نہیں جاتیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

یہ مظلوموں کی آہیں کیا یوں ہی بیکار جائیں گی
یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرا دیں گی

مسلمان جب عشقِ خدا تعالی اور عشقِ رسول ﷺ کا درد حاصل کرلے تو سب کچھ اس کو مل جاتا ہے۔

کسی شاعر کی ایک عجیب رباعی ہے۔ اس رباعی میں معشوق اپنے عاشق سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

با درد بساز کہ دوائے تو منم — در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سرِ کوئے عشقِ ما کشتہ شوی — شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

(۱) یعنی " میرے عشق کے درد کے ساتھ رہا کر کیونکہ تیرے مرض کی دوا میں ہی ہوں۔ نیز کسی اور کی طرف نگاہِ شوق و محبت سے مت دیکھ کیونکہ تیرا محبوب تو صرف میں ہی ہوں۔

(۲) اگر میرے کوچۂ عشق میں تو قتل ہو جائے تو تجھے پرواہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ خوش ہونا چاہئے کیونکہ تیری جان کے بدلے میں تجھے میں ہی ملونگا، یعنی میں سارا تیرا ہی ہوجاؤنگا "۔

افسوس صد افسوس ...... کہ اس زمانے میں مسلمان عموماً عشقِ خدا و رسول اور محبتِ دین واسلام سے خالی ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

کروں کیا گلہ گردشِ آسماں کا — چلن جب ہے بگڑا خود اہلِ زماں کا
تعلق چھٹا جب سے ربّ جہاں کا — رہا رنگ باقی نہ وہ گلستاں کا

نہ نغمہ سرا عندلیبِ چمن ہے جدھر دیکھئے شورِ زاغ و زغن ہے

اہل اللہ کے دل اللہ و رسول کی محبت سے معمور ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہونے کی صورت میں اللہ عزوجل غیبی نصرتوں سے ان کی مدد فرماتے ہیں اور ایمان افروز غیبی طریقوں سے انہیں رزق پہنچاتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کشتی میں سوار تھے۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ میں اور میری حاملہ بیوی ایک تختہ پر سمندر میں رہ گئے۔ اسی پریشانی کی حالت میں میری بچی پیدا ہوگئی۔

بیوی سخت تکلیف کی وجہ سے چیخنے لگی اور کہنے لگی کہ میں شدتِ پیاس کی وجہ سے مرجاؤں گی۔ میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اللہ تعالی ہمیں دیکھ رہا ہے اور وہ مسبّب الاسباب ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

فإذا برَجُلٍ جالس في الهواء . و بِيَدِه سِلسِلَة من ذَهَبٍ فيها كُوز من ياقوتٍ اَحمَرَ . و قال : هاكَ . اشربا .

یعنی ” اچانک ایک شخص ہوا میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس نے ہاتھ میں سونے کی زنجیر تھام رکھی تھی جس کے ساتھ سرخ یاقوت کا ایک لوٹا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا۔ یہ لو ، تم دونوں میٹھا پانی پیو “۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے لوٹا لے کر پانی پیا۔

فإذا هو أبرَدُ من الثلجِ ، و أحلٰى من العسلِ ، و أطيبُ من المِسكِ .

یعنی ” وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا ، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا “۔

میں نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم کون ہو ؟اس نے جواب دیا۔

أنا عبد لِمَولاكَ . فقُلتُ : بِمَ وَصَلتَ إلى هذا ؟ فقال : تركتُ الهوٰى لِمَرضَاتِهِ فأجلَسَني على الهواء . ثُمَّ غاب عني فلم أرَه .

یعنی ” میں تیرے ربّ کا بندہ ہوں۔ میں نے کہا کہ کس عمل کی برکت سے تم اتنے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے ہو ؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی خواہش اللہ تعالیٰ کی مرضی کیلئے چھوڑ دی۔ پس اللہ تعالی نے مجھے ہوا پر سوار کیا۔ یہ جواب دے کر وہ آدمی میری نظروں سے اوجھل ہوگیا “۔

اللہ تعالی کی بندگی اور ذکر و طاعت میں جو مسرت ، قوت اور عزت ہے وہ تاج و تخت میں کہاں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

نہ تاج وتخت میں نے لشکرو سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم شہر عسقلان میں رہتے تھے۔ ایک نوجوان ہمارے پاس آیا کرتا تھا اور آکر ہمارے ساتھ باتیں کیا کرتا تھا۔ جب بات چیت سے فارغ ہوتا تو نوافل پڑھنے شروع کر دیتا۔

ایک مرتبہ اس نے کہا کہ میں شہر اسکندریہ جانا چاہتا ہوں۔ میں اسے رخصت کرنے کیلئے اس کے ساتھ شہر سے باہر نکلا۔ پھر میں

نے اسے چند دراہم دینا چاہے مگر میرے اصرار کے باوجود اس نے لینے سے انکار کر دیا۔

پھر اس نے ریت کی ایک مٹھی لوٹے میں ڈال کر سمندر کا پانی لوٹے میں ڈالا اور ایک کلمۂ دعائیہ پڑھا۔

فإذا هو سويق بسُكّر كثير . فقال : من كان حاله معه مثلَ هذا يحتاجُ إلى دراهمك ؟

یعنی "(میں نے دیکھا کہ) اچانک وہ لوٹا ستو اور چینی سے بھر گیا۔ پھر اس جوان نے کہا کہ جس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہو کیا وہ آپ کے دراہم کا محتاج ہو سکتا ہے؟"

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

بحق الهوٰى يا أهلَ وُدِّي تفهَّمُوا

لسان وجود بالوجود غريب

حرام على قلبٍ تَعَرَّضَ للهوٰى

يكونُ لغير الحقّ فيه نصيب

(۱) یعنی " اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی محبت کی قسم، جان لو کہ محبت کی زبان کا وجود ان موجودات میں غیر معروف ہوتا ہے۔

(۲) جس دل میں عشقِ خدا تعالیٰ آجائے۔ اس دل میں غیرِ خدا تعالیٰ کا حصہ حرام ہو جاتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ بے پایاں فضل و کرم اور نہایت وسیع رحمت والے ہیں۔ وہ اپنی محبت و عبادت و ذکر و فکرِ آخرت کے انوار و برکات سے ہمارے

دلوں کو منور کریں اور سعادتِ دارین نصیب فرما کر ہمیں ہر قسم کی شقاوتوں سے محفوظ رکھیں ، آمین۔

باب ۲

دوستو اور بھائیو! یہ دنیاوی زندگی چند روزہ زندگی ہے۔ یہ زندگی مقاصدِ اصلیہ میں سے نہیں ہے بلکہ مقصود و مطلوب آخرت ہے۔ بالفاظِ دیگر مطلوب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہے۔ یہ دنیا آخرت کیلئے کھیتی ہے۔

الدنیا مَزرعَةُ الآخرةِ. یعنی "دنیا آخرت کیلئے کھیتی ہے"۔

اخروی زندگی کے مقابلے میں یہ دنیاوی زندگی ایک ساعت یا چند منٹوں کی حیثیت رکھتی ہے۔

تاہم باوجود اختصار کے یہ دنیاوی زندگی نہایت اہم اور قیمتی ہے۔ کیونکہ آخرت کی تمام خوشیوں کا مدار یہی دنیاوی زندگی ہے۔ اگر انسان نے یہ دنیاوی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزاری تو اسے آخرت کی دائمی و لافانی مسرات حاصل ہونگی۔ اور اگر اس نے یہ زندگی شیطان کے اتباع میں گزاری تو لافانی اور دائمی عذابِ جہنم میں اسے ڈالا جائیگا۔

دنیاوی زندگی و اخروی زندگی کی مثال دکان اور گھر کی سی ہے۔ دکان میں دکاندار اس لئے نہیں بیٹھتا کہ وہ اس کا اصلی مسکن ہے بلکہ وہ اس لئے بیٹھتا ہے کہ دکان سے کچھ مال اور نفع حاصل کرلے تاکہ اس

مال اور نفع کے ذریعے وہ گھر میں سکون کی زندگی گزار سکے۔

اگر ایک شخص گھر کے احوال سے غافل ہو کر صرف دکان کو ہی حقیقی مسکن قرار دے تو یہ شخص بڑی غلطی پر ہے اور سب لوگ اسے بے عقل کہیں گے۔

بس اسی طرح دنیا کو جو انسان اصل مسکن اور مقصدِ اعلیٰ قرار دے اور آخرت سے غافل ہو جائے تو یہ شخص اللہ و رسول کے نزدیک عاقل نہیں ہے بلکہ مجنون ہے۔

پس یہ دنیاوی زندگی آخرت کی خوشیوں کیلئے وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ لہٰذا اللہ و رسول کے نزدیک عاقل وہ انسان ہے جو اس زندگی میں عبادت، ذکر اللہ، طاعات، حسنات اور احکام شریعت کی پوری طرح پابندی کرے۔

یہی نیک اعمال قیامت کے دن ثمرات، مسرات، باغات اور محلات کی صورت میں ظاہر ہونگے۔

اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ و أُتُوا به متشابِهًا ۔ یعنی " جنت میں انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا رزق ملے گا "۔

اس قول اللہ کا ایک مطلب مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ آخرت کی خوشیاں، ثمرات، رزق اور دیگر امور دنیاوی اَعمالِ صالحہ کے مشابہ ہونگے۔

اگر دنیاوی اعمالِ صالحہ زیادہ ہوں اور ان میں اخلاص کامل ہو تو جنت میں ثمرات اور وہ امور جو موجبِ مسرات ہیں بھی زیادہ اور کامل و

اعلیٰ ہوں گے۔

پس اس دنیاوی زندگی کو مبارک اور مفید بنانے کا طریقہ اولاً یہ ہے کہ عباداتِ بدنیہ و مالیہ ، ذکر اللہ ، اخلاق حسنہ اور دیگر طاعات کی بجاآوری کی طرف پوری طرح توجہ دی جائے۔

ثانیاً۔ ان تمام عبادات و طاعات میں اخلاص وحسنِ نیت کی روح کار فرما ہو۔ اخلاص وحسن نیت کے بغیر کوئی عملِ صالح مقبول نہیں ہوتا۔

ثالثاً۔ چونکہ انسان کمزور ہے اور شیطان اور نفسِ اَمّارہ اسے طاعات سے روکتے ہیں اور اس کے اخلاص میں خلل ڈالنے کی کوششیں کرتے ہیں اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ عملِ عبادات میں بھی اور اخلاص کی تکمیل میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے اور وہ ہے دعا۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت دعا میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ سے ہر کام میں مدد مانگے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا سے خوش ہوتے ہیں۔ الدعاء مخّ العبادة "دعاء عبادت کا مغز ہے"۔

رابعاً۔ دعا کے مستجاب ومقبول ہونے کیلئے ضروری ہے کہ دعا کرنے والا حلال کھائے، حلال پئے، حلال پہنے اور حرام سے مکمل اجتناب کرے۔

احادیث مبارکہ میں ہے کہ حرام کھانے والے یا حرام پینے والے یا حرام پہننے والے کی دعا اللہ تعالی قبول نہیں فرماتے۔

افسوس صد افسوس ...... آجکل مسلمان مال و رزق کی محبت میں اتنے ڈوبے ہوئے ہیں کہ حلال و حرام کا فرق نہیں کرتے۔ حرام رزق سے وقتی فائدہ تو ہو جاتا ہے لیکن اس سے آخرت کے دائمی فوائد و مسرات سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔ نیز حرام رزق کھانے اور استعمال کرنے والے انسان کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

دعاؤں کا غیر مقبول ہونا بہت بڑا خسارہ ہے مگر افسوس کہ انسان اس خسارے سے غافل ہے۔ گویا اسے اس خسارے کی ذرا پرواہ نہیں۔

دنیا کا ذرا یہ رنگ تو دیکھ ایک ایک کو کھائے جاتا ہے
بن بن کے بگڑتا جاتا ہے اور بات بنائے جاتا ہے
انسان کی غفلت کم نہ ہوئی قانونِ فنا کی عبرت سے
ہر گام پہ کٹتے پاؤں بھی ہیں اور سر بھی اٹھائے جاتا ہے
اس کو نہ خبر کچھ اس کی ہے اس کو ہے نہ کچھ پرواہ اس کی
روتا ہے رُلائے جاتا ہے ہنستا ہے ہنسائے جاتا ہے

اس بیان کی تائید و توضیح کے سلسلے میں طبرانی میں مذکور ایک مرفوع حدیث مبارک سن لیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال : تُلِیَتْ هذه الآیة عند رسول اللہ ﷺ " یٰایّها الناس کلوا ممّا في الارض حلالاً طیّباً " فقام سعد بن ابی وقاص رضی

الله تعالى عنه فقال : يا رسول الله ! ادع الله أن يجعلني مستجاب الدعوة . فقال له النبي ﷺ : يا سعد ! أطِبْ مطعمَك تكن مستجاب الدعوة . و الذى نفس محمد بيده إن العبد ليقذف اللُّقمة الحرام في جوفه ما يتقبّل منه عملَ أربعين يومًا . و أيـّما عبد نَبَت لحمه من سُحتٍ فالنار أولى به . متجر رابح ص٤٣٠ .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی کہ "اے لوگو! زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ" تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعاء (جس کی دعائیں قبول ہوں) بنادیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے سعد! تیرا کھانا پاکیزہ اور حلال ہونا چاہئے، اس طرح تو مستجاب الدعاء ہوجائیگا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو بندہ حرام مال کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالے تو چالیس دن تک اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور جس آدمی کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہو اور بڑھا ہو پس آگ ہی اس گوشت کیلئے زیادہ لائق ہے (یعنی جہنم کی آگ ہی اس کیلئے مناسب ہے) "۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیثِ مرفوع میری اس کتاب میں ایک اور مقام پر بھی مذکور ہے۔ یہاں مقام کی مناسبت سے ہم نے

اسے دوبارہ ذکر کیا ہے۔ امید ہے کہ باوجود تکرار کے اس کا ذکر یہاں نہایت مفید ہوگا۔ اس مرفوع حدیث سے کئی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔

پہلی بات حدیثِ مذکور سے یہ معلوم ہوئی کہ حرام رزق کا ایک لقمہ جب پیٹ میں چلا جائے تو اس سے چالیس دن تک کوئی نیک عمل عند اللہ قبول نہیں ہوتا۔ یہ کتنی خطرناک اور خوفناک بات ہے کہ حرام کے ایک لقمے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ چالیس دن تک حرام کھانے والے آدمی کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ حج اور نہ دیگر طاعات اور نیکیاں۔

دوسری بات حدیثِ مذکور سے یہ معلوم ہوئی کہ حرام رزق سے جو گوشت پیدا ہوتا ہے وہ گوشت پوست اور وہ خون اللہ تعالی کے نزدیک نہایت ذلیل ہے۔ وہ گوشت یعنی اس گوشت والا انسان کسی طرح دخولِ جنت کے قابل نہیں ہے بلکہ وہ دوزخ میں داخل ہونے اور آتشِ دوزخ میں جلنے کے لائق ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہوا کہ حرام خور جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ البتہ اللہ تعالی کی مغفرت وسیع ہے۔ اگر اللہ تعالی مغفرت فرمادیں تو یہ اور بات ہے لیکن فی ذاتہ و فی نفسہٖ حرام خور دوزخیوں کے گروہ کا ایک فرد ہے۔

تیسری بات حدیثِ مذکور سے یہ معلوم ہوئی کہ قبولیتِ دعا کیلئے اور مستجاب الدعاء ہونے کیلئے رزقِ حرام اور لباسِ حرام مانع ہیں۔

قبولیتِ دعا کی اہم شرط رزقِ حلال ہے جیسا کہ حدیثِ ہذا میں

ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی علیہ الصلاۃ و السلام سے اس دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالی مجھے مستجاب الدعاء بنا دیں (مستجاب الدعاء وہ شخص ہوتا ہے جس کی ہر دعاء اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں) تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا کہ حلال رزق کھا اور حرام سے بچ، اللہ تعالی تجھے مستجاب الدعاء بنا دیں گے۔

اس سلسلے سے متعلق ایک اور حدیث شریف سن لیں جس کے راوی مشہور صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

عن ابی هريرة رضی‌الله تعالی‌عنه قال : قال رسول الله ﷺ : يا أيّها الناس ! إنّ الله طيّب و لا يقبل إلاّ طيّباً . و إنّ الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال : يٰأيّها الرسل كلوا من الطيّبٰت و اعملوا صالحاً إنّى بما تعملون عليم .

و قال : يٰأيّها الذين آمنوا كلوا من طيّبٰت ما رزقنٰكم . و ذكر الرجلَ يُطيل السفر ، أشعث ، أغبر ، يمدّ يده الى السماء(يقول) يا ربّ ! يا ربّ ! و مطعمُه حرام ، و مشربُه حرام ، و ملبسه حرام ، و غُذّیَ بالحرام فأنّٰى يستجاب لذلك . قال الترمذی : هذا حديث حسن غريب . جامع ترمذی ج۲ ص۱٤٤ .

” حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا کہ اے لوگو! بیشک اللہ تعالی پاک ہیں اور پاکیزہ چیز

(رزقِ حلال) ہی کو پسند فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اُسی بات کا امر فرمایا ہے جس بات کا امر اس نے اپنے رسولوں کو فرمایا ہے۔ (اپنے رسولوں کو امر کرتے ہوئے قرآن مجید میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے اور اچھے اعمال کرو۔ بیشک میں تمہارے اعمال جانتا ہوں۔

اور مؤمنوں کو امر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ (اپنی کتاب شریف میں) ارشاد فرماتے ہیں۔ اے ایمان والو! کھاؤ اس پاکیزہ رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جس نے نیک کاموں کیلئے لمبے سفر کیے ہوں، پراگندہ بال ہوں، غبار آلودہ ہو اور وہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر کہے۔ اے ربّ! اے ربّ! (یعنی اپنی حاجات کیلئے ربّ کو پکارے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے، پینا حرام ہوتا ہے، لباس حرام ہوتا ہے اور حرام مال سے اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے تو (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) ایسے آدمی کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے"۔

اس حدیث میں اس اہم بات پر مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ حرام کھانے اور حرام پینے والے شخص کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ سفر پر ہو اور خدا کی راہ میں نکلا ہوا ہو یعنی جہاد یا تبلیغِ دین وغیرہ طاعات کیلئے گھر سے نکلا ہوا ہو۔ حالانکہ دیگر احادیث میں ہے کہ مسافر اور خدا کی راہ میں نکلے ہوئے شخص کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں لیکن اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ حرام خور مجاہد اور حرام خور مسافر کی دعا قبول

نہیں ہوتی۔

علمائے کرام نے احادیثِ نبویّہ سے اخذ کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں قبولیتِ دعا کی کئی شرطیں اور آداب ذکر کیے ہیں۔ تکمیلِ افادہ کی خاطر یہاں چند امور متعلق آداب و متعلقِ قبولیتِ دعا کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

امر اول۔ قبولیتِ دعا کی پہلی شرط حرام اَکل و شرب و لباس سے اجتناب کرنا ہے۔

امر دوم۔ قبولیتِ دعا کی دوسری شرط اخلاص ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ فادعوا الله مخلصين له الدين . "اللہ تعالی کو پکارو دین کے بارے میں اخلاص کے ساتھ"۔

امر سوم۔ جلد بازی سے بچنا قبولیتِ دعا کیلئے ضروری ہے۔ جلد بازی کرنے والے انسان کی دعا اللہ تعالی قبول نہیں فرماتے۔ جلد بازی کا مطلب یہ ہے کہ قبولیتِ دعا میں کچھ تاخیر واقع ہونے کی وجہ سے دعا کرنے والا کہے کہ میں نے بار بار دعا مانگی لیکن اللہ تعالی نے قبول نہیں کی، یا یوں کہے کہ اللہ تعالی میری دعا قبول نہیں فرماتے۔ وعلی ہذا القیاس۔

عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه مرفوعاً : يستجاب لأحدكم ما لم يعجل يقول : دعوت فلم يَستجِب لی . رواه الشيخان .

"ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی تم میں سے کسی کی دعا ضرور قبول فرماتے ہیں بشرطیکہ وہ

جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ میں نے تو دعا کی اور خدا تعالی سے اپنی حاجات مانگیں لیکن اللہ عزوجل نے میری دعا قبول نہیں فرمائی "۔

امر چہارم۔ بوقتِ مغرب روزہ کھولتے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔ روزہ کھولنے کا وقت اوقاتِ مستجابہ میں سے ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنھما قال : قال رسول اللہ ﷺ : إنّ للصائم عند فطره لدعوةً لا تردّ . رواه البیھقی .

" حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ روزہ دار کیلئے وقتِ افطار قبولیتِ دعا کا وقت ہے کیونکہ اس وقت مانگی ہوئی دعا ردّ نہیں کی جاتی "۔

امر پنجم۔ حدیث شریف میں ہے کہ مظلوم کی بد دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیئے۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی پر ظلم نہ کریں۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : ثلاثة لا تردّ دعوتھم : الصائم حین یفطر ، والامام العادل ، و دعوة المظلوم . أخرجه ابن حبان و ابن خزیمة في صحیحیھما و الترمذی و حسّنه .

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی دعا ردّ نہیں ہوتی۔

(ایک) روزہ دار کی دعا جب وہ افطار کے وقت دعا مانگے ، (دوسرا) عادل و نیک حکمران کی دعا ، (تیسرا) مظلوم کی بد دعا "۔

امر ششم۔ اذان و اقامت کے مابین جو وقت ہے وہ اوقاتِ مستجابہ میں سے ہے۔ لہٰذا اس وقت خضوع وخشوع سے دعا مانگنی چاہئے۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : لا یردّ الدعاء بین الأذان و الإقامة . قیل : ما ذا نقول یا رسول اللہ ؟ قال : سلوا اللہ العافیة في الدنیا و الآخرة . اخرجه ابن حبان في صحیحه و ابوداود و الترمذی و حسّنه .

" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا ردّ نہیں کی جاتی۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ! ہم اس وقت کونسی دعا مانگیں؟ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ (اس وقت) تم اللہ تعالی سے دنیا و آخرت کی عافیت و سلامتی کا سوال کرو "۔

امر ہفتم۔ ہر رات کا آخری ثلث مستجاب وقت ہے۔ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی مرفوع حدیث ہے جامع ترمذی (ج ۲ ص ۲۱۹) میں۔ فإن استطعتَ أن تقوم في ثُلثِ اللیل الآخر فانها ساعة مشهودة و الدعاء فیها مستجاب .

یعنی " (نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خطاب

کرتے ہوئے فرمایا۔ اے علی!) اگر ہو سکے تو رات کے آخری تیسرے حصے میں قیام (عبادت) کیا کر۔ کیونکہ وہ وقت ایسا ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے"۔

و عن ابی‌هریرة رضی اللّٰہ تعالی عنه مرفوعًا : یَنزِل ربُّنا کلَّ لیلةٍ الی السماء الدنیا حتی یبقٰی ثُلثُ اللیل الآخر فیقول : من یدعونی فأستجیب له ، من یَسألني فأعطِیه ، و من یستغفرنی فأغفر له . اخرجه الترمذی ج۲ ص۲۰۹ . و قال : هذا حدیث حسن صحیح .

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا ربّ تعالیٰ ہر رات کے آخری تیسرے حصے میں آسمانِ دنیا پر آکر فرماتا ہے کہ ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تاکہ میں اس کی دعا قبول کرلوں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عطا کردوں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت مانگے تاکہ میں اسے بخش دوں"؟

امرِ ہشتم۔ فرض نماز کے فورًا بعد یعنی سلام کے بعد مختصر وقت، اوقاتِ مستجابہ میں سے ہے۔ احادیث مبارکہ میں ہے کہ فرائض کے فورًا بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

عن ابی‌أمامة رضی اللّٰہ تعالی عنه قال : قیل : یا رسول اللّٰہ ! أیّ الدعاء أسمع ؟ قال : جوف اللیل الآخر و دُبر الصّلوات المکتوبات . اخرجه الترمذی ج۲

ص۲۰۹ ۔ و قال : حديث حسن ۔

" حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ کونسی دعا زیادہ مسموع (مقبول) ہے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ رات کے آخری حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد (کی جانے والی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے) " ۔

امر نہم ۔ بار بار اپنی دعا دہرائیں۔ ہر اہمّ دعا کم از کم تین مرتبہ دہرانی چاہیئے۔ تکرارِ دعا سے وہ دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہر اہمّ دعا تین بار دہراتے تھے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالى عنها : أنـّه عليه السلام كان اذا دعا كرَّره ثلاثاً ۔ اخرجه مسلم في صحيحه ۔

" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب دعا فرماتے تو اسے تین بار دہراتے " ۔

و عن عائشة رضى الله تعالىعنها انـّه ﷺ قال : إنّ الله يحبّ الملحّين في الدعاء ۔ اخرجه ابن عدىّ في الكامل و البيهقى في الشعب ۔

" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ بیشک اللہ تعالی دعا میں دلجمعی و رغبت کرنے والوں اور بار بار مانگنے والوں کو پسند فرماتے ہیں " ۔

امر دہم ۔ حضورِ قلب سے دعا مانگنی چاہیئے ، یعنی اللہ تعالی کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوکر اللہ تعالی کی عظمت اور بلند شان اپنے ذہن

میں مستحضر رکھتے ہوئے دعا مانگیں۔ اللہ تعالی غافل دل والے شخص کی دعا قبول نہیں فرماتے۔

عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما مرفوعًا : القلوبُ أوعيةٌ وبعضُها أوعی من بعض . فاذا سألتم الله ايها الناس ! فاسألوه و أنتم موقنون بالإجابة . فإنّ الله لا يستجيب لعبد دعاه عن ظهر قلب غافل . اخرجه احمد في مسنده .

" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قلوب محافظ ہیں اور بعض زیادہ محافظ ہیں (یعنی زیادہ یاد کرنے والے ہیں) بعض سے۔ پس اے لوگو! جب تم اللہ تعالی سے سوال کرو تو اس کیفیت کے ساتھ سوال کرو کہ تمہیں اس سوال کی قبولیت کا یقین ہو۔ کیونکہ اللہ تعالی ایسے بندے کی دعا قبول نہیں فرماتے جو قلبِ غافل سے دعا مانگے "۔

یہ حدیث شریف جامع ترمذی میں بھی مذکور ہے۔ الفاظ میں معمولی فرق ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث کا متن یہ ہے۔

عن ابی‌هريرة رضی‌الله تعالی عنه مرفوعًا : أدعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة . واعلموا أنّ الله لايستجيب دعاءً من قلبٍ غافلٍ لاهٍ . و قال : هذا حديث غريب . جامع ترمذی ج۲ ص۲۰۷ .

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی

علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اللہ تعالی سے دعا مانگو اس حال میں کہ تمہیں دعا کی قبولیت کا یقین ہو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالی قلبِ غافل لاہی (جس کا دھیان دنیاوی امور کی طرف ہو) کی دعا قبول نہیں فرماتے "۔

امر یازدہم۔ قبولیتِ دعا کا یقین رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر خود دعا کنندہ شخص کے دل میں قبولیتِ دعا کے بارے میں شک اور تردّد ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ امرِ دہم کی توضیح میں مذکور حدیث شریف سے صراحۃً یہ شرط بھی واضح ہوتی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ادعوا الله و أنتم مُوقنون بالإجابة . یعنی " تم دعا مانگو اس کیفیت کے ساتھ کہ تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہو "۔

امر دوازدہم۔ دعا سے پہلے اللہ تعالی کی حمد بھی پڑھنی چاہئے اور درود شریف بھی پڑھنا چاہئے۔ بلکہ افضل یہ ہے کہ آخر میں بھی درود شریف پڑھا جائے۔ اس طرح دعا قبولیت کے قریب ہو جاتی ہے۔

عن فضالة بن عبيد رضی الله تعالى عنه قال : بينا رسول الله ﷺ قاعد إذ دخل رجل فصلّى فقال : اللّهمّ اغفرلى و ارحمني . فقال رسول الله ﷺ : عجِلت أيها المصلّى ! إذا صلّيت فقعدتَّ فاحمد الله بما هو أهله و صلّ عليّ ثم ادعه . قال : ثم صلّى رجل آخر بعد ذلك . فحمدالله وصلى على النبي ﷺ . فقال له النبيّ ﷺ : أيّها المصلّى ! ادعُ تُجب . أخرجه الترمذى ج۲ ص۲۰۷ . و قال : هذا حديث حسن .

"حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام (مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی (مسجد میں) داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اے دعا کرنے والے! تو نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ (دعا کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ طریقہ یہ ہے کہ) جب تو نماز پڑھ کر (دعا کیلئے) بیٹھے تو (سب سے پہلے) اللہ تعالی کی ایسی حمد و ثناء بیان کیا کر جس کا وہ اہل ہے پھر مجھ پر درود بھیجا کر۔ پھر دعا مانگا کر۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک اور آدمی نے (آکر نماز پڑھنے کے بعد) دعا مانگی۔ اس آدمی نے پہلے اللہ تعالی کی حمد بیان کی، پھر نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجا تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ اے دعا مانگنے والے! دعا مانگ تیری دعا قبول کی جائیگی"۔

امر سیز دہم۔ کسی مسلمان کے لئے غائبانہ یعنی پسِ پشت دعا کرنے کی احادیث میں بڑی فضیلت منقول ہے۔ ایسی دعا عموماً مقبول ہوتی ہے۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ما من مسلمٍ یدعو لأخیه بظهر الغیب إلاّ قال الملك: و لك مثل ذلك. اخرجه مسلم.

"حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کیلئے غائبانہ دعا مانگتا ہے تو ایک فرشتہ (جسے اللہ تعالی نے اسی کام کے لئے مقرر کیا ہوتا ہے اسے جواب میں) کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اسی طرح ہو (یعنی جو دعا تو نے اپنے بھائی کے لئے مانگی ہے اللہ تعالی تجھے بھی وہ نصیب کریں)"۔

وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: إنّ أسرع الدعاء إجابةً دعوة غائبٍ لغائبٍ. اخرجه ابوداود و الترمذی. و قال الترمذی: حدیث غریب.

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب سے جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو کسی غائب شخص کی غائب شخص کے لئے ہو"۔

و عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما مرفوعاً: دَعوتان لیس دونہما حجاب: دعوة المظلوم، و دعوة المرء لأخیه المسلم بظهر الغیب.

"ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ دو دعائیں ایسی ہیں جن کے آگے پردہ نہیں (یعنی ان کی قبولیت سے کوئی چیز مانع نہیں) ایک مظلوم کی بد دعا، دوسرا وہ شخص جو اپنے کسی مسلمان بھائی کیلئے پسِ پشت دعا کرے"۔

امر چہاردہم۔ سجدے کی حالت نہایت مبارک حالتوں

میں سے ہے اور خدا تعالی کے قریب ہونے کے اوقات میں سے ہے۔
یہ اوقاتِ مستجابہ میں سے ہے۔ احادیث مبارکہ میں ہے کہ اس وقت بندہ
سب اوقات سے زیادہ خدا تعالی کے قریب ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : أقرب ما یکون العبد من ربّہ عزوجل و ھو ساجد . فأکثروا الدعاء . رواہ مسلم .

" ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا
کہ بندہ حالتِ سجدہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالی کے قریب ہوتا ہے۔
لہٰذا اس حالت میں کثرت سے دعا کیا کرو "۔

احباب کرام ! یہ دعا کے چند آداب ہیں جو یہاں تحریر کئے گئے۔
ان آداب کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ دعا قبولیت کے قریب تر ہوجائے۔
اللہ عزوجل صالحین کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ یہ دنیا سرائے فنا ہے۔ یہاں
کی نہ بہار دائمی ہے نہ خزاں۔ اس لئے اللہ تعالی سے دنیوی امور کی بجائے
اخروی امور یعنی طاعت ، عبادت اور ذکر اللہ کی توفیق کی دعا مانگا کریں۔

ہے دوروزہ قیامِ سرائے فنا، نہ بہت کی خوشی ہے نہ کم کا گلہ
یہ کہاں کا فسانۂ سود و زیاں، جو گیا وہ گیا جو ملا وہ ملا
نہ بہار ہی نہ خزاں ہی رہی ، کسی اہل نظر نے یہ خوب کہی
یہ کرشمۂ شانِ ظہور ہیں سب ، کبھی خاک اڑی کبھی پھول کھلا
نہیں رکھتا میں خواہشِ عیش و طرب ، یہی ساقیٔ دہر سے بس ہے طلب
مجھے طاعتِ حق کا چکھا دے مزا ، نہ کباب کھلا نہ شراب پلا

ہے فضول یہ قصۂ زید و بکر، ہر اک اپنے عمل کا چکھے گا ثمر

کھو ذہن سے فرصتِ عمر ہے کم، جو دِلا تو خدا ہی کی یاد دلا

اللہ جل جلالہ ہمارے قلوب کو عبادت، طاعت، ذکر اللہ اور انابۃ الی اللہ کے انوار سے منور کرتے ہوئے ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔ خشوع وخضوع سے اوقاتِ مستجابہ میں دعا کرنے کی اور تمام اسبابِ قبولیتِ دعا اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۳

برادرانِ اسلام ! جس دل میں حُبِّ دنیا کی آگ جل رہی ہو وہ دل صحیح دل نہیں ہے۔ جس گھر میں کبھی مہمان نہ آئیں وہ گھر اچھا گھر نہیں ہے۔ اسی طرح جس دل میں آخرت کا اور خدا تعالیٰ کی محبت کا سوز نہ ہو وہ دل ویران ہے۔ اللہ تعالی کی محبت سے معمور دل ہی صاحبِ بصیرت و صاحبِ تسکین دل ہے۔ ایسا دل انوارِ الٰہیّہ سے منوّر دل ہے۔

الغرض وہ دل صحیح و کامل دل نہیں جس میں اللہ تعالی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بدر مستور نہ ہو۔ وہ سینہ نہایت ناقص سینہ ہے جو انوارِ رحمانیہ سے معمور نہ ہو۔ وہ زبان نہایت ردّی زبان ہے جو ذکر اللہ سے ہر وقت متحرّک و مرطوب نہ ہو۔ ذکر اللہ سے غافل زبان ایک بے فائدہ و مہمل زبان ہے۔

وہ دل نہیں جس میں کوئی ارماں نہیں ہوتا
وہ گھر نہیں جس میں کوئی مہماں نہیں ہوتا
وہ دیکھنے والے سے تو پنہاں نہیں ہوتا
ہاں دیکھنے والا بھی ہر انساں نہیں ہوتا

جو دل میں سما جائے وہ ہے جانِ تمنّا
جو دل سے نکل جائے وہ ارماں نہیں ہوتا
مر جائیں غمِ ہجر میں آسان ہو مشکل
مرنا بھی غمِ ہجر میں آساں نہیں ہوتا
اللہ بُرا وقت دکھائے نہ کسی کو
کوئی بھی بُرے وقت کا پُرساں نہیں ہوتا

آجکل مسلمانوں کی دعائیں اس لئے بہت کم قبول ہوتی ہیں کہ مسلمانوں میں ذکر اللہ کی، طاعات و حسنات کی، خشوع و خضوع سے دعا کرنے کی، اخلاص و حسنِ نیت کی اور حلال رزق پر قناعت کرنے کی بہت زیادہ کمی ہے۔

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب تنبیہ الغافلین میں بعض علماء کبار و حکماء عظام کا ایک مفید و جامع مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالے میں ہمارے لئے عبرت و نصیحت کا بڑا سبق ہے۔ اس مقالے میں اُن سات اسباب کا ذکر ہے جن میں آجکل اکثر لوگ مبتلا ہیں اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

وہ مقالہ یہ ہے کہ کسی نے بعض کبار علماء و حکماء سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں فرماتے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ ادعونی أستجب لكم. یعنی ”مجھ سے دعا (اور حاجتیں) مانگو۔ میں تمہاری دعائیں قبول کرونگا“۔

تو اس عالم حکیم نے یہ حکیمانہ و فاضلانہ جواب دیا۔

قال : إنما لا يستجاب دعاؤكم لأنّ فيكم سبع خصال تمنع دعاءَكم من السماء .

قيل : وما هنّ ؟ قال : أوّلها انكم أسخطتم ربّكم و لم تطلبوا رضاه ، يعني إنكم تعملون أعمالاً تُوجب عليكم السخط من الله بها و لم ترجعوا عن ذلك و لم تندموا على ما فعلتم .

و الثانى انكم تقولون : نحن عبيد الله ولاتعملون عمل العبيد ، يعني انّ العبد يعمل بما أمره سيّده و لا يخرج عن أمره .

و الثالث انكم تقرؤون القرآن و لم تتعاهدوا حروفَه ، يعني لا تقرؤون بالتفكُّر و التعظيم ولا تعملون بما أمر الله فيه .

و الرابع انكم تقولون : نحن أمة محمدٍ ﷺ ولم تعملوا بسنّته ، يعني انكم تأكلون الحرام و الشبهة ولا ترجعون عنها .

و الخامس انكم تقولون : إن الدنيا عند الله لا تساوِى جناحَ بعوضة و قد اطمأننتم اليها .

و السادس انكم تقولون : إنها زائلة وأعمالكم أعمال المقيمين بها .

و السابع انكم تقولون : ان الآخرة خير من

الدنيا و لا تجتهدون في طلبها . و تختارون الدنيا على الآخرة . تنبيه الغافلين ص١٤٥ .

یعنی " انہوں نے فرمایا کہ تمہاری دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ تم میں سات ایسی بری خصلتیں ہیں جو تمہاری دعا کو آسمان کی طرف جانے سے روکتی ہیں (یعنی تمہاری دعائیں بارگاہِ خداوندی میں نہیں پہنچ پاتیں)۔

اُن سے پوچھا گیا کہ وہ بری خصلتیں کونسی ہیں ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے اپنے ربّ کو ناراض کر رکھا ہے اور اس کی کامل رضا کے تم طالب نہیں ہو۔ یعنی تم ایسے اعمال کرتے ہو جو خدا تعالی کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں۔ اور تم ان (ناپسندیدہ) اعمال سے رجوع (توبہ) بھی نہیں کرتے اور نہ اپنے کیئے پر نادم ہوتے ہو۔

دوسری بری خصلت تم میں یہ ہے کہ تم دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم اللہ تعالی کے بندے ہیں لیکن اللہ کے بندوں والے اعمال نہیں کرتے۔ یعنی بندہ (غلام) تو اپنے آقا کا حکم بجالاتا ہے اور اس کے حکم سے ذرہ برابر بھی باہر نہیں نکلتا یعنی روگردانی نہیں کرتا مگر تم ایسا نہیں کرتے۔

تیسری بری خصلت تم میں یہ ہے کہ تم قرآن مجید پڑھتے ہو لیکن اس کے حروف (و معانی) کی تم رعایت نہیں کرتے۔ یعنی غور و فکر اور تعظیم کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ اور جن باتوں کا اللہ تعالی نے امر فرمایا ہے ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

چوتھی بری بات تم میں یہ ہے کہ تم زبان سے یہ کہتے ہو کہ ہم نبی

ﷺ کے اُمتی ہیں لیکن نبی ﷺ کی سنت کے مطابق تم عمل نہیں کرتے۔ یعنی تم حرام اور مشتبہ چیزیں کھاتے ہو اور ان سے رجوع (توبہ) نہیں کرتے۔

پانچویں بری خصلت تم میں یہ ہے کہ تم دعویٰ یہ کرتے ہو کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں لیکن تم اطمینان کے ساتھ اس میں مشغول ہو۔

چھٹی بری بات تم میں یہ ہے کہ تم زبان سے یہ کہتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور زائل ہونے والی ہے لیکن تمہارے کام ہمیشہ رہنے والوں جیسے ہیں۔

ساتویں بری خصلت تم میں یہ ہے کہ تم کہتے یہ ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے لیکن آخرت کے حصول کی تم کوشش نہیں کرتے بلکہ دنیا کو آخرت پر فوقیت دیتے ہو"۔

ہم نے جب خود ہی وفاؤں کا نہ کچھ ساتھ دیا
پھر زباں پر گلۂ شکوۂ دوراں کیوں ہو
روشنی دے کے اندھیروں کو خریدا ہم نے
مطلعِ زیست پہ پھر صبحِ درخشاں کیوں ہو

قبولیتِ دعا کے موانع کے سلسلے میں حافظ ابونعیمؒ نے حلیہ میں ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اہم مقالہ ذکر فرمایا ہے۔ وہ مقالہ یہ ہے۔

شقیق بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابراہیم بن ادہم بصرہ کے بازار میں جا رہے تھے۔

فاجتمع الناس اليه فقالوا له : يا ابا إسحاق ! ان الله تعالى يقول في كتابه "ادعونى أستجب لكم" و نحن ندعوه منذ دهرٍ فلا يستجيب لنا .

یعنی " لوگ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کیا کہ اے ابواسحاق ! (یہ ابراہیم بن ادہمؒ کی کنیت تھی) اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں۔ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ حالانکہ ہم ایک زمانہ سے (اپنی حاجات کیلئے) دعائیں مانگ رہے ہیں مگر قبول نہیں ہوتیں (اس کی وجہ کیا ہے؟) "۔

اہلِ بصرہ کے اس اہم سوال کا جو جواب ابراہیم بن ادہمؒ نے دیا وہ نہایت عارفانہ ، قیمتی اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ اے اہلِ بصرہ ! تم میں دس بری خصلتیں ہیں جن کی وجہ سے تمہارے دل مرجھا گئے ہیں (یعنی مردہ ہوگئے ہیں)اور ان کی وجہ سے تمہارے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت ، قرآن کی محبت اور عبادت و ذکر اللہ کی محبت کا سوز و گداز اور ولولہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

ابراہیم بن ادہمؒ کا مبارک مقالہ یہ ہے۔

يا أهل البصرة ! ماتت قلوبكم في عشرة أشياء :

اولها عرفتم الله و لم تؤدّوا حقّه .

و الثانى قرأتم كتاب الله و لم تعملوا به .

و الثالث ادّعيتم حبَّ رسول الله وتركتم سنّته .

و الرابع ادّعيتم عداوة الشيطان و وافقتموه .

و الخامس قلتم : نحبّ الجنّة و لم تعملوا لها .

و السادس قلتم : نخاف النار و رهنتم انفسكم بها .

و السابع قلتم : إنّ الموت حق و لم تستعدّوا لها .

و الثامن اشتغلتم بعيوب إخوانكم و نبذتُم عيوبكم .

و التاسع أكلتم نعمة ربكم و لم تشكروها .

و العاشر دفنتم موتاكم و لم تعتبروا بهم . حليه ج۸ ص۱۵ .

یعنی ” اے اہلِ بصرہ ! تمہارے دل دس چیزوں (یعنی دس بری خصلتوں) کی وجہ سے مرچکے ہیں (اسی وجہ سے تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوتیں)۔

پہلی چیز یہ کہ تم اللہ تعالی (کی عظمت اور اس کے حقوق) کو پہچانتے ہومگرتم اللہ تعالی کا حق (اس کے احکامات بجالانا) ادانہیں کرتے۔

دوسری چیز یہ کہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہومگراس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

تیسری چیز یہ کہ تم محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہو مگر تم نبی ﷺ کی سنت کو ترک کرتے ہو۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ تم شیطان سے عداوت و دشمنی کا دعویٰ کرتے ہو مگر اعمال میں اس کی موافقت کرتے ہو۔

پانچویں چیز یہ کہ تم کہتے یہ ہو کہ ہمیں جنت سے محبت ہے لیکن تم جنتیوں والے اعمال نہیں کرتے۔

چھٹی چیز یہ کہ تم زبان سے یہ کہتے ہو کہ ہم جہنم سے ڈرتے ہیں مگر تم نے اپنے نفسوں کو جہنم کیلئے رہن (گروی) رکھا ہوا ہے۔

ساتویں چیز یہ کہ تم کہتے یہ ہو کہ موت برحق ہے مگر تم اس کیلئے تیاری نہیں کرتے۔

آٹھویں چیز یہ کہ تم اپنے بھائیوں (یعنی دوسرے لوگوں) کے عیوب تلاش کرنے میں مشغول رہتے ہو اور اپنے عیوب کو پسِ پشت ڈال دیتے ہو (یعنی اپنے عیوب تمہیں نظر نہیں آتے)۔

نویں چیز یہ کہ تم اپنے ربّ کی نعمتیں کھاتے ہو مگر تم ان کا شکر ادا نہیں کرتے۔

دسویں چیز یہ کہ تم اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہو مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے"۔

حلال و حرام کی تمیز نہ کرنے، سچ اور جھوٹ کا خیال نہ کرنے اور امانت و خیانت میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں سے محروم ہیں۔ پریشانیوں میں اور اختلافات میں مبتلا ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان برائے نام مسلمان رہ گئے ہیں۔ اسلام کی صورت تو ہے لیکن روحِ اسلام اور برکاتِ اسلام معدوم ہیں۔

آج مسلمانوں کی حالت وہ ہے جو ایک شاعر نے ذکر کی ہے۔

مار کژدم رہ گئے کیڑے مکوڑے رہ گئے
صورتیں تو ہیں مگر انسان تھوڑے رہ گئے

نیک دل عنقا ہوئے مُوذِی بنے ہیں سدِّ راہ
گر گئے سنگِ نشاں سڑکوں پہ روڑے رہ گئے

مسلمانوں کے دلوں سے عبادت اور ذکر اللہ کی محبت نکل چکی ہے یا بہت کم ہوگئی ہے۔ ان کے دلوں پر محبتِ دنیا غالب آگئی ہے۔

نگاہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں

اللہ تعالی ہمیں ناجائز کاموں سے، جھوٹ سے، خیانت سے، گناہوں سے اور حرام مال کھانے سے بچائیں۔ آمین۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو آخرت کو اور قبر کو یاد رکھتے ہوئے آخرت کی خوشیوں کے حصول کی تیاری میں مشغول ہیں۔ عبادت میں، ذکر اللہ میں اور موت کی یاد میں ان کے اوقات گزرتے ہیں۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالی بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبرستان میں ایک قبر پر عبرت و موعظت کے یہ حکیمانہ اشعار میں نے لکھے ہوئے دیکھے۔ حلیہ ج ۲ ص ۳۸۳۔

یا أیّها الرَّکبُ سِیرُوا إنّ غایتَکم
أن تُصبِحُوا ذاتَ یومٍ لا تَسِیرونا

حَثّوا المطایا و أرخُوا مِن أزِمّتها
قبلَ المماتِ و قَضُّوا ما تُقَضّونا

کُنّا أُناسًا کما کنتم فغَیَّرنا
دھرٌ فسوف کما کُنّا تکونونا

(۱) ” اے قافلے والو (یعنی دنیا میں بسنے والو)! جتنا ہوسکے مسلسل چلتے رہو (یعنی ذخیرۂ آخرت بڑھانے کی خاطر دنیا میں مسلسل نیک اعمال میں لگے رہو) کیونکہ آخر ایسا دن ضرور آئیگا کہ تم چل نہ سکو گے (یعنی تم مرجاؤ گے اور پھر نیک اعمال وطاعات نہ کرسکو گے)۔

(۲) اپنی اونٹنیوں (سواریوں) کی رسیاں (مہار) ڈھیلی رکھتے ہوئے انہیں اس دنیا میں تیزی سے چلاؤ موت آنے سے پہلے پہلے۔ اور جو کام تم نے اس دنیاوی زندگی میں کرنے ہیں (یعنی نیک اعمال، عبادت، ذکر اللہ اور آخرت کو آباد کرنے والے کام) سو وہ کام موت سے دوچار ہونے سے قبل جلدی جلدی پورے کرلو۔

(۳) یہ دنیا فانی ہے۔ یاد رکھو! ہم بھی کسی زمانے میں زمین پر (ایسے بسنے والے، چلنے پھرنے اور گھومنے والے) زندہ انسان تھے جیسے آج تم زندہ ہو (اور زمین پر اپنی مرضی سے ادھر ادھر چلتے پھرتے اور گھومتے ہو) مگر (ہائے افسوس کہ) زمانے نے ہماری حالت بدل ڈالی (یعنی اللہ تعالیٰ مالکِ زمانہ نے ہماری زندگی ختم کر کے ہمیں قبروں میں پہنچا دیا۔ خبردار، ہوشیار ......) عنقریب (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں) تم بھی ہماری طرح (قبروں میں داخل) کردیے جاؤ گے “۔

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیۃ الاولیاء میں مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور عبرتناک رُلانے والا واقعہ درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

عن عبيد الله قال : مرّ مالك بن دينار رحمه الله تعالٰى على رجل يغرس فسيلاً فغبر عنه يسيرًا . ثم مرّ بالفسيل و قد أطعم . فسأل عن الذى غِرَسه . فقالوا : مات . ثم أنشأ يقول :

یعنی " عبیداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی پر گزرے جو کھجور کے یا کسی اور پھلدار درخت کے چھوٹے پودے زمین میں لگا رہا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جب مالک بن دینار اس مقام پر دوبارہ گزرے تو دیکھا کہ وہ پودے بڑے درخت بن کر پھلوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور پودے لگانے والے شخص کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ مرگیا ہے۔ تو مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطورِ افسوس یہ درد انگیز رُلانے والے دو شعر کہے "۔

مؤمِّلُ دنيا لتبقٰى له فمات المؤمِّلُ قبلَ الأمَلُ

يُربّى فَسِيلاً و يُعنٰى بِه فعاشَ الفسِيلُ وماتَ الرَّجُلُ

(۱) " کئی آدمی دنیا سے لمبی لمبی امیدیں باندھتے ہیں تاکہ دنیا ان کے لئے باقی رہے لیکن امید پوری ہونے سے قبل امیدوار مر جاتا ہے۔

(۲) مثلاً ایک آدمی کھجور کا پودا لگا کر اس کے بڑھنے، پھلنے پھولنے کا بڑا خیال رکھتا ہے لیکن افسوس کہ کھجور کا درخت تو باقی رہتا ہے اور لگانے والا آدمی جلد مر جاتا ہے "۔

آجکل مسلمانوں کی ایمانی حالت نہایت کمزور ہے۔ اکثر مسلمان وہ اعمال کر رہے ہیں جو خدا تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں اور دوزخ کے

قریب کرنے والے ہیں۔ لوگوں نے دنیا کو مقصودِ اصلی بنالیا ہے۔ مال اور دنیاوی رزق ہی ان کی محبوب چیز ہے۔ یہی مال ہی ان کی زمین ہے، یہی ان کا آسمان ہے، یہی ان کا ماہتاب اور آفتاب ہے اور یہی ان کی جنّت ہے۔ یہ کتنے افسوس و حسرت کی بات ہے۔

شفق بھی، پھول بھی، شبنم بھی، ماہتاب بھی تم
صبا بھی، رنگ بھی، خوشبو بھی، آفتاب بھی تم

اہل اللہ و صالحین کے ساتھ اللہ عزوجل کے معاملات خصوصاً رزق کے سلسلے میں نہایت عجیب و ایمان افروز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی غیب سے ان کی نصرت و مدد فرماتے ہیں۔ اس موضوع سے متعلق اولیاء اللہ و صالحین کے چند ایمان افروز واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

ایک شخص کہتا ہے کہ ایک دفعہ ہم ایک جنگل میں حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جارہے تھے۔ کیکر کے ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کی خاطر ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ ہم میں سے بعض متعلقین نے کہا کہ یہ بڑی اچھی جگہ ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہاں کھجوریں بھی مل جاتیں۔

حضرت ذوالنونؒ نے تبسم فرمایا اور کہا۔

تشتهون الرطبَ ؟ و حرّكَ الشجرةَ .

یعنی ”کیا تم کھجوریں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر ذوالنونؒ نے درخت کو حرکت دی“ اور فرمایا۔

أقسمتُ عليك بالذى ابتدأك و خلَقك شجرةً إلاّ ما نثرتِ علينا رطباً جنيًّا .

یعنی " (اے درخت!) تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے وجود بخشا اور درخت بنایا ہم پر ابھی ابھی تازہ کھجوریں گرا"۔

پھر ذوالنون مصریؒ نے اس درخت کو ہلایا تو اس سے تازہ کھجوریں گرنے لگیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ ہم نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں اور سو گئے۔ بیدار ہونے کے بعد جب ہم نے دوبارہ اس درخت کو ہلایا تو کھجوروں کی بجائے صرف کانٹے ہی کانٹے گرے۔

معلوم ہوا کہ بطورِ کرامت ایک بار کھجوریں اس درخت سے ملیں مگر پھر نہ ملیں۔ کیونکہ کرامت ہمیشہ نہیں ہوتی۔

حضرت محمد بن المبارک صوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت المقدس کے راستے میں ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم نے قیلولے (دوپہر کا آرام) کے لئے بوقتِ دوپہر انار کے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ ہم نے چند رکعات نوافل ادا کئے۔ میں نے درخت کی اصل (جڑیں اور تنا) سے یہ آواز آتی ہوئی سنی۔ یا ابا إسحاق ! أكرِمنا بأن تأكُل منّا شيئاً .

یعنی " اے ابو اسحاق (یہ ابراہیم بن ادہم کی کنیت تھی)! ہم سے کچھ (انار) کھا کر ہمیں عزت بخشئے"۔

محمد بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ اے ابو اسحاق! کیا آپ نے یہ آواز سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر وہ اٹھے اور دو انار توڑے۔ ایک انہوں نے خود کھایا اور ایک مجھے دیا۔ میں نے کھایا لیکن وہ ترش تھا۔ اس وقت یہ چھوٹا سا درخت تھا۔

پھر جب ہم کافی مدت کے بعد بیت المقدس کی زیارت سے واپسی پر اس درخت کے پاس سے گزرے تو اس وقت وہ بہت بڑا درخت بن چکا تھا اور اس کے انار بھی نہایت شیریں اور میٹھے ہو چکے تھے۔

وھی تثمر کلَّ سنۃٍ مرَّتین و سمَّوھا رُمّانۃَ العابدین ۔ و یأوی إلی ظِلّھا العابدون رحمھم اللہ تعالی ۔

یعنی ” وہ درخت سال میں دو بار پھل دیتا تھا۔ لوگوں نے اس کا نام ”عابدین کا انار“ رکھا ہوا تھا (کیونکہ) عابدین (یعنی عبادت گزار لوگ) اس درخت کے سائے میں آکر بیٹھتے تھے “ ۔

دوستو! ایسے بزرگ بھی دنیا میں آئے تھے لیکن وہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہم اور آپ نے بھی اس جہانِ فانی سے جانا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ آمین۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

آج کچھ کر لو عبادت ورنہ کل روزِ قیام
سامنے حق کے تمہیں ہو گی جہالت لاکلام
منزلِ مقصود پر کس طرح ہم پہنچیں گے آہ
حد سے افزوں اپنے سر پر ہو گیا بارِ گناہ
اور ہزاروں سال کی راہ صراط پُرخطر
بال سے باریک تر ہے تیغ سے ہے تیز تر
ہے ثباتِ ہستیٔ موہوم مانندِ حباب
یا ہے افسانہ کوئی یا ہے خیال اور یا ہے خواب

تندرستی ہے بڑی شے اس کو نعمت جانئے

زندگی بھر عبادت ہے غنیمت جانئے

ایک شخص اپنا یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے کسی کام کیلئے باہر جنگل میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خاردار درخت کے ارد گرد ایک شخص گھوم رہا ہے اور اس سے کھجور کے دانے توڑ توڑ کر کھا رہا ہے۔

میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے کہا وَعَلَيكَ السّلام ۔ پھر کہا۔ آیئے آپ بھی کھجور کھایئے۔ میں اپنی اونٹنی سے اترا اور اس درخت کے پاس گیا۔ درخت پر کھجور کے دانے مجھے نظر آرہے تھے مگر میں توڑنے کیلئے جس دانے کو ہاتھ لگاتا وہ کانٹا بن جاتا۔

فَتبسَّمَ الرَّجلُ و قال : هيهاتَ . لَو أطعتَه في الخلواتِ أطعَمكَ الرّطبَ في الفَلَواتِ .

یعنی " وہ شخص مسکرانے لگا اور کہا (آپ کو کھجوریں نہیں مل سکتیں کیونکہ) اگر آپ خلوت (یعنی تنہائی) میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی (میری طرح) جنگل میں کھجوریں کھلاتا "۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں پانچ قسم کے لوگ رہتے ہیں۔

العلماءُ هم ورَثَةُ الأنبياء ، والزهادُ هم الأدلآءُ ، والغُزاةُ هم أسيافُ اللهِ ، و التّجارُ هم اُمناءُ اللهِ ، و الملُوكُ هم رُعاةُ الخلقِ .

یعنی " اوّل علماء ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

دوم زاہدین (یعنی تارکینِ دنیا) ہیں۔ یہ قوم کے رہنما ہیں۔
سوم غزاۃ (یعنی کفار سے جنگ کرنے والے) ہیں۔ یہ خدا کی تلواریں ہیں۔
چہارم تجارت کرنے والے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں (یعنی مالِ تجارت میں۔ لہٰذا تاجروں کو چاہئے کہ امانت داری و دیانتداری سے کام کریں)۔
پنجم بادشاہ (یعنی ملکوں کے سربراہان) ہیں یہ مخلوق کے نگران ہیں"۔
پھر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جب علماء طامعِ دنیا (دنیا کا لالچ کرنے والے) بن جائیں اور مال جمع کرنے لگ جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائیگی اور کون رہنما ہوگا؟

اور جب زاہدین راغب فی المال (مال میں رغبت کرنیوالے) ہو جائیں تو پھر کس سے رہنمائی حاصل کی جائے گی اور کون نیک ہوگا؟
اور جب غازی ریاکار ہوجائیں تو پھر دشمن پر فتح کون حاصل کریگا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریاکار کے عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔
اور جب تاجر خائن (خیانت کرنیوالے) ہو جائیں فَمَن يُؤتَمَنُ و يُرتَضٰی "تو پھر کون پسندیدہ اور امین ہوگا"؟
اور جب بادشاہ و سلاطین خود بھیڑیئے بن جائیں تو پھر بکریوں (یعنی رعایا) کی کون حفاظت کرے گا؟

قال: واللہ ما أهلَكَ الناسَ إلاّ العُلماءُ المداهنون، والزُّهّادُ الرّاغِبون، والغُزاةُ المراؤن، والتُّجّار الخائنُون،

و الملُوكُ الظّالمون . و سَيَعلَمُ الَّذينَ ظَلَمُوا أىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُون .

یعنی ” پھر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ خدا کی قسم لوگوں کو ہلاک نہیں کیا مگر ان علماء نے جو تبلیغِ دین میں غفلت برتتے ہیں اور ان فقیروں (زاہدوں) نے جو دنیا میں رغبت کرتے ہیں اور ان جہاد کرنیوالوں نے جو ریاکار ہیں اور ان تاجروں نے جو خیانت کرتے ہیں اور ان بادشاہوں اور سربراہوں نے جو ظلم کرتے ہیں۔ اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائیگا کہ ان کا انجام کتنا برا ہے “۔

ایک بزرگ نے تصوف اور سلوک فی اللہ کے متعلق لکھا ہے۔

يحتاجُ السّالِكُ في سُلُوكِه إلى أربَعَة أشياء : علم يَسُوسه ، و ذكر يؤنسه ، و وَرع يحجزه ، و يقين يحمِلُه .

یعنی ” اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے سالک (معرفتِ خدا کے متلاشی) کو چار چیزوں کی ضرورت ہے۔

اوّل علمِ دین جس کے ذریعے وہ طریقۂ زندگی کا بہتر نظم و ضبط قائم کر سکے۔

دوم ذکرِ خدا تعالیٰ جو اس کا انیس و رفیق ہو۔

سوم تقویٰ جو اسے گناہ سے روکے۔

چہارم یقینِ کامل جو عبادت کا باعث بنے “۔

افسوس صد افسوس ...... آج ان چاروں امور کی کمی ہے۔ بلکہ یہ امور مفقود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج لوگوں نے حصولِ رزق اور مال کمانے ہی کو مقصودِ زندگی بنالیا ہے۔ چاہے وہ کسی گناہ کے ارتکاب سے حاصل ہو یا فریب و دھوکہ سے حاصل ہو یا چوری سے حاصل ہو۔

یاد رکھئے۔ عقلمند و دانا وہ ہے جو متّقی ہو۔ دولتمند ہونا عقلمندی و دانائی کی علامت نہیں ہے۔ عربی کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

وكَم مِن تقيّ عاشَ في الفقرِ راضِيًا

وكَم مِن شقيّ كان أغنىٰ الوَرىٰ طُرًّا

یعنی ”کئی پرہیزگار لوگ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے فقر کی زندگی گزارتے ہیں اور کئی بدکار و بدبخت بہت بڑے دولتمند ہوتے ہیں“۔

بشر بن الحارث رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے ان کی سرگزشتِ تصوّف و زہد کا ابتدائی حال پوچھا اور کہا کہ حضرت! لوگ آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں اور آپ کا نام یوں احترام و اکرام سے لیا جاتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو۔ اس کا سبب کیا ہے؟

بشرؒ نے فرمایا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ پھر فرمایا کہ میں پہلے بڑا گنہگار انسان تھا۔ ایک مرتبہ میں نے راستے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔

میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر لگی ہوئی گرد و غبار کو صاف کر کے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت میرے پاس صرف دو درہم تھے۔ ان کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہ تھا۔

میں نے عطار (عطر فروش) سے نہایت قیمتی اور اعلیٰ قسم کا عطر خریدا اور اس کاغذ کے ٹکڑے کو، جس پر بسم اللہ درج تھی ، عطر لگا کر رات کو سو گیا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا اللہ تعالی مجھے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرمار ہے ہیں۔

يا بِشرُ ! طَيَّبتَ إسمى لأُطَيِّبَنَّ إسمَكَ في الدُّنيا و الآخرة .

یعنی " اے بشر ! تم نے میرے نام کو معطر کیا (یعنی خوشبو لگائی) اس لئے میں بھی ضرور دنیا و آخرت میں تمہارے نام کو معطر (معظم ومحترم) کرونگا"۔

برادران اسلام ! اللہ عزوجل کے نام کی اور کام کی تعظیم کرنے والے بزرگ کا یہ واقعہ نہایت ایمان افروز ہے۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالی اُخروی مقبولیت کے ساتھ دنیا میں بھی محبوبیت و مقبولیت نصیب فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزرے ہوئے بزرگوں کا نام ہمیشہ کیلئے احترام سے لیا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ منصور بن عمار واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے راستے میں ایک رقعہ (کاغذ کا ٹکڑا) دیکھا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔

انہوں نے اس کاغذ کے ٹکڑے کو اٹھالیا لیکن اسے محفوظ رکھنے کیلئے وہاں انہیں کوئی جگہ نہ ملی تو انہوں نے اسے منہ میں ڈال کر نگل لیا۔

پھر خواب میں کسی نے انہیں یہ بشارت سنائی۔

فَتَحَ اللّٰہ علیكَ بابَ الحکمَةِ بإحترامِك تلك الرُّقعة .

یعنی " اللہ تعالی نے تم پر علم و حکمت کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ تم نے اس رقعے کی (جس پر بسم اللہ درج تھی) تعظیم کی ہے "۔

یہ اللہ عزوجل کے مکتوب نام مبارک کی برکت تھی جس کے طفیل اللہ تعالی نے شیخ منصورؒ کو اپنا برگزیدہ بندہ بنا کر ان پر اسرار و حکمتِ ظاہریّہ و باطنیہ کا دروازہ کھول دیا۔

پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ دل کو غیر اللہ کی محبت سے پاک کرے۔ عبادۃ اللہ و ذکر اللہ کی محبت سے سینے کو معمور کرے۔ موت اور موت کے بعد آنے والے احوال کو یاد رکھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے دنیا و آخرت میں مقبولیت حاصل ہوجائیگی اور اللہ و رسول کے نزدیک وہ محترم شمار ہوگا۔

جس کے سینے میں دلِ آگاہ ہے
اس کے لب پر اللہ ہی اللہ ہے
سنّت و قرآں سے آتی ہے صدا
جو نہیں ہے قبلہ رُو گمراہ ہے
ساری دنیا کو جو چھوڑے بہرِ حق
ساری دنیا میں اسی کی واہ ہے
لا اِلٰہ آسان ہے سائنس میں
فلسفے میں مشکل اِلّا اللہ ہے

قبر پر کر اک تعمق کی نظر
بحرِ ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے

حضرات ! آجکل مسلمانوں کے دلوں میں شعائرُاللہ کی تعظیم اور احکاماتِ خداوندی کی بجاآوری کی تڑپ باقی نہیں رہی۔ مال و دولت کی محبت و فکر بڑھ گئی ہے اور طولِ آمال اور لمبی امیدوں کی وباء عام ہوگئی ہے جس کی وجہ سے آج مسلمان ذلیل و خوار ہورہے ہیں اور مصائب و مشکلات سے دوچار ہیں۔

ان غموں اور مصائب کے اسباب میں اور ان سے بچنے کی تدابیر میں بار بار غور کر کے ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

غم سے عبرت کا نور حاصل ہے غم نہایت مُجلّیٔ دل ہے
غم سے مطلب وہ غم جو داغ بنے نہ وہ جو رسم کا چراغ بنے

کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اذان و اقامت کہا کرتے تھے اور خود امامت نہیں کراتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے اقامت کہی اور محمد بن ابی توبہؒ سے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ محمدؒ نے کہا ٹھیک ہے میں یہ نماز (مثلاً ظہر کی نماز) تو پڑھا دیتا ہوں مگر دوسری (مثلاً عصر کی) نماز میں نہیں پڑھاؤنگا، کوئی اور پڑھائے۔

حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا۔ وانتَ تحدّثُ نفسَك أن تُصَلّی صلاۃً أُخرٰی . نعوذُ باللہ من طُول الأمل . فإنّہ

يمنَعُ خيرَ الأمل و العمل .

یعنی ”(اے محمد !) تیرے دل میں یہ خیال ہے کہ (تو اگلی نماز تک زندہ رہے گا اور) تجھے دوسری نماز پڑھنے کا موقعہ ملے گا۔ ہم اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں ایسی لمبی امیدوں سے۔ ایسی (دنیاوی) امیدیں توامیدِ آخرت کیلئے اور نیک اعمال کیلئے رکاوٹ بنتی ہیں“۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے مشہور و صاحبِ کرامات ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔

الدّنيا أربعَةُ أشياءَ : المال ، والكلام ، والمنام ، و الطعام . فالمالُ يُطغِي ، و الكلامُ يُلهِي ، و المنامُ يُنسِي ، و الطّعامُ يُقسِي .

یعنی ”دنیا چار چیزوں کا نام ہے : مال، کلام، نیند اور طعام۔ پس کثرتِ مال سرکشی پر آمادہ کرتی ہے اور کثرتِ کلام لہو ولعب (کھیل تماشے) میں مبتلا کرتی ہے اور کثرتِ نوم (زیادہ سونا) یادِ آخرت بھلاتی ہے اور کثرتِ طعام (زیادہ کھانا) دل کو سخت کرتی ہے“۔

دنیا کی محبت اگر حد سے بڑھ جائے اور محبتِ آخرت پر غالب آجائے تو اس کا انجام ندامت و حسرت ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ دنیا سے محبت کرنے والوں کیلئے ان اشعار میں درسِ عبرت ہے۔

بباغ رفتم وگُل چیدم وفغاں کردم

نظارۂ دلِ مجروح بُلبُلاں کردم

بما بگفت یکے بلبلے کہن سالے

ہزار سال دریں باغ آشیاں کردم

وفائے عہد ومروّت زگلرخاں مہ طلب

من ایں معاملہ راکردم وزیاں کردم

(۱) یعنی ” میں نے ایک مرتبہ باغ میں جاکر ایک پسندیدہ پھول کو توڑا اور پھولوں کے عشق میں مبتلا بلبلوں کے مجروح وغمزدہ دلوں کا مشاہدہ کیا۔

(۲) مجھے ایک تجربہ کار طویل العمر بلبل عاشق زار نے یہ رقّت انگیز نصیحت کی کہ میں ہزار سال سے اس باغ میں گلوں کی محبت وعشق میں گرفتار ہونے کی وجہ سے مقیم ہوں۔

(۳) یاد رکھ ! دنیا میں رنگین وحسین چہرے والوں سے کسی عہد و مروّت اور وفا کی طمع وامید رکھنا عبث وبے فائدہ ہے۔ خبردار! میں نے یہ معاملہ کیا اور تباہ ہوکر اپنا نقصان کیا “۔

؎ گر نکتہ دانِ عشقی خوش بشنو ایں حکایت

” اگر تو رموزِ عشق کا نکتہ دان ہے تو یہ حکایتِ عبرت گوشِ ہوش سے سن “۔

اللہ عزوجل ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہوئے حبِّ آخرت اور شوقِ طاعت سے معمور فرمائیں۔ آمین۔

باب ۴

برادرانِ اسلام ! احادیثِ نبویّہ میں رزقِ فراخ ، غِنا ، اور دولتمندی کی بجائے فقر و افلاس کے فضائل کثرت سے مروی ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ و السلام فقر کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ رزق و مال کے سلسلے میں قُوتِ لایموت پر خوش ہوتے تھے اور اسی کی دعا بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : اللّٰھم اجعل رزقَ آل محمد کفافاً ۔

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ و السلام نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ! آلِ محمد (ﷺ) کو صرف کفایت والا رزق نصیب فرما " ۔

بعض روایات میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں اللّٰھم اجعل رزقَ آل محمد قوتاً ۔ رواہ مسلم و الترمذی ۔

یعنی " اے اللہ ! اپنے نبی کے گھر والوں کو صرف قوت لا یموت (بقدرِ کفایت رزق) نصیب فرما " ۔

ہمارے اسلاف کرام و صوفیائے عظام و محدثین فخام رزق کی فراوانی اور مال کی بہتات کی بجائے صرف بقدرِ گزارہ رزق پر اور قوت لا

یموت پر ہی خوش ہوتے تھے۔

عن علی رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : أحبّ العباد الی الله الفقیر القانع برزقه الراضی من الله تعالی .

"حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کو اپنے بندوں میں سے وہ فقیر (تنگدست) بہت زیادہ محبوب ہے جو اپنے رزق پر (تھوڑا ہو یا زیادہ) قناعت کرے اور اللہ تعالی کے فیصلوں پر راضی ہو"۔

ایک اور حدیث شریف ہے۔ قال رسول الله ﷺ : طوبٰی لمن هُدِیَ الی الاسلام . وکان عیشه کفافاً وقنع به .

یعنی "نبی ﷺ نے فرمایا کہ مبارک ہے وہ شخص جسے اسلام قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہو اور اس کا رزق بقدرِ کفایت ہو اور وہ شخص اس پر قانع ہو"۔

عن معاذ بن جبل رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : تحفة المؤمن في الدنيا الفقر . رواه الديلمی في مسند الفردوس بسند لا بأس به . و رواه ابومنصور ایضاً من حدیث ابن عمر بسند ضعیف .

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا میں مؤمن کا تحفہ فقر (تنگدستی) ہے"۔

وعن عمران بن حصین رضی الله تعالی عنه قال :

قال رسول الله ﷺ : انّ الله يحب الفقير المتعفّف أبا العيال . رواه ابن ماجه .

" حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس فقیر (تنگدست) کو پسند فرماتے ہیں جو پاکدامن (حرام سوال سے بچنے والا) ہو اور عیال دار ہو"۔

و عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أنه عليه السّلام قال لأصحابه : أىُّ الناس خير ؟ فقالوا : مُوسِرٌ من المال يعطى حقَّ الله من نفسه و ماله . فقال : نعم الرجل هذا و ليس به . قالوا : فمن خير الناس يا رسول الله ؟ قال : فقيرٌ يعطى جهده . رواه ابومنصور الديلمى في مسند الفردوس بسند ضعيف .

" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی علیہ الصلاۃ و السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ (تمہارے نزدیک) بہترین آدمی کون ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ جو فراخ رزق والا ہو اور اپنی جان و مال سے حقوق اللہ ادا کرتا ہو۔

حضور علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا کہ یہ آدمی اچھا ہے مگر سب سے اچھا آدمی یہ نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پھر کونسا آدمی سب سے زیادہ بہتر ہے ؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فقیر

(تنگدست) سب سے اچھا ہے جو اپنی محنت سے کما کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرے"۔

و روی الترمذی بسنده مرفوعًا : من أصبح منكم معافًى في جسمِه آمنًا في سربه عنده قوتُ يومه فكأنّما حيزت له الدنيا بحذافيرها .

یعنی "نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو آدمی صبح کرے اس حال میں کہ اس کا جسم صحیح و تندرست ہو اور اس کے گھر میں امن و سکون ہو اور اس کے ہاں اس دن کا رزق موجود ہو تو گویا پوری دنیا خزانوں سمیت اس شخص کیلئے سمیٹ دی گئی"۔

و عن حارثة بن وهب رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ألا أخبركم بملوك أهل الجنة ؟ قالوا : بلى يا رسول الله . قال : كل ضعيفٍ مستضعفٍ أغبر أشعث ذى طمرين لا يؤبه له ، لو أقسم على الله لأبرّه . رواه ابن ماجه بسند جيّد .

"حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہوں (سرداروں) کے بارے میں بتاؤں ؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ضرور بتائیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جنت کا سردار ہر وہ شخص ہے جو کمزور ہو، لوگ بھی اسے کمزور سمجھیں، جسم غبار آلودہ ہو، پراگندہ بالوں والا ہو، دو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو اور لوگوں کے

ہاں اس کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کی قدر و منزلت کا حال یہ ہے کہ اگر وہ کسی معاملے پر قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا فرمائیں“۔

و قال رسول الله ﷺ : إذا أبغض الناس فقراء هم ، و أظهروا عمارة الدنيا ، وتكالبوا على جمع الدراهم . رماهم الله بأربع خصال : بالقحط من الزمان ، و الجور من السلطان ، و الخيانة من ولاة الأحكام ، و الشوكة من الأعداء . رواه ابومنصور الديلمى باسناد فيه جهالة .

یعنی ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ فقراء سے بغض رکھنے لگیں۔ دنیا کی عمارتیں بنانے اور ان پر فخر کا اظہار کرنے لگیں۔ مال و دولت اور سیم و زر جمع کرنے کے حریص ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں چار مصیبتوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں (۱) زمانے کا قحط (۲) بادشاہ کی طرف سے ظلم (۳) مملکت کے افسروں کی طرف سے خیانت (۴) دشمنوں کا غلبہ“۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی اور قناعت کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی محبت اور ذکراللہ کا عشق ہمارے قلوب میں ڈالیں۔ آمین۔

ہو اگر ہمتِ عالی دلِ آگاہ کے ساتھ
غیر ممکن ہے محبت نہ ہو اللہ کے ساتھ
طفلِ دل چھوڑ نہ دامانِ قناعت ہرگز
یہی بہتر ہے رہے اپنے بھی خواہ کے ساتھ

ذکر اللہ ، عبادۃ اللہ ، محبتِ ربّ تعالیٰ اور نیک اعمال ہی کو بقا ہے۔ ان کے علاوہ دنیا فانی ہے۔ یہ زمانہ بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ کبھی صبح ہوتی ہے کبھی شام ہوتی ہے۔ نئے نئے شب و روز آتے اور گزرتے رہتے ہیں۔ دنیاوی امور میں سے کسی کیلئے بقا نہیں ہے۔

کتنی باتیں پیہم اس دورِ فنا میں ہو چکیں
ابتدائیں کتنی داخل انتہا میں ہو چکیں
سوچ تو دل میں تو اے مصروفِ حالِ صبح و شام
کتنی صبحیں ہو چکیں اور کتنی شامیں ہو چکیں

آجکل کے عام مسلمان سیم و زر کے حریص ہیں ۔ عمارتوں کے ، زمینوں کے ، کاروں کے ، کوٹھیوں کے اور جاہ و شوکت کے چاہنے والے ہیں۔ اسلاف کا اور بزرگوں کا مبارک دور ختم ہوا۔ ادب و اکرام اور وفا کا صرف نام باقی ہے۔ ان کی حقیقت ناپید ہو چکی ہے۔ غرور کا ، نمود کا اور شرارتوں کا زور ہے۔ قبر کی ظلمت اور لحد کی سختیوں کو مسلمان تقریباً بھول چکے ہیں۔ قبر میں پہنچنے کے بعد تو سب کو پتہ چل جائیگا کہ دنیا میں غرور ، نمود ، جاہ و شوکت سب بے فائدہ اور نقصان دہ چیزیں تھیں۔ پھر تو ہر شخص افسوس کریگا لیکن وہ افسوس بے فائدہ ہوگا۔

کسی کو یاں بقا نہیں ، کوئی سدا رہا نہیں
یہاں کا رنگ ہی یہ ہے ہمیں تو کچھ گلا نہیں
ہمارا دور ہو چکا زمانہ اب گیا بدل
جہاں کا وہ چلن نہیں فلک کی وہ ادا نہیں

بڑے وہ ہیں جو بے ثمر، جو خُرد ہیں وہ خیرہ سر
عطا نہیں ، کرم نہیں ، ادب نہیں ، وفا نہیں
جو مال ہی پہ ہے نظر، تو خوں ہے اور ترا جگر
مرض ہے جس کو حرص کا، کبھی اسے شفا نہیں
غرور تھا ، نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا
اور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتا نہیں

و عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما : اشتکیٰ فقراء المہاجرین الی رسول اللہ ﷺ ما فضّل اللہ بہ علیہم أغنیاءَہم . فقال : یا معشر الفقراء ! ألا أبشّرکم أن فقراء المؤمنین یدخلون الجنۃ قبل أغنیائہم بنصف یومٍ خمسمائۃ عام . رواہ ابن ماجہ و اسنادہ ضعیف .

” حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے فقراء مہاجرین نے یہ شکایت کی کہ اللہ تعالی نے مالداروں کو ہم فقراء مہاجرین پر فضیلت دی ہے (صدقات وغیرہ مالی عبادات کی وجہ سے جن پر ہم قادر نہیں ہیں) تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اے فقراء کی جماعت ! کیا میں تمہیں ایک خوشخبری نہ سناؤں ، وہ یہ کہ مؤمنین فقراء مالداروں سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے “ ۔

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باسند درج ذیل حدیث شریف ذکر کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال : سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : إن فقراء المؤمنین یدخلون الجنّۃ

قبل أغنيائهم بنصف يوم و ذلك خمسمائة سنة .

فقال رجل : أمنهم أنا يا رسول الله ؟ قال : إن تغدّيتَ رجعتَ على عَشاءٍ و إذا تعشّيتَ يبيتُ معك غداءٌ ؟ قال : نعم. قال : لستَ منهم .

فقام رجل فقال : أمنهم أنا يا رسول الله ؟ قال : هل سمعتَ ما قلنا لهذا ؟ قال : نعم . و لستُ كذلك . قال : هل تجد ثوباً ستيرًا سوٰى ما عليك ؟ قال : نعم . قال : فلستَ منهم .

فقام آخر فقال : أمنهم أنا يا رسول الله ؟ فقال : هل سمعتَ ما قلتُ لهذين قبلك ؟ قال : نعم . قال : هل تجد قرضًا كلّما شئتَ أن تستقرض ؟ قال : نعم . قال : فلستَ منهم .

فقام آخر فقال : أمنهم أنا يا رسول الله ؟ فقال : هل سمعتَ ما قلتُ لهؤلاء ؟ قال : نعم . قال : أتقدر أن تكتسب ؟ قال : نعم . قال : فلستَ منهم .

قال : فقام خامس فقال : أنا منهم يا رسول الله ؟ فقال : هل سمعتَ ما قلتُ لهؤلاء ؟ قال : نعم . قال : هل تمسى عن ربّك راضِياً و تُصبح كذلك . قال : نعم . قال : فأنت منهم .

قال النبي ﷺ : إنّ سادات المؤمنين في الجنّة مَن

إذا تغدّى لم يجد عَشاءً وإذا تعشّى لم يبت عنده غداءٌ ، و إن استقرض لم يجد قرضًا ، و ليس له فضل كسوة إلاّ ما يواری به ما لایجد منه بدًّا ، ولايقدر على أن يكتسب ما يُعشّيه ، ويُمسِی عن الله راضياً و يُصبِح راضيًا . أولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيّين و الصدّيقين و الشهداء و الصالحين و حسن أولئك رفيقا .

قال الحافظ ابن القيم في عدة الصابرين (ص١٧٥) : هذا حديث غريب من حديث سفيان الثوری عن محمد ابن زيد . تفرّد به عبدالملك . و محمد بن زيد هذا وَثّقه قوم و ضعّفه آخرون . و روی له الترمذی و ابن ماجه .

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمنین فقراء مالداروں سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔

(یہ بات سن کر) ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا میں ان میں سے ہوں ؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تو صبح کا کھانا کھاتا ہے تو کیا تیرے پاس شام کیلئے کھانے کی کوئی چیز ہوتی ہے اور جب شام کا کھانا کھالے تو کیا صبح کیلئے تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی ہے ؟ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ان فقراء میں سے نہیں ہے۔

پھر ایک اور آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! کیا

میں ان میں سے ہوں ؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نے وہ بات سنی جو میں نے اس آدمی سے کہی ؟ اس نے کہا جی ہاں لیکن میری مالی حالت اس طرح نہیں ہے (یعنی میں اتنا مالدار نہیں کہ میرے پاس دو وقت کا کھانا ہو) حضور علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا کہ تیرے جسم پر جو کپڑا ہے کیا اس کے علاوہ بھی تیرے پاس ستر چھپانے کیلئے کوئی کپڑا ہے ؟ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو بھی ان فقراء میں سے نہیں ہے۔

پھر ایک (تیسرا) آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! کیا میں ان فقراء میں سے ہوں ؟ نبی علیہ السلام نے اس آدمی سے بھی یہی فرمایا کہ کیا تو نے وہ باتیں سنیں جو میں نے تجھ سے قبل ان دو آدمیوں سے کہیں ؟ اس شخص نے عرض کیا۔ جی ہاں (لیکن میرے اندر یہ دونوں چیزیں نہیں پائی جاتیں۔ یعنی نہ میرے پاس بیک وقت صبح و شام کا کھانا ہوتا ہے اور نہ میرے پاس کوئی اور کپڑا ہے جس سے ستر چھپا سکوں) تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کبھی تو کسی سے قرض لینا چاہے تو کیا تجھے قرض مل جاتا ہے ؟ اس شخص نے عرض کیا جی ہاں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو بھی ان فقراء میں سے نہیں ہے۔

پھر ایک (چوتھا) آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! کیا میں ان فقراء میں سے ہوں ؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے بھی یہی فرمایا کہ کیا تو نے میری وہ باتیں سنیں جو میں نے ان (تین) آدمیوں سے کہیں ؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں (لیکن میں ان جیسا نہیں ہوں۔

یعنی وہ تینوں باتیں مجھ میں نہیں پائی جاتیں) تو نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا تو (اپنے ہاتھ سے) مال کمانے کی قدرت رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو بھی ان فقراء میں سے نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک پانچویں شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا میں ان فقراء میں سے ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نے میری وہ گفتگو سنی جو میں نے ان (چار) آدمیوں سے کی؟ اس نے کہا۔ جی ہاں (لیکن مجھ میں وہ چاروں باتیں نہیں پائی جاتیں) تو نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا تو صبح اور شام اس حال میں کرتا ہے کہ تو اللہ تعالی کے اس فیصلے پر پوری طرح راضی ہو؟ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ان فقراء سابقین الی الجنّۃ میں سے ہے۔

پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جنّت میں مؤمنوں کے سردار وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس صبح کا کھانا ہو تو شام کا نہ ہو اور اگر شام کا کھانا ہو تو صبح کا نہ ہو۔

اور اگر کسی سے قرض مانگیں تو انہیں کوئی آدمی قرض نہ دے۔

اور ان کے پاس صرف اتنا کپڑا ہو جتنا ستر چھپانے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی کپڑا نہ ہو۔

اور اپنے ہاتھ سے وہ اتنا بھی نہ کما سکیں جس سے وہ شام کا کھانا کھا سکیں۔

اور ان کی صبح و شام اس حال میں ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر مکمل طور پر راضی ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن انعام یافتہ جماعت کے ساتھ ہوں گے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہونگے۔ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت اچھی رفاقت ہے "۔

برادران کرام! اس طویل حدیث سے **اولاً** یہ معلوم ہوا کہ نیک و صابر فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال قبل داخل ہونگے۔

ثانیاً یہ بات معلوم ہوئی کہ دخولِ جنت میں فقراء کا اغنیاء پر پانچ سو سال کا تقدم مشروط ہے پانچ اہم اور مشکل شروط کے ساتھ۔

اوّل یہ کہ اس فقیر کا افلاس و غربت اس حد تک پہنچی ہوئی ہو کہ اگر اس کے پاس شام کا کھانا ہو تو صبح کا نہ ہو اور اگر صبح کا کھانا ہو تو شام کا کھانا اس کے پاس موجود نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ کسی سے قرض مانگے تو لوگ اسے حقیر سمجھیں اور کوئی اسے قرض دینے کیلئے تیار نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے پاس صرف بقدرِ ضرورت کپڑا ہو۔ یعنی اس کے پاس صرف اتنا کپڑا ہو کہ اس سے وہ صرف ضروری اور لازمی ستر پوشی کر سکے۔ اس سے زائد کپڑا اس کے پاس موجود نہ ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ ایسا مریض و کمزور ہو کہ مشقت اور مزدوری سے تھوڑا سا مال اور کھانا بھی حاصل نہ کر سکے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ اتنا کامل الایمان اور کامل توکّل والا ہو کہ اس افلاس و غربت اور اس بے سرو سامانی اور امراضِ مختلفہ میں مبتلا

ہونے کے باوجود وہ اللہ تعالی کے فیصلے پر پوری طرح راضی ہو۔

یہ پانچوں شرطیں نہایت سخت ہیں۔ آپ غور کریں یہ شرطیں کروڑوں فقراء میں سے بمشکل شاید کسی ایک یا دو فقیروں میں موجود ہوں گی۔

ثالثاً بظاہر اس طویل حدیث کا حدیثِ سابق سے تعارض ہے، وہ یہ کہ سابقہ حدیث میں ان پانچ شرطوں میں سے کسی ایک شرط کا بھی ذکر نہیں۔ سابقہ حدیث میں مطلقاً یہ بتلایا گیا ہے کہ فقراء مطلقاً جنت میں اَغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہونگے۔

یہ ایک بہت بڑا اشکال ہے جو اس مقام پر سامعین کے ذہنوں میں آسکتا ہے۔

جواب اوّل ۔اس اشکال کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس طویل حدیث سے مقدّم حدیث باعتبار سند راجح ہے۔ کیونکہ وہ حدیث صحیح ہے، ترمذی وغیرہ صحاح ستہ میں موجود ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث بروایۃ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ مذکور ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ مرفوعًا : فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل أغنیائھم بخمسمائۃ سنۃ .

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین مالداروں سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے "۔

جواب دوم ۔ تعارض سے متعلق مذکورہ صدر اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیثِ متقدم میں عام گروہِ فقراء صابرین کا ذکر ہے۔

لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عام فقراء صابرین اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

اس قانونِ ربّانی میں کوئی خاص شرط نہیں ہے۔ بس اس کیلئے صرف یہ لازم ہے کہ وہ فقیر صالح و صابر ہو کیونکہ شریر و بدکردار فقیر کا جب جنّت میں داخل ہونا مشکوک ہے تو تقدم علی الاغنیاء کجا۔

اور دوسری حدیث جو کہ طویل ہے اس میں خاص فقراء و مساکین کا بیان ہے۔ یعنی اس طویل حدیث میں فقراء سے وہ فقراء و مساکین مراد ہیں جو کبار صالحین و کبار اولیاء اللہ و صِدّیقین میں سے ہوں۔

فقراء صابرین میں بھی کئی درجے اور کئی گروہ ہیں۔ ہر فقیرِ صابر صِدّیقین و اولیاء کبار میں سے نہیں ہوتا۔

صِدّیقین و اولیاء عظام میں سے وہ فقیر صابر ہے جس میں وہ پانچ شرطیں موجود ہوں جو مذکورہ صدر طویل حدیث میں مذکور ہیں۔

پس حدیثِ طویل کا مطلب یہ ہے کہ جنّت میں اغنیاء سے پانچ سو سال قبل داخل ہونے والے فقراء میں سے ایک گروہ فقراء صِدّیقین و اولیاء کبار کا بھی ہے۔ اور فقراء صدیقین و اولیاء کبار وہ ہیں جو مذکورہ صدر حدیث میں درج پانچ صفات و خصال سے متصف ہوں۔

بہرحال اس حدیثِ طویل میں جو پانچ شرطیں ہیں یہ عام فقراءِ اہلِ جنت کیلئے نہیں ہیں بلکہ یہ ان فقراء اہلِ جنت کیلئے ہیں جو اولیاء کبار و صِدّیقین میں سے ہوں۔

اس دعوے کی تائید کے تین قرینے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

قرینۂ اولیٰ۔ قرینۂ اولیٰ خود یہ شروطِ خمسہ ہیں کیونکہ عام احادیث صحیحہ میں یہ شروطِ خمسہ مذکور نہیں ہیں۔ صرف اس حدیثِ طویل میں یہ شروطِ خمسہ مذکور ہیں۔ پس صرف اس حدیثِ طویل میں ان شروطِ خمسہ کا خصوصی ذکر ہونا اور عام احادیث کا مطلق ہونا اور ان میں ان شروط کا ذکر نہ ہونا واضح قرینہ ہے اس بات کا کہ اس طویل حدیث کا محمل اور ہے اور عام احادیث کا محمل اور ہے۔ عام احادیث کا محمل تو عام فقراء صابرین ہیں اور اس طویل حدیث میں صرف ان فقراء صابرین کا ذکر ہے جو اولیاء کبار و صِدّیقین میں سے ہوں۔

قرینۂ ثانیہ۔ دوسرا قرینہ بھی خود اس حدیث میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس حدیث کے آخر میں آیت اولئك مع الذين أنعم الله عليهم ، الآية پڑھی اور اس آیت میں انبیاء و صِدّیقین و شہداء و کبارِ صالحین و اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔

لہٰذا اس آیت کے ذکر سے ثابت ہوا کہ اس حدیثِ طویل میں اُن فقراء صابرین کا تذکرہ ہے جو صِدّیقین یا شہداء یا کبارِ صالحین و اولیاء میں سے ہوں۔

قرینۂ ثالثہ۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیث کے آخر میں نبی کریم ﷺ نے صراحۃً فرمایا انّ سادات المؤمنين في الجنّة الخ .
سادات جمع ہے سادۃ کی، اور سادۃ جمع ہے سائد کی۔ سائد و سید کا معنی ہے سردار۔

نبی علیہ السلام کی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں

فقراء سے عام فقراء مؤمنین صابرین مراد نہیں ہیں بلکہ اس میں سادات فقراء مؤمنین کا تذکرہ ہے۔ یعنی وہ فقراء جو مؤمنوں کے سردار ہیں اور بلاریب مؤمنوں کے سردار اولیاء اللہ و صِدّیقین و شہداء ہی ہیں۔

الغرض فقیر صابر ہونا اور بقدرِ قوت لایموت رزق حاصل ہونا از روئے احادیثِ نبویّہ خوش قسمتی کی علامت ہے۔

عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه موقوفًا : ما من یوم إلاّ و ملکٌ ینادِی من تحت العرش : یا ابن آدم ! قلیلٌ یکفیک خیرٌ من کثیر یُطغیک .

” حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ ندا نہ دیتا ہو کہ اے ابن آدم! تھوڑا رزق جس سے تیری کفایت ہوسکے وہ بہتر ہے اس کثیر رزق سے جو تجھے سرکش کردے “۔

ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عجیب و نافع اثر ہے جو آجکل کے عام مسلمانوں پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ما من أحد إلاّ و في عقله نقص . و ذلك أنه إذا أتته الدنیا بالزیادة ظلّ فرحًا مسرورًا . و اللیل و النهار دائبان في هدم عمره . ثم لایحزنه ذلك . ویح ابن آدم ! ما ینفع مال یزید وعمر ینقص .

یعنی ” ہر آدمی کی عقل میں نقص ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اس کے پاس دنیاوی مال و متاع زیادہ آجائے تو وہ بہت زیادہ خوش ہوتا

ہے حالانکہ رات اور دن اس کی عمر کم کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اسے اس بات کا کوئی غم نہیں۔ افسوس اے ابن آدم ! اس مال کا کیا نفع ہے جو بڑھ رہا ہو اور عمر کم ہو رہی ہو "۔

لوگ مال و دولت کی فراوانی کو غِنا سمجھتے ہیں لیکن اولیاء اللہ اور اہلِ بصیرت کے نزدیک حرصِ مال اور قناعت سے محرومی کی صورت میں مال و دولت کی فراوانی کے باوجود بھی انسان فقیر ہوتا ہے کیونکہ وہ فقیر کی طرح ہر وقت مال مال کہتا رہتا ہے اور مال کے حصول کے پیچھے شب و روز لگا رہتا ہے۔ سب سے بڑی دولت قناعت اور قلبی غِنا ہے۔

قيل لبعض الحكماء : ما الغِنٰى ؟ قال له : قلّة تمنّيك و رضاك بما يكفيك .

یعنی " بعض حکماء سے پوچھا گیا کہ غِنا کس چیز کا نام ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تیری تمنا اور آرزو کے کم ہونے اور بقدرِ کفایت رزق پر تیرے راضی ہونے کا نام غِنا ہے "۔

كان محمد بن واسع رحمه الله تعالى يخرج خبزًا يابسًا فيبلّه بالماء و يأكله بالملح ويقول : من رضى من الدنيا بهذا لم يحتج الى أحد .

یعنی " محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ (جو بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں اپنے سامان وغیرہ میں سے) خشک روٹی نکالتے اور اس کو پانی سے تر کر کے نمک کے ساتھ کھا لیتے اور فرماتے کہ جو آدمی دنیا کے اتنے رزق پر راضی ہو جائے وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا "۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ ان کی بیوی آئی اور آکر کہا کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہیں ہے۔

فقال : یا هذه ! انّ بین أیدینا عقبةً کؤودًا لاینجو منها إلاّ کُلُّ مخفّ . فرجعت و هی راضیة .

یعنی ”ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ہمارے سامنے موت کے بعد ایک دشوار گزار گھاٹی آنے والی ہے۔ اس گھاٹی کی شدّت و آفت سے کوئی آدمی بھی نجات حاصل نہیں کر سکے گا سوائے اس شخص کے جس کا وزن ہلکا ہوگا۔ یہ سن کر بیوی واپس چلی گئی اس حال میں کہ وہ راضی تھی“۔

قیل لبعض الحکماء : ما مالُك ؟ فقال : التجمُّل في الظاهر و الیأس مما في أیدی الناس .

یعنی ”کسی حکیم اور دانا شخص سے پوچھا گیا کہ آپ کا مال کیا ہے؟ توانھوں نے فرمایا کہ اپنے ظاہر کو اوصافِ جمیلہ سے آراستہ کرنا اور جو چیز لوگوں کے پاس ہے اس کی توقع نہ رکھنا میرا سرمایہ اور مال ہے“۔

روایت ہے کہ بعض سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ قیمتی واعظانہ و عارفانہ بات درج ہے۔

یا ابن آدم ! لو کانت الدنیا کلّها لك لم یکن لك منها إلاّ القوت . فاذا أنا أعطیتك منها القوت و جعلتُ حسابها علی غیرك فأنا محسن إلیك .

یعنی ” (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) اے ابن آدم ! اگر ساری دنیا بھی تیری ملکیت میں آجائے تب بھی تجھے قوت لایموت (بقدرِ کفایت رزق) کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ پس جب میں تجھے دنیاوی رزق و مال میں سے صرف بقدرِ کفایت رزق دوں اور دنیاوی مال و متاع کا حساب تیرے غیر کے ذمے کردوں تو یہ تجھ پر میرا احسان ہے “۔

قوت لایموت پر راضی ہونا اور صبر کرنا نہایت دشوار ہے البتہ اس شخص کے لئے یہ آسان ہے جو متوکل علی اللہ ہو۔ توکل بہت مبارک اور بلند صفت ہے۔ توکل علی اللہ صالحین واولیاء اللہ کا خاص وصف ہے۔

یہی وصف مبارک ایک مسلمان کے دل کو غِنیٰ و مستغنی بناتا ہے۔ یہی صفتِ جلیلہ مؤمنین کے دلوں کو دنیاوی امور سے پھیر کر انہیں پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دینے والی ہے اور یہی صفت رزق و مصائبِ دنیا کی وجہ سے لاحق بے قراری و بے اطمینانی کو قرار و اطمینان سے بدل دیتی ہے۔

آہ افسوس ...... آجکل مسلمان توکُّل علی اللہ کے وصف سے یا تو بالکل محروم ہیں یا یہ وصف ان میں نہایت کم ہے۔ ہمارے سلف صالحین میں یہ وصف بطریق اکمل موجود ہوتا تھا۔ مردوں کے دوش بدوش کئی پارسا اور نیک عورتوں کے دل بھی توکُّل علی اللہ کے انوار سے منوّر ہوتے تھے۔

حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے متقی، ولی اللہ اور صاحبِ کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی پرہیزگار صاحبِ تقویٰ بیوی نصیب فرمائی تھی۔ ان کی بیوی کے زہد و تقوی اور رزق کے بارے

میں توکّل علی اللہ کا ایک ایمان افروز واقعہ سن لیں۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے سفر کیلئے تیاری کی تو آپ نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ میں تمہارے لئے کتنا راشن چھوڑ جاؤں تاکہ تمہیں میری عدم موجودگی میں کوئی تکلیف نہ ہو ؟

اس اللہ کی نیک بندی نے جواب دیا کہ آپ میری زندگی بھر کے لئے راشن کا بندوبست کر دیں۔ حاتم اصمؒ فرمانے لگے کہ ارے اللہ کی بندی ! تیری زندگی تو میرے اختیار میں نہیں ہے لہٰذا مجھے کیا علم ہے کہ تو کب تک زندہ رہے گی ؟

بیوی نے جواباً کہا کہ اگر میری زندگی آپ کے اختیار میں نہیں ہے تو میری روزی آپ کے اختیار میں کیسے ہے جس کا آپ انتظام کرنا چاہتے ہیں۔

بس جس مالک الملک کے قبضۂ قدرت میں کسی جاندار کی زندگی اور موت ہے اسی کے ذمہ اس کی رزق رسانی بھی ہے۔ لہٰذا آپ اس بات کی فکر نہ کریں اور اپنے مبارک سفر پر روانہ ہو جائیں۔

اکرامِ مسلم و تعظیمِ مؤمن کے سلسلے میں حضرت حاتم اصمؒ کا ایک عجیب و غریب واقعہ سن لیں۔ اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کے ہاں اکرامِ مسلم اور مسلمان مرد یا عورت کے عیوب پر پردہ ڈالنے کا کتنا اہتمام ہوتا تھا اور ہم کسی کی پردہ پوشی کا کتنا اہتمام کرتے ہیں۔ دونوں ادوار میں اور ان کے احوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تاتاریوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے شیخ عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت حاتم اصمؒ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

کہ حضرت حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ اصمّ (بہرے) کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے حالانکہ آپ حقیقتاً بہرے نہیں تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون حضرت حاتمؒ کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے آئی۔ دونوں میں بات چیت ہو رہی تھی کہ اتفاق سے اس عورت کی ہوا خارج ہوگئی۔ اس بزرگ آدمی کی مجلس میں ایسی معیوب حرکت سرزد ہونے پر وہ عورت سخت شرمسار ہوئی۔

حالانکہ ایسا ہو جانا انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ خلق الانسان ضعیفا ۔ یعنی "انسان طبعاً کمزور پیدا کیا گیا ہے"۔

اسی لئے کسی ایسے واقعے پر نہ تو ہنسنا چاہئے اور نہ اس کا برا منانا چاہئے۔ البتہ مجلس میں بیٹھ کر ایسی حرکت سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ چیز آدابِ مجلس کے خلاف ہے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو آدمی مسجد میں باوضو ہو کر اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس شخص کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ پھر جب اس شخص کا وضو ہوا خارج ہونے کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے تو فرشتے دعا کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اس شخص سے الگ ہو جاتے ہیں۔

بہرحال ہوا خارج ہوجانے پر وہ عورت سخت نادم ہوئی۔ حضرت

حاتمؒ سمجھ گئے کہ یہ عورت اپنی اس فطری حرکت پر سخت شرمسار ہو رہی ہے لہٰذا آپ نے اس کی خفّت مٹانے کیلئے اور اسے شرمساری سے بچانے کیلئے اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کیا گویا کہ انہیں اس طبعی حرکت کا پتہ ہی نہیں چلا۔

چنانچہ آپ نے اس مقصد کے اظہار کیلئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ عورت کی گفتگو کے دوران فرمانے لگے کہ محترمہ ! ذرا اونچی آواز سے بات کریں کیونکہ میری قوتِ سماعت بہت کمزور ہے۔

بس اتنی بات پر اس خاتون کو تسلی ہوگئی کہ آپ نے اس کی خلافِ ادب آواز کو سنا ہی نہیں۔

اس واقعے کے بعد حضرت حاتمؒ ساری عمر بہرے ہی بنے رہے اور اصم یعنی بہرے کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

حضرت حاتم اصمؒ نے ایک خاتون کی عزت کی حفاظت اور اسے ندامت سے بچانے کیلئے اپنے آپ کو بہرا ظاہر کیا اور پھر عمر بھر خود ساختہ بہرے ہی بنے رہے۔

کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالنا موجبِ اجر و ثواب ہے۔ اس سلسلے میں ایک جامع حدیث شریف پیشِ خدمت ہے۔

عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبي ﷺ قال : مَن نفَّس عن مسلم كُربةً مِن كرب الدنيا نفَّس الله عنه كربةً من كرب يوم القيامة . و مَن يَسَّر على مُعسِرٍ في الدنيا يَسَّر الله عليه في الدنيا و الآخرة . و من سَتَر

على مسلم في الدنيا ستر الله عليه في الدنيا والآخرة . و الله في عون العبد ما كان العبد في عَون أخيه . أخرجه الترمذى في الجامع ج۲ ص۲۳ .

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی مسلمان سے دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکالیف میں سے کسی بڑی تکلیف و مصیبت کو دور فرما دینگے۔

اور جس آدمی نے دنیا میں کسی تنگدست کیلئے آسانی و فراخی پیدا کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کیلئے آسانی پیدا فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتے رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے"۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ عن النبي ﷺ قال : مَن ردّ عن عِرض أخيه ردّ الله عن وجهه النار يوم القيامة . جامع ترمذی ج۲ ص۲۳ .

"حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس آدمی نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ سے اس کے چہرے کی حفاظت فرمائیں گے"۔

ان دونوں حدیثوں کا مضمون بالخصوص حدیثِ اوّل کا مضمون نہایت مفید واہم ہے۔ ان پر عمل نہ کرنے سے کسی بھی معاشرے کا سکون واطمینان

تباہ ہوسکتا ہے اور ان پرعمل کرنے سے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے سے معاشرہ جنت نظیر بن کر اس کا ہر فرد ایک دوسرے سے محبت، مودّت، اخوت، اکرام اور مسرت کے رشتہ سے وابستہ ہوسکتا ہے۔ اور قوم سیسہ پلائی دیوار بن کر یگانگت اور ترقی کی سعادت سے ہم آغوش ہوسکتی ہے۔

ان احادیث میں اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی وساطت سے اخوت و محبت کی تعلیم دی ہے۔ نبی علیہ السلام سے بیگانگی اور آپ کے احکام کو ٹھکرانے کے یہ برے نتائج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان آفات میں مبتلا ہیں۔ ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے۔

نہ جانے کیا سمجھ کر اہلِ گلشن نے جلا ڈالا
دُھواں اکثر نکلتا تھا ہمارے آشیانے سے

ان آفات اور مصائب، ان جھگڑوں اور اختلافات کی شکایت کسی سے کرنا بے سود ہے کیونکہ ان پریشانیوں کے اسباب خود ہمارے برے اعمال ہیں۔

نہ ہے بخت کی شکایت نہ گلہ ہے آسماں سے
کہ ہے لاگ بجلیوں کو مری شاخ آشیاں سے

افسوس...... لوگ برے اعمال میں اور حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر روٹی کی فکر میں اتنے مشغول ہیں کہ الامان، الحفیظ۔ وہ وعظ و نصیحت سُن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

حاتم اصمؒ کی ایک اور ایمان افروز حکایت بھی سن لیں۔ کئی معتبر ومعتمد کتابوں میں یہ حکایت مذکور ہے کہ ایک دن مشہور فقیہ ومفتی عصام ابن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تشریف لائے۔

شیخ عصامؒ چونکہ بہت بڑے عالم اور بہت بڑے فقیہ تھے اس لئے انہوں نے فقہ کے ایک اہم مسئلے یعنی نماز کے بارے میں حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں ؟

بعض کتابوں میں ہے کہ عصام رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال بطورِ اعتراض وبطورِ امتحان کیا۔ لیکن میری رائے میں اس سوال سے عصامؒ کا مقصد امتحان لینا نہ تھا بلکہ استفادہ کرنا اور بزرگوں و اولیاء اللہ کے کامل خشوع و خضوع وکامل توجہ الی اللہ اور کامل اخلاص والی نماز کی حقیقت اور اس کی کچھ تفصیل معلوم کرنا اور اس سے اپنا ایمان بڑھانا اور اطمینان قلبی حاصل کرنا مقصود تھا۔ اسی وجہ سے عصامؒ حاتم اصمؒ کا جوابِ دقیق و لطیف سُن کر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے۔

بہرحال شیخ عصام بن یوسفؒ کا مخلصانہ سوال سن کر حاتم اصمؒ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی کامل نماز کی ایمان افروز تفصیل و توضیح ذکر فرمائی۔

حاتم اصمؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میری نماز کا طریقہ اور اس کی حقیقت کی تشریح یہ ہے۔

کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں ظاہری وضو بھی کر لیتا ہوں اور باطنی و روحانی وضو بھی کر لیتا ہوں۔

قال حاتم الاصم : إذا جاء وقت الصلاة قمتُ فأتوضّأ وضوءً ظاهرًا و وضوءً باطناً .

یعنی " حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو میں نماز کیلئے اٹھ کر ظاہری وضو بھی کرلیتا ہوں اور باطنی وضو بھی کرلیتا ہوں "۔

شیخ عصامؒ نے فرمایا کہ وضو کی ان دو قسموں یعنی وضوء ظاہری و وضوء باطنی و رُوحانی کی تفصیل کیا ہے ؟

حاتم اصمؒ نے وضوء ظاہری و وضوء باطنی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

أما الوضوء الظاهر فأغسل الأعضاء بالماء . و أما الوضوء الباطن فأغسلها بسبعة أشياء : بالتوبة ، والندامة ، و ترك حبّ الدنيا ، وترك حبّ ثناء الخلق ، و ترك حبّ الرياسة ، و ترك الغلّ ، و ترك الحسد .

یعنی " ظاہری وضو تو یہ ہے کہ میں پانی کے ساتھ اعضاءِ وضو دھوتا ہوں اور باطنی وضو یہ ہے کہ میں ان اعضاء کو اور دیگر اعضائے جسمانیہ کو سات چیزوں کے ساتھ دھوتا ہوں۔

پہلی چیز یہ کہ میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسری چیز یہ کہ میں گزشتہ خطاؤں پر نادم ہوتا ہوں۔ تیسری چیز یہ کہ میں اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دیتا ہوں۔ چوتھی چیز یہ کہ مخلوق کی تعریف کی محبت ترک کر دیتا ہوں۔ پانچویں چیز یہ کہ حبِ جاہ کو ترک کر دیتا ہوں۔ چھٹی چیز یہ کہ کسی کو دھوکہ اور فریب دینا چھوڑ دیتا ہوں۔ ساتویں چیز یہ کہ حسد

ترک کر دیتا ہوں "۔

حاتم اصمؒ نے اپنے عجیب وغریب وضوء ظاہری اور وضوء باطنی و روحانی کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

ثم أذهب الى المسجد ، فأبسط الأعضاء ، فأرى الكعبة ، فأقوم بين حاجتي و حذرى ، و الله ناظرى ، و الجنّة عن يميني ، و النار عن شمالى ، و ملك الموت خلف ظهرى .

وكأنى واضع قدمى على الصراط ، وأظنّ أن هذه الصلاة آخر صلاةٍ اُصلّيها . ثم أنوى و أكبر بالاحسان ، و أقرأ بالتفكّر ، و أركع بالتواضع ، وأسجد بالتضرّع ، وأتشهّد بالرجاء ، و أسلّم بالإخلاص . فهذه صلاتى منذ ثلاثين سنةً . فقال له عصام : هذه شئ لا يقدر عليه غيرك و بكى بكاءً شديدًا .

یعنی " (حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ وضو سے فارغ ہوجانے کے بعد) میں نماز باجماعت کی ادائیگی کیلئے مسجد کی طرف جاتا ہوں اور اپنے اعضاء کو روحانی سکون پہنچانے کیلئے پھیلا دیتا ہوں اور میری حالت یہ ہوتی ہے کہ گویا کعبہ شریف میری نظر (ظاہری نظر یا باطنی نظر) کے سامنے ہے۔ پھر میں امید اور خوف کے مابین کھڑا ہوتا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و حصولِ جنت کی امید اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی و دخولِ جہنم کا خوف میرے ذہن میں ہوتا ہے)۔

گویا اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اور جنت میری دائیں جانب ہے اور جہنم میری بائیں جانب ہے اور موت کا فرشتہ میری روح قبض کرنے کیلئے میری پشت کے پیچھے کھڑا ہے۔

اور گویا میرے قدم پل صراط پر ہیں اور مجھے یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے۔

پھر میں نیت باندھتا ہوں اور انتہائی اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہوں۔ اور بڑے غور وفکر کے ساتھ قراءت پڑھتا ہوں۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ اور بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ اور رضاء خدا تعالیٰ و حصولِ جنت کی امید کے ساتھ تشہد پڑھتا ہوں۔ اور انتہائی اخلاص کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ پس یہ ہے میری نماز جو میں تیس سال سے پڑھ رہا ہوں۔

یہ سن کر شیخ عصام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ایسی نماز ہے جس کی ادائیگی پر آپ جیسے ولی اللہ کے سوا کوئی اور قدرت نہیں رکھتا۔ پھر عصام رحمۃ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ روئے "۔

اللہ عزوجل ہمیں خشوع وخضوع واخلاصِ کامل سے نماز اور دیگر تمام عبادات ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین۔

باب ۵

برادرانِ محترم ! ہر مسلمان اللہ جل جلالہ کی رضا و جنت کا طالب ہے۔ ہر ایک کی یہ خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ اسے اللہ عزوجل کی رضا و محبت و جنت حاصل ہوجائیں۔ مگر یہ عجیب معاملہ ہے کہ اس مقصد میں کامیابی کیلئے کوشش کرنے والے بہت کم ہیں۔ اکثر مسلمان خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان پر حبِّ دنیا کا غلبہ ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

قُمْ قُمْ حبيبي ! كم تنامُ   و طالبُ الجنّةِ لا ينامُ

عجبًا للمحبّ كيف ينامُ   و كلُّ نومٍ على المحبِّ حرامُ

(۱) اٹھئے۔ اے میرے دوست ! تم کب تک سوئے رہو گے۔ حالانکہ جنت کا طالب سوتا نہیں ہے (یعنی غفلت چھوڑیئے اور حصولِ جنت کی کوشش کیجئے)۔

(۲) تعجب ہے محبت کے مدّعی پر کہ وہ (دعویٔ محبت کے باوجود) کس طرح سوتا ہے۔ حالانکہ ہر قسم کی نیند (ہر قسم کی غفلت) محبت کے مدّعی پر حرام ہے۔ (یعنی محبّ اپنے محبوب کو حاصل کرنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے، وہ اس سے کبھی غافل نہیں ہوتا)۔

خدا تعالیٰ کی محبت اور عشقِ جنت کے مدّعی تو بے شمار ہیں۔ مگر اس مقصد میں کامیابی کا سامان تیار کرنے والے بہت کم ہیں۔

ہوس ہے وصل کی تو وصل کا سامان پیدا کر
ابھی آتا ہے وہ آغوش میں ارمان پیدا کر
نہ ہنس اے معترض! دیندار کی پہچان پیدا کر
سمجھداروں میں رہ کر کچھ سمجھ نادان پیدا کر

افسوس کہ لوگ غفلت میں ہیں۔ قیمتی عمر بے فائدہ کاموں میں گزر رہی ہے۔ دنیوی عزت، دنیوی راحت، دنیوی مسرت اور دنیوی جاہ و بلندی کے حصول کیلئے تو بڑی کوششیں کی جارہی ہیں مگر آخرت کی دائمی عزت، راحت، مسرت اور لافانی جاہ و مرتبے کے حصول کے لئے جدو جہد کرنے والے بہت کم ہیں۔

ہوش میں مجذوب آ ہشیار ہو　　حدّ سے گزری غفلت اب بیدار ہو
عمر سی انمول شے ضائع نہ کر　　آخرت کے واسطے تیار ہو

اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت سے بیدار کر کے عبادت، ذکر اللہ اور طاعات کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے تشنہ کامِ زندگی
ہو چکا پُر اب چھلکنے کو ہے جامِ زندگی
جو تجھے کرنا ہے کر لے آخری سانسیں ہیں اب
بھیس میں اس صبح پیری کے ہے شامِ زندگی

قناعت کے بارے میں ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

إضرعْ الی اللّٰہ لا تضرعْ الی الناس
و اقنَعْ بیأسٍ فانّ العِزَّ في اليأس
واستغنِ عن کلّ ذی قربٰی و ذی رَحِمٍ
إنّ الغنیّ من استغنٰی عن الناس

(۱) ” اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر اور اسی کے آگے دستِ سوال پھیلا۔ لوگوں کے سامنے عاجزی نہ کر اور لوگوں سے نا امید ہونے پر قناعت کر (یعنی لوگوں سے کسی قسم کا طمع نہ رکھ) کیونکہ عزت لوگوں سے نا امید ہونے میں ہے۔

(۲) اور ہر رشتہ دار و ذی محرم سے مستغنی ہوجا کیونکہ اصل غَنِی وہ شخص ہے جو لوگوں سے مستغنی ہوجائے “۔

عربی کا ایک اور شاعر کہتا ہے۔

المالُ عندك مخزون لوارثِه ما المالُ مالُك إلاّ يوم تُنفقُه
إنّ القناعةَ من يحلُل بساحتها لم يبق في ظلّها همًّا يؤرّقه

(۱) ” تیرے پاس جو مال ہے وہ تیرے وارثوں کیلئے بطورِ حفاظت مخزون ہے۔ تیرا مال تو صرف وہی ہے جسے تو کسی دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردے۔

(۲) جو آدمی قناعت کے میدان میں اترتا ہے تو قناعت کی وجہ سے کوئی ایسا غم باقی نہیں رہتا جو اسے پریشان و بے خواب کرے “۔

دنیا کی فراوانی اور اس کی ظاہری زینت فریب اور دھوکہ ہے۔
صالحین اور نیکوکار لوگ دنیا کی اس فانی زینت و تزخرف سے دھوکہ نہیں

کھاتے۔

روی انّ علیًّا کرّم اللہ وجهه کانَ یقول للذهب و الفضّة : یا صفراء ! غُرِّی غیری ، و یا بیضاء ! غُرِّی غیری .

یعنی " یہ روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سونے اور چاندی کو خطاب کر کے فرماتے کہ اے سونے ! جاکسی اور کو دھوکہ دے۔ اور اے چاندی ! جاکسی اور کو دھوکہ دے (میں تم دونوں کے دھوکے اور فریب میں نہیں آسکتا) "۔

ایک مرفوع حدیث بھی اس موضوع میں مروی ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ یقول للدنیا : إلیكِ عنّي .

یعنی " رسول اللہ ﷺ دنیا کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے (کہ اے دنیا!) تو مجھ سے دور ہوجا "۔

بس سب سے بڑی دولت قناعت اور غِناء قلبی ہے۔ جسے قلبی غِنا اور قناعت نصیب ہوئی وہ شخص بڑا سعید ہے۔

فعن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه قال : کان رسول اللہ ﷺ یقول : لیس الغِنٰی عن کثرة العرض . انما الغنٰی غِنٰی النفس . متفق علیه .

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کثرتِ مال و متاع کا نام غِنا نہیں ہے بلکہ غِنا تو دل کے غَنِی ہونے کا نام ہے "۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ تونگری بہ دل است نہ بہ مال۔ یعنی "تونگری دل کے ساتھ ہے نہ کہ مال کے ساتھ" مقصد یہ ہے کہ مالدار آدمی تونگر نہیں ہوتا بلکہ تونگر تو وہ ہوتا ہے جس کا دل غَنِی ہو۔

عن حذيفة رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : إنّ لكل أمة عِجلاً ، و عِجلُ هذه الأمةِ الدينار و الدرهم . رواه ابو منصور الديلمی باسناد فيه جهالة .

" حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہر اُمت کیلئے کوئی معبودِ باطل ہوتا ہے اور اس امت کے معبودِ باطل دینار اور درہم ہیں (یعنی یہ دو چیزیں اس امت کو گمراہ کرنے والی ہیں) "۔

دوستو اور بزرگو ! ہمیں ہر مشکل و مصیبت میں اور ہر حاجت کیلئے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اسی سے گڑگڑا کر مانگنا چاہئے۔ وہ اپنے در پر آنے والوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ وہ چاہے تو ایک دن میں غَنِی کر دے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو　　درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

ایک اور شاعر کے واعظانہ و عارفانہ دو اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

اَیمن مشو، کہ مرکبِ مردان حق شناس
در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش
ناگاہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

(۱) ”خبردار! بےفکر نہ رہ کیونکہ کئی مرتبہ اہلِ حق کا قافلہ اس سنگلاخ صحرا میں تباہی کا شکار ہوا۔

(۲) نیز بالکل نا امید بھی نہ ہو اس لئے کہ کئی مرتبہ جماعتِ رفقاء اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق و فضل سے منزل مقصود پر پہنچ جاتی ہے“۔

اللہ تعالیٰ غیبی و اَعلیٰ طریقوں سے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیت کی تکمیل فرماتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے ابتدائی دور میں اہل و عیال کے نان و نفقہ کے بارے میں مطمئن و بےفکر کرنے کی خاطر اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ اے موسیٰ! تمہارے قریب جو چٹان ہے اسے اپنی لاٹھی سے ماریں یعنی اس پر اپنا عصا ماریں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان پر اپنا عصا مارا تو چٹان دو ٹکڑے ہوگئی۔ اس کے اندر ایک اور پتھر تھا۔ اس پر عصا مارا وہ بھی دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس کے اندر سے ایک تیسرا پتھر نکلا۔ اس پر جب عصا مارا۔

فَانشَقَّت عَن دُودَۃ کَالذَّرّۃ ، وفي فمها شئ يجری مجری الغذاء لها ۔ و سمعَها تقُولُ : سبحان من يَّرانی ، و يسمَعُ كلامی ، و يعرِفُ مكانی ، و يذكُرُنی و لا ينسانی ۔

یعنی " وہ پتھر بھی پھٹ گیا اور اندر سے ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں بطورِ غذا کوئی چیز (پتہ وغیرہ) تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کان لگا کر سنا تو وہ کیڑا یہ دعا پڑھ رہا تھا سبحان من یرانی الخ . یعنی پاک ہے وہ جو مجھے ہر وقت دیکھتا ہے اور میری بات سنتا ہے اور میرے رہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور مجھے ہر وقت یاد رکھتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں "۔

عربی کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لقد علِمتُ وما الإشرافُ من خُلُقی
إنّ الذی هو رِزقی سَوفَ یأتِینِي
أسعٰی إلیہ فیُعیِینِي تَطَلُّبُہ
و لو أقمتُ أتانِی لا یُعنّینِي

(۱) " حرص اور لالچ میری خصلت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میرا رزق میرے پاس ضرور پہنچے گا۔

(۲) میں اس کو طلب کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اس کے حصول کی جدو جہد مجھے تھکا دیتی ہے اور اگر میں اپنی جگہ پر مقیم رہتا (یعنی زیادہ بھاگ دوڑ نہ کرتا) تو میرا رزق خود ہی میرے پاس آجاتا اور مجھے اس قدر پریشان نہ کرتا "۔

احبۂ کرام ! اس پر آشوب دور کا حال پہلے اَدوار سے بالکل مختلف ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستگی ناپید ہوگئی ہے۔ لوگ مال و رزق اور دنیا کے حصول کیلئے ہر ظلم کو جائز سمجھنے لگے ہیں اور مسلمانوں کے افکار و خیالات بالکل الٹے ہوگئے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کب تک ستم کو لطف، جفا کو وفا کہیں
بادِ خزاں کو موجِ خرامِ صبا کہیں
مرگِ چمن کو جشنِ بہاراں کا نام دیں
زاغ و زغن کو بلبل شیریں نوا کہیں
جب آبروئے حرفِ تمنا ہی مٹ گئی
ہر بوالہوس کے سامنے کیا مدّعا کہیں

قرآن پاک میں رزق کی ضمانت دیتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔ و مَا مِن دابَّةٍ فِي الأرضِ إلاَّ على اللهِ رزقُها . یعنی " زمین پر موجود ہر دابّہ (ذی روح و جاندار) کا رزق اللہ تعالی کے ذمّے ہے "۔

حضرات کرام ! مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ جل جلالہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ رزق کا ضامن میں ہوں۔

آیتِ ہٰذا سے ہمیں رزق کے معاملے میں اللہ تعالی پر توکّل کرنے کا سبق ملتا ہے۔ مگر نہایت دکھ کی بات ہے کہ انسان جو اپنے آپ کو عقلمند کہتا ہے رزق کے معاملے میں تمام حیوانات سے زیادہ کمزور ثابت ہوا ہے۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر ذخیرہ اندوزی میں لگا رہتا ہے۔ حلال مال جمع کرنے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن افسوس ہے کہ اکثر مسلمان مشتبہ مال تو درکنار حرام مال کمانے سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔

انسان کے علاوہ باقی حیوانات رزق کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے سوائے دو چار قسم کے حیوانات کے۔ قرآن پاک میں اللہ جلِ جلالہ کا ارشاد ہے۔ **وکَأَیّن مِن دابَّةٍ لا تحمِلُ رزقَها اللہ یرزقها و إیّاکم و هو السَّمیعُ العلیم** ۔ " اور بہت سے جاندار اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی۔ اور اللہ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں "۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کے تحت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ عجیب قول نقل کیا ہے۔

لیسَ شئ من الحیوانِ یخبأ قُوتَه إلاّ الانسان ، و النمل ، و الفار ، و العقعق .

یعنی " صرف چار قسم کے حیوانات اپنی خوراک کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ انسان، چیونٹی، چوہا اور کوّا "۔

و عن ابن عباس رضیٰ اللہ تعالی عنهما : لایدّخر إلاّ الآدمیّ والنمل والفارة والعقعق . روح المعانی ج۲۱ ص۱۱ .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف انسان، چیونٹی، چوہا اور کوّا ہی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں "۔

بعض اہلِ علم و دانش کہتے ہیں کہ بلبل بھی ذخیرہ اندوزی کرتی ہے۔ ان کی عربی عبارت یہ ہے۔ **رأیتُ البلبل یحتکر فی حضنیه .**

یعنی " میں نے دیکھا کہ بلبل بھی ذخیرہ اندوزی کرتی ہے "۔

علامہ کمال الدین دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ حیاۃ الحیوان میں لکھتے ہیں۔ و یقال : إنّ للعقعق مخابئ إلاّ أنه ینساھا . حیاۃ الحیوان ج۲ ص۲۰۹ .

یعنی ”کہتے ہیں کہ کوّا کئی جگہ اپنی خوراک کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے مگر پھر ان جگہوں کو وہ بھول جاتا ہے“۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ و ذَکَرَ لی بعضھم : أن أغلب الکوامن من الطیر یدّخر .

یعنی ”بعض نے میرے سامنے یہ بات ذکر کی ہے کہ اکثر پرندے خوراک کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں“۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ کیف نقدم بلدۃ لیس لنا فیھا معیشۃ .

یعنی ”اس شہر میں ہم کیسے جائیں جس میں ہمارے لئے معیشت کا کوئی انتظام نہیں“۔

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ وکَأَیّن من دابّۃٍ لا تحمِلُ رزقَھا اللہ یرزقھا و ایّاکم و ھو السمیع العلیم . پ۲۱ ، آیت ۶۰ .

اس آیت کے بعد جو آیات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے رزق کے بارے میں مسلمانوں کو مطمئن کرنے کیلئے مزید چند مفید امور کا ذکر

فرمایا ہے۔

۱۔ اپنی عظیم قدرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین و سماوات کا خالق میں ہی ہوں۔

۲۔ شمس وقمر کو منوّر و مسخّر کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔

۳۔ کفار بھی اس بات کے معترف ہیں۔

۴۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر یقین کرنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں کسی اور ذات کی طرف رجوع کرنا اور اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرنا بڑی غلطی ہے۔

۵۔ رزق کی فراخی اور تنگی بھی میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔

چنانچہ آیت سابقہ کے بعد اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ولَئِن سألتَهُم مَن خلَقَ السمٰوٰتِ والأرضَ وسَخَّرَ الشمسَ والقمرَ ليقُولُنَّ الله فأنّٰى يُؤفكُون . الله يبسطُ الرّزقَ لِمَن يَّشاءُ من عبادِه و يقدِرُ له إنَّ الله بكلّ شئ عليم .

" اور اگر آپ لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے بنائے آسمان و زمین اور کام پر لگائے سورج چاند؟ تو کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر کہاں پھرے جاتے ہیں۔ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں سے اور ماپ کر دیتا ہے جسے چاہے۔ بیشک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے "۔

دوستو! جس طرح ہم اپنے ظاہری لباس کی صفائی کا خیال رکھتے ہیں اسی طرح باطنی لباس یعنی لباسِ دین و ایمان کی صفائی کا بھی خیال ہونا

چاہیئے۔ جس طرح ظاہری لباس یعنی کپڑوں پر چھوٹے چھوٹے داغوں اور دھبوں کی تعداد بڑھ جائے تو لباس انتہائی بدنما معلوم ہوتا ہے کوئی معزز سفید پوش آدمی ایسا لباس پہننا پسند نہیں کرتا۔

اسی طرح باطنی لباس یعنی لباسِ ایمان بھی چھوٹے چھوٹے گناہوں سے مسخ و بدنما ہوجاتا ہے۔

بدنما اور میلا لباس پہن کر بڑی مجلسوں، بادشاہوں کے درباروں اور بڑے لوگوں سے ملاقات کیلئے کوئی عقلمند جانا پسند نہیں کرتا۔

مگر افسوس صد افسوس ...... کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دینے اور اس سے ملاقات کرنے کیلئے گناہوں سے داغدار لباسِ ایمان پہن کر جانے سے نہیں شرماتے۔

عربی کے ایک شاعر نے اس موضوع میں کیا خوب کہا ہے۔

مـا بالُ دینِـك ترضٰی أن تُدنِّسَـه

وثوبُك الدَّهرَ مَغسُولٌ من الدّنسِ

ترجُو النجاةَ و لم تسلُك طریقتَها

إنّ السّفیـنةَ لا تجرِی علی الیبسِ

(۱) "یعنی کیا وجہ ہے کہ تو اپنے دین کے میلے ہونے پر راضی ہے جبکہ تیرا لباسِ ظاہری ہمیشہ میل سے صاف ہوتا ہے۔

(۲) تجھے نجات کی امید ہے مگر تو نجات کی راہ پر نہیں چلتا۔ یاد رکھ! کشتی خشکی پر کبھی نہیں چل سکتی"۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ سنت پر چلنے کی اور لباسِ باطنی

یعنی اعمالِ زندگی کو گناہوں اور لغزشوں سے پاک و صاف رکھنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

برادرانِ اسلام ! مسلمانوں کا مقام اللہ جل جلالہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کافروں کو بھی روزی دے رہے ہیں تو مسلمانوں کو کیسے محروم رکھیں گے۔

شیخ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی بات بیان فرمائی ہے۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری

(۱) ”اے ربّ کریم ! آپ کے خزانۂ غیب سے کفار بھی پوری طرح رزق حاصل کر رہے ہیں۔

(۲) آپ اپنے دوستوں (یعنی مسلمانوں) کو رزق سے کیوں محروم کرینگے جبکہ آپ رزق اور دنیاوی سہولتوں کے بارے میں دشمنوں یعنی کفار کی بھی رعایت کرتے ہیں“۔

بھائیو ! اللہ تعالیٰ کا نظامِ رازقیت بڑا محکم ہے۔ عجیب طریقوں سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں۔

ماہرینِ حیوانات نے لکھا ہے کہ کوّے کے بچے ابتدا میں سفید رنگ کے ہوتے ہیں اس لئے کوّا انہیں اجنبی بچے سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور ان کی پرورش اور دیکھ بھال نہیں کرتا۔

اس کے بعد کوّے کے بچے اپنا منہ کھول دیتے ہیں اور ایک خاص قسم کی مکھیاں اڑ اڑ کر ان بچوں کے منہ میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔

یہی مکھیاں ان کی غذا بن جاتی ہیں تا آنکہ وہ بچے کچھ بڑے ہو جائیں۔ چند دنوں کے بعد ان کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور کوّا ان کو اپنا بچہ سمجھ کر ان کی پرورش اور دیکھ بھال شروع کر دیتا ہے۔

آپ اندازہ کریں کہ کوّے کے بچوں کی پرورش اور ان کو رزق پہنچانے کا یہ نظامِ ربانی کتنا عجیب ہے۔

اسی وجہ سے عرب دعا میں کہتے ہیں۔ يا رازقَ الغُراب النُّعابِ في عُشّه .

یعنی " اے وہ رزّاق جو کوّے کے بچوں کو (انتہائی لطیف طریقے سے) ان کے گھونسلے میں رزق پہنچاتا ہے "۔

حلیۃ الاولیاء میں ہے۔ عن مكحول قال : كانَ من دعاءِ داود عليه الصلاة و السلام : يا رازق الغراب النّعابِ في عُشّه . حليه ج۵ ص۱۸۲ .

یعنی " حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ داود علیہ السلام بوقتِ دعا یہ کہتے تھے کہ اے کوّے کے چھوٹے بچوں کو گھونسلے میں رزق دینے والے "۔

داود علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں۔ ہر نبی و رسول کی خصوصی دعاؤں میں بڑی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ داود علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کی نرالی مصلحت اور عجیب وجہ تخصیص بیان کرتے ہوئے صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں۔

و ذلك أنّ الغراب اذا فَقَصَ عن فراخِه فَقَصَ عنها

بَيضَاءَ ۔ فإذا رآها كذلك نفرعنها ۔ فتفتَحُ أفواهَها فيرسِلُ الله عليها ذُباباً يدخُلُ أفواهها ۔ فيكون ذلك غذاءً لها حتى تَسوَدُّ ۔ فإذا اسوَدَّت انقطع الذبابُ عنها فعاد الغُراب إليها فغذاها ۔ كذا في الحلية ۔

یعنی " اس دعا کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ کوّا جب انڈوں کو بچے نکالنے کیلئے توڑتا ہے تو ابتداء میں وہ بچے سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ سفید رنگ کی وجہ سے کوّا ان بچوں سے متنفر ہوکر ان کی پرورش چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ کوے کے یہ بچے اپنے منہ (یعنی چونچیں) کھول دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاص قسم کی مکھیاں بھیج دیتے ہیں جو ان بچوں کے منہ میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ یہی مکھیاں ان بچوں کی غذا بنتی رہتی ہیں تا آنکہ ان بچوں کا رنگ سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد اِدھر ان مکھیوں کا آنا بند ہوجاتا ہے اور اُدھر کوّا اپنے بچوں کی طرف لوٹ کر آجاتا ہے اور ان کی پرورش شروع کر دیتا ہے "۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کا نظامِ رزق بڑا عجیب و لطیف اور نہایت محکم ہے۔

رزق کے بارے میں مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو عبرت انگیز شعر ہیں جو حلیہ (ج ۷ ص ۲۷۶) میں درج ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

كم من قويٍّ قويٍّ في تقلُّبِه

مهذَّبِ الرَّأيِ عنهُ الرِّزقُ مُنحَرِفُ

کم من ضعِیفٍ ضعیفِ العقل مختلطٍ
کأنـّه من خَلیج البحرِ یغترِفُ

(۱) یعنی ”کئی طاقتور انسان قوی الافعال اور بڑے عقلمند ہوتے ہیں مگر رزق کے دروازے ان پر بند ہوتے ہیں۔

(۲) اور کئی کمزور، کم عقل اور بیوقوف انسان سمندر اتنی دولت کے مالک ہو کر اس سے حسبِ منشا خرچ کرتے ہیں“۔

حضرات عظام ! اللہ تعالی سے رزقِ حلال طلب کیا کریں اور حرام مال سے اجتناب کیا کریں۔ حرام مال دنیا و آخرت کی آفات کا سبب ہے۔ طلبِ رزقِ حلال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خود نبی علیہ الصلاۃ و السلام بھی حصولِ رزق حلال کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما أنّ النبيَّ ﷺ کان یقول في دعائِه : اللّهم ارزُقنا من فضلِك ، ولا تحرِمنا رزقَكَ ، وبارِك لنا فیما رزقتَنا ، و اجعل غِنانا في أنفسنا ، و اجعَل رَغبتَنا فیما عندَك . اخرجه الأصبهانی في الحلیة ج۵ ص٦٦ . وقال : غریب من حدیث مسعر تفرد به عنه وکیع .

” سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ ! ہمیں اپنے فضل و کرم سے رزق نصیب فرما۔

اے اللہ ! اپنے رزق سے ہمیں محروم نہ فرما اور اپنے دیئے ہوئے رزق میں برکت ڈال دے۔ ہمارے دلوں کو غنی کر دے اور ہماری رغبت کو ان دائمی نعمتوں کی طرف پھیر دے جو تیرے پاس ہیں ‘‘۔

ایک حدیث پاک میں ہے۔ مَن کانَ للّٰہ کانَ اللّٰہ لہ ۔ ’’ جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے ‘‘۔

یعنی جو آدمی اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں اس کی مدد و نصرت فرماتے ہیں اور اللہ جل جلالہ جس کے مددگار و ناصر ہوں اس کو بہر صورت رزق پہنچاتے ہیں۔

حلیۃ الاولیاء (ج ۸ ص ۳۸) میں ایک واقعہ درج ہے۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شہر کوفہ جانے کیلئے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کا رفیقِ سفر ہوا۔

ابراہیم بن ادہمؒ ہر میل کی مسافت کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ ہم ایک مدت تک جنگل و بیابان میں رہے۔ ہمارے کپڑے بھی پھٹ گئے۔ بالآخر ہم کوفہ شہر میں داخل ہوئے اور ایک غیر آباد مسجد میں قیام کیا۔

ابراہیم بن ادہمؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے حذیفہ ! تم بہت بھوکے معلوم ہو رہے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ بہت زیادہ بھوک لگ رہی ہے۔ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ قلم اور کاغذ لاکر مجھے دو۔ میں باہر نکلا اور کسی سے قلم و دوات اور کاغذ لے کر انہیں دیا۔ ابراہیمؒ نے رقعے پر یہ لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ أنتَ المقصود إلیہ بکُلّ

حال و المشار إليه بكلّ معنىً .

یعنی " بسم اللہ کے بعد یہ تحریر فرمایا کہ اے اللہ ! آپ ہر حال میں مقصود ہیں اور ہر مقصد کیلئے مرجع ہیں " ۔

پھر ابراہیم بن ادہمؒ نے درج ذیل اشعار لکھے، جن کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! چھ امور میں سے تین آپ کے ذمّے ہیں اور تین میرے ذمّے ہیں ۔ میری غذا ، لباس اور جوتا پگڑی وغیرہ آپ کے ذمّے ہیں اور ذکر کرنا ، شکر کرنا اور آپ کے دربار میں حاضری دینا میرے ذمّے ہیں ۔ وہ اشعار یہ ہیں ۔

أنا حاضر أنا ذَاكِر أنا شاكِر

أنا جائِع أنا حاسِر أنا عَارِی

هیَ سِتَّة وأنا الضّمين بِنِصفِها

فکُنِ الضّمِينَ لِنِصفِها يا بارِی

مدحِی لِغيرِك لفحُ نارٍ خُضتُها

فأجُرْ فَدَيتُك من دُخُولِ النار

(۱) یعنی " (اے اللہ !) میں (عبادت کیلئے) حاضر ہوں ، ذاکر ہوں اور شاکر ہوں ۔ میں بھوکا ہوں ، ننگے سر ہوں اور لباس سے عاری ہوں ۔

(۲) یہ چھ امور ہیں ۔ ان میں سے پہلے تین امور (یعنی عبادت ، ذکر اور شکر) میرے ذمے ہیں اور اے اللہ ! باقی نصف (یعنی رزق ، لباس اور پگڑی وغیرہ) کے آپ ضامن ہوجائیں ۔

(۳) آپ کے سوا کسی غیر کی مدح وثنا کرنا میرے لئے آگ میں داخل

ہونے کے مترادف ہے۔ اے اللہ ! آپ مجھے غیر کی محتاجی اور اس کی مدح کی آگ سے بچائیں "۔

حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رقعہ لکھ کر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جائیے اور صرف اللہ تعالی کی طرف اپنے قلب کو متوجہ رکھئے اور جو شخص سب سے پہلے ملے اسے یہ رقعہ دیدیجئے۔

میں رقعہ لیکر باہر نکلا تو ایک شخص جو خچر پر سوار تھا سب سے پہلے ملا۔ میں نے وہ رقعہ اسے دیا وہ پڑھ کر رونے لگا اور کہا کہ جس نے تمہیں یہ رقعہ دیکر بھیجا ہے وہ خود کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ فلاں مسجد میں ہے۔

پھر اس شخص نے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکال کر مجھے دی۔ میں نے اس سے تفصیلِ احوال پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہے۔

حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے واپس آکر ابراہیمؒ کو سارا قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تھیلی اسی طرح رکھ دو۔ اسے ہاتھ نہ لگانا۔ وہ عیسائی خود ابھی یہاں آجائیگا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ عیسائی آگیا اور آکر ابراہیمؒ کے سر کو بوسے دینے لگا اور کہنے لگا اے شیخ ! اللہ تعالی کی طرف آپ کی دعوت و رہنمائی بہت بہتر ہے۔

پھر وہ عیسائی مسلمان ہوگیا اور ابراہیم بن ادہمؒ کا مرید بن گیا۔

قال : فانکبّ علی رأس ابراهیم فقال : یا شیخ ! قد حسُن إرشادُك إلی الله . فأسلَم وصار صاحبًا لابراهیم ابن ادهم رحمه الله تعالی .

یعنی " وہ ابراہیم بن ادہمؒ کے سر پر بوسہ دینے کیلئے جھک گیا اور کہا۔ اے شیخ ! اللہ تعالیٰ کے مبارک دین کی طرف آپ کی دعوت بہت اچھی ہے۔ پھر وہ اسلام لے آیا اور ابراہیم بن ادہمؒ کا مصاحب و مرید بن گیا "۔

برادران اسلام ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم ہیں۔ ان کے ہر فعل میں کئی مصلحتیں و حکمتیں ہوتی ہیں۔

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو تنگدست اور فلاں شخص کو دولتمند کیوں بنایا۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا امتحان تنگدستی سے اور بعض کا امتحان دولتمندی سے لیتے ہیں۔

نیز ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انہیں دولتمند بنا دیا جائے تو وہ سرکش ہو کر کفر اختیار کرلیں۔ تو ایسے لوگوں کیلئے تنگدستی بہتر ہوتی ہے۔

حافظ الحدیث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ عن عبید اللہ بن عائشة قال : قال سفیان بن عیینة : لَولا أنّ اللہ طَأطَأَ من ابنِ آدم بِثلاثٍ ما أطاقه شيء . وإنَّهُنّ لفیه . و إنه علی ذلك لَوَثّاب : الفقرُ ، و المرضُ ، و الموتُ . حلیة الاولیاء ج۷ ص۲۷۷ .

" عبید اللہ بن عائشہ کی روایت ہے کہ سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا

کہ اگر ابن آدم کو اللہ تعالیٰ تین تباہ کن چیزوں کے ذریعے پست نہ فرماتے تو اس کا تکبر و فساد حد سے زیادہ بڑھ جاتا اور کوئی چیز اس کا شر برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ افسوس کہ انسان ان تباہ کن چیزوں میں مبتلا ہونے کے باوجود شر و فساد کے میدان میں چھلانگیں لگاتا رہتا ہے۔ سرکشی اور شرِّ انسانی کو دبانے والی وہ تباہ کن تین چیزیں یہ ہیں (۱) فقر وافلاس (۲) امراض (۳) موت "۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے، فساد سے، سرکشی سے اور ان اعمال سے بچائیں جو اللہ عزوجل کی ناراضگی اور غضب کے موجب ہیں۔ اور ان اعمال کی توفیق نصیب فرمائیں جو سعادتِ دارین کے اسباب ہیں۔ آمین۔

باب ٦

قوت لایموت پر قناعت کرنا اور فقر و بقدرِ گزارہ مال پر صبر کرنا اور راضی ہونا عظیم سعادت ہے۔

مشہور محدّث و ولی اللہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ بعض محدثین نے فقر و تنگدستی کو عقلمندی اور دانائی کے دس ثمرات اور علامات میں سے ایک اہم علامت و ثمرہ شمار کیا ہے۔

چنانچہ حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ حلیہ (ج ۷ ص ۲۸۲) میں روایت کرتے ہیں۔

عن ايوب عن سفيان بن عيينة رحمه الله تعالى عن بعض اهل العلم قال : لم يعبد الله بمثلِ العقل . ولا يكون عاقلاً حتى تكون فيه عشر خصال . فعَدَّ منها تسعةً :

حتى يكون الكبر منه مأمونا ، والرشد منه مأمولاً ، وحتى يكون الذّل أحبّ اليه من العزّ ، والفقر أحب اليه من الغنٰى ، و حتى يستكثر قليل المعروف من غيره ، و يستقلّ كثيره من نفسه ، و حتى يكون نصيبه من الدنيا القوت ، وحتى يكون طالباً للعلم طولَ عمره ، والأخرٰى

شاد بها مجده ، و علا بها ذكره ، ولا يلقاه أحد إلاّ رأى نفسه دونه .

یعنی ”سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض اہلِ علم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عقل کی طرح کسی چیز نے اللہ تعالی کی عبادت نہیں کی۔ یعنی عقلمند ہونا اللہ تعالی کی عبادت کا اہم ذریعہ ہے۔ اور آدمی اس وقت تک عقلمند نہیں کہلا سکتا جب تک اس میں دس صفات نہ ہوں۔ پھر انہوں نے صرف نو صفات بیان کیں (اور دسویں صفت ذکر نہ کی)۔

اول یہ کہ وہ تکبر سے بالکل محفوظ ہو۔

دوم یہ کہ لوگوں کو اس شخص سے ہدایت کی امید ہو۔

سوم یہ کہ وہ اپنے نفس کی ذلت کو عزت سے زیادہ محبوب سمجھے (یعنی تواضع اختیار کرے اور بے جا و ناحق اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے)۔

چہارم یہ کہ وہ فقر کو غنا سے زیادہ محبوب سمجھے۔

پنجم یہ کہ دوسروں کی تھوڑی سی نیکی کو بھی زیادہ سمجھے۔

ششم یہ کہ اپنی زیادہ نیکی کو بھی کم سمجھے۔

ہفتم یہ کہ دنیا میں بقدرِ گزارہ رزق اس کا مقدر اور نصیب ہو۔

ہشتم یہ کہ وہ پوری عمر علمِ دین کا طالب رہے۔

نہم یہ کہ اس کے مرتبے اور اس کے ذکر کی بلندی اس بات میں مضمر ہے کہ وہ جب بھی کسی شخص سے ملے اپنے آپ کو اس سے حقیر سمجھے“۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ قوت لایموت یعنی بقدرِ گزارہ رزق کی کفایت

وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

إذا رضيتَ بميسورٍ من القوت

أصبحتَ في الناس حرًّا غير ممقوتِ

يا قوت نفسي ! إذا ما درّ خلقك لي

فلستُ آسىٰ على دُرٍّ وياقوتِ

(۱) ”جب تو بقدرِ گزارہ رزق پر راضی ہوجائے تو لوگوں میں تو آزاد ومحترم اور غیر مبغوض ہوجائیگا (یعنی لوگ تجھے نفرت کی نگاہ سے نہیں بلکہ عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے)۔

(۲) اے میری قُوت لایموت ! جب تو مجھے حاصل ہوجائے تو مجھے موتیوں اور یواقیت کے فقدان وانعدام کا تھوڑا سا افسوس بھی نہیں (یعنی جو رزق میرا مقدر ہے اگرچہ قلیل اور قوت لایموت ہو وہ مجھے مل جائے تو موتیوں اور یاقوت کے نہ ملنے کا افسوس نہیں)“۔

کثرتِ مال و دولت کوئی بڑی سعادت نہیں ہے۔سب سے بڑی سعادت اور خوش قسمتی یہ ہے کہ انسان قوت لایموت پر گزارہ کرتے ہوئے صبر کرے اور آخرت کی آسائشوں کو مقصود اصلی بنائے۔ گناہوں سے بچتے ہوئے اور نیک اعمال اختیار کرتے ہوئے موت کیلئے تیاری کرے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں کیا خوب فرمایا ہے۔ ذیل طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۴۱۲ میں ان کے یہ اشعار درج ہیں۔

يا ساكنَ الدنيا تأهَّبْ وانتظِرِ يومَ الفراق

و أعدَّ زادًا للرّحيل فسوف يُحدىٰ بالرِفاق

وابكِ الذنوبَ بأدمعٍ تنهلّ من سُحب المآقی

یا من أضاعَ زمانَه أرضيتَ مـا يفنِي بباق

(۱) یعنی ” اے دنیا میں رہنے والے انسان ! (کُوچ کرنے کی) تیاری کر اور یوم فراق (یعنی موت کے دن) کا انتظار کر۔

(۲) اور سفر کیلئے زادِ راہ تیار کر۔ عنقریب ساتھیوں سمیت تیری روانگی کی منادی ہونے والی ہے۔

(۳) اپنے گناہوں پر روتے ہوئے اتنے آنسو بہا کہ تیری آنکھوں سے بادلوں کی طرح پانی جاری ہو جائے۔

(۴) اے وہ شخص جس نے اپنی پوری عمر ضائع کر دی۔ کیا تو ہمیشہ رہنے والی چیز کے مقابلے میں اس چیز پر راضی ہے جو فانی ہے “ ؟

برادران کرام ! ہر مسلمان کے لئے کامیابی کی راہ یہ ہے کہ وہ خدا تعالی کا ہو جائے اور وہ اعمال اختیار کرے جن کے ذریعے آخرت کی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ وہ راہ ہے جس میں آسودگی ہے۔

خواہی کہ شوی شاد، نہ گردی غمگین

از خلق کنارہ گیر ، و تنہا بنشین

آسودگیٔ ہر دو جہان است ہمیں

یک حرف ز من بشنو و راحت بگزین

ان دو شعروں کا مضمون بڑا جامع اور دارین میں مفید ہے۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ برے لوگوں اور برے اعمال سے اجتناب کرنے میں ہی مسرت وراحت و آسودگی ہے۔ ان دو شعروں کا منظوم اردو ترجمہ یہ ہے۔

راحت کی ہو گر خواہش غم سے ہو اگر نفرت
دنیا سے جدا ہو جا ڈھونڈ اپنے لئے عُزلت
آسودگی اس میں ہی پنہا ہے دو عالم کی
یہ میری نصیحت سن اے شیفتۂ راحت

آخرت کی خوشی ہی حقیقی خوشی ہے۔ وہ دائمی و ابدی ہے۔ دنیا کی زینت وسہولت و خوشی موہوم حباب اور خیالی سراب کی سی ہے۔

ایں ہستی موہوم حباب است ببیں
ایں بحر پر آشوب سراب است ببیں
از دیدۂ باطن بنظر جلوہ گر است
عالَم ہمہ آئینہ ، و آب است ببیں

اس رباعی کا حاصل یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز خیالی چیزوں کی طرح غیر ثابت اور غیر باقی ہے۔ دنیا حباب و سراب کی طرح فریب دہندہ ہے۔ اس رباعی کا منظوم اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

یہ ہستیٔ موہوم ہے مانندِ حَباب
از بحر پر آشوب جہاں شکل سراب
پائیگا جو تو دیدۂ دل سے دیکھے
یہ سارا جہاں مثل آئینہ و آب

قناعت انسان کو بے فکر کرتی ہے اور بے شمار غموں اور پریشانیوں کا ازالہ کرتی ہے اور حرص و حبِّ دنیا غموں اور پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے قوی اسباب میں سے ہیں۔

عن زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : من أصبح و همُّه الدنيا شَتَّتَ الله عليه أمره ، و فَرَّق عليه ضيعتَه ، وجعل فقره بين عينيه ، و لم يأته من الدنيا إلاّ ما كُتِبَ له . و من أصبح و همُّه الآخرة جمع الله له همّه ، و حفظ عليه ضيعته ، و جعل غناه في قلبه ، و أتته الدنيا و هى راغمة .

رواه ابن ماجه بسند جيد من حديث زيد بن ثابت . و رواه الترمذى من حديث أنس بسند ضعيف .

" حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو آدمی صبح کرے اس حال میں کہ اسے دنیا کی فکر لگی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے امور (رزق ، اسبابِ رزق اور دیگر امور) کو بکھیر دیتے ہیں اور اس کی جائیداد اور اس کے پیشے سے متعلق امور کو متفرق کر دیتے ہیں اور فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتے ہیں (یعنی ہر وقت اسے فقر و تنگدستی کا خوف رہتا ہے) اور دنیا اسے صرف اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کیلئے مقدر کر دی گئی ہے۔

اور جو آدمی صبح کرے اس حال میں کہ اسے آخرت کی فکر اور غم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی فکر و غم اور اس کے امور کو سمیٹ دیتے ہیں۔ اور اس کی جائیداد اور پیشے سے متعلق معاملات و سامان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ اور اس کے دل کو غِنی کر دیتے ہیں۔ اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے "۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو خدا تعالی نے اس حدیث کے مطابق یہ سعادت نصیب فرمائی تھی کہ بجائے دنیا و مال و دولت کے ان کی تمام تر توجہ ذکر اللہ، عبادت اللہ، فکر آخرت اور خدمتِ اسلام و خدمتِ مسلمین کی طرف ہوتی تھی۔ وہ اگرچہ دولتمند تھے مگر ان کے دل میں دنیا کی محبت نہ تھی بلکہ آخرت و رضاء اللہ کی محبت سے ان کا سینہ معمور اور ان کا دل مخمور تھا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرت کی مسرتیں بھی مل گئیں اور دنیاوی دولت بھی ذلیل اور تابع ہوکر کثرت سے ان کے پاس آنے لگی۔ وہ دنیا سے بھاگتے تھے اور دنیا ان کے پیچھے بھاگ کر آتی تھی۔

اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

قال ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالی لابن شبرمة رحمہ اللہ تعالی : ألا ترى الى ابن الحائك هذا لا نُفتِي في مسألة إلاّ رَدَّ علينا يعني اباحنيفة رحمه الله تعالى . فقال ابن شبرمة رحمه الله تعالى : لا أدرى أهو ابن الحائك أم ماهو لكن أعلم أنّ الدنيا غدت إليه فهرب منها و هربتْ منّا فطلبناها .

یعنی ” ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن شبرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا (یہ دونوں بہت بڑے امام اور بہت بڑے عالم تھے) کہ کیا تو نے اس حائک (یعنی کپڑا بننے والے) کے بیٹے کو دیکھا ہے کہ ہم جس مسئلے کے بارے میں کوئی فتوی دیتے ہیں یہ اس کی تردید کر دیتا ہے۔ اس سے ان کی مراد

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔

تو حضرت ابن شبرمہؒ نے (ابن ابی لیلیٰؒ کے اعتراض اور ابن حائک کے طعنے کی تردید اور امام ابوحنیفہؒ کی عظمتِ علمی اور تقوی بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ وہ ابن حائک ہیں یا نہیں (مقصد یہ تھا کہ آپ نے جو ابن حائک کا طعن کیا ہے یہ غلط ہے) البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ دنیا ابوحنیفہ کے پاس بڑی کثرت سے آئی مگر وہ دنیا سے بھاگے اور ہماری حالت یہ ہے کہ دنیا ہم سے بھاگتی ہے اور ہم اس کی طلب میں لگے ہوئے ہیں"۔

ابن ابی لیلیٰؒ اور ابن شبرمہؒ دونوں ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصر علماء میں سے تھے۔ ابن ابی لیلیٰؒ وابن شبرمہؒ دونوں عہدۂ قضا پر فائز تھے۔ ابن شبرمہؒ تو مجتہدین کبار میں سے تھے۔ ابن ابی لیلیٰؒ اور ابن شبرمہؒ کے مذکورہ صدر مکالمہ (بشرطِ صحتِ نقل و روایت) کے بارے میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

اول۔ اس مکالمے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی لیلیٰؒ کسی وجہ سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ناراض تھے اور اس مکالمے کے ظاہر سے ناراضگی کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن ابی لیلیٰؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مابین بعض فتاویٰ و مسائل میں اختلاف تھا اور اس قسم کا اختلاف مجتہدین میں کثرت سے واقع ہوتا ہے۔

اس مکالمے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کے بعض غلط مسائل و فتووں کو ابوحنیفہؒ نے ردّ فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے ابن ابی لیلیٰؒ

ابو حنیفہؒ سے ناراض تھے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ناراضگی سبّ و شتم و طعن و تشنیع کا باعث ہوتی ہے۔

چنانچہ ابن ابی لیلیٰؒ نے عہدۂ قضا کے غرور کی وجہ سے بطورِ غصہ بے جا طعن کرتے ہوئے ابو حنیفہؒ کو ابن الحائک کہا۔ حائک کا معنی ہے کپڑا بننے والا۔

شاید اس طعن و سبّ کا مدار یہ بات تھی کہ ابو حنیفہؒ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ ممکن ہے کہ کپڑا بنانے کا کوئی چھوٹا بڑا کارخانہ بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لگایا ہو۔

اور یہ بات عیاں ہے کہ اس مدار کے پیشِ نظر ابن ابی لیلیٰؒ کا طعن و شتم اور ابو حنیفہؒ کو بطورِ غصہ ابن الحائک کا طعنہ دینا ناحق اور غلط تھا۔ کیونکہ کپڑے کی تجارت اور کارخانہ دار ہونا نہ عُرفاً عیب ہے نہ شرعاً اور نہ عقلاً۔

دوم ۔ مذکورہ مکالمے میں ابن ابی لیلیٰؒ کے غصے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن ابی لیلیٰؒ ابو حنیفہؒ کے ادلۂ مسائل کے جوابات دینے سے قاصر اور عاجز تھے اور واقعہ بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کیونکہ ابو حنیفہؒ کے ادلۂ مسائل اتنے قطعی اور مُسکِت ہوتے تھے کہ ان سے گلو خلاصی پانا اور قرآن و حدیث کے نصوص کی روشنی میں ان کے جوابات دینا ابن ابی لیلیٰؒ جیسے علماء کے بس میں نہیں تھا۔

اور ظاہر ہے کہ مباحثوں میں عاجز و لاجواب شخص ناحق غصے اور سبّ و شتم کا سہارا لیتا ہے۔ ابن ابی لیلیٰؒ نے بھی اس بے اصل سہارے

کے پیشِ نظر ابو حنیفہؒ کو ابن الحائک کہا۔

علماء کرام میں یہ بات مشہور و معروف ہے اور تجربہ اس کا شاہد و مؤیِّد ہے کہ مباحثہ و مناظرہ و مقابلہ میں شکست کھانے والا خصم اور اپنے دعوے کی تائید میں قوی ادلہ پیش کرنے سے اور اپنے مدمقابل کے الزامات و ادلّہ کے جوابات سے عاجز اور لاجواب شخص عموماً ہنسنے لگتا ہے اور پھر حسب موقع جب اس کا بس چلے تو غصے کا اظہار کرتے ہوئے سبّ وشتم پر اتر آتا ہے۔

ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں صحیح اور قابلِ قبول ادلّہ پیش کرنے سے عاجز آجانا ہی ابن ابی لیلیٰؒ کے غصے اور طعن کا سبب تھا۔

فوائد بہیہّ ص ۱۰۹ میں مشہور فقیہ ابو زید دبوسی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۴۳۰ھ کے احوال و ترجمہ میں مکتوب ہے۔

روی انه ناظر بعضَ الفقهاء فكان كلّما ألزمه ابوزيد تبسّم او ضحك .

یعنی " یہ بات منقول ہے کہ ابو زید دبوسیؒ کا ایک ہمعصر فقیہ کے ساتھ کسی مسئلہ پر مناظرہ ہوا۔ جب بھی ابو زید دبوسیؒ کوئی قوی اور پختہ دلیل پیش کرتے تو وہ فقیہ مسکرا دیتا یا قہقہہ لگاتا "۔

اس فقیہ کے لاجواب ہونے اور اس کے بار بار ہنسنے پر ابو زید دبوسیؒ نے یہ دو شعر پڑھے۔

مـا لی إذا ألزمتُه حُجّـةً

قـابَلَني بالضحـك و القهقهـهْ

إن كان ضحكُ المرءِ من فقهِهِ

فالدُّبُّ في الصحراء ما أفقَهَهُ

(۱) "کیا وجہ ہے کہ میں جب بھی کوئی قوی حجت و دلیل پیش کرتا ہوں وہ فقیہ جواب میں ہنستا ہے یا قہقہہ لگاتا ہے۔

(۲) اگر ہنسنا ہی آدمی کی فقاہت اور علم کی علامت ہے تو صحراء میں ریچھ سب سے بڑا فقیہ ہے (کیونکہ ریچھ ہنسی کی طرح اکثر دانت نکالتا رہتا ہے)"۔

سوم۔ مذکورہ صدر مکالمے سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ امام ابن شبرمہؒ نے ابن ابی لیلیٰؒ کے طعن کا برا منایا اور واضح کیا کہ اے ابن ابی لیلیٰ! آپ کا یہ طعن ناحق ہے۔ ابوحنیفہ نہایت شریف النسب والحسب و شریف الحرفۃ ہیں۔ وہ ابن الحائک نہیں ہیں۔

ابن شبرمہؒ نے فرمایا کہ مجھے آج تک کسی ذریعے سے معلوم نہیں ہوا کہ وہ ابن الحائک ہیں۔ البتہ بتواتر یہ بات ثابت ہے کہ ابوحنیفہ تقویٰ میں، ورع میں، عفّت میں اور توکّل علی اللہ میں بے مثال عالم ہیں اور ہم دونوں سے اس سلسلے میں ان کا مقام نہایت بلند ہے۔ ہم دنیا کے طالب ہیں اور وہ دنیا کے مطلوب ہیں۔

اس بیان کی توضیح یہ ہے کہ محاورۂ لغتِ عربیہ اور اصطلاحِ محدثین وائمۂ کرام میں لا أدری، لا أعلم، لا أعرف وهكذا صرف نفیٔ علمِ متکلم پر دال نہیں ہوتے بلکہ اس قسم کے الفاظ واقع میں اور خارج میں نفیٔ شیٔ و سلبِ شیٔ و عدمِ شیٔ پر دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ محدثین میں سے کوئی امامِ کبیر جب کسی حدیث کے بارے میں یوں کہہ دے لا أدری هذا الحدیث یا یوں کہہ دے لا أعلمه یا یوں کہے لا أعرفه تو اس قسم کے الفاظ کا مقصد حسبِ اصطلاحِ علماء کرام و محدثین عظام یہ ہوتا ہے کہ یہ سرے سے حدیث ہے ہی نہیں بلکہ یہ موضوع و غیر صحیح حدیث ہے اور باطل ہے۔

اس قانونِ مسلّم و اصطلاحِ معروف کے مطابق امام ابن شبرمہؒ نے ابن ابی لیلیٰؒ کے طعن کی تردید کرتے ہوئے فرمایا لا أدری أهو ابن الحائك الخ یعنی مجھے یقین ہے اے ابن ابی لیلیٰ کہ تیرا ابوحنیفہ پر یہ طعن کہ وہ ابن الحائک ہیں فی الواقع بالکل غلط، ناحق اور باطل ہے۔

چہارم۔ امام ابن شبرمہؒ بہت بڑے محدث، فقیہ، مجتہد، متقی و ولی اللہ تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے شریف النسب والحسب ہونے اور بہت بڑے زاہد، متوکّل علی اللہ، امانتدار اور ولی اللہ ہونے کے ثبوت کیلئے یہ دلیل کافی شافی اور قطعی ہے کہ امام ابن شبرمہؒ جیسے امام و مجتہد نے ان کی تعریف و مدح کی۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ اے ابن ابی لیلیٰ! ابوحنیفہ کے تقوی و امانت و توکّل علی اللہ و زہد کے مقابلے میں میری اور آپ کی (کیونکہ فطلبناها جمع کا صیغہ ہے جو ابن ابی لیلیٰ و ابن شبرمہ دونوں کو شامل ہے) کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ ابوحنیفہ کے پاس دنیاوی دولت آئی اور وہ دنیا سے بھاگے اور ہم دنیا کے طالب ہو کر دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ یعنی انہیں بڑے بڑے عہدے پیش کئے گئے لیکن انہوں نے سب

عہدے ٹھکرادیئے۔

پس ابوحنیفہ کا دل حبِّ دنیا سے خالی ہے اور حبِّ دنیا سے دل کا خالی ہونا تمام حسنات وطاعات کا داعی و مدار ہے۔ جس طرح حبِّ دنیا تمام سیئات اور گناہوں کا رأس اور داعی ہے۔

ابن شبرمہؒ کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تقوی وللّٰہیت مسلّم تھی۔

امام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مناسبت سے تبعًا ان کے چند مزید ایمان افروز و عبرت آموز و حیرت انگیز واقعات واحوال پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً ان احوال و واقعات کا یہاں ذکر فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ مشہور محدث ہیں کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں پہنچ کر لوگوں سے پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ ابوحنیفہ ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ بھی قول ہے ما رأيتُ أحدًا أورع من ابی حنیفة رحمه الله تعالى . یعنی " میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی متقی اور پارسا نہیں دیکھا " ۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہمارے دور میں کوئی آدمی مکہ مکرمہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔

ابوعاصم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کثرتِ نماز کی وجہ سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگ وتد (میخ) کہتے تھے۔

ابو مطیع رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ میں قیامِ مکہ کے زمانے میں رات کی جس ساعت میں طواف کرنے گیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو طواف میں مصروف پایا۔

یحییٰ بن ایوب الزاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **کان ابو حنیفة رحمه الله تعالى لاینام اللیل .** یعنی "ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ شب بیدار تھے"۔

اسد بن عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر لیتے تھے اور نماز میں کثرت سے رویا کرتے تھے۔ ان کی گریہ و زاری کی آواز سن کر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا۔

ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ روایت محفوظ ہے کہ ابو حنیفہؒ نے جس مقام پر وفات پائی وہاں انہوں نے سات ہزار مرتبہ کلامِ مجید ختم کیا تھا۔

ابو الجویریہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

صحبتُ حماد بن ابی‌سلیمان و محارب بن دثار و علقمة بن مرثد و عون بن عبدالله و صحبتُ اباحنیفة فما کان في القوم رجل أحسن لیلاً من ابی‌حنیفة . لقد صحبته أشهرًا فما منها لیلة وضع فیها جنبه .

یعنی "میں بڑے بڑے علماء وائمہ دین کی صحبت میں بیٹھا ہوں مثل حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد اور عون بن عبداللہ۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں بھی رہا ہوں۔ میں نے علماء و ائمہء دین کی جماعت میں کسی کو ابو حنیفہؒ سے بہتر شب گزار نہیں پایا۔ میں

مہینوں ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا، اس تمام زمانے میں ایک رات بھی میں نے ابوحنیفہؒ کو (بستر پر) پہلو لگاتے نہیں دیکھا "۔

مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ میں ایک رات مسجد میں داخل ہوا تو کسی آدمی کے قرآن پڑھنے کی آواز کان میں آئی جس کی شیرینی دل میں اثر کر گئی۔ میں اس قراءت کی شیرینی اور لذت سے لطف اندوز ہونے کیلئے بیٹھ گیا اور قرآن کی تلاوت سننے لگا۔ وہ بزرگ نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے۔

جب ایک منزل ختم ہوئی تو مجھے خیال ہوا کہ اب تو یہ بزرگ تھک کر رکوع کریں گے مگر وہ مسلسل پڑھتے رہے۔ انہوں نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا یعنی دس پارے۔

میرا خیال ہوا کہ اب تو وہ رکوع کریں گے مگر وہ پڑھتے رہے یہاں تک نصف قرآن ختم کیا اور رکوع نہیں کیا۔ اسی طرح وہ پڑھتے رہے تا آنکہ سارا کلام مجید ایک رکعت میں ختم کر لیا۔ میں نے دیکھا تو وہ قرآن پڑھنے والے بزرگ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔

خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے۔ عثمان بن عفانؓ، تمیم داریؓ، سعید بن جبیرؒ اور امام ابوحنیفہؒ۔

قاسم بن معن رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک رات ابوحنیفہؒ نے نمازِ تہجد میں یہ آیت پڑھی بل الساعة موعدهم والساعة أدهٰى و امرّ . یعنی " ان کا موعِد (وعدے کا وقت اور جگہ) قیامت ہے اور

قیامت بڑی آفت اور بہت تلخ ہے "۔ آپ تمام رات اس آیت کو دہراتے رہے اور شکستہ دِلی سے روتے رہے۔

زائدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے ابوحنیفہؒ کے ساتھ عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے۔ میں بیٹھا رہا۔ ابوحنیفہؒ کو معلوم نہ ہوا کہ میں مسجد میں ہوں۔ میں تنہائی میں ایک مسئلہ ان سے پوچھنا چاہتا تھا۔

ابوحنیفہؒ نے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ میں انتظار میں بیٹھا سنتا رہا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں۔

پڑھتے پڑھتے جب ابوحنیفہؒ اس آیت پر پہنچے **فمنّ الله علینا و وقٰنا عذاب السموم** ۔ یعنی " اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں شدید عذاب سے بچایا " تو اس آیت کو بار بار پڑھنا شروع کیا اور اسی آیت کو مکرر پڑھتے پڑھتے صبح ہوگئی یہاں تک کہ مؤذّن نے فجر کی اذان دیدی۔

یزید بن الکمیت رحمہ اللہ تعالیٰ جو برگزیدہ لوگوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شدید خوف تھا۔ ایک رات امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ اذا زلزلت پڑھی۔ ابوحنیفہؒ جماعت میں تھے۔ نماز ختم کر کے لوگ چلے گئے۔ میں چپکے سے مسجد کے کونے میں بیٹھا رہا۔

ابوحنیفہؒ کو معلوم نہ ہوا کہ میں مسجد میں ہوں۔ میں نے دیکھا کہ نماز کے بعد ابوحنیفہؒ اس سورۃ کی فکر میں غرق بیٹھے ہیں۔ تنفُّس جاری ہے گویا کہ وہ دل ہی دل میں رو رہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ چپکے سے

اٹھ چلوں۔ ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہوں۔

چنانچہ چراغ کو روشن چھوڑ کر چلا آیا۔ چراغ میں تیل بہت تھوڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ چراغ تھوڑی دیر کے بعد تیل ختم ہونے کی وجہ سے بجھ جائیگا۔

طلوعِ فجر کے وقت جب میں مسجد میں پھر آیا تو میں نے دیکھا کہ ابوحنیفہؒ اپنی داڑھی پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

یا مَن یجزی بمثقال ذرّۃِ خیرٍ خیرًا و یا مَن یجزی بمثقال ذرۃ شرٍّ شرًّا ! أجِر النعمانَ عبدَك من النار و ما یقرّب منها من السُّوء و أدخِله في سعة رحمتك .

" اے ذرّہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور اے ذرہ بھر برائی کا بدلہ دینے والے ! اپنے بندے نعمان کو آگ سے اور برائیوں سے جو آگ کے قریب کرتی ہیں بچائیں اور اسے اپنی رحمت کی فضا میں داخل فرمائیں "۔

صاحبِ واقعہ یعنی یزید بن الکمیتؒ کہتے ہیں کہ میں نے اذان دی۔ آکر دیکھا تو چراغ اسی طرح روشن تھا اور ابوحنیفہؒ اسی طرح غمگین و متفکّر کھڑے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا قندیل یعنی چراغ لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں صبح کی اذان دے چکا ہوں۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جو دیکھا ہے اس کو چھپانا۔ یعنی میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا۔ یہ کہہ کر صبح کی سنتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے۔ میں نے تکبیر کہی تو جماعت میں شریک ہوئے۔ ابوحنیفہؒ نے ہمارے ساتھ صبح

کی نماز اوّلِ شب کے وضو سے پڑھی۔

امام ابوحنیفہؒ ہر قسم کے مشتبہ مال سے بڑی شدت سے بچنے کی کوشش فرماتے تھے۔ کتبِ تاریخ میں درج ہے کہ ایک بار اپنی دکان کے کپڑوں کے تھانوں میں سے ایک تھان میں کوئی نقص تھا۔ اپنے شریک حفص بن عبدالرحمٰن کو ہدایت کی کہ جب یہ تھان بیچو تو خریدار کو اس کا عیب بتا دینا۔

حفص بھول گئے۔ سارے تھان بک گئے۔ یہ بھی یاد نہ رہا کہ عیب والا تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب ابوحنیفہؒ کو یہ معلوم ہوا تو سارے تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔ خود حفص کے بیٹے علی نے اس واقعے کی روایت کی ہے۔

عقود الجمان وغیرہ میں یہ واقعہ ذرا تفصیل سے مذکور ہے۔ اس میں یہ درج ہے کہ جب حفص بن عبدالرحمٰن نے قیمت لا کر امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پیش کی اور امام صاحب کے دریافت کرنے پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا تو امام صاحب نے سارے سامان تجارت کی قیمت جسے حفص نے ۳۰ ہزار درہم میں فروخت کیا تھا صدقہ کر دی تاکہ مال مشتبہ کے استعمال سے مکمل اجتناب ہو۔

علی بن میمون رحمہ اللہ تعالیٰ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے امام شافعیؒ نے فرمایا۔

إنّی لأتبرّك بأبی حنیفة . وأجیٔ الی قبره في كل یوم یعني زائرًا . فاذا عرضتُ لی حاجة صلّیت ركعتین . و

جئتُ الی قبرہ و سألت اللّٰہ تعالی الحاجة عندہ . فما تبعد عنيّ حتي تقضٰی .

یعنی "میں ابوحنیفہؒ کے توسُّل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی"۔

امام شافعیؒ کا قبرِابی حنیفہؒ کی زیارت والا یہ واقعہ نہایت اہم ہے۔ محدث کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ نے محقّق التقوّل في مسألة التوسُّل میں اس واقعے کی سند کو صحیح بتایا ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے بھی تاریخ بغداد میں امام شافعیؒ کا یہ واقعہ با اسناد نقل کیا ہے۔

حسن بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کان ابوحنیفة شدید الورع ، هائباً للحرام ، تارکًا لکثیر من الحلال مخافةَ الشبهة . ما رأیت فقیهًا قطّ أشدّ صیانةً منه لنفسه و لعلمه .

یعنی "ابوحنیفہؒ نہایت متقی اور حرام مال سے ڈرنے والے تھے۔ اور اکثر حلال رزق بھی معمولی شبہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے۔ میں نے ایسا فقیہ کبھی نہیں دیکھا کہ جو اپنے نفس اور اپنے علم کو مشتبہ چیزوں سے اس قدر بچاتا ہو"۔

حضرات کرام! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بزرگ کتنے دانا تھے۔ انہوں نے اس دنیا کی حقیقت کو اور اپنے مقصد کو خوب سمجھا اور اس کے

مطابق زندگی گزاری۔ انہوں نے اپنی زندگی کو حرام کاموں سے بچایا۔ عبادت وذکراللہ کو مقصودِ زندگی سمجھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہو گئے۔ عبادت وذکراللہ کے بغیر یہ دنیا فریبِ ہستی، خواب اور افسانہ ہے۔

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی
بلند اپنا تخیُّل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے، فریبِ خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

کسی کو رات دن سرگرمِ فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
بس اِک مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

زید بن ابی الزرقاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قال رجل لأبی حنیفة رحمه اللّٰہ تعالی : تُعرَض علیك الدنیا و لك عیال . فقال : اللّٰہ للعیال و إنما قُوتی في الشهر درهمان . فما جمعی لمن یسألني اللّٰہ عن الجمع له إن أطاعوا اللّٰہ او عصوه . فانّ رزق اللّٰہ غادٍ و رائح علی العاصین و المطیعین . ثم یقول : و في السماء رزقکم و

ما توعدون .

یعنی " ایک آدمی نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ کے سامنے دنیاوی مال پیش کیا جاتا ہے (اور آپ ٹھکرا دیتے ہیں) حالانکہ آپ کے اہل و عیال بھی ہیں (یعنی اہل و عیال کیلئے نان و نفقہ کی ضرورت ہوتی ہے)۔

تو ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اہل و عیال کیلئے تو اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور وہی ان کے رازق ہیں۔ اور میرا خرچ مہینے میں صرف دو درہم ہیں۔ پس میں نے مال ان لوگوں (گھر والوں) کیلئے کس لئے جمع کرنا ہے جن کے بارے میں مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے چاہے وہ گھر والے مطیع ہوں یا نافرمان ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا رزق تو صبح و شام پہنچتا ہے نافرمانوں کو بھی اور فرمانبرداروں کو بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بھی فرماتے ہیں کہ تمہارا رزق اور جس چیز کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے آسمانوں میں ہے (یعنی اس کے ہم ذمہ دار ہیں) "۔

اس قصے سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہؒ کے پاس امراء و رؤساء کی طرف سے بطورِ ہدایا و تحائف بڑی دولت آتی تھی مگر آپ قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔

نیز اس قصے سے معلوم ہوا کہ وہ اہل و عیال کے رزق کے بارے میں بڑے متوکّل علی اللہ تھے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے رزق کے بارے میں وہ

نہایت کفایت شعار تھے اور سارے مہینے میں وہ اپنے کھانے پر صرف دو درہم خرچ کرتے تھے۔

فیض بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں ابوحنیفہؒ سے ملا (شاید یہ وہ زمانہ تھا جس میں ابوحنیفہؒ بغداد میں محبوس اور اسیر تھے) میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے کام کے سلسلے میں کوفہ جارہاہوں۔ لہٰذا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتلا دیں۔ (ابوحنیفہؒ کوفہ کے باشندے تھے) ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

إيتِ ابني حمادًا فقل له : يا بُنَيّ ! إنّ قُوتي في الشهر درهمان . فمرةً للسويق و مرةً للخبز . و قد حبستَه عنّي فعجّله عليّ .

یعنی " میرے بیٹے حماد کے پاس جانا اور اسے میرا یہ پیغام دینا کہ مہینے میں میرا خرچ صرف دو درہم ہیں۔ میں کبھی ان دو درہموں سے ستو خریدتا ہوں اور کبھی روٹی ۔ تم نے وہ دو درہم بھی میری طرف ابھی تک نہیں بھیجے۔ لہٰذا وہ جلدی بھیج دو "۔

ابوحنیفہؒ کے اس واقعہ سے سابقہ واقعے کی تائید و تصدیق ہوئی اور ثابت ہوا کہ کھانے پینے میں وہ تکلّفات سے بہت دور تھے۔ نہایت سادگی پسند تھے اور قوت لایموت پر گزارہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے پر وہ سارے مہینے میں صرف دو درہم خرچ کیا کرتے تھے۔

کھانے پینے پر سارے مہینے میں صرف دو درہم پر اکتفا کرنا نہایت حیرت انگیز بات ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابوحنیفہؒ بڑے

زاہد تھے اور دنیا کی ہر قسم کی لذتوں اور آسائشوں سے مجتنب تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نُورِ قناعت، نُورِ عبادت اور نُورِ ذکر اللہ نصیب فرمائیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اسلافِ کرام، ائمۂ فخام اور اولیاء عظام کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کی پاکیزہ سیرت کے اتّباع کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

باب ۷

حضرات کرام! مذکورہ صدر ایمان افروز واقعات سے خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماہوار خرچ کے واقعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے اسلافِ کرام کی زندگی کتنی پاکیزہ، ان کا کردار کتنا بلند اور ان کی سیرت کتنی اعلیٰ تھی۔ آپ ذرا غور و فکر کریں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ واقعہ کتنا دردانگیز و حیرت انگیز ہے کہ ان کا ماہوار خرچ صرف دو درہم تھا۔ دو درہم کے خرچ سے تو قوت لایموت کا حاصل ہونا بھی نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ باقی ضروریاتِ زندگی بھی انہی دو درہموں سے پوری کی جائیں۔ یہ زہد و تقویٰ و سادگی کی انتہا تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماہوار دو درہم کے خرچ سے اور سادگی کے اس واقعہ سے مجھے اپنے بعض بزرگوں کی ٹکے والی یعنی دو پیسے والی دعوتِ طعام کا واقعہ یاد آیا۔ یہ واقعہ ہمارے اسلافِ ہند کی سادگی کا مکمل نمونہ ہے۔ دعوت والا یہ واقعہ بعض کتابوں میں یوں منقول ہے۔

کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا فخر الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مرزا جانِ جاناں رحمہ اللہ تعالیٰ تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے چاہا کہ تینوں حضرات کا امتحان لیا جائے

کہ کس کا مرتبہ بڑا ہے۔

یہ شخص پہلے شاہ ولی اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت کل آپ کی میرے یہاں دعوتِ طعام ہے۔ قبول فرمائیں اور دن کے نو بجے غریب خانہ پر خود تشریف لائیں۔ میرے بلانے کے منتظر نہ رہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا۔

اس کے بعد وہ شخص مولانا فخر الدینؒ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ کل ساڑھے نو بجے میرے بلائے بغیر میرے مکان پر تشریف لائیں اور ما حضر تناول فرمائیں۔

یہاں سے اٹھ کر یہ شخص مولانا مرزا جانِ جاناںؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہوسکوں گا۔ کل پورے دس بجے دن کو دعوتِ طعام کے سلسلے میں میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئیں۔

تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقتِ مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہنچ گئے۔

میزبان نے تینوں کو الگ الگ کمروں میں بٹھایا اور چلا گیا۔ کئی گھنٹے گزر گئے اور اس شخص نے مہمانوں کی کوئی خبر نہ لی۔

جب ظہر کا وقت قریب ہوا تو پہلے شاہ ولی اللہؒ کی خدمت میں وہ شخص حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا کہ حضرت کیا کہوں گھر میں تکلیف ہوگئی تھی اس لئے کھانے کا انتظام نہ ہوسکا۔ دو پیسے نذر کئے اور کہا کہ ان کو قبول فرمائیے۔

شاہ صاحب نے خوشی سے دو پیسے لے لئے اور فرمایا کہ کیا مضائقہ، بھائی گھروں میں اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ یہ فرما کر چل دیئے۔

بعض ناقلین کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے خاموشی کے ساتھ دو پیسے لے لئے اور کچھ کہے بغیر چل دیئے۔

پھر یہ شخص مولانا فخرالدین چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت میں ایک کام پر چلا گیا تھا اور دعوت کا بالکل خیال نہ رہا۔ اس وقت بڑی دیر ہوگئی۔ کھانے کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ اور دو پیسے ان کی خدمت میں پیش کئے۔

مولانا چشتیؒ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ بھائی یہ بھی تمہارا احسان ہے کیونکہ اگر ہم صبح سے اس وقت تک مزدوری کرتے تب ایک ٹکہ کے مستحق ہوتے، اور تم نے ہم کو آرام سے بٹھا کر ایک ٹکہ دیدیا۔ اور کھڑے ہوکر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا کر دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

پھر وہ شخص حضرت مرزا جان جاناںؒ کی خدمت میں پہنچا اور وہی عذر بیان کر کے دو پیسے نذر کئے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو لے کر اپنی جیب میں ڈال لئے مگر ناخوش ہوکر اور پیشانی پر بل ڈال کر فرمایا۔ کچھ مضایقہ نہیں مگر خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا اور ہمیں ایسی تکلیف مت دینا۔ یہ فرما کر تشریف لے گئے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ میزبان نے تینوں کو ایک ہی جگہ

بٹھایا تھا اور دو دو پیسے قبول کرنے کے بعد مرزا صاحب کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ مرزا صاحب ناخوش ہوئے اور یہ کہا کہ تو نے ان حضرات کا وقت ضائع کیا۔ کیونکہ شاہ صاحب اس وقت تک حدیث پڑھاتے اور مولانا فخرالدین صاحب اپنے مریدوں کو فائدہ پہنچاتے۔ میں اپنی نسبت اور اپنے بارے میں کچھ نہیں کہتا کہ میں کیا کرتا۔

اس قصے کے راوی و ناقل جیسا کہ کئی کتابوں میں مکتوب ہے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بھی ہیں ، حاجی امداد اللہؒ بھی ہیں اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی۔ میں نے مذکورہ صدر بیان میں اس واقعے کے مختلف الفاظ و عباراتِ منقولہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ارواح ثلاثہ ص ۱۶ ، ص ۲۳۔

نیز کتابوں میں یہ بھی مکتوب ہے کہ اس شخص یعنی میزبان نے یہ قصہ کئی علماء اور بزرگوں سے تفصیلاً بیان کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ بعض بزرگوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شاہ فخرالدین صاحب فنِّ درویشی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی بات بہت انکساری کی ہے۔ ان کے اس رویّے سے چشتیت ٹپکتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے وہ نذر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کھڑے ہو کر قبول فرمائی۔ اور اس سے کم درجہ شاہ ولی اللہؒ کا ہے کہ نذرانہ قبول کرنے کیلئے کھڑے تو نہیں ہوئے مگر خاموشی سے بخوشی نذرانے کو قبول فرمالیا۔

اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ شاہ ولی اللہؒ

کی بات بڑھی ہوئی ہے اور ان کا مقام و مرتبہ اعلیٰ ہے کیونکہ ان کے نفس نے اصلاً کوئی حرکت نہ کی، نہ مدح و تعریف کی، نہ شکریہ ادا کیا اور نہ چیں بجبیں ہوئے۔ بلکہ خاموشی سے نذرانہ قبول فرمایا۔

اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب کا درجہ بہت بلند ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ باوجود اس قدر نازک مزاج ہونے کے اتنا تحمل کیا اور صبر فرمایا اور یہ جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ عدل کا تقاضا وہی ہے جو کچھ مرزا صاحب نے فرمایا۔

مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرے دل کا میلان بھی حضرت گنگوہیؒ کی رائے کی طرف ہے۔

بہرحال اس واقعے سے اپنے اکابر و مشائخ کا اختلافِ مذاق اور اختلافِ آراء صاف ظاہر ہے۔

عبد ضعیف بازی کی رائے ان آراء مذکورہ سے مختلف ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مراتبِ خیر و تبلیغ و منازلِ اصلاح و ہدایت میں ہمارے مشائخ عظام کے مقامات و آراء و طریقے مختلف ہوتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف رحمت ہی ہے۔

قصۂ مذکورہ میں تینوں بزرگ مرشدین یعنی مربّین و معلّمین تھے۔ لیکن مولانا فخر الدینؒ و شیخ مرزا جانِ جاناںؒ دونوں چونکہ پیر تھے اس لئے ان پر تزکیہ و تربیتِ نفوس کا رنگ غالب تھا۔ مربّی کا مقصدِ اعلیٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ مریدوں کی تربیتِ نفوس و اصلاحِ باطن کرے۔ اس لئے مربی مقامِ اصلاح میں سکوت و خاموشی اختیار نہیں کرسکتا ورنہ تربیت

ناقص رہ جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مقامِ ہذا میں دونوں نے خاموشی اختیار نہیں کی۔

پھر تربیت و تزکیہ دو قسم پر ہے۔اول بالفعل والعمل ، دوم بالقول واللسان۔ ہر ایک قسم کے الگ مظاہر ہوتے ہیں۔بعض بزرگوں پر تربیت بالقول کا غلبہ ہوتا ہے اور بعض پر تربیت بالفعل کا غلبہ ہوتا ہے۔

قسم اول والا نصائح و قول باللسان کی بجائے زیادہ تر اپنے افعال کی تطہیر واصلاح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔یعنی اپنے نفس کی اصلاح پر زیادہ توجہ دیتا ہے تاکہ اس کی اصلاح اور اس کے مکارمِ اخلاق دیکھ کر مریدین اور دیکھنے والے اس کی اقتداء کریں۔ اور اصلاحِ نفس کا منتہی ہے تواضع و انکساری واماتتِ نفسِ امّارہ۔

مولانا فخرالدینؒ پر اسی قسم کی اصلاح اور اسی وصف کا غلبہ تھا۔اسی وجہ سے انہوں نے نہایت تواضع وانکساری کا اظہار فرمایا۔

اور شیخ مرزا جان جاناںؒ پر اصلاح بالقول و تزکیہ باللسان کا غلبہ تھا۔ اسی وجہ سے مرزا صاحب نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے میزبان کو آئندہ کیلئے ایسی غلطی سے اجتناب کی تنبیہ فرمائی۔اور یہ ناراضگی و تنبیہ اس میزبان کی اصلاح کے لئے نہایت ضروری تھی۔

باقی شاہ ولی اللہؒ محدِّث و معلِّم تھے ۔یہی وصف شاہ صاحب پر غالب تھا۔وہ وارثِ علومِ انبیاء علیہم السلام تھے۔اور میزبان کے ساتھ ان کا معاملہ صرف اَکل وشرب کا معاملہ تھا۔اَکل وشرب کے معاملے میں طعام میں نقص و کمی وبیشی یا قدرے تاخیر پر بحث کرنا اور شکوہ کرنا شانِ

علمِ نبوّت کے خلاف ہے بلکہ ایسے موقعہ پر سکوت بہتر ہوتا ہے۔

نیز ایسے موقع پر طعام کی مدح یا مذمّت و شکایت کی بجائے سکوت وتغافُل ہی اسوۂ نبوی ہے۔ کتاب شمائل ص ۱۸ میں ہے۔ غیر انه علیه السلام لم یکن یذمّ ذواقا و لا یمدحه . ای لا یذمّ الماکول والمشروب ولا یمدحه . یعنی " نبی ﷺ کھانے پینے کی چیزوں کی اور ان سے متعلق امور کی نہ تعریف کرتے تھے اور نہ مذمت "۔

نیز یہ دنیاوی امر تھا اور اپنے نفس اور اپنی ذات سے متعلق دنیوی معاملہ میں اسوۂ نبوی تغافُل و عدمِ غضب ہے۔ شمائل میں ہے۔ و لا تُغضبه الدنیا و لا ما کان لها . " محض دنیوی ذاتی معاملات کے بارے میں نبی ﷺ غصے کا اظہار نہیں کرتے تھے " یعنی ان کی طرف التفات کرنے کی بجائے تغافُل و خاموشی اختیار کرتے تھے۔

نیز شمائلِ ترمذی میں ہے۔ کان علیه السّلام یتغافل عمّا لا یشتهی . یعنی " نبی علیہ السلام کو جس چیز کی طلب و خواہش نہ ہوتی آپ اس سے تغافُل اختیار فرماتے تھے "۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ تغافُل کا نتیجہ سکوت و خاموشی ہے۔

سلف صالحین کے بعض اسی قسم کے واقعات سے بھی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریقۂ سکوت و خاموشی کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا شاہ ولی اللہؒ کا طریقہ بہتر و اولیٰ ہے۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ ابو عثمان حیری رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ کسی نے بطورِ آزمائش و امتحان ابو عثمانؒ کے کھانے کی دعوت کی۔

ابوعثمانؒ نے دعوت قبول کی اور اس داعی کے ساتھ اس کے گھر روانہ ہوئے۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو اس آدمی نے کوئی عذر پیش کیا۔ ابوعثمان رحمہ اللہ تعالیٰ واپس چل دیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص پھر پیچھے آیا اور کھانے کیلئے بلا کر لے گیا۔ ابوعثمانؒ پھر اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل پڑے۔ گھر کے قریب پہنچ کر اس شخص نے پھر کوئی عذر پیش کیا۔ ابوعثمانؒ خاموشی سے واپس ہوئے۔

اسی طرح اس شخص نے کئی مرتبہ ابوعثمانؒ کو بلا کر واپس کر دیا مگر ابوعثمانؒ خاموش رہے۔

یہ واقعہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

قال : و دُعي ابوعثمان الحيري رحمه الله تعالى إلى دعوةٍ . و كان الداعي قد أراد تجربتَه . فلمّا بلغ منزلَه قال له : ليس لي وجهٌ . فرجع ابوعثمان . فلمّا ذَهَب غير بعيد دعاه ثانياً فقال له : يا استاذ ! ارجع . فرجع ابوعثمان . فقال له مثل مقالته الأولى . فرجع .

ثم دعاه الثالثة و قال : ارجع . فرجع فلمّا بلغ الباب قال له مثل مقالته الاُولى . فرجع ابوعثمان . ثم جاءه الرابعة فردّه حتي عامله بذلك مرّات . و ابوعثمان لا يتغير من ذلك .

فأكبّ على رجلَيه و قال : يا استاذ ! إنما أردت أختبرك . فما أحسن خُلقَك .

فقال : إن الذى رأيتَ منيّ هو خُلقُ الكلبِ . إنّ الكلب إذا دُعِي أجاب و إذا زُجر انزجر . احياء العلوم ج۳ ص ٦١ .

یعنی " ایک مرتبہ ابوعثمان حیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک دعوت پر بلایا گیا۔ دعوت دینے والے کا ارادہ یہ تھا کہ ابوعثمانؒ کا امتحان لیا جائے۔ چنانچہ ابوعثمان جب اس شخص کے گھر کے قریب پہنچے تو اس نے کھانا کھلانے سے عذر پیش کیا۔ ابوعثمان خاموشی سے واپس ہوئے۔

ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ اس شخص نے دوبارہ آکر عرض کیا کہ اے شیخ ! وہ عذر اب ختم ہوگیا ہے آپ کھانا کھانے کیلئے تشریف لائیں۔ ابوعثمان پھر اس کے ساتھ واپس چل پڑے۔ گھر کے قریب جاکر اس شخص نے پھر اسی طرح معذرت کی جس طرح پہلے اس نے معذرت کی تھی۔ ابوعثمان خاموشی سے پھر واپس ہوئے۔

تیسری مرتبہ پھر اس شخص نے آکر عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چل کر کھانا کھائیں۔ ابوعثمان پھر اس شخص کے ساتھ واپس چل پڑے۔ گھر کے قریب جاکر پھر اس شخص نے پہلے کی طرح عذر پیش کر دیا۔ ابوعثمان پھر واپس ہوئے۔

وہ شخص چوتھی مرتبہ پھر آیا اور ابوعثمان کو کھانا کھلانے کیلئے اپنے ساتھ لے گیا اور پھر عذر پیش کر کے انہیں واپس لوٹا دیا۔

یہاں تک کہ اس شخص نے کئی مرتبہ ایسا کیا مگر ابو عثمانؒ خاموش رہے۔ ان کے چہرے پر کوئی تغیر نہیں آیا اور اس شخص کے اس برے معاملے پر کوئی ناراضگی محسوس نہیں کی۔

آخر میں وہ شخص ابو عثمانؒ کے پاؤں پر گر گیا اور عرض کیا کہ اے شیخ! میں اس برے معاملے کے ذریعے آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ آپ کتنے اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تو نے مجھ میں دیکھا ہے یہ کوئی کمال نہیں ہے کیونکہ یہ تو کتے کی عادت اور اس کا خلق ہے۔ کتے کو جب کھانے کی طرف بلایا جائے تو وہ آجاتا ہے اور جب اسے دور ہٹایا جائے تو وہ ہٹ جاتا ہے"۔

بھائیو! بزرگوں کے اعمال کتنے پاکیزہ تھے۔ ایسے پاکیزہ اعمال و بلند اخلاق والے مسلمان آج بہت کم ہیں۔ افسوس...... کہ مسلمان خوابِ غفلت میں محو ہیں۔ عبادت و ذکر اللہ کی بجائے دنیوی کاموں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جاگنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مسلمانو! اٹھو بہرِ عمل تیار ہو جاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا بس اب تیار ہو جاؤ
اُدھر اَغیار ہیں خوشیاں ہیں اور فرحت کا عالم ہے
اِدھر ہم ہیں دلِ پُر داغ ہے اور چشمِ پُرنم ہے

بہت غم ہیں مگر سب سے بڑا غم ہے تو یہ غم ہے
جو بہرِ سجدۂ حق تھا وہ سر پیشِ بتاں خم ہے
صحابہ کے طریقے پر جو ہم ثابت قدم ہونگے
تو بے جاہ وحشم ہی صاحبِ جاہ وحشم ہونگے
پھٹے حالوں میں بھی اس درجہ پُر بارُعب ہم ہونگے
کہ جتنے بھی یہ سرکش بُت ہیں سراُن سب کے خم ہونگے
مسلمانو ! اٹھو بہرِ عمل تیار ہو جاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا بس اب تیار ہو جاؤ
تمہارے گھر میں چوروں نے لگائی ہے نقب جاگو
تمہارا یہ لئے جاتے ہیں مال اسباب سب جاگو
پڑے ہو اب بھی غافل کر رہے ہو کیا غضب جاگو
بہت سوئے بہت سوئے بس اب جاگو بس اب جاگو

مرزا جان جاناںؒ کے بارے میں قصۂ دعوت کے آخر میں آپ نے شیخ گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ اشارہ ملاحظہ کرلیا کہ وہ نہایت نازک مزاج تھے۔

مرزا جان جاناں رحمہ اللہ تعالیٰ باوجود ولی اللہ اور مرشدِ عظیم ہونے کے نہایت لطیف الطبع، نازک مزاج اور حساس طبیعت والے تھے۔ ان کی لطافتِ طبع، نفاست اور نازک مزاجی کے بہت سے عجیب وغریب قصے تذکرہ نگاروں نے اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ ان میں سے چند واقعات کا ذکر دلچسپی اور نفع سے خالی نہ ہوگا۔

منقول ہے کہ مرزا جان جاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک شخص نے کھانے کی دعوت کی۔ چونکہ وہ شخص آپ کی نازک مزاجی سے واقف تھا اس لئے گھر کو خوب صاف کیا، جھاڑو دیا۔ جب گھر کو خوب ستھرا اور خوبصورت بنالیا تو مرزا صاحب کو بلایا۔ مرزا صاحب تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔

جب کھانا سامنے آیا اور مرزا صاحب نے نظر اٹھائی تو سر ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ وہ روڑا زمین سے کیسے اٹھا ہوا ہے۔ جب تک یہ نکال کر زمین ہموار نہیں کرو گے مجھ سے کھانا نہ کھایا جائیگا۔ چنانچہ اسی وقت روڑا نکال کر زمین کو ہموار کیا گیا تب مرزا صاحب نے نوالہ توڑا۔

اسی طرح منقول ہے کہ اگر کوئی چیز بے قاعدہ رکھی ہوئی ہوتی تو اسے دیکھ کر مرزا جان جاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دن شاہِ ہند بہادر شاہ بڑے اِلحاح اور بہت التجاء کے بعد اجازتِ حضوری ملنے پر زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ بہادر شاہ کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس نے پانی طلب کیا۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالے میں پانی ڈالکر پی لو۔ بادشاہ نے پانی پی کر پیالہ گھڑے پر رکھدیا۔

مرزا صاحب کی نظر جو گھڑے پر پڑی تو پیالہ ذرا ٹیڑھا اور ترچھا رکھا ہوا تھا۔ دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ آخر ضبط نہ ہوسکا۔ فرمایا جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہونگے ابھی تک خدمتگاری تو آپ کو آئی ہی نہیں ۔ ذرا دیکھئے۔ گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔ اس کے

بعد مرزا صاحب نے ترش لہجے کے ساتھ فرمایا کہ آئندہ ہمیں ایسی تکلیف نہ دینا۔

نیز منقول ہے کہ شاہ غلام علی صاحب حضرت مرزا صاحب کے خادمِ خاص تھے۔ وہ جب مرزا صاحب کو پنکھا جھلنے کیلئے کھڑے ہوتے تو بڑی احتیاط کرتے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ پنکھا ذرا آہستہ ہلتا تو حضرت فرماتے میاں تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے ؟ اور جب پنکھا ذرا تیز جھلتے تو مرزا صاحب فرماتے کہ تُو تو مجھ کو اُڑا دے گا۔

آخر ایک دن شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ ووں بن پڑے (یعنی آپ دونوں حالوں میں ناخوش ہیں) تو حضرت مرزا صاحب کو غصہ آگیا اور جھڑک کر فرمایا۔ ہمارا پنکھا چھوڑ دو۔ پھر شاہ غلام علی صاحب نے روکر عرض کیا حضرت غلطی ہوگئی ہے معاف فرمادیں۔ مرزا صاحب نے معاف کیا اور پنکھا جھلنے کی اجازت دیدی۔

مرزا صاحب کی نزاکتِ طبع کے بارے میں یہ دلچسپ بات بھی منقول ہے کہ ایک شخص کھانا زیادہ کھاتا تھا۔ لوگ اسے اَکُول (حد سے زیادہ کھانے والا) کہتے تھے۔ وہ جب مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کی صورت دیکھ کر زیادہ کھانے کے تصوُّر سے مرزا صاحب کے سر میں درد ہوجاتا اور کافی دیر تک سر تھامے بیٹھے رہتے۔

فِراش کے نیچے اگر کوئی سنگریزہ ہوتا اور بچھونا اُبھرا ہوا ہوتا اس پر اگر نظر پڑجاتی تو بے چین اور پریشان ہو جاتے تھے۔

برادران کرام ! اولیاء اللہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظرِ عنایت ہوتی ہے۔ ان کی صحبت و مجلس نہایت بابرکت اور موجبِ رشد و ہدایت ہوتی ہے۔ تمام اولیاء اللہ باطنی انوار و للّٰہیّت میں قدرِ اشتراک کے باوجود عموماً ظاہری طور پر مختلف طبائع کے مالک ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ نرم طبیعت والے ہوتے ہیں، بعض سخت طبیعت والے ، بعض نازک مزاج اور بعض کھلی طبیعت والے اور متحمل المزاج ہوتے ہیں۔ بعض فقر، افلاس ، فاقے اور مشقت والی زندگی اختیار کرتے ہیں اور بعض دنیاوی سہولتوں ، راحتوں ، مسرتوں اور آسائشوں والی زندگی گزارتے ہیں۔ بعض ہنس مکھ ہوتے ہیں اور بعض پر رونے اور رُلانے والے احوال کا غلبہ ہوتا ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

مذکورہ صدر واقعات سے آپ کو معلوم ہوا کہ مرزا جانِ جانان رحمہ اللہ تعالیٰ ولی اللہ ہونے کے باوجود نہایت نازک مزاج تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مختلف مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے مختلف طبائع عنایت کرتے ہیں۔

بگوشِ گل چہ سخن گفتۂ کہ خندان است
بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالان است

کتبِ تاریخ میں ہے کہ حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ جو کہ جلیل القدر محدثین ،اولیاء اللہ و تابعین میں سے ہیں، کی طبیعتوں میں بڑا فرق تھا۔ وہ

اس طرح کہ ابن سیرین ہنس مکھ تھے۔ حسب موقعہ ہنستے بھی تھے اور حاضرین مجلس کو ہنساتے بھی تھے لیکن حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں آہ و بکا، گریہ و فغاں، سوز و گداز، نوحہ وغم کا غلبہ ہوتا تھا۔ اس ظاہری تفاوت کے باوجود دونوں کی مجلس نہایت مبارک ہوتی تھی۔ دونوں کی صحبت موجبِ رشد و ہدایت تھی۔ اسی وجہ سے اس زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین . یعنی " حسن بصریؒ کی مجلس میں بیٹھئے یا ابن سیرین کی مجلس میں (دونوں کی مجلسیں نہایت مبارک ہیں) "۔ ظاہری تفاوت کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ یہ اس مشہورِ زمانہ مقولے کا شانِ ورود ہے۔ یہ مقولہ علماء میں خصوصاً نحاۃ میں آج تک مشہور و مستعمل ہے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالی کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ رزق و مال و دولت کے حصول میں ساری زندگی صرف کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ یہ دنیا ناپائیدار ہے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند عبرت انگیز اشعار ہیں جو انہوں نے کتاب مدہش (ص ۵۵۹) میں ذکر کئے ہیں۔

إنّما الدنیا بلاءٌ لیس للدنیا ثبوتُ

انما الدنیا کبیتٍ نسَجتهُ العنکبوتُ

انما یکفیك منها أیّها الراغب قوتُ

(۱) " دنیا صرف ایک آزمائش ہے اس کیلئے دوام و ثبات نہیں ہے۔

(۲) دنیا کی حقیقت اس گھر کی سی ہے جسے مکڑی نے بُنا ہو (یعنی جس طرح مکڑی کا جالا غیر پائیدار ہوتا ہے اسی طرح دنیا بھی غیر پائیدار ہے)۔

(۳) اے دنیامیں رغبت کرنے والے ! تیرے لئے دنیاوی مال صرف اتنا ہی کافی ہے جس سے تیرا گزارہ ہو سکے "۔

ابن الجوزیؒ کے دو اور واعظانہ مفید اشعار بھی سن لیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

سبيلُك في الدنيا سبيلُ مسافرٍ
و لابدّ مِن زادٍ لكل مسافرٍ
و لابدّ للإنسان مِن حمل عُدّة
ولاسيّما إن خِيف صولةَ قاهرٍ

(۱) یعنی " دنیامیں تیرا راستہ مسافر کے راستے کی طرح ہے اور مسافر کے لئے زادِ سفر ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا تو بھی سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کر۔

(۲) انسان کیلئے بطورِ حفاظت اسلحہ ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ خصوصاً جب کسی طاقتور کے حملے کا خوف ہو۔ لہٰذا تو بھی مصائبِ آخرت سے بچنے اور حفاظت کیلئے نیک اعمال کا اسلحہ تیار کر "۔

اے انسان ! افسوس کہ زمانہ گزر رہا ہے۔ تیری عمر بے فائدہ امور میں کٹ رہی ہے اور تو غفلت سے لہو و لعب میں مشغول ہے۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

جَدَّ الزمانُ وانتَ تلعب والعُمرلافي الشئ يذهبُ
كم كم تقولُ غدًا أتوبُ غدًا غدًا والموت أقربُ

(۱) " زمانہ گزرتا جا رہا ہے اور تو کھیل تماشوں اور لایعنی کاموں میں

مشغول ہے۔ اور تیری عمر بے مقصد و بے فائدہ کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔

(۲) کب تک تو یہ کہتا رہیگا کہ آج نہیں کل توبہ کرلونگا حالانکہ موت بہت زیادہ قریب ہے۔

بھائیو اور دوستو ! اس زمانے میں مسلمان بڑی غفلت میں مبتلا ہیں۔ موت سے غافل ہیں۔ مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ آخرت کی کچھ فکر نہیں کرتے۔ اس کے باوجود تکبر و غرور سے ان کے سر بلند ہیں۔

کسی شاعر نے اسی افسوسناک حالت کو یوں بیان کیا ہے۔

دنیا کا ذرا یہ رنگ تو دیکھ ایک ایک کو کھائے جاتا ہے
بن بن کے بگڑتا جاتا ہے اور بات بنائے جاتا ہے
انسان کی غفلت کم نہ ہوئی قانونِ فنا کی عبرت سے
ہر گام پہ کٹتے پاؤں بھی ہیں اور سر بھی اٹھائے جاتا ہے
اسکو نہ خبر کچھ اسکی ہے اسکو ہے نہ کچھ پرواہ اسکی
روتا ہے رُلائے جاتا ہے ہنستا ہے ہنسائے جاتا ہے
کچھ سوچ نہیں کچھ ہوش نہیں فتنوں کے سوا کچھ جوش نہیں
وہ لوٹ کر بھاگا جاتا ہے یہ آگ لگائے جاتا ہے

بہر حال جو رزق اللہ جل جلالہ نے انسان بلکہ ہر جاندار کیلئے مقرر کیا ہے وہ ضرور اسے پہنچ کر رہیگا۔ اور جو اس کے مقدر میں نہیں ہے وہ اسے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ رزق کے بارے میں مطمئن رہے اور صرف رزقِ حلال کے حصول کی کوشش کرے۔ حرام مال سے اجتناب کرے۔

اس سلسلے میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن محمد بن المنكدر عن جابر رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : لا تستبطؤوا الرزقَ فانه لم يكن ليموت عبد حتي يبلغ آخر رزق له . فاتّقوا الله و أجملوا في الطلب . و خذوا الحلال و اتركوا الحرام . اخرجه ابونعيم في الحلية ج۷ ص۱۵۸ وقال : غريب من حديث شعبة . تفرّد به جيش بن وهب .

یعنی "محمد بن المنکدر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تاخیرِ رزق سے پریشان و ناامید نہ ہوا کرو۔ کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مریگا جب تک وہ اپنے رزق کا حصہ نہ کھالے۔ سو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جائز طریقوں سے رزق حاصل کیا کرو۔ حلال رزق حاصل کرو اور حرام چھوڑ دو"۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ وہ دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اللہ جل جلالہ سے فراخیٔ رزق اور عافیتِ دنیا و عقبیٰ کی دعا کرنی چاہئے۔ یہی ایمانِ کامل کا تقاضا ہے اور یہی فکرِ آخرت کی علامت ہے۔

عربی کا ایک شاعر کہتا ہے۔

أَلوذُ بِبابِ من أدعوه فردًا

و آمل أن أقرَّب مِن حبيبی

إذا نامت عُيونُ الناسِ طرًّا

قرعتُ الباب بالقلبِ الكئيبِ

(۱) یعنی " میں اس خدائے یکتا کے دروازے سے چمٹا رہونگا جسے میں پکارتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ میں اپنے حبیب کے قریب ہو جاؤنگا۔

(۲) جب رات کو سب لوگ سو جاتے ہیں تو اس وقت میں دعا و عبادت کے ذریعے اپنے ربّ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں غمگین دل کے ساتھ "۔

حضرات کرام ! ہر وقت ہمیں اللہ تعالی کی رضا کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اس کی حقیقت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ موت ہر وقت ہمارے سر پہ کھڑی ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کب وہ ہمیں اپنا لقمہ بنالے۔ موت کے وقت پتہ چل جائیگا کہ یہ کوٹھیاں، مکانات، جائداد اور دنیاوی ساز و سامان ایک کھیل تھا۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اس موت کے آگے اے اکبر مشغولئ دنیا کچھ بھی نہیں

سب کچھ جسے ہم سمجھے تھے ابھی دم بھر میں جو دیکھا کچھ بھی نہیں

تدبیر کی کوئی حد نہ رہی اور بالآخر کہنا ہی پڑا

اللہ کی مرضی سب کچھ ہے بندے کی تمنا کچھ بھی نہیں

حلیۃ الاولیاء میں مشہور ولی اللہ حضرت احمد بن روح رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ قیمتی دو شعر درج ہیں۔

إذا حلّتِ البلوٰی صرختُ لِسَیّدِی

بِہٖ تُدفَعُ البلوٰی ویَنکشِفُ الضرّ

أؤمّل مولًی لا یُخیّبُ عَبدَہ

لہ العزُّ و الآلاءُ والخلقُ والأمر

(۱) یعنی ” جب میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہوں تو میں اپنے آقا (یعنی اللہ تعالیٰ) کو مدد کیلئے پکارتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد و نصرت سے ہر ضرر و مصیبت دور ہوتی ہے۔

(۲) میں اس ربّ و مولیٰ ہی کی ذات سے امید وابستہ رکھتا ہوں جو اپنے بندے کو ناامید نہیں کرتا۔ اور عزت، نعمتیں، مخلوق اور اوامر و نواہی سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہیں “۔

دوستو! اس زمانے میں مسلمان اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان کا تعلق معدوم و ناپید ہے۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو رہی ہے۔ دل اتنے سخت ہو چکے ہیں کہ ان میں خوف خدا نہیں ہے۔ آنکھیں اتنی سخت ہو چکی ہیں کہ ان سے خشیت اور خوفِ خدا تعالیٰ کی وجہ سے کبھی آنسو نہیں بہتے۔ زبانیں ذکر اللہ سے غافل ہیں۔ شر اور برائی کے خیالات دماغوں پر چھائے ہوئے ہیں۔

اگر چار چیزوں دل، زبان، خواہش اور آنکھوں کی اصلاح کر لی جائے تو انسان کی مکمل اصلاح ہو سکتی ہے۔

لیکن افسوس ...... کہ اس دور میں انسان کی یہ چاروں چیزیں فاسد ہوگئی ہیں جس کی وجہ سے انسان بھی مفسد و فاسق ہو چکا ہے اور راہِ راست سے بھٹک گیا ہے۔ گویا اللہ تعالی کی غیبی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے خود ہم نے اپنے نفسوں پر بند کر دیئے ہیں۔

مشہور ولی اللہ حضرت حذیفہ مرعشیؒ جن کا ذکر پہلے گزرا ہے۔ ان کا ایک نہایت قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں ما ابتلى أحد بمصيبة أعظم عليه من قسوةِ قلبه .

یعنی " دل کا سخت ہونا آدمی کیلئے سب سے بڑی آفت ہے "۔

نیز حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں۔

انما هي أربعة أشياء : عيناك ، ولسانك ، وهواك ، و قلبك . فانظر عينيك لا تنظر بهما الى ما لا يحلّ لك . وانظر لسانك لا تقل به شيئًا يعلم الله خلافه من قلبك . و انظر قلبك لا يكن فيه غلّ و لا دغل على أحد من المسلمين . و انظر هواك لا تهوٰى شيئًا من الشرّ . فما دام لم تكن فيك هذه الأربع خصال فألق الرماد على رأسك . حلية الاولياء ج١٠ ص١٦٨ .

یعنی " یہ چار چیزیں آنکھیں ، زبان ، خواہش اور دل سعادت و شقاوت کے مدار ہیں۔ پس آنکھوں کا خیال رکھو کہ حرام جگہ پر نہ پڑیں۔ اور زبان کا خیال رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زبان پر تو کچھ اور ہو اور دل میں کچھ اور ہو۔ اور دل کا خیال رکھو کہ اس میں کسی مسلمان کیلئے خیانت ،

کینہ اور فریب جگہ نہ پائے۔ اور خواہشات کا خیال رکھو کہ شر و فساد کی خواہش (دل میں پیدا) نہ ہو۔

پس اگر یہ چاروں خوبیاں تمہارے اندر موجود نہیں ہیں (یعنی یہ چاروں امور صحیح نہیں ہیں) تو پھر اپنے سر پر (بطورِ حسرت) مٹی ڈالو (کیونکہ یہ تمہاری تباہی کی علامت ہے)"۔

یاد رکھیں۔ روزی فراخ اور تنگ کرنیوالے اور تمام امور کے مالک اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا طلبگار ہونا چاہیئے اور انہی کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیئے۔

عقبیٰ کی فکر و درد و غم کے سلسلے سے متعلق چند مفید اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

یہ عمر کب تک وفا کریگی زمانہ کب تک جفا کرے گا
مجھے قیامت کی ہیں امیدیں جو کچھ کریگا خدا کریگا

فلک جو برباد بھی کریگا بلند ارادے مرے رہیں گے
جو خاک ہوں گا تو خاک سے بھی سدا بگولا اٹھا کریگا

خدا کی پاکی پکارتا ہوں ہوا کرے ناخوشی بتوں کی
مری غرض کچھ نہیں کسی سے تو پھر مرا کوئی کیا کریگا

اگرچہ ہے درد و غم سے مضطر یہی ہے وِردِ زبان اکبر
یہ درد جس نے دیا ہے ہم کو وہی ہماری دوا کریگا

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دل کی قناعت بہت بڑی دولت اور سعادت ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ہے۔ عن ابی حمزۃ الثمالی

قال : سمعتُ علی بن الحسین رحمهما اللہ تعالی یقول : من قنع بما قسم اللہ فھو من أغنیٰ الناس ۔ حلیة الاولیاء ج۳ ص۱۳۵ ۔ یعنی " ابوحمزہ ثمالیؒ علی بن حسینؒ سے اس قول کی روایت کرتے ہیں کہ جس آدمی نے روزی کے بارے میں اللہ تعالی کی تقسیم پر قناعت کی وہ بڑے اغنیاء میں سے ہے "۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ تونگری بدِل است نہ بمال۔ یعنی " تونگری اور غنا کا مدار دراصل دل ہے نہ کہ مال "۔

حلال مال حاصل کرنا شرعاً منع نہیں ہے بلکہ حصولِ رزقِ حلال بہت بڑا جہاد ہے۔ قناعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حصولِ رزق کے تمام اسباب ترک کردیئے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرام طریقوں سے اجتناب کیا جائے اور صرف رزقِ حلال پر قناعت کی جائے۔

حصولِ رزقِ حلال سے متعلق ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن مکحول عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبي ﷺ قال : مَن طلب الدنیا حلالاً استعفافًا عن المسألَةِ و سَعیًا علی أھله و تعطّفًا علی جارِه لَقی اللہ تعالی یومَ یلقاه و وَجھُه مثل القمر لیلة البدر ۔ و مَن طلب الدنیا حلالاً مکاثِرًا مفاخِرًا مرائِیًا لقی اللہ تعالی و ھو علیه غضبان ۔ اخرجه ابونعیم في الحلیة ج۳ ص۱۱۰ ۔

" ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حلال مال کے حصول کی اس نیت سے کوشش کرے

کہ وہ حرام سوال سے محفوظ رہے اور اپنے اہل وعیال کیلئے رزق حاصل کر سکے اور اس مال کے ذریعے اپنے ہمسایہ کی مدد کر سکے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ بدرِ کامل (چودھویں رات کے چاند) کی طرح چمکتا ہوگا۔

اور جو شخص تکبر، فخر اور ریا کیلئے حلال مال جمع کرے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالی اس پر شدید غصے میں ہوں گے "۔

جس شخص کو حلال طریقے سے رزق حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے وہ بڑا سعادتمند اور خوش نصیب ہے۔ اور حرام طریقے سے رزق حاصل کرنے والا آدمی نہایت بد بخت ہے۔

وصولِ رزق کی تقسیمِ ربّانی سے متعلق ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن ابن سيرين عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ما خلق الله من صباحٍ فيعلم مَلَك مُقَرَّب ولا نَبِيّ مُرسَل ما يكونُ في آخر ذلك اليوم .

فيقسم الله تعالی فيه قوتَ كُلّ دابّةٍ حتي أنّ الرَّجُلَ ليجئ من أقصى الأرضِ و أن الشيطان بين عاتقيه فيقول لَه : اكذِب بالحقّ . فمنهم من يأكُلُ رزقَه بكذبٍ و فجورٍ فذلك الخاسِرُ . و منهم مَن يأخُذُه بِبرٍّ و تقوًى

فذلك الذی عزم الله تعالى على رُشده .

اخرجه ابو نعیم في الحلية ج۳ ص۶۱ . و قال : غريب من حديث ابن سيرين لم يروه عنه الا منصور .

"ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس صبح کی تخلیق فرماتے ہیں تو نہ کسی مقرب فرشتے کو یہ علم ہوتا ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو کہ اس دن کے آخر تک کونسے احوال درپیش ہونگے۔

اللہ تعالیٰ ہر صبح ہر جاندار و حیوان کا رزق و قوت (خوراک) تقسیم فرماتے ہیں۔ پھر ایک انسان دور تر علاقے سے آتا ہے اور شیطان اس پر سوار ہوتا ہے۔ شیطان اسے جھوٹ بولنے اور حق بات سے انکار کرنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ پس بعض لوگ جھوٹ اور حرام طریقے سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں۔ اور بعض لوگ حلال و تقویٰ والے (اور جائز) طریقے سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے رشد و ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہوتا ہے"۔

اللہ عزوجل ہمیں حرام رزق وحرام مال سے بچائیں اور حلال رزق وحلال مال و دولت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ حرام رزق و حرام مال حاصل کرنا بہت بڑی شقاوت ہے اور حلال رزق و حلال مال عظیم سعادت ہے۔

باب ۸

حرص ، طمع ، لالچ اور طولِ امَل (لمبی امیدیں) انسان کو دنیا میں پھنسانے والی اور دنیا کا غلام بنانے والی چیزیں ہیں۔ اور قوتِ لایموت پر قناعت کرنے سے سب سے بڑے اور قوی موانع یہی امور ہیں۔

حضرات کرام ! دعا کریں کہ اللہ تعالی ہمارے دلوں کو حبِّ دنیا سے آزاد کر کے حبِّ آخرت سے ہمکنار کر دیں اور بقدرِ گزارہ رزق پر صبر اور قناعت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔ صبر اور قناعت بڑی نعمتیں ہیں۔

ایک شاعر قناعت کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تا چند در اندیشۂ دنیا باشی آوارۂ دشت و کوہ و صحرا باشی
دامانِ قناعت است بسیار وسیع از دست مدہ، دریں جہان تا باشی

ان اشعار کا منظوم اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

آخر غم و اندیشۂ دنیا کب تک
آوارہ بیاباں میں رہیگا کب تک
دامن میں قناعت کے ہے وُسعت کیا کم
مت چھوڑ اُسے رہے گا جیتا کب تک

عن فضالة بن عبيد رضى الله تعالى عنه انه سمع رسول الله ﷺ يقول : طوبىٰ لمن هدى للاسلام ، و كان عيشه كفافًا و قنع . اخرجه الترمذى في الجامع ج۲ ص۷۰ و قال : هذا حديث صحيح .

”حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مبارک ہے وہ آدمی جس کی اسلام کی طرف رہنمائی کی گئی (یعنی اسلام لایا) اور اس کی زندگی بقدرِ کفایت رزق پر گزری اور وہ اس پر قانع رہا“۔

اس سلسلے کی چند اور ایمان افروز احادیثِ نبویہ پیشِ خدمت ہیں۔

عن عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال : ليس لابن آدم حقٌّ في سوٰى هذه الخصال : بيتٌ يسكنه ، و ثوبٌ يوارى عورتَه ، و جِلف الخبز ، و الماء . اخرجه الترمذى في الجامع ج۲ ص۶۹ و قال : هذا حديث صحيح .

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابن آدم کا (دنیا کی چیزوں میں) کوئی حق نہیں سوائے ان (چار) چیزوں کے (۱) ایک گھر جس میں وہ سکونت اختیار کرے (۲) اتنا کپڑا جس سے وہ اپنے ستر کو چھپا سکے (۳) روٹی کا ایک ٹکڑا (۴) پانی“۔

حدیثِ ہٰذا کا مقصد یہ ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ دنیا میں

انسان کا کوئی حق نہیں ہے۔ حق سے مراد وہ نعمت وسہولت ہے جو انسان کو اللہ تعالی کی طرف سے حاصل ہو اور آخرت میں اس کے بارے میں نہ تو عذابِ الٰہی و عتابِ ربانی کا خوف ہو اور نہ اس کے بارے میں حساب کا خطرہ ہو۔

چنانچہ بعض علماء اس حدیث میں حق کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ أراد بالحق ما ثبت له من الله من غير تبعةٍ و لا سوالٍ منه إذا اكتفٰى به من الحلال .

یعنی " حق سے مراد وہ چیز ہے جو آدمی کو اللہ تعالی کی طرف سے حاصل ہو اور آخرت میں اس کے حساب و عتاب کا کوئی خطرہ نہ ہو اور نہ قیامت کے دن اس چیز کے بارے میں آدمی سے پوچھ ہو۔ بشرطیکہ حلال پر اکتفاء کیا گیا ہو "۔

نضر بن شمیل جلف الخبز کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ يعني ليس معه إدام . یعنی "وہ روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو"۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جِلف الخبز کا معنی ہے وہ روٹی جو سخت اور خشک ہو۔ جلف الخبز کا ایک معنی ہے روٹی کا معمولی ٹکڑا۔

عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : لو أنكم كنتم توكّلون على الله حقَّ توكُّله لرزقتم كما ترزق الطير . تغدو خماصًا و تروح بطاناً . اخرجه الترمذی في الجامع ج۲ ص۶۹ .

" حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے

ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر کامل توکُّل کرلو تو تمھیں بھی اسی طرح رزق دیا جائیگا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ صبح کے وقت پرندے بھوکے اور خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو سیر ہوتے ہیں اور ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں"۔

و عن سلمة بن عبيد الله بن محصن عن ابيه قال : قال رسول الله ﷺ : من أصبح منكم آمنًا في سِربه ، معافًى في جسده ، عنده قوتُ يومه فكأنما حِيزتْ له الدنيا . اخرجه الترمذى في الجامع ج٢ ص٦٩ و قال : هذا حديث حسن غريب .

یعنی "عبیداللہ بن محصن نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ تم میں سے جو آدمی صبح کرے اس حال میں کہ اس کا نفس امن سے ہو، اس کا جسم عافیت سے ہو اور اس کے پاس اسی ایک دن کا رزق ہو تو گویا پوری دنیا اس شخص کیلئے سمیٹ دی گئی (یعنی گویا وہ پوری دنیا کے خزانوں کا مالک ہے)"۔

و عن أبى أمامة عن النبي ﷺ قال : إن أغبط أوليائى عندى المؤمن خفيف الحاذ ، ذوحظّ من الصلاة ، أحسَنَ عبادةَ ربه ، وأطاعه في السرّ . و كان غامضًا في الناس . لا يشار اليه بالأصابع . وكان رزقه كفافًا فصبر على ذلك . ثم نقر بيده فقال : عُجّلتْ منيّتُه ، قلّت بواكيه ، و قلّ تراثُه .اخرجه الترمذى في الجامع ج٢

ص ۶۹ .

یعنی " حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے دوستوں (اور محبّین) میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ آدمی ہے جو مؤمن ہو، دنیوی مال و متاع اور اہل و عیال کے اعتبار سے خفیف الحال ہو (یعنی دنیاوی مال و متاع اور اہل و عیال کم ہوں)، نماز میں سے اسے (وافر مقدار میں) حصہ ملا ہو (یعنی کثرت سے نماز میں مشغول رہتا ہو)، اپنے ربّ کی عبادت احسن طریقے سے کرتا ہو، (علانیہ اطاعت کے علاوہ) پوشیدگی میں بھی اپنے ربّ کی اطاعت کرتا ہو، لوگوں میں مستور (یعنی غیر مشہور) ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کیے جاتے ہوں (یعنی لوگ اسے صاحبِ مرتبہ سمجھ کر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کرتے ہوں)۔

اور اس کا رزق بقدرِ کفایت ہو جس پر وہ صابر (وشاکر) ہو۔ پھر نبی علیہ السلام نے زمین پر انگلیاں مارتے ہوئے (زمین پر انگلیاں مارنا اس دور میں کسی پر افسوس کا اظہار کرنا ہوتا تھا) ارشاد فرمایا کہ اس کی موت بھی جلد واقع ہو اور اس پر رونے والی عورتیں بھی کم ہوں اور اس کی میراث بھی کم ہو "۔

عن ابی امامة رضی اللہ تعالی عنه أن النبي علیه الصلاة و السلام قال : عرض عليّ ربّي ليجعل لی بطحاء مكة ذهبًا . قلت : لا يا ربّ ، ولكن أشبع يومًا و أجوع

ثلاثاً ۔ فإذا جعتُ تضرّعتُ اليك وذكرتُك ۔ فاذا شبعتُ شكرتُك و حمدتُك ۔ اخرجه الترمذی في الجامع ج۲ ص۷۰ ۔

یعنی " ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے ربّ نے مجھ پر یہ معاملہ پیش کیا (یعنی مجھے کہا کہ اے نبی!) میں آپ کیلئے مکہ کی سنگلاخ زمین کو سونا بنادوں؟ میں نے عرض کیا کہ اے میرے ربّ! میری یہ خواہش نہیں بلکہ میں (چاہتا ہوں کہ) ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور تین دن بھوکا رہوں (بعض روایات میں ایک دن سیر ہونے اور ایک دن بھوکا رہنے کا ذکر ہے)۔ پس جب میں بھوکا ہوں تو تیری طرف عاجزی کروں اور تیرا ذکر کروں۔ اور جب سیر ہوں تو تیرا شکر کروں اور تیری حمد بیان کروں "۔

عن عبداللہ بن عمرو أنّ رسول اللہ ﷺ قال: قد أفلح من أسلم و رُزِق كفافاً و قنّعه اللہ ۔ اخرجه الترمذی في الجامع ج۲ ص۷۰ وقال: هذا حديث حسن صحيح ۔

یعنی " عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ کامیاب ہوا وہ آدمی جو اسلام لایا اور بقدرِ کفایت اسے رزق دیا گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے قناعت کی توفیق بخشی "۔

و روی ابن عساکر باسناده عن ابی هريرة رضی

الله تعالى عنه قال : دخلت على رسول الله ﷺ و هو يصلي جالسًا . فقلت : يا رسول الله ! انك تصلّى جالسًا فما أصابك ؟ قال : الجوع يا اباهريرة . قال : فبكيتُ . فقال : لا تبك ، فانّ شدّةَ يومِ القيامة لاتصيب الجائعَ اذا احتسب في دارالدنيا . البداية لابن كثير ج۱۰ ص۱۳۵ .

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں (میں نے آپ کے بدن مبارک میں واضح طور پر کمزوری و ضعف محسوس کیا۔ اس لئے) پوچھا۔ یا رسول اللہ ! آج آپ اپنی عام عادت کے برخلاف بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے (یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا کیا سبب ہے) ؟

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ ! اس کا سبب سخت بھوک ہے (یعنی بھوک کی شدّت کی وجہ سے میں کھڑا نہیں ہوسکتا ، اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہوں)۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں زارو قطار رونے لگا۔

نبی علیہ السلام نے (مجھے تسلی دینے کی خاطر بھوک کے اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا۔ اے ابو ہریرہ ! مت رو۔ کیونکہ قیامت کے دن کی جملہ تکالیف سے وہ مؤمن محفوظ ہوگا جو دنیا میں بھوکا رہے بشرطیکہ وہ اس بھوک پر اجر و ثواب کی نیت سے صابر و راضی ہو "۔

عن عائشة رضی‌الله تعالى عنها قالت : ما شبع

رسول الله ﷺ من خبز شعير يومين متتابعين حتي قبض . اخرجه الترمذی في الجامع ج٢ ص٧٠ .

" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کبھی بھی دو دن لگاتار جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ وفات پاگئے "۔

عن ابی‌هريرة رضی‌الله تعالی عنه قال : ما شبع رسول الله ﷺ و اهلـه ثلاثاً تباعًا من خبز البرّ حتی فارق الدنيا . اخرجه الترمذی في الجامع ج٢ ص٧٠ و قال : هذا حديث حسن صحيح .

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے گھر والے کبھی بھی تین دن مسلسل گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ نبی علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوگئے "۔

و عن سعد بن ابی وقاص رضی الله تعالی عنه قال : انی لأوّل رجل أهرق دمًا في سبيل الله . و إنی لأول رجل رمٰی بسهم في سبيل الله . و لقد رأيتُني أغزو في العصابة من أصحاب محمد ﷺ ما نأكل إلاّ ورق الشجر والحبلة . حتي أن أحدنا ليضع كما تضع الشاة و البعير . اخرجه الترمذی في الجامع ج٢ ص٧١ .

" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ تعالی کی راہ میں کسی کافر کا خون بہایا۔

اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کی۔ میں نے (کئی مرتبہ) اپنے آپ کو دیکھا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ کی جماعت میں شریک ہوکر میں نے جہاد کیا اور ہمیں کھانے کیلئے درخت کے پتوں اور کانٹے دار درختوں کے پھل کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ملتی تھی۔ یہاں تک کہ ہم ایسا پاخانہ کرتے تھے جیسی بکریوں اور اونٹوں کی مینگنیاں ہوتی ہیں"۔

و عن فضالة بن عبيد رضى الله تعالى عنه : أنّ رسول الله ﷺ كان اذا صلّى بالناس يخرّ رجال من إقامتهم في الصلاة من الخصاصة . وهم أصحاب الصفة . حتي تقول الأعراب : هؤلاء مجانين . فاذا صلّى رسول الله ﷺ إنصرف إليهم فقال : لو تعلمون ما لكم عند الله لأحببتم أن تزدادُوا فاقةً و حاجةً . اخرجه الترمذى في الجامع ج٢ ص٧١ .

" حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو کچھ لوگ بھوک کی وجہ سے نماز میں کھڑے کھڑے گر جاتے اور وہ اصحابِ صُفّہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اَعراب (دیہاتی لوگ) کہتے تھے کہ یہ لوگ مجنون ہیں (یا ان پر جنات کا اثر ہے)۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو اصحابِ صُفّہ کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ اگر تمہیں اس اجر و ثواب

کا علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے لئے ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تمہارے فاقے اور حاجت میں مزید اضافہ ہو جائے "۔

ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیماتِ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے جس کی طرف اس حدیث کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے کہ کامل مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کی نظر اُخروی مسرتوں اور اجر و ثواب پر ہو۔ اخروی اجر و ثواب کے لئے دنیا میں جتنی مشقتیں اور تکالیف آجائیں وہ کم ہیں۔ نبی علیہ السلام کی مبارک تربیت و تعلیم و مبارک مجلس کی تاثیر سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب ہر دنیوی خواہش کی تمنا سے پاک و خالی ہو گئے تھے۔ صرف اللہ و رسول کی محبت سے ان کے دل مخمور تھے۔ ان کے دل دنیا سے متنفّر تھے۔ اس سلسلے میں وہ دنیوی ذلت کو عزت، دنیوی مشقت و محنت کو راحت اور فقیری کو بادشاہت سمجھتے تھے۔ محبتِ خدا و رسول میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حالت یہ تھی جو ایک شاعر نے بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی ::: اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی
ایک تم سے کیا محبت ہو گئی ::: ساری دنیا ہی سے نفرت ہو گئی
یاس ہی اب دل کی فطرت ہو گئی ::: آرزو جو کی وہ حسرت ہو گئی
دل میں داغوں کی وہ کثرت ہو گئی ::: رُونما اِک شانِ وحدت ہو گئی
آگئے پہلو میں راحت ہو گئی ::: چل دیئے اُٹھ کر قیامت ہو گئی
عشق میں ذلت بھی عزت ہو گئی ::: لی فقیری بادشاہت ہو گئی

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ خواجہ عزیز الحسن

مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ارشاد فرمایا کہ خواجہ صاحب! آپ کا ایک شعر مجھے اتنا پسند ہے کہ میرے پاس اگر ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں آپ کو اس شعر کے انعام کے طور پر دے دیتا۔ جب یہ شعر میری زبان پر آتا ہے تو میں اسے کم از کم تین دفعہ ضرور پڑھتا ہوں۔ وہ شعر یہ ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

حضرت حکیم الامتؒ کی یہ شہادت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ غور فرمائیے۔ اس شعر کا صحیح لطف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جس نے خدا تعالی کی رضا کیلئے ساری دنیا کو چھوڑ دیا ہو اور محبوبِ حقیقی کی طلب میں سب کچھ نگاہوں سے گرا دیا ہو۔

بزرگوں کے واقعات اور معاش و رزق کے بارے میں ان کی حکایات سننے اور پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

حیرت ہوتی ہے اس بات سے کہ ان کے طرز زندگی اور آجکل کے مسلمانوں کے طرز زندگی میں کتنا بڑا فرق ہے۔ آجکل کے اکثر مسلمان دنیا پر مرمٹتے ہیں۔ شب و روز تحصیلِ دنیا اور کھانے پینے کا سامان جمع کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

لیکن ہمارے بزرگوں کی نظر آخرت پر ہوتی تھی۔ اور دنیا کی تکالیف، بھوک اور افلاس وہ بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ یہ دنیا خود بھی فانی ہے اور اس کی مسرتیں بھی فانی ہیں اور آخرت کی مسرتیں اور راحتیں باقی اور دائمی ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی زندگی نہایت سادہ ہوتی تھی اور دنیاوی عیش و عشرت اور آسائشوں سے وہ

بہت دور ہوتے تھے۔

داود بن نصیر طائی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے بزرگ، زاہد اور عابد گزرے ہیں۔ ابو حنیفہؒ کے تلمیذ تھے۔ دنیا سے اور دنیاوی راحتوں سے وہ بالکل کنارہ کش تھے۔

ایک بزرگ کی روایت ہے جو بعض کتابوں میں مذکور ہے۔

قال : سمعتُ داود الطائی یقول : توحَّشْ من الدنیا کما تَتوحّش من السباع . کفٰی بالیقین زُهدًا ، و کفٰی بالعلم عبادةً ، و کفٰی بالعبادة شغلاً . حلیه ج۷ ص۳۴۳ .

یعنی ”میں نے داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو دنیا سے اس طرح ڈر اور دور بھاگ جس طرح تو درندے سے ڈرتا اور بھاگتا ہے۔ کافی ہے یقین کیلئے یہ بات کہ آدمی زاہد و تارکِ دنیا ہو۔ اور کافی ہے علم کیلئے یہ بات کہ آدمی عبادت گزار ہو۔ اور دیگر مشاغل کو چھوڑ کر صرف عبادت میں مشغول ہونا ہی کافی ہے“۔

اسحاق بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

دخلتُ أنا و صاحبٌ لی علی داود الطائی رحمه الله تعالی وهو علی التراب . فقلتُ لصاحبي : هذا رجل زاهد . فقال داود : إنّما الزاهد من قدر فترك . حلیه ج۷ ص۳۴٤ .

یعنی ”میں اپنے ایک ساتھی سمیت داود طائیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کسی چٹائی کے بغیر مٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے

ساتھی سے کہا کہ یہ آدمی کامل طور پر زاہد (تارکِ دنیا) ہے۔ داود طائی میری بات سن کر فرمانے لگے کہ (میں زاہد نہیں ہوں بلکہ) زاہد وہ ہے جو دنیاوی راحتوں کے حصول پر قدرت رکھنے کے باوجود انہیں ترک کردے"۔

عبداللہ اَعرج کہتے ہیں کہ میں ایک دن داود طائی کی زیارت کیلئے گیا۔ مغرب کی نماز میں نے ان کے ساتھ مسجد میں پڑھی۔ ان کی عادت تھی کہ نوافل اور سنتیں مسجد کی بجائے گھر میں پڑھتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ ان کے گھر چلا گیا اور ان سے درخواست کی کہ آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔

داود کچھ دیر تک گھر میں نوافل پڑھنے میں مشغول رہے۔ نوافل کے بعد انہوں نے جو کھانا مجھے کھلایا اس کھانے کا واقعہ نہایت ایمان افروز ہے اور زہد و ترکِ دنیا کا بہترین نمونہ ہے۔

قال عبدالله : فأخرج رغيفَين يابِسَين فجلس فقال لى : أدنُ فكُل . فأشفقتُ عليه أن آكل معه . فأكل ثم قام إلى شنٍّ في الدار في يوم صائف فأخذ يشرب . فقلت : يا اباسليمان ! لو أمرت من يبرد لك هذا الماء .

فقال لى : أما علمتَ أنّ الذى يبرد له الماء في الصيف ويسخَّن له في الشتاء لا يحبّ لقاء الله . قلت : يا اباسليمان ! أوصني . قال : صم الدنيا و اجعل فطرك منها في الآخرة . فقلت : زدنى . فقال : ليكن كاتباك

محدّثيك . فقلت : زدني . قال : برّ والديك . قلت : زدني . قال : فرّ من الناس فرارك من الأسد غير مفارق لجماعتهم . ثم خرجت . حليه ج۷ ص۳٤٥ .

یعنی " عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ پھر داود طائی نے دو خشک روٹیاں نکالیں اور بیٹھ کر مجھے فرمایا کہ قریب آیئے اور کھایئے۔ مجھے ان کے ساتھ کھانا کھانے سے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں ان کا کھانا کم نہ ہو جائے اور وہ بھوکے نہ رہ جائیں اس لئے میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اکیلے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر وہ پانی پینے کیلئے ایک مشکیزے کی طرف اٹھے جو ان کے گھر میں باوجود گرم موسم کے دھوپ میں رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے انہوں نے پانی پیا۔

میں نے عرض کیا کہ اے ابوسلیمان ! (یہ ان کی کنیت ہے) بہتر ہوتا اگر آپ کسی آدمی کو یہ پانی ٹھنڈی جگہ رکھنے کا کہہ دیتے۔ تو داؤد نے فرمایا کہ کیا تجھے اس بات کا علم ہے کہ جس آدمی کیلئے گرمیوں میں پانی ٹھنڈا رکھا جائے اور سردیوں میں گرم کیا جائے وہ اللہ تعالی کی ملاقات (یعنی موت) کو پسند نہیں کرتا (کیونکہ اس کا دل دنیوی راحتوں میں لگا ہوا ہوتا ہے)۔

میں نے عرض کیا کہ اے ابوسلیمان! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو انہوں نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ لے (یعنی دنیوی امور اور عیش و عشرت ترک کر دے) اور دنیا کے اس روزہ کا افطار آخرت کی نعمتوں سے کر (یعنی آخرت میں تجھے ہر قسم کی راحت و آسائش ملے گی)۔

میں نے عرض کیا کہ مزید کوئی نصیحت فرمائیں تو انہوں فرمایا کہ تیرے مونڈھوں پر بیٹھے ہوئے اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہی تیرے ہم نشیں و ہم کلام ہونے چاہئیں (یعنی دنیا والوں کی ہم نشینی و ہم کلامی ترک کر دے)۔

میں نے عرض کیا کہ مزید کوئی نصیحت فرمائیں تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کر۔

میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ لوگوں کے اختلاط سے یوں بھاگ جس طرح تو شیر سے بھاگتا ہے لیکن جماعت کی نماز میں شریک رہ اور مسلمانوں کے اجتماعی عقائد سے اختلاف نہ کر۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اٹھ کر چلا آیا"۔

داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اختلاط سے دور رہتے تھے اور شب و روز اللہ تعالی کے ذکر میں، عبادت میں اور فکرِ آخرت میں لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کسی رشتہ دار نے ان سے نصیحت کی درخواست کی تو داود کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر یہ نصیحت فرمائی۔

یا أخی ! انما اللیل و النهار مراحل . تنزل بالناس مرحلة مرحلة حتي تنتهی بهم ذلك الی آخر سفر . فإن استطعت أن تقدّم في كل يوم مرحلةٍ زادًا لما بين يديك فافعل . فان انقطاع السفر عن قريبٍ . فتزوَّد لسفرك و اقض ما أنت قاضٍ من أمرك . فكأنك بالأمر قد بَغتَك .

حلیه ج۷ ص۳۴۵ .

یعنی " اے میرے بھائی ! یہ رات اور دن مراحل ہیں۔ یہ مرحلہ وار لوگوں پر آکر گزرتے جارہے ہیں یہاں تک کہ اس دنیوی سفر کے اختتام پر یہ مراحل ختم ہوجائیں گے (یعنی انسان کا یہ دنیوی سفر مسلسل جاری رہتا ہے تا آنکہ وہ انتقال کر جاتا ہے اور اس کا یہ سفر ختم ہو جاتا ہے)۔ پس اگر تو ہر روز یعنی ہر مرحلے اور ہر لمحے میں مستقبل کیلئے زادِ سفر (اعمالِ حسنہ) بھیج سکے تو بھیج کیونکہ عنقریب یہ سفر ختم ہو جائیگا۔ لہٰذا اپنے سفر کا خرچ (اعمالِ حسنہ) بھیج اور آخرت کی تیاری کے سلسلے میں جو کچھ تو نے کرنا ہے کرلے، کیونکہ موت کا کچھ پتہ نہیں وہ اچانک تجھے اچک لے گی "۔

داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس قیمتی نصیحت کا حاصل یہ ہے کہ انسان اس زندگی میں مسافر ہے اور آخرت اس سفر کی منزل وانتہاء ہے۔ اور یہ شب و روز اس سفر کیلئے میلوں اور مراحل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مراحلِ سفر کسی دن اچانک ختم ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہر وقت موت کا خیال ذہن میں مستحضر رہنا چاہئے۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صدہا کئے زیرِ زمین
پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقین

تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں
کچھ تو عبرت چاہئے نفسِ لعین

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو
زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو
یاد رکھ ہر وقت غافل ! موت کو
یہ تری غفلت ہے بےعقلی بڑی
مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی
پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی

قوت لایموت پر وہی شخص راضی اور قانع ہوسکتا ہے جس کے ذہن میں موت ہر وقت مستحضر ہو۔

ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے صوفی ، زاہد ، عابد اور ولی اللہ گزرے ہیں۔ ان کا ایک قول ہے۔ فرماتے ہیں۔ **القناعة اول الرضا و الورع اول الزهد . حلیه ج۹ ص۲۵۷ .**

یعنی " قناعت اللہ کی قضاء و قدر پر راضی رہنے کی پہلی منزل ہے اور تقوی و پرہیزگاری زہد (ترکِ دنیا) کی پہلی منزل ہے "۔

احمد بن ابی الحواری رحمہ اللہ تعالیٰ ابوسلیمان سے یہ روایت کرتے ہیں۔

یقول : اختلفوا علینا في الزهد بالعراق . فمنهم من قال : الزهد في ترك لقاء الناس . و منهم من قال :

في ترك الشهوات . و منهم من قال : في ترك الشبع . وأنا أذهب الى أنّ الزهد في ترك ما يشغلك عن الله . حليه ج۹ ص۲۵۸ .

یعنی " ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عراق میں علماء کرام کے مابین اس بات میں اختلاف ہوگیا کہ زہد کی حقیقت کیا ہے ؟

ان میں سے بعض نے کہا کہ لوگوں سے بے فائدہ میل جول ترک کردینا زہد کا سب سے اہم شعبہ ہے۔

بعض کی رائے یہ تھی کہ ترکِ شہوات زہد کا سب سے بڑا شعبہ ہے۔

بعض نے یہ کہا کہ پیٹ بھر کر کھانے پینے کو ترک کردینا زہد کی حقیقت اور اس کا اہم شعبہ ہے۔

اور میری رائے یہ ہے کہ زہد کی اصل اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی ہر اس کام اور ہر اس چیز کو ترک کردے جو اسے ذکر اللہ و تعلق مع اللہ سے مشغول رکھے (یعنی دیگر تمام مشاغل کو ترک کر کے صرف ذکر اللہ و عبادت اللہ میں مشغول رہنا زہد کی حقیقت ہے) "۔

حضرات کرام ! زہد اور فنائے دنیا کے بارے میں آپ نے سلف کے متعدد اقوال سن لئے۔ ان میں ایک قول ابوسلیمان کا تھا۔ ابوسلیمان کا ایک اور قیمتی قول بھی سن لیں۔ وہ مال و دولت کی آفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الدنيا تطلبُ الهاربَ منها . فانّ أدركتُه جرحتْه .

و إن أدركها الطالب لها قتلَتْه . حليه ج۹ ص۲۵۸ .

یعنی " جو آدمی دنیا سے بھاگتا ہو اور اس کا طالب نہ ہو دنیا اس کی طلب میں اور اس کی تلاش میں رہتی ہے۔ پس اگر دنیا اس شخص کو پالے تو اسے زخمی کر دیتی ہے (یعنی جو آدمی دنیا کا طالب نہ ہو اور اس کے پاس دنیاوی مال و دولت آجائے تو دنیا ایسے آدمی کو بھی کچھ نہ کچھ نقصان ضرور پہنچاتی ہے) اور جو شخص دنیا کا طلبگار ہو وہ اگر دنیا کو پالے تو دنیا اسے قتل کر دیتی ہے (یعنی طالبِ دنیا کو دنیا انتہائی نقصان پہنچاتی ہے یہاں تک کہ اس کی آخرت تباہ کر دیتی ہے) "۔

ابو سلیمان دارانیؒ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ مال و دولت کی فراوانی بہرصورت نقصان دہ ہے کیونکہ وہ اپنے مالک و صاحب کو یا تو بالکل قتل اور ختم کر دیتی ہے، یعنی اس کی اخروی زندگی اور نورِ ایمان کو تباہ کر دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ شخص دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے اگر وہ شخص محبِّ دنیا ہو۔

اور اگر صاحبِ دنیا و مالکِ دنیا نیک اور صالح آدمی ہو تو یہ دنیا ایسے مالک و صاحب کو زخمی کر دیتی ہے۔

زخمی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عبادت و ذکر اللہ و تعلق باللہ میں مال و دولت کی فراوانی کچھ کمی کر دیتی ہے۔ لہٰذا قوت لایموت پر قناعت کرنا بہت بڑی سعادت اور بہت بڑی غِنا ہے۔

افسوس...... کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ مسلمان اپنے فرائض سے غافل ہو گئے ہیں۔

ہر انساں فرضِ انسانی سے غافل ہوتا جاتا ہے
زمانہ آگ دے دینے کے قابل ہوتا جاتا ہے

دنیا کی ظاہری رونق اگرچہ بڑھتی جارہی ہے مگر للّٰہیت و روحانیت کم ہوتی جارہی ہے۔

نگاہِ خلق میں دنیا کی رونق بڑھتی جاتی ہے
مری نظروں میں پھیکا رنگِ محفل ہوتا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے، حبِّ دنیا سے، خوابِ غفلت سے، طاعات و حسنات و ذکر اللہ میں کسل و کاہلی سے بچائیں۔ آمین۔

باب ۹

محترم احباب ! بزرگوں کے حکیمانہ اقوال، عارفانہ مواعظ، پاکیزہ اخلاق، ایمان افروز واقعات اور مبنی بر تقویٰ افعال و احوال کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ ان کی سیرت کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ نیک اعمال کا جذبہ بڑھتا ہے اور اخلاص وحسنِ نیت کے سوز میں تیزی و شدت نمودار ہوتی ہے۔

اللہ تعالی سے بزرگوں کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی توفیق کی دعا کیا کریں۔

زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہما بڑے زاہد و عابد تھے۔ ان کا ایک قیمتی و ایمان افروز قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

مَن قنع بما قَسَم الله له فهو من أغنىٰ الناس . حلیه ج۳ ص۱۳۵ .

یعنی " جو شخص اللہ تعالی کے تقسیم کردہ و عطاکردہ رزق پر قناعت کرے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غَنِی ہے (یعنی اس کا دل غنی ہوتا ہے کیونکہ اصل غِنا دل کی غِنا ہے) "۔

زین العابدین، علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہما کا لقب تھا۔ وہ

بڑے عابد، بڑے عالم اور صاحبِ کراماتِ جلیلہ تھے۔ اہلِ تاریخ نے ان کی بڑی قیمتی، عبرت انگیز اور ایمان افروز حکایات و کرامات ذکر کی ہیں۔ حِلیہ میں ان کا یہ عارفانہ و عالمانہ قول مذکور ہے۔

يقول : إن قومًا عبدوا الله رهبةً فتلك عبادة العَبِيد . و آخرين عبدوه رغبةً فتلك عبادة التجّار . و قومًا عبدوا الله شكرًا فتلك عبادة الأحرار . حليه ج۳ ص١٣٤ .

یعنی " زین العابدینؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ تعالی کے خوف اور جہنم کے ڈر کی وجہ سے اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، یہ غلاموں والی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ جنت کی رغبت کی وجہ سے اور اس کے حصول کی خاطر اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں والی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کیلئے اس کی عبادت کرتے ہیں، یہ اَحرار یعنی مخلصین کاملین کی عبادت ہے "۔

وعن فضيل بن غزوان رحمه الله تعالى قال: قال لى على بن الحسين رحمه الله تعالى : مَن ضحك ضحكةً مَجَّ مجّةً من العلم .حليه ج۳ ص١٣٤ .

" حضرت فضیل بن غزوانؒ فرماتے ہیں کہ مجھے علی بن حسینؒ نے یہ قیمتی بات بتائی کہ جو آدمی بلا ضرورت ایک دفعہ زور سے ہنسا اس نے علم کا بہت بڑا حصہ نکال دیا اور ضائع کر دیا "۔

زین العابدینؒ کا یہ قول نہایت حکیمانہ ہے۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ زور زور سے بے جا ہنسنا علماء اور شرفاء کا طریقہ نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بے جا زور سے ہنسنا قساوتِ قلب کا سبب ہے۔

اور زین العابدینؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ یہ نقصانِ علم و نقصانِ فہم کا سبب بھی ہے۔ بے جا زور سے ہنسنے سے ذہن پر بوجھ پڑتا ہے اور کثرت سے ایسا ہنسنا موجبِ غباوت و باعثِ غفلت ہے۔

نیز کثرت سے ہنسنا موت سے غافل ہونے کی بھی علامت ہے۔

اور اسی طرح یہ فکرِ آخرت کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر بعض صحابہ کو آپس میں ہنستے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔

لوتعلمون ما أعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيرًا .

یعنی " اگر تم وہ احوالِ آخرت جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم (یا ہنسنا بالکل ختم کر دیتے) اور روتے زیادہ "۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زین العابدینؒ بطورِ کشف و کرامت یا مستقل طور پر اللہ تعالی کی طرف سے دیئے ہوئے علمِ اَلسنۂ حیوانات وطیور کی بدولت جانوروں اور پرندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔

عن ابی حمزة الثمالی قال : كنت عند علی بن الحسين رحمه الله تعالى فاذا عصافير يَطرنَ حولَه يَصرخُنَ . فقال : يا اباحمزة ! هل تدری ما يقول هؤلاء العصافير ؟ فقلت : لا . قال : فانّها تقدِّس ربَّها عزّ و جل و تسأله قوتَ يومها . حليه ج۳ ص۱۴۰ .

یعنی " ابوحمزہ ثمالیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں علی بن حسینؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ چڑیاں ان کے ارد گرد اڑنے اور چہکنے لگیں۔ علی ابن حسینؒ نے فرمایا کہ اے ابوحمزہ ! کیا تو جانتا ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں ؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں جانتا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ چڑیاں اپنے ربّ عزو جل کی حمد و تقدیس بیان کرتی ہیں اور اس سے ایک دن یعنی آج دن بھر کی روزی کا سوال کرتی ہیں "۔

اس قسم کا ایک ایمان افروز واقعہ سلیمان علیہ السلام کا بھی بعض کتابوں میں منقول ہے۔ اس واقعہ کا ذکر یہاں نفع سے خالی نہ ہوگا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ کئی آثار و نصوص میں تصریح ہے کہ سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالی نے یہ علم دیا تھا کہ وہ جانوروں اور پرندوں کی بولی بھی پوری طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے۔

رأى سليمان عليه الصلاة والسلام بُلبُلاً يغرِّد على شجرةٍ . فضحك . ثم قال : أتدرون ما يقول هذا الطائر ؟ قالوا : انت أعلم يا نبيَّ الله . فقال : يقول : أكلتُ نصفَ تمرةٍ . فشبعتُ منها . فعلى الدنيا السَّلامُ . مفيد العلوم ص١٣٤ .

یعنی " سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک بلبل کو درخت پر چہکتے ہوئے دیکھا، سلیمان علیہ السلام مسکرائے اور ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہیں پتہ ہے کہ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے ؟ ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ! آپ بہتر جانتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بلبل کہہ رہی ہے کہ میں نے آدھی کھجور کھائی ہے جس سے میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ بس اب دنیا پر سلام ہے۔ یعنی اب مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔

زین العابدینؒ کا ایک اور قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں۔ إن الله تعالى يحبّ المؤمن المذنِب التائب . حليه ج۳ ص۱۴۰ .

یعنی " اللہ تعالیٰ اس مؤمن کو پسند فرماتے ہیں جو گناہ سرزد ہوجانے کے بعد فوراً توبہ کر لے "۔

احمد بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ معروف باحمد نوری بڑے صوفی، عابد اور تارکِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ وہ سرّی سقطیؒ کے تلمیذ و رفیق تھے۔ آخرت کی مسرات اور راحتوں کے حصول کی خاطر جیسا کہ سلف صالحین کا طریقہ تھا وہ دنیاوی لذتوں کو ترک کر چکے تھے۔

علی بن عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

دخلت على النورى رحمه الله تعالى ذات يوم . فرأيتُ رجلَيه منتفختَين . فسألتُه عن أمرِه . فقال : طالبتْني نفسى بأكل التمر . فجعلتُ أدافعها فتأبٰى عليّ . فخرجتُ فاشتريتُ . فلمّا أن أكلتُ قلتُ لها : قومى حتي تُصلّى . فأبتْ . فقلتُ : لله عليّ و عليّ إن قعدتِ على الأرض أربعين يومًا . فما قعدتُّ . حليه ج۱۰ ص۲۵۱ .

یعنی " میں ایک دن شیخ نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں سوجے اور پھولے ہوئے تھے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے ؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے نفس نے ایک دن مجھ سے کھجور کھانے کا مطالبہ کیا۔ میں اسے اس خواہش سے روکتا رہا اور منع کرتا رہا لیکن اس نے انکار کیا اور ہر صورت میں کھجور کھانے کی خواہش کی۔ چنانچہ میں گھر سے نکلا اور کھجور خریدی۔

جب اس نے کھجور کھالی تو میں نے اسے کہا کہ اب کھڑا ہو جا اور شکر کے طور پر نوافل ادا کر۔ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور نوافل پڑھنے پر آمادہ نہ ہوا۔ میں نے اسے کہا کہ اللہ کی قسم میں تجھے اب چالیس روز تک زمین پر نہیں بیٹھنے دوں گا۔ چنانچہ میں چالیس روز تک نہیں بیٹھا (اسی وجہ سے قدم سوجے ہوئے ہیں) "۔

بزرگ اللہ تعالی کی رضا کی خاطر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالی کی رضا کے لئے مشقتوں کو راحت اور ذلت کو عزت سمجھتے ہیں۔ اسی مضمون کا ذکر ایک شاعر نے اس رباعی میں کیا ہے۔

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد
یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست مے باید داد
یا جاں برہش نثار مے باید کرد

اس رباعی کا منظوم اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

ہو چکا بس شکوۂ لیل و نہار — کام دو ہیں کر کسی کو اختیار
یا سراپا بن رضائے دلرُبا — جان کر دے یا محبت میں نثار

آجکل اکثر مسلمان خدا تعالی سے بے خبر ہیں۔ غفلت میں پڑے

ہوئے ہیں۔ سیم و زر اور تحصیلِ رزق کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے سے کینہ رکھتے ہیں۔ اسی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر ایک شاعر نے اس رباعی میں کیا ہے۔

ایں مردمِ دنیا ، ز خدا بے خبراند
ہر شام و سحر در طلبِ سیم و زراند
از پہلوئے ہمد گر ، جگر ریش تراند
ہر چند کہ چوں بادِ صبا درگزراند

اس رباعی کا اردو میں منظوم ترجمہ سن لیں۔

اہلِ دنیا ہیں خدا سے بے خبر — سیم و زر کی ہے طلب شام و سحر
رکھتے ہیں آپس میں کینہ کس قدر — گرچہ ہیں مثلِ صبا وقفِ سفر

شیخ نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ واقعہ نہایت عبرت انگیز اور ایمان افروز ہے۔ ہم دن میں اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتوں اور مختلف الانواع کھانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے اور غفلت سے زندگی گزار رہے ہیں۔

لیکن شیخ نوری کا حال دیکھئے۔ وہ تارکِ دنیا تھے۔ بھوکے اور پیاسے رہتے تھے۔ دنیاوی کھانوں اور راحتوں سے بہت دور تھے۔ عمر میں صرف ایک دفعہ نفس کی خواہش کے مطابق کھجوریں کھائیں اور پھر اپنے نفس کو اس دنیاوی خواہش کی یہ سزا دی ، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی خاطر اپنے نفس کو یہ تکلیف دی کہ پورے چالیس دن ذکر اللہ میں ، عبادت اللہ میں ، فکرِ آخرت میں ، آہ و بکاء میں ، گریہ و فغاں میں

اور توبہ واستغفار میں کھڑے گزارے۔ بدن کے سارے اعضاء زیادہ تکلیف کی وجہ سے سوج گئے لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔

احمد نوریؒ صاحبِ کرامت تھے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک واقعہ ہے۔

عن جعفر بن الزبير : أن احمد ابا الحسين النورى رحمه الله تعالى دخل يومًا الماءَ . فجاء لصٌّ فأخذ ثيابَه . فبقى في وسط الماء . فلم يلبث إلاّ قليلاً حتي رجع اليه اللِصُّ و معه ثيابه . فوضعها بين يديه و قد جفّت يمينُه . فقال النورى : رَبِّ ! قد رَدّ علىّ ثيابى فرُدَّ عليه يمينَه . فردّ الله عليه يده و مضٰى . حليه ج۱۰ ص۲۵۱ .

یعنی " جعفر بن زبیر کہتے ہیں کہ ایک دن ابوالحسین احمد نوریؒ نہر میں غسل کرنے کیلئے داخل ہوئے۔ چور آیا اور آپ کے کپڑے اٹھا کر لے گیا۔ شیخ نوریؒ پانی میں حیران کھڑے رہے۔ وہ تھوڑی دیر ہی پانی میں ٹھہرے تھے کہ چور ان کے کپڑے لے کر واپس آگیا اور (معافی مانگتے ہوئے) کپڑے ان کے سامنے رکھ دیئے۔ اس چور کا دایاں ہاتھ سوکھ چکا تھا (یہ شیخ نوریؒ کی کرامت تھی)۔ شیخ نوریؒ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ! اس شخص نے میرے کپڑے مجھے واپس کر دیئے ہیں آپ بھی اس کا دایاں ہاتھ واپس عطا کر دیں (یعنی ٹھیک کر دیں) چنانچہ (ان کی دعا کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا ہاتھ درست کر دیا اور وہ چلا گیا "۔

برادرانِ کرام ! اللہ عزوجل غیبی طریقوں سے اپنے اولیاء کی مدد

فرماتے ہیں۔ اہل اللہ فکرِ عبادت، ذکر، محبتِ خدا و رسول میں غرق ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ صرف اللہ تعالی کی رضا چاہتے ہیں کیونکہ ان کا محبوب صرف اللہ تعالی ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل ہمیں بھی وہ دل نصیب فرمائیں جس کا مطلوب و محبوب وہ ہو جو اولیاء اللہ کا محبوب ومطلوب ہے۔ اولیاء اللہ کے قلوب کیا چاہتے ہیں؟ ان کی آرزو و خواہش کیا ہوتی ہے؟ ایک شاعر بڑے پیارے انداز سے اہل اللہ کے دلوں کی چاہت و آرزو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بس اب ایک ہی آشنا چاہتا ہوں
ہٹو دوستو، راستہ چاہتا ہوں
ترے عشق میں اور کیا چاہتا ہوں
بقا چاہتا ہوں رضا چاہتا ہوں
رضا تیری حاصل ہو کون و مکاں میں
یہی اب تو بس اے خدا چاہتا ہوں
اِدھر سے ہو شوق اور اُدھر سے کشش ہو
میں بے دست وپا، دست وپا چاہتا ہوں
جہاں سانس لینے میں ہو آہ پیدا
بس اب کوئی ایسی فضا چاہتا ہوں
کرم کے بھروسے میں کتنا جری ہوں
خطا کر کے اُن سے عطا چاہتا ہوں

کسی کا میں اب ہو کے محوِ تصوّر
سب افکار کا خاتمہ چاہتا ہوں
حقیقت سے دل آشنا ہوگیا ہے
خدا ہی کا چاہا ہوا چاہتا ہوں
ترے نام کی دل پہ ضربیں لگا کر
مقامِ فناء الفنا چاہتا ہوں

بقدرِ گزارہ رزق کا حصول اللہ تعالی کی نعمت ہے اور پھر اس پر قناعت اور صبر کرنا نعمت در نعمت ہے۔ مگر افسوس کہ اس نعمت کو نعمت سمجھنے والے اور اس پر راضی ہونے والے لوگ آجکل بہت تھوڑے ہیں بلکہ معدوم و مفقود ہیں۔ ہر شخص رزق کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز کرنے والے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

حلال مال و دولت کی فراوانی اور بہتات میں شرعاً کوئی زیادہ حرج نہیں ہے لیکن اس حلال دولت کا شکر بجالانا اور اس کا صحیح مواقع میں استعمال کرنا اور تمام حقوق ادا کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ عموماً مال و دولت کی بہتات انسان کو غفلت اور تکبر پر آمادہ کرتی ہے۔

اس سلسلے کی ایک اہم حدیثِ مرفوع مرسل پیشِ خدمت ہے۔

عن عباد بن كثير رضى الله تعالى عنه قال : جاء رجل عليه بردة له . فقعد الى رسول الله ﷺ . ثم جاء رجل عليه أطمارٌ له فقعد . فقام الغنيُّ بثيابه فضمَّها اليه . فقال النبي عليه السلام : أكُلّ هذا تقذُّرًا من أخيك

المسلم؟ أكنت تحسب أن يصيبه من غناك شئ أو يصيبك من فقره شئ ؟

فقال الغنيُّ : معذرة الى الله و الى رسوله من نفس أمّارة بالسوء و شيطان يكيدنى . أشهِدك يا رسولَ الله ! أنّ نصف مالى لـه .

فقال الرجل : ما أريد ذلك . فقال النبي ﷺ : لم ذاك ؟ قال : أخاف أن يفسِد قلبي كما أفسده . حليه ج۸ ص۵۳ .

یعنی ”عباد بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک (مالدار) آدمی آیا جس نے (ایک قیمتی) چادر اوڑھی ہوئی تھی ۔ وہ آکر حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ایک (غریب) آدمی آیا جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب وہ آکر نبی علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا تو وہ مالدار آدمی اٹھا اور اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا۔

نبی علیہ السلام نے (اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا یہ سب کچھ تو اپنے مسلمان بھائی سے نفرت کی وجہ سے کر رہا ہے؟ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری مالداری میں سے کوئی چیز اس فقیر کو مل جائیگی یا اس فقیر کے فقر میں سے کوئی چیز تجھے پہنچ جائیگی ؟

اس مالدار صحابی (کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس) نے اللہ و رسول کے سامنے معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ سب کچھ نفس کی کارستانی ہے جو انسان کو برائی کا امر کرتا ہے اور شیطان کی کاروائی

ہے جس نے مجھے دھوکہ دیا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا آدھا مال اس فقیر صحابی کیلئے ہبہ ہے۔

یہ سن کر اس غریب صحابی نے عرض کیا کہ میں یہ مال نہیں لینا چاہتا۔ نبی علیہ السلام نے نہ لینے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا کہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ یہ مال میرا دل بھی اسی طرح فاسد اور گندا کر دے گا جس طرح اس نے اس شخص کو فاسد اور گندا کیا ہے"۔

اس حدیث شریف میں ہمارے لئے کئی دروسِ عبرت ہیں۔

پہلا درس یہ ہے کہ مال و دولت اگرچہ حلال ہو اس کی فراوانی گاہے گاہے انسان کو ریا، تفاخر، عجب اور فقراء کی تذلیل و اہانت وغیرہ گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے جیسا کہ اس غنی کے رویّہ سے آپ کو معلوم ہوا۔

دوسرا درس یہ ہے کہ اس واقعہ سے اغنیاء صحابہ کی عظمت اور عظیم فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ وہ غنی صحابی بہرحال انسان تھے۔ ان سے نفسِ امّارہ اور شیطان کے فریب کی وجہ سے معمولی سی لغزش تو سرزد ہوگئی لیکن پھر انہوں نے بہانے تراشنے اور اعذار پیش کرنے کی بجائے فوراً معافی مانگی۔ ان کے دل کی حالت بدل گئی۔ آخرت کا نقشہ سامنے آگیا۔ اور خوفِ خدا ان کے دل پر اتنا چھا گیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو گواہ بناتے ہوئے اپنی بے تحاشا منقولہ و غیر منقولہ دولت کا نصف حصہ اس فقیر کو دیدیا۔

اگر وہ ہزار دو ہزار درہم دیتے تو بھی یہ بہت بڑی بات تھی مگر ان

کی بے مثال قربانی کا اندازہ لگائیے کہ انہوں نے کُل دولت میں سے آدھا حصہ اس فقیر صحابی کو بخش دیا اور اپنے اس ہبہ و صدقہ کو مستحکم اور یقینی بناتے ہوئے نبی علیہ السلام کو گواہ بنایا۔

تیسرا درس اس حدیث سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ اس قصہ سے فقراء صحابہ کی عظیم منقبت اور قوت لایموت پر قناعت اور مکمل طور پر راضی بقضاء اللہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ دیکھئے۔ اس فقیر صحابی کو ایک دولتمند کی آدھی دولت مل رہی تھی لیکن انہوں نے صبر ، قناعت اور رضا و تسلیم کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کی برکت سے اس دولت کو ٹھکرا دیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ سب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی عظیم تعلیم ، کامل تربیت اور اعلیٰ تزکیہ کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

احباب کرام ! اللہ تعالیٰ نے جو رزق ہمارے لئے مقرر کیا ہے وہ لازماً ہمیں پہنچ کر رہے گا۔

نبی علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رزق کے بارے میں تسلی و اطمینان کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔ عن ابن المنکدر رحمہ اللہ تعالی عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : لا تَستبطِؤوا الرزقَ فانـّه لم یکن عبد لیمُوتَ حتي یَبلُغَ آخر رزقٍ له . فاتّقوا اللہ وأجمِلُوا في الطلب أخذِ الحلال و ترکِ الحرام .

اخرجه ابونعيم في الحلية ج۳ ص۱۵۶ و قال : غريب من حديث محمد وشعبة تفرد به وهب بن جرير . و اخرجه ايضًا ابونعيم فيها ج۷ ص۱۵۸ و قال : غريب من حديث شعبة تفرد به جيش عن وهب .

" حضرت ابن منکدرؒ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور جابرؓ نبی علیہ السلام سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ تاخیرِ رزق کی وجہ سے ناامید نہ ہوا کرو کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرسکتا جب تک وہ اپنا رزق پورے کا پورا حاصل نہ کرلے۔ پس نیک اور جائز طریقے سے رزق حاصل کرو۔ رزقِ حلال حاصل کرو اور حرام مال چھوڑ دو "۔

حضرت جعفر صادقؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ يا سُفيان ! إذا جاءَكَ ما تحبّ فأكثِر من " الحمدلله". و اذا جاءَك ما تكرَهُ فأكثِر من "لا حَولَ و لا قُوَّةَ إلاّ بِالله". و إذا استبطأتَ الرّزقَ فأكثر من الاستغفار . كذا في الحلية ج۳ ص۱۹۶ .

یعنی " اے سفیان ! جب آپ کو اپنی پسندیدہ چیز مل جائے تو کثرت سے الحمدللہ پڑھا کریں اور جب آپ غم و مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کریں اور جب حصولِ رزق میں تنگی اور تاخیر واقع ہو جائے تو کثرت سے استغفار کیا کریں "۔

حافظ ابونعیمؒ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں یہ روایت نقل کی ہے۔

قال سفيان : قال عيسى عليه الصلاة و السلام :

كونُوا أوعِيَةَ الكتابِ ، و ينابيعَ العلم . و سَلُوا الله رزقَ يومٍ بيومٍ . و لا يضُرّكم أن لا يُكثِرَلكم . حليه ج٧ ص٢٧٤ .

یعنی ” حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے (اپنی قوم سے) فرمایا۔ تم کتاب اللہ (انجیل) کے حافظ اور دینی علم کا سرچشمہ بنو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایک ایک دن کا رزق مانگا کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں (ایک وقت میں) زیادہ رزق نہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے “۔

جو رزق ہمارا مقدر ہے وہ ضرور پہنچتا ہے۔ اس معاملے میں ایک کامل مؤمن زیادہ فکرمند نہیں ہوتا۔

اس سلسلے میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن جابر رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : لو أنّ ابنَ آدمَ هرب من رزقِهٖ كما يهرِبُ من الموتِ لأدركَه رزقُه كما يُدركُه الموتُ . اخرجه ابونعيم في الحلية ج٨ ص٢٤٦ .

” جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ اگر انسان اپنے رزق (جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے) سے یوں بھاگے جس طرح وہ موت سے بھاگتا ہے تب بھی وہ رزق اسے ضرور پالیگا (یعنی اسے ضرور پہنچ کر رہیگا) جس طرح موت انسان کو بہرصورت گرفتار کرلیتی ہے “۔

رزق کے بارے میں ایک اور حدیث شریف ہے۔

عن ابی سعیدنِ الخدری رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : من سَخِطَ رزقَه و بثّ شکواہ و لم یَصبِر لم یصعد له إلی اللہ عمل . و لقی اللہ عزّ وجلّ وهو علیه غضبان . اخرجه الحافظ ابونعیم فی الحلیة ج۳ ص۲٤٥ .

یعنی ’’جوشخص اپنے (مقدرشدہ) رزق پر (کسی وجہ سے) ناراض رہے اور زبان پر اس کی شکایت کرتا رہے اور صبر نہ کرے تو اس شخص کی کوئی عبادت اللہ تعالی کی طرف پہنچ کر مقبول نہیں ہوتی اور موت کے بعد اللہ تعالی سے وہ اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالی اس شخص کے بارے میں سخت غصے میں ہوں گے‘‘۔

افسوس...... کہ اس زمانے میں ہر انسان کو اپنا پیٹ پالنے کی فکر لگی ہوئی ہے اور اسی کی خاطر دن رات محنت کرکے مال کماتا ہے چاہے حلال ہو یا حرام۔ رزقِ حلال پر قناعت اور صبر کرنے والے لوگ اس دور میں بہت کم ہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔

گو ہو گئے شکم کے مطالب کے ترجمان
افسوس ہے کہ دل کے زباں داں نہیں رہے

انسان آئے دن ایسے واقعات وحالات دیکھتا ہے جو عُمر کی بے ثباتی کی دلیل ہوتے ہیں اور فکرِ آخرت کی تلقین کرتے ہیں مگر وہ ان سے عبرت

حاصل نہیں کرتا۔ ایسے حالات وواقعات سے عبرت حاصل کرنیوالے لوگ مفقود ہوگئے ہیں یا بہت کم ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سامنا ہر دم قیامت کا مجھے جینے میں ہے
کچھ نہ پوچھو کس قدر بے چین دل سینے میں ہے
کیا ثباتِ عُمر بس اک جنبشِ فطرت کی دیر
زندگی کیا ہے فقط اک عکس آئینے میں ہے

مشہور ولی اللہ حضرت سہل بن عبداللہ ؒ کا قول ہے۔

المومِنُ أكرمُ على الله تعالى من أن يجعل رزقَه من حيثُ يحتسِبُ . يطمعُ المؤمنُ في مَوضعٍ فيمنع من ذلك و يأتيه من حيث لايحتسِب . حلية الاولياء ج۱۰ ص۲۰۲ .

یعنی ” مؤمن کا مقام اللہ تعالی کے نزدیک بہت بلند ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی اس کا رزق صرف ایک جگہ سے جہاں اس کا خیال ہو متعین نہیں کرتے (بلکہ کئی ایسی جگہوں سے اسے رزق پہنچاتے ہیں جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا)۔ سو وہ ایک مقام سے رزق کی توقع رکھتا ہے لیکن وہاں سے اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا اور ایسی جگہ سے اسے رزق پہنچتا ہے جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا “۔

نیز حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ما من أحدٍ يسَّر الله له شيئًا من العبادة إلاّ فرّغه لتلك العبادة . ولا فرَّغ الله أحدًا إلاّ أسقَطَ عنه مؤونة الرزق من أين يأخذه . و إلاّ جعل له مقامًا عنده . و

جعل هذا العبد يُؤثِره في كلّ حالٍ و على كلّ حالٍ. وما من عبدٍ آثر الله إلاّ سَلّمه من الدُّنيا و لم يَكِلهُ إلى غيره. حليه ج ۱۰ ص ۲۰۲.

یعنی "اللہ تعالی جس شخص کو عبادت کی توفیق دیں تو اسے عبادت کیلئے دیگر اشغال سے فارغ کر دیتے ہیں۔ اور جسے اللہ تعالی عبادت کیلئے فارغ کر دیں تو اس کے دل و دماغ سے رزق کے بارے میں یہ غم کہ رزق کہاں سے حاصل ہوگا دور فرما دیتے ہیں (یعنی اسے رزق ملتا رہتا ہے)۔

اور اللہ تعالی اس شخص کو اپنے ہاں اتنا بلند مرتبہ عطا فرما دیتے ہیں کہ اس کی برکت سے وہ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالی کی رضا کا خیال رکھتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالی کی رضا کا خیال رکھے اور ان کی رضا کو سب امور پر ترجیح دے تو اللہ تعالی اسے دنیاوی غموں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسے غیر کے سپرد نہیں فرماتے"۔

آجکل مسلمانوں نے چونکہ اللہ تعالی کی طاعت و عبادت چھوڑ دی ہے اس لئے اللہ تعالی نے بھی اپنی خصوصی مدد و نصرت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

یاد رکھئے! اگر ہم نے اللہ تعالی کی بندگی کو اپنا مقصودِ زندگی بنایا تو اللہ جل جلالہ بھی اپنا وعدۂ نصرت پورا فرمائیں گے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

طاعتِ باری سے دل کو شاد رکھ　　　إنَّ وَعدَ اللهِ حَقٌّ یاد رکھ

اللہ جل جلالہ کے احکامات کی بجا آوری ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اسی پر چلنا مسلمان کا فرض ہے۔

ہو اگر اکبر تمہیں شوقِ صراطِ مستقیم
دیکھ لو قرآن میں مَن یَّعتَصِم باللّٰہ کو

اللہ جل جلالہ کی اطاعت اور ان کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی مقصودِ زندگی ہے۔ اور یہ مقصد انبیاء علیہم السلام کی مقدّس تعلیمات سے معلوم ہو سکتا ہے۔

آجکل کے نام نہاد دانشور جو علمِ دین اور احکاماتِ خداوندی سے بے بہرہ ہیں اور قوم کے رہبر بنے ہوئے ہیں وہ زندگی کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ کھاؤ، پیو اور کماؤ۔ خواہ حلال ہو یا حرام۔ ایسے دانشور قوم کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسے جاہل دانشوروں ہی کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

کہا بقراط سے دُنیا میں کیوں آیا تو اے ناداں
کہا اس نے کہ میں لایا گیا مجھ کو پڑا آنا
کہا کیونکر بسر کی عُمر، بولا ساتھ حیرت کے
کہا، کیا جانا، بولا کچھ نہیں جانا یہی جانا

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ، صاحبِ کشف بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے متعدد اقوالِ ناصحانہ و عارفانہ کا ذکر گزر چکا ہے۔

کتابوں میں مذکور ہے کہ رزق کے بارے میں ان کا اپنا حال بڑا عجیب تھا۔ ظاہری طور پر ان کے رزق کا کوئی سبب نہ تھا۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ حضرت سہلؒ کہاں سے کھاتے ہیں؟

ان کی غذا ایک کرامت پر مبنی تھی۔ وہ اس طرح کہ ہر رات جنگل سے ایک بکری خفیہ طور پر ان کے پاس آتی تھی اور وہ اس بکری کا دودھ دوہ کر پی لیتے تھے۔

علماء کرام کہتے ہیں کہ حضرت سہلؒ کے اکثر احوال پوشیدہ تھے۔ غیب سے ان کے پاس ضروریاتِ زندگی کا سامان پہنچتا تھا۔

حضرت احمد بن عمران ہرویؒ نے ابوالعباس خواصؒ کے اصحاب میں سے کسی صاحب سے ایک حکایت نقل کی ہے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے حضرت سہل بن عبداللہؒ کی پوشیدہ کرامات اور ان کی عبادت کے بعض احوال پر مطلع ہونے کی بڑی خواہش تھی۔ اس غرض سے میں نے حضرت سہلؒ کے متعدد شاگردوں سے ان کے حالات دریافت کیے۔

ایک رات اسی غرض سے میں خفیہ طور پر حضرت سہلؒ کی مجلس میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سہلؒ نوافل پڑھنے میں مشغول ہیں۔ آپ نے لمبا قیام کیا اور لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے رہے۔

اتنے میں جنگل میں سے ایک بکری آئی اور مسجد کا دروازہ اپنے سر سے کھٹکھٹانے لگی۔ سہلؒ نے جب وہ آواز سنی تو قیام مختصر کر کے رکوع وسجدہ کیا اور قعدہ کے بعد سلام پھیرا۔

پھر دروازہ کھولا اور ایک برتن لے کر مسجد سے باہر نکلے۔ بکری ان کے پاس کھڑی ہوگئی۔ انہوں نے برتن میں اس کا دودھ دوہا اور پیا۔ پھر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور فارسی زبان میں، جو حضرت سہلؒ کی اپنی

مادری زبان تھی ،اس بکری کے ساتھ کچھ باتیں کیں۔

پھر وہ بکری جنگل میں چلی گئی اور حضرت سہلؒ واپس مسجد میں آکر پھر نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

برادران اسلام ! ایسے بزرگ بھی اس دنیا میں گزرے ہیں۔وہ خود رُخصت ہو گئے لیکن ان کی کرامات اور ان کے عبرت انگیز و ایمان افروز حالات و واقعات کا ذکر آج بھی ہو رہا ہے۔وہ دنیا میں بظاہر مسکین و فقیر رہے مگر وہ اللہ تعالی کے محبوب ترین بندے تھے۔ محبتِ خدا تعالی ہی مسلمان کا سرمایہ ہے۔اللہ تعالی ہر مسلمان کو یہ عظیم سرمایہ اور یہ بے بہا نعمت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۰

حضرات کرام! ایمانی حالت کے پیشِ نظر مسلمان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض مسلمانوں کی ایمانی حالت کمزور ہوتی ہے۔ ان پر چونکہ محبتِ دنیا کا غلبہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس قسم کے مسلمان طلبِ دنیا میں زیادہ کوشاں ہوتے ہیں۔ دنیوی مباح و جائز مسرّتوں اور آسائشوں کے حصول پر وہ زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ دنیوی چیزیں ان کی مقصودِ اعلیٰ ہوتی ہیں۔ وہ اس بات کے متمنی ہوتے ہیں کہ اپنے دنیاوی مقصد میں کامیاب ہوجائیں۔

اور بعض مسلمانوں کی ایمانی حالت قوی ہوتی ہے، ان پر دینداری کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے وہ آخرت کے طالب ہوتے ہیں۔ آخرت کی مسرات ہی ان کی مطلوب ہوتی ہیں۔ وہ اخروی مقاصد و مطالب میں کامیابی پر ہی خوش ہوتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ دارین کے مقاصد کی تکمیل اور ان میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس لئے دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنے مقاصد میں کامیابی کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی سے کامیابی کی توفیق مانگنی چاہئے۔ یاد رکھیں۔ مباح و جائز دنیوی مقاصد میں کامیابی کی دعا مانگنا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔

پہلی قسم کے مسلمان بالخصوص یہ دعا کثرت سے اور خشوع و خضوع سے مانگیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیندار اور کامل واکمل مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اپنا باطنی رشتہ اور روحانی تعلق قوی کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود اعلیٰ بنائے اور اللہ تعالیٰ ہی سے دنیوی و اخروی مقاصد و مطالب میں کامیابی کی دعا مانگے۔ دنیوی مسرات بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور اخروی خوشیاں بھی اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جن کے اوقات عبادت، ذکر اللہ اور فکرِ آخرت میں گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی درحقیقت شاہی ہے۔

عجیب معنئ نازک ہے اس مقولے میں
نظر وسیع جو ہو بندگی میں شاہی ہے
خدا کے ساتھ نہیں ہو تو کچھ نہیں ہو تم
خدا کے ساتھ اگر ہو تو پھر خدا ہی ہے

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیہ ج ۶ ص ۵۷ میں باسند یہ روایت ذکر کی ہے۔

ان عیسی علیه السلام قال للحواريّين : بحقٍّ أقول لكم . ما الدنيا تريدون و لا الآخرة . قالوا : يا رسول الله ! فسِّر لنا هذا الأمر . فإنّا قد كُنّا نرى أنا نريد إحداهما .

قال : لو أردتم الدنيا أطعتم ربَّ الدنيا الذى مفاتيح

خزائنها بيده فأعطاكم . و لو أردتم الآخرة أطعتم ربَّ الآخرة الذى يملكها فأعطاكموها . ولكن لا هذه تريدون و لا تلك .

یعنی ” عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے حواریوں (مخصوص ساتھیوں) سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حق اور سچی بات بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ تم نہ تو دنیا کے حصول کا ارادہ رکھتے ہو اور نہ آخرت کے حصول کا۔ حواریوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ! آپ اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان فرمائیں کیونکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان دونوں یعنی دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے طالب ہوتے ہیں اور اس کے حصول کا ارادہ رکھتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تم دنیا کے حصول کا ارادہ رکھتے تو تم ربِّ دنیا یعنی اللہ تعالی کی اطاعت کرتے جس کے ہاتھ میں دنیوی خزانوں کی چابیاں ہیں۔ پھر وہ تمہیں دنیا عطا کرتا۔ اور اگر تمہارا ارادہ آخرت کے حصول کا ہوتا تو تم ربِّ آخرت کی اطاعت کرتے جو آخرت کا مالک ہے۔ پھر وہ تمہیں اُخروی مسرتیں نصیب کرتا۔ لیکن نہ تم دنیا کے حصول کا ارادہ رکھتے ہو اور نہ آخرت کے حصول کا “۔

عیسیٰ علیہ السلام کے اس قولِ مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالی سے اپنا رابطہ اور تعلق قوی رکھے اور ہر کام میں وہ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو۔ اور جس مسلمان کا اللہ تعالی سے ارتباط قوی ہوگا اسے رزق کے بارے میں بھی اللہ تعالی کی رزّاقیت پر پوری طرح

یقین ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر اگرچہ وہ قلیل ہو قانع ہوگا۔

دوستو! آگے طویل سفرِ آخرت درپیش ہے۔ اس کیلئے بڑی تیاری اور بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ مسلمان غفلت میں مبتلا ہیں۔ کششِ دنیا و رزق نے انہیں تباہ کر دیا ہے۔ ایک شاعر دنیاوی زندگی کے گوناگوں احوال واعظانہ طریقے سے بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

صبر و ہمت چاہیئے جب تک کہ آب و گِل میں ہے
جو بھی دشواری ہے رہرو بس اسی منزل میں ہے

کوئی حسرت ہے نہ اب کوئی تمنّا دل میں ہے
شکر ہے اب عشق اپنا آخری منزل میں ہے

جذبِ دل سے آرزوئے دل عجب مشکل میں ہے
بارہا یہ دل سے نکلی پھر بھی میرے دل میں ہے

کیا کروں یاربّ کدھر جاؤں کشاکش دل میں ہے
اک کشش گرداب میں ہے اک کشش ساحل میں ہے

خیر تیری یاد کی ہر دم جو میرے دل میں ہے
اِک یہی مشکل کُشا بس میری ہر مشکل میں ہے

ہوش کس کو ہے یہاں بیٹھے ہیں سب کھوئے ہوئے
کوئی کیا جانے کہاں ہے جو تری محفل میں ہے

قطعِ راہِ عشق اے رہرو کبھی ممکن نہیں
اک سفر ہے تا بہ منزل اک سفر منزل میں ہے

حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ، عابد، ذاکر اور تارکِ دنیا بزرگ

گزرے ہیں۔ ان سے رزق کے بارے میں بڑے عارفانہ اقوال کتبِ تاریخ میں منقول ہیں۔ انکا ایک قیمتی اور ایمان افروز قول پیشِ خدمت ہے۔

الشهوةُ في ثلاثٍ : في الأكلِ و النظرِ و اللسانِ . فاحفظ اللسانَ بالصدق ، و الأكلَ بالثقة ، و النظرَ بالعبرة . حليه ج۸ ص۸۳ .

یعنی " انسانی خواہشات کا مدار تین چیزیں ہیں (۱) کھانا پینا (۲) نظر (۳) زبان۔ لہٰذا تُو صدق کے ذریعے اپنی زبان کی حفاظت کر (یعنی ناجائز و حرام گفتگو سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ سچ بولے) اور کھانے پینے کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسے کے ذریعے (یعنی جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے رازق ہونے پر اعتماد ہو تو آدمی کھانے پینے کے معاملے میں حرام سے پرہیز کرتا ہے اور رزقِ حلال پر اکتفاء کرتا ہے) اور نظر کی حفاظت کر عبرت کے ذریعے (یعنی جب انسان ہر چیز کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے تو ناجائز و حرام دیکھنے سے نگاہ کی حفاظت ہوتی ہے) "۔

طعام اور رزق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر اعتماد کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق پر قانع ہو۔ اس سلسلے میں حرص اور لالچ سے بچے۔ حرص اور لالچ دونوں توکّل علی اللہ کے خلاف ہیں۔

آجکل انسان کو حرص اور لالچ نے تباہ کر دیا ہے۔ حریص آدمی

کے پاس اگر مال و دولت اور رزق کے ڈھیر لگ جائیں پھر بھی وہ مزید رزق اور مزید مال و دولت کے حصول کیلئے بے قرار رہتا ہے۔

کتبِ تاریخ میں منقول ہے کہ حاتم اصمّ رحمۃ اللہ تعالیٰ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو بعض امور کی وجہ سے کچھ علماءِ مدینہ حاتمؒ سے ناراض ہو گئے۔ کیونکہ حاتمؒ بڑے عابد، ذاکر اور تارکِ دنیا تھے۔ وہ ان علماء پر تنقید کرتے تھے جو دولتمند تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ چند علماء نے آپس میں یہ طے کیا کہ حاتم کو ان کی مجلس میں ان کے مریدین و معتقدین کے سامنے رسوا کرنا چاہئے اور تعلق مع اللہ و باطنی معاملات کے بارے میں کوئی ایسا مسئلہ ان سے پوچھنا چاہئے کہ حاتم اس کا جواب نہ دے سکیں۔ اس طرح حاتم اپنے معتقدین و متعلقین کے سامنے ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔

مگر حاتمؒ صاحبِ ولایت اور صاحبِ علمِ لَدُنّی تھے۔ اس لئے ان کے پاس ہر مسئلے کا صوفیانہ قوی و تسلی بخش جواب موجود ہوتا تھا۔

چنانچہ علماء کا ایک گروہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور درج ذیل سوال و جواب علماء اور حاتم کے مابین ہوئے۔

قالوا : يا ابا عبدالرحمن ! مسألةٌ نسألك . قال : سلوا . قالوا : ما تقول في رجل يقول : "اللّهم ارزقني" .

یعنی " انہوں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ! (یہ حاتمؒ کی کنیت تھی) ہم ایک مسئلہ آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ حاتمؒ نے فرمایا پوچھو۔ علماء نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو اللہ تعالی

سے طلبِ رزق کی دعا کرے، یعنی یوں دعا مانگے اللّٰھم ارزقني ؟ "
ان علماء کا مقصد یہ تھا کہ طلبِ رزق کی دعا مانگنا علمِ باطن، علمِ تصوّف اور علمِ ظاہر کی رُو سے درست ہے یا درست نہیں اور اس قسم کی دعا مانگنی چاہئے یا نہیں ؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو رزّاق ہیں۔ بغیر طلب کے بھی رزق دینے کے ضامن ہیں۔ تو طلبِ رزق کا کیا مطلب ؟ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز ؟

حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سوال کا جو جواب دیا وہ بڑا عجیب ہے۔

قال حاتم : متي طلب هذا الرزق ، في الوقت أم قبل الرزق ؟ قالوا : ليس يفهم هذا يا ابا عبدالرحمن .

" حاتمؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ طلبِ رزق کی مذکورہ صدر دعا بوقتِ حصولِ رزق کی گئی یا حصولِ رزق سے پہلے ؟ (یعنی یہ دعا ضرورتِ رزق کے وقت کی گئی یا ضرورتِ رزق سے پہلے ؟) علماء نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ! یہ بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آرہی "۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صدر دعا کے بارے میں الٹا علماء سے ایک سوال کر دیا جس کے جواب سے علماء نے عجز کا اعتراف کیا۔ اس طرح علماء پر اس الٹے سوال سے حاتمؒ کا علمی رعب چھا گیا۔

انہوں نے اعتراف کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ! آپ کے سوال کا جواب ہمارے پاس نہیں ہے۔ آپ خود اپنے سوال کی تشریح کر کے اس

کے جواب کی توضیح سے ہمیں مستفید فرمائیں۔

چنانچہ حاتمؒ نے اپنے سوال کی تشریح کرتے ہوئے علماء کے مذکورہ صدر سوال کا یہ عارفانہ وحکیمانہ جواب دیا۔

قال : إن كان هذا العبد طلَب الرزقَ من ربّه في وقت الحاجة فنعم . وإلاّ فأنتم عندكم حرث ، و دراهم في أكياسكم ، و طعام في منازلكم . و انتم تقولون : اللّهم ارزقنا . قد رزقكم الله . فكلوا و أطعموا إخوانكم . حتى قالها ثلاثًا . فسلوا الله حتى يُعطِيكم . أنت عسى تموت غدًا و تخلف هذا على الأعداء . و أنت تسأله أن يرزقك زيادةً . فقال علماء اهل المدينة : نستغفر الله يا ابا عبد الرحمن ! إنما أردنا بالمسألة تعنُّتًا .

یعنی ” حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس بندے نے حاجت اور ضرورت کے وقت اپنے ربّ سے طلبِ رزق کی دعا کی تو یہ درست ہے (کیونکہ ضرورت اور حاجت کے وقت بندے کو اپنے ربّ سے ہی سوال کرنا چاہئے) اور اگر ضرورت وحاجت نہیں تھی (تو پھر ایسی دعا کرنا درست نہیں ہے اور تم ایسا ہی کرتے ہو) کیونکہ تمہارے پاس کھیتیاں ہیں۔ تمہاری تھیلیوں میں دراہم ہیں۔ تمہارے گھروں میں طعام کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود تم دعا مانگتے ہو کہ اے اللہ ! ہمیں رزق نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہوا ہے۔ تم اس میں سے خود بھی

کھاؤاور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو بھی کھلاؤ۔ حاتمؒ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ (پھر فرمایا کہ جب تم اس طرح کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو خرچ کرو اور غریبوں کو کھلاؤ تو) پھر تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، وہ تمہیں مزید رزق نصیب فرمائے گا۔ (پھر عبرت اور نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اے انسان!) کیا پتہ ہے کہ تُو کل مر جائے اور اپنے دشمنوں کو تو اس مال کا وارث بنا کر چلا جائے۔ اور تو اللہ تعالیٰ سے مزید رزق کا سوال کرتا ہے (یعنی اتنے مال کو تو کیا کرے گا جبکہ موت کا کوئی پتہ نہیں)۔

حاتمؒ کی یہ عبرت آموز باتیں سن کر علماء مدینہ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! ہم اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے ہیں۔ ہم نے محض ضد اور مخالفت کی وجہ سے آپ سے یہ سوال کیا تھا"۔

حاتم اصمؒ کے اس عارفانہ کلام کی توضیح یہ ہے کہ "اللّٰھم ارزقني" طلبِ رزق کی دعا ہے۔ اگر ضرورت کے وقت یہ دعا کی جائے تو اس دعا میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بندہ ہمیشہ احتیاج و ضرورت کے وقت خدا سے دعا مانگتا ہے۔ شریعت کا حکم بھی یہی ہے۔ اور محتاج و ضرورتمند کی دعا سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی چھوٹی سی چیز کی بھی ضرورت ہو تو وہ بھی خدا تعالیٰ سے مانگو۔

لیکن اگر "اللّٰھم ارزقني" کی دعا ایسے وقت میں کی جائے کہ اس سائل کے پاس ہر قسم کی دولت کی بہتات ہو اور طعام کا ڈھیر اس

کے گھر میں موجود ہو تو یہ دعا درست نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یہ دعا کرنا حرص، لالچ، بخل اور کنجوسی کی علامت ہے۔

لہٰذا اس عبدِ سائل کو چاہئے کہ پہلے اپنے مملوک رزق کو اپنی جائز ضروریات میں خرچ کرے اور دیگر مسکینوں اور مسلمان بھائیوں کو کھلائے۔ اس کے بعد جب وہ رزق ختم ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ سے مزید رزق کی دعا مانگے۔

لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ایسا نہیں کرتے۔ وہ موت کو بھول چکے ہیں۔ انہیں یہ خیال نہیں کہ شاید موت کل ہی آجائے اور یہ ساری دولت ورثاء کے قبضے میں چلی جائے۔ وہ موت کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور رزقِ وافر کی موجودگی کے باوجود ہر شخص مزید رزق مانگتے ہوئے کہتا ہے اللّٰھم ارزقني ۔ دنیا و رزق کے پیچھے لگ کر موت سے غافل ہونا بڑی غلطی ہے۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث
زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث
رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث
گرتا ہے دنیا پہ تُو پروانہ وار
گو تجھے جلنا پڑے انجام کار

پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار
کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

رزق کے بارے میں اولیاء اللہ کا معاملہ بڑا نرالا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر مکمل توکّل کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کے کامل توکّل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے معاملات بھی ان کے ساتھ بڑے عجیب وغریب اور ایمان افروز ہوتے ہیں۔

حبیب فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبِ کرامات اور مستجاب الدعاء بزرگ گزرے ہیں۔ وہ شہر بصرہ کے باشندے تھے۔ حسن بصریؒ کی مجلس میں گاہے گاہے بیٹھتے تھے اور حسن بصریؒ کے مواعظ ہی سے متأثر ہوکر وہ تارکِ دنیا ہوئے اور صاحبِ کرامات ولی اللہ بن گئے۔

رزق اور مال کے بارے میں ان کے واقعات بڑے ایمان افروز ہیں۔ ان کے چند واقعاتِ نادرہ ولطیفہ پیشِ خدمت ہیں۔

قال جعفر بن سليمان : سمعت حبيبًا يقول : أتانا سائل و قد عجنتْ عمرةُ . و ذهبت تجئ بنار تخبزه . فقلت للسائل : خذ العجين . قال : فاحتمله . فجاءتْ عمرة فقالت : أين العجين ؟

فقلت : ذهبوا يخبزونه . فلمّا أكثرتْ عليّ أخبرتُها . فقالت : سبحان الله . لابدّ لنا من شئ نأكله . قال :

فاذا رجل قد جاء بجفنة عظيمة مملوءة خبزًا و لحمًا . فقالت عمرة : ما أسرع ما ردّوه عليك . قد خبزوه و جعلوا معه لحمًا . حليه ج٦ ص١٥٢ .

یعنی " جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حبیب فارسیؒ کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس ایک سائل آیا۔ میری بیوی عمرہ اس وقت آٹا گوندھ کر کہیں آگ لینے گئی تھی تاکہ روٹی پکائے۔ میں نے اس سائل سے کہا کہ یہ آٹا اٹھا لیجئے۔ حبیبؒ فرماتے ہیں کہ سائل نے وہ آٹا اٹھالیا (اور چلا گیا)۔ جب میری بیوی واپس آئی تو اس نے پوچھا کہ آٹا کہاں ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ (کچھ لوگ آئے تھے اور) روٹی پکانے کیلئے آٹا لے گئے ہیں۔

جب بیوی نے زیادہ اصرار کیا اور مجھ سے جھگڑنے لگی تو میں نے اسے سارا قصہ بتا دیا۔ کہنے لگی۔ سبحان اللہ (یہ آپ نے کیا کیا ہے ؟) ہمیں تو بہر حال کھانے کیلئے کوئی چیز چاہئے۔

حبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں ابھی یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک آدمی بہت بڑی دیگ لیکر آیا جو روٹی اور گوشت سے بھری ہوئی تھی (یعنی ثرید بنی ہوئی تھی) اسے دیکھ کر عمرہ نے کہا کہ کتنی عجلت سے انہوں نے روٹی پکا کر اور اس میں (پکا ہوا) گوشت ملا کر ہمیں واپس کر دیا ہے"۔

حمادؒ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حبیب فارسیؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک مسکین عورت آئی اور اس نے بڑے غمگین لہجے میں اپنا یہ دکھ ظاہر کیا کہ اے حبیب! ہمارے گھر میں کئی دن سے فاقہ ہے۔ کھانے کیلئے

کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہماری مدد کیجئے۔ حبیبؒ نے پوچھا کہ تیرے گھر کے افراد کتنے ہیں؟ اس عورت نے ان کی تعداد بتلائی۔ حماد کہتے ہیں کہ حبیبؒ کے پاس اس وقت ایک درہم بھی نہیں تھا۔

فتوضّأ ثم جاء الى الصلاة فصلّى بخضوع و سكون . فلمّا فرغ قال : يا ربِّ ! إنّ الناس يُحسِنون ظنَّهم بى ، فلا تخلف ظنّهم بى . ثم رفع حصيرَه فإذا بخمسين درهمًا طارحةً فأعطاها ايّاها . ثم قال : يا حماد ! اكتم ما رأيتَ حياتى . حليه ج٦ ص١٥٣ .

یعنی ” حبیب فارسیؒ نے وضو کیا اور نماز کیلئے مصلّے پر تشریف لائے اور نہایت خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ! لوگ میرے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہیں ۔ پس آپ میرے بارے میں ان کے حسنِ ظن کے خلاف نہ کیجئے (یعنی آپ ان کے حسنِ ظن کے موافق میرے ساتھ معاملہ فرمائیں)۔ پھر حبیب فارسیؒ نے ایک طرف سے وہ چٹائی اٹھائی تو دیکھا کہ اس کے نیچے پچاس درہم پڑے تھے۔ انہوں نے وہ درہم اٹھا کر اس مسکین عورت کو دیدیئے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اے حماد ! میری زندگی تک اس واقعہ کو چھپائے رکھنا اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرنا “ ۔

کتابوں میں منقول ہے کہ ایک شخص ابو محمد حبیب فارسیؒ کی خدمت میں آیا اور ان سے کچھ مالی مدد مانگی۔ اس نے بتایا کہ میں مقروض ہوں۔

فقال : اذهب و استقرض و أنا أضمن . قال :

فأتى رجلاً فاقترض منه خمسمائة درهم وضمنها ابومحمد حبيب .

یعنی " حبیب فارسیؒ نے فرمایا کہ جاؤ اور کسی سے قرض لے لو اور مجھے اس قرض کا ضامن ٹھہرا دو۔ چنانچہ اس شخص نے جا کر کسی آدمی سے پانچ سو درہم بطورِ قرض لے لئے اور ابو محمد یعنی حبیب فارسیؒ اس رقم کے ضامن بن گئے " ۔

چند دنوں کے بعد اس قرض خواہ شخص نے آکر حبیب فارسیؒ سے قرض کی رقم طلب کی۔

فقال : نعم ، غدًا . فتوضّأ ابومحمد ، و دخل المسجد ، و دعا الله تعالى . و جاء رجل فقال له : اذهب فان وجدتَّ في المسجد شيئًا فخذه . فذهب فاذا في المسجد صرّة فيها خمسمائة درهم . فذهب فوجدها تزيد على خمسمائة . فرجع اليه فقال : يا ابامحمد ! تلك الدراهم تزيد . فقال : اذهب هى لك ، مَن وزنها فوزنها راجحةً . حليه ج٦ ص١٥٠ .

یعنی " حبیب فارسیؒ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، کل آکر وہ رقم مجھ سے لے جانا۔ چنانچہ دوسرے دن حبیب فارسیؒ وضو فرما کر مسجد میں داخل ہوئے اور اللہ تعالی سے (اپنی اس حاجت کی) دعا مانگی۔ اتنے میں وہ قرض خواہ بھی آگیا۔ حبیبؒ نے فرمایا کہ مسجد میں چلا جا۔ اگر تجھے مسجد میں کوئی چیز ملے تو اسے اٹھا لے۔

وہ شخص اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ مسجد میں ایک تھیلی پڑی ہے جس میں پانچ سو درہم ہیں۔ وہ شخص تھیلی لے کر چلا گیا۔ جب گھر جا کر دیکھا تو ان دراہم کا وزن پانچ سو سے زائد تھا (ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور دو جَو کے وزن کے برابر ہوتا ہے)۔

اس شخص نے واپس آکر عرض کیا کہ اے ابو محمد! (یہ حبیب فارسیؒ کی کنیت تھی) ان دراہم کا وزن کچھ زیادہ ہے۔ حبیب فارسیؒ نے فرمایا کہ لے جا، وہ زائد مال بھی تیرا ہے۔ کیونکہ جس نے ان دراہم کا وزن کیا ہے اس نے کچھ زائد وزن کیا ہے"۔

رزق کے بارے میں ہمارے سلف صالحین کے معاملات و واقعات نہایت دلچسپ و عبرت انگیز ہوتے تھے۔ حبیب فارسیؒ کے مذکورہ صدر واقعات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مال و رزق کے سلسلے میں ان کا اعتماد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر کتنا زیادہ تھا اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد و غیبی نصرت کے معاملات کتنے ایمان افروز تھے۔

اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد و نصرت کا مدار تھا ذکر اللہ، عبادت، زہد اور توکّل۔ ہمارے وہ بزرگ زاہدین، عابدین، ذاکرین اور کامل متوکلین علی اللہ تھے۔ دنیاوی لذتوں سے وہ بہت دور تھے۔

اخروی لذتوں اور مسرتوں کے حصول کیلئے انہوں نے دنیاوی تکالیف، افلاس اور فاقوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اگر کھو گیا اِک نشیمن تو کیا غم | مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالَمِ رنگ و بُو پر | چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

داود طائیؒ بڑے ولی اللہ، عابد، زاہد اور تارکِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ تھے۔

حافظ ابونعیمؒ، داود طائی کے تارکِ دنیا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **كان داود الطائى قد ورث عن أمّه أربعمائة درهم . فمكث يتقوّتها ثلاثين عامًا . فلما نفدتْ جعل ينقض سقوفَ الدويرة فيبيعها . حتى باع الخشب و البوارى و اللبِن . حتى بقى في نصف سقف . حليه ج۷ ص٣٤٦ .**

یعنی ”داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی والدہ کی وراثت میں سے چار سَو درہم ملے تھے۔ داود رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیس سال تک ان چار سَو دراہم پر گزارہ کیا۔ پھر جب وہ دراہم ختم ہو گئے تو انہوں نے اپنے چھوٹے سے گھر کی چھتوں کو توڑ توڑ کر بیچنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کی لکڑیاں، شہتیر اور اینٹیں وغیرہ بیچ دیں اور خود آدھی چھت کے نیچے اپنا وقت گزارنے لگے“۔

داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہایت غربت، قوت لایموت، بھوک اور افلاس والی زندگی کا اندازہ کریں کہ تیس سال تک انہوں نے صرف چار سَو درہم پر گزارہ کیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے فی سال صرف تیرہ درہم یا ساڑھے تیرہ درہم خرچ کیے یعنی فی ماہ $1\frac{1}{2}$ درہم کے خرچ پر انہوں نے گزارہ کیا۔ سبحان اللہ، بزرگوں کا طرز زندگی کتنا اعلیٰ اور کتنا عجیب وسادہ ہوتا ہے۔

داود طائیؒ کی قناعت والی زندگی پر غور کریں اور آج کل کے مسلمانوں کے ناگفتہ بہ احوالِ زندگی پر بھی غور کریں۔ انسان ایک روٹی سے سیر ہو جاتا ہے لیکن وہ مزید رزق کے حصول کی فکر میں رہتا ہے کیونکہ حرص و لالچ کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔

انساں کہ شکم سیری از یک نان است　　از حرص و ہوا شام و سحر نالان است
در بحر وجودش بنگر طوفان است　　آخر چو حباب، یک نفس مہمان است

اس رباعی کا منظوم اردو ترجمہ سن لیں۔

اِک نان سے ہوتا ہے شکم سیر انسان
پر حرص و ہوا سے رات دن ہے نالان
دریائے وجود میں ہے طوفان مگر
ہے مثل حباب ایک دم کا مہمان

داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے اس لئے ان کی زندگی کے احوال نہایت ایمان افروز اور سبق آموز ہیں۔ ایک موقعہ پر ایک شخص نے ان سے مختصر نصیحت کی درخواست کی۔

فقال : اصحب اهل التقوٰی فانّهم أیسر اهل الدنیا مؤونةً علیك و أكثرهم لك معونةً .

یعنی " داود طائیؒ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تو متقی اور پرہیزگار لوگوں کی صحبت اختیار کر۔ کیونکہ وہ تجھ پر اہلِ دنیا میں سے سب سے کم اور ہلکا بوجھ ڈالیں گے (یعنی دنیوی کاموں اور دنیوی ضرورتوں کے سلسلے میں وہ تجھے کسی مشقت میں نہیں ڈالیں گے) اور

سب سے زیادہ تیری مدد کریں گے (یعنی ایسے امور میں وہ تیری مدد اور رہنمائی کریں گے جن میں تیری دینوی واخروی کامیابی مضمر ہو)"۔

زاہدین قوت لایموت پر قناعت کرتے ہوئے اس حالت میں وہ خوشی محسوس کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر آخرت کی مسرتوں پر ہوتی ہے۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ دنیاوی فاقوں اور تکالیف کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آخرت کی راحتیں اور مسرتیں عطاء فرماتے ہیں۔

داود طائیؒ کا ایک اور ایمان افروز واقعہ سن لیں۔ یہ واقعہ فاقہ اور بھوک برداشت کرنے سے متعلق ہے۔

قبیصہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ داودؒ کی رضاعی رشتہ دار و ہمدرد عورت نے اچھا کھانا تیار کر کے اپنی خادمہ کے ہاتھ بوقتِ افطار داود طائیؒ کی خدمت میں بھیجا۔ داود طائیؒ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور کھجور کے چند دانوں یا روکھی سوکھی روٹی سے افطار کر لیتے تھے۔

قالت الجارية : فأتيتُه بالقصعة . فوضعتُها بين يديه في الحجرة . قالت : فسعى ليأكل منها . فجاء سائل فوقف على الباب . فقام فدفعها اليه . و جلس معه على الباب حتي أكلها . ثم دخل فغسل القصعة . ثم عمد إلى تمر كان بين يديه .

قالت الجارية : ظننتُ انّه كان أعدّه لعشائه . فوضعه في القصعة و دفعها إليّ و قال : اقرئيها السلام . قالت الجارية : و دفع إلى السائل ما جئناه به . و دفع

اليـنا مـا أراد أن يفطر عليه . قالت : و أظنه ما بات ألاّ طاويًا . حليه ج۷ ص۳۴۸ .

یعنی " خادمہ کہتی ہے کہ میں پیالے میں کھانا لے کر داود طائیؒ کے پاس آئی اور حجرے میں ان کے سامنے کھانا رکھ دیا۔ داودؒ نے وہ کھانا کھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آگیا۔ داود طائیؒ اٹھے اور وہ کھانا اس سائل کو دیدیا اور خود اس سائل کے پاس دروازے میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ سائل نے کھانا کھالیا۔

اس کے بعد داودؒ گھر میں داخل ہوئے اور اس پیالے کو دھویا۔ پھر اپنے سامنے رکھی ہوئی کھجوریں اٹھائیں۔ خادمہ کہتی ہے کہ مجھے گمانِ غالب ہوا کہ انہوں نے وہ کھجوریں افطار اور رات کے کھانے کیلئے رکھی تھیں، لیکن انہوں نے وہ کھجوریں اس پیالے میں ڈال دیں اور کھجوروں سمیت وہ پیالہ مجھے واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ میری اس رشتہ دار عورت کو میرا اسلام کہنا۔

خادمہ کہتی ہے کہ جو چیز ہم لے کر آئے تھے وہ داودؒ نے سائل کو دیدی اور جو چیز انہوں نے اپنے پاس افطاری کیلئے رکھی ہوئی تھی وہ ہمیں دیدی۔ لہٰذا مجھے یقین ہے کہ انہوں نے رات بھوکے رہ کر گزاری ہوگی "۔

برادران اسلام ! بزرگوں کی نظر دنیوی راحتوں اور سہولتوں کی بجائے آخرت کی راحتوں و مسرتوں پر ہوتی ہے۔ ان کے دلوں میں آخرت کے اجر و ثواب کا شوق اور آخرت کی مسرتوں کی تڑپ ہوتی ہے۔

کیونکہ آخرت کا اجر و ثواب اور آخرت کی مسرتیں دائمی اور باقی ہیں اور دنیوی راحتیں ومسرتیں فانی ہیں۔

اس مضمون کے سلسلے میں مولانا قاضی غلام مخدوم چریا کوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۰۵ھ کے دو اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ قاضی غلام مخدوم بڑے عالم و شاعر گزرے ہیں۔ انہوں نے فنائے غیر اللہ اور اہل اللہ کے قلوب میں دوامِ سوز و گداز و بقائے ثمراتِ حبّ اللہ کا بیان دو فارسی اشعار میں بڑے رقّت آمیز و دلگداز طریقے سے کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

بباغِ دہر نہ گُل ماند و نے سمن باقیست
نہ عندلیب پری چند در چمن باقیست
دلم بسوخت تنم سوخت واستخواں ہم سوخت
تمام سوختم و ذوقِ سوختن باقیست

(۱) ”دنیا میں کوئی پھول، یاسمین وغیرہ باقی نہیں۔ بلکہ سب فانی ہیں۔ اسی طرح چمن میں حسین وجمیل عندلیب وغیرہ کوئی پرندہ باقی رہنے والا نہیں۔

(۲) افسوس کہ دل جل گیا، بدن جل گیا، ہڈیاں جل گئیں، میں سارا جل گیا۔ البتہ خدا کی راہ میں جلنے کا شوق وعشق باقی ہے“۔

یہ دو اشعار بڑے سوز و گداز والے مضمون پر مشتمل ہیں۔ ان کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ اس کی یہ ظاہری رنگینی ودلکشی فانی ہے۔ دنیا کے خوبصورت سبزہ زار و مرغزار، دلکش آبشار، فلک بوس کوہسار اور چمنہائے حسین زار فانی ہیں۔ کوئی شئ بھی باقی نہیں۔ سب

جلنے اور تباہ ہونے والی چیزیں ہیں۔ اگر باقی ہے تو صرف محبتِ خدا و رسول باقی ہے۔ اس کے ثمرات باقی ہیں۔

مذکورہ صدر دلنشیں قطعہ کا مقابلہ کرتے ہوئے اسی بحر و قافیہ میں مولوی محمد فاروق چریا کوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذِ محمد یوسف لکھنوی فرنگی محلّی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ ان اشعار میں مَیں نے (فقیر بازی نے) تیسرے بیت کے آخر میں ایک لفظ کو تبدیل کیا ہے۔

نہ آں پیالہ نہ آں مے نہ آں چمن باقیست
مگر ز بیخودیم قصۂ کُہن باقیست

چناں گداختہ ام من کہ غیر یادِ تو نیست
زمن ہر آنچہ در آغوش پیرہن باقیست

بہرچہ داد خداوند شادم و لیکن
درونِ دل ہوسِ جنتِ عَدَن باقیست

(۱) ”یہ دنیا فانی ہے کیونکہ یہاں کا نہ پیالہ باقی رہنے والی چیز ہے، نہ مے اور نہ چمن۔ البتہ میری محبت وبیخودی کا قصۂ پارینہ باقی ہے۔

(۲) میں ایسا پگھل کر فنا ہوا کہ اے محبوب! تیری یاد کے سوا میری قمیص کے اندر بدن کا کوئی حصہ باقی نہ رہا۔

(۳) اللہ تعالی نے جو رزق دیا ہے میں اسی پر راضی ہوں لیکن دل میں جنّتِ عدن کا شوق اور تڑپ باقی ہے“۔

جنید بن محمد بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ و عارف باللہ بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی کرامات، عارفانہ اقوال اور حکیمانہ مواعظ مشہور ہیں

جو کہ کتبِ تاریخ میں درج ہیں۔ جنید بڑے قانع، صابر، شاکر اور صاحبِ رضا و تسلیم تھے۔

توکّل علی اللہ اور قناعت سے متعلق بہت سے مواعظ ان سے منقول ہیں۔

حافظ اصفہانیؒ لکھتے ہیں۔ قيل للجنيد : ما القناعة ؟ قال : ألاّ تتجاوز إرادتُك ما هو لك في وقتك . حليه ج۱۰ ص۲۶۳ .

یعنی "جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ قناعت کس چیز کا نام ہے؟ جنیدؒ نے فرمایا کہ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ تیری خواہش و آرزو اس رزق سے تجاوز نہ کرے جو رزق تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی وقت ملے (یعنی جس وقت جو رزق مل جائے اس پر کفایت کرنا اور اس سے زیادہ حصولِ رزق کی خواہش نہ کرنا قناعت ہے)"۔

جنید بغدادیؒ کے مزید چند مفید و حکیمانہ اقوال پیشِ خدمت ہیں۔

سُئِل عن حقيقة الشكر . فقال : ألاّ يستعان بشيءٍ من نعمه على معاصيه . حليه ج۱۰ ص۲۶۸ .

یعنی "جنید بغدادیؒ سے شکر کی حقیقت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے کسی نعمت کو گناہوں میں استعمال نہ کیا جائے"۔

غور کریں۔ شکر کی یہ تعریف کتنی جامع، مانع، دقیق و لطیف ہے۔ یہ شکر کی حکیمانہ و عارفانہ تعریف ہے۔ شکر کی اس سے بہتر تعریف مشکل

ہے۔ یہ عملِ جمیع حسنات و اجتنابِ کل سیئات پر مشتمل ہے۔

شکر کی اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ شاکر یعنی شکر گزار انسان تمام طاعات و حسنات پر عمل پیرا ہو اور ہر قسم کے معاصی و سیئات صغیرہ و کبیرہ سے مکمل مجتنب ہو۔ جملہ حسنات و طاعات میں فرائض بھی داخل ہیں اور سنن و مستحبات بھی۔ نیز جملہ حسنات، تمام عباداتِ مالیہ و بدنیہ، ظاہریّہ و باطنیہ کو شامل ہیں۔

پس شکر کا تقاضا یہ ہے کہ دل ہر قسم کے حسد، بغض، کینہ، حبِّ دنیا، حبِّ جاہ وغیرہ خباثتوں اور برے اعتقادات و خیالات سے خالی اور پاک ہو اور جملہ انواعِ صفاتِ حمیدہ و اوصافِ سعیدہ یعنی حبّ اللہ، حبِّ رسول، ایمانِ کامل، خشوع، تواضع، خوفِ خدا، انابت الی اللہ اور صحیح اعتقادات سے متّصف ہو۔

اسی طرح بدن کے ظاہری اعضاء بھی ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہوں۔

اگر دل میں حسد یا کینہ یا حبِّ دنیا یا کوئی اور مرضِ دینی ہو تو یہ بندہ شاکر نہیں کیونکہ اس نے اللہ تعالی کی عظیم نعمت یعنی دل کو معاصی میں استعمال کیا اور شکر کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی نعمت کو معاصی میں استعمال نہ کیا جائے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ظاہری اعضاءِ بدن کو گناہوں میں استعمال کرے یا اللہ عزوجل کا دیا ہوا مال ناحق و ناجائز کاموں میں صرف کرے تو وہ شخص بھی ہرگز شکر گزار شمار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اعضاء بدن اور

اموال جو اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سے ہیں انہیں اس شخص نے گناہوں میں استعمال کیا۔

الغرض حضرت شیخِ کامل جنید بغدادیؒ نے شکر کی جو حدّ و تعریف ذکر فرمائی ہے وہ اتنی نادر، غریب، دقیق، لطیف و جامع ہے کہ شکر کی اس سے اعلیٰ و بہتر حدّ و تعریف ناممکن ہے۔ اس کی تفصیل و توضیح میں مستقل ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

جنید بغدادیؒ کا ایک اور قول ہے حقیقت دنیا کے بارے میں۔ اصفہانیؒ لکھتے ہیں۔

سُئِل الجنید عن الدنیا ما ھی ؟ قال : ما دنا من القلب و شَغَل عن اللہ ۔ حلیہ ج۱۰ ص۲۷۳ ۔

یعنی "جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ دنیا کس چیز کا نام ہے (تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے)؟ تو فرمایا کہ جو چیز دل کے قریب ہو جائے (یعنی دل میں اتر جائے) اور اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے (بس وہ دنیا ہے اور اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے)"۔

نیز حافظ اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

یقول الجنید : الأقوات ثلاثۃٌ : فقوتٌ بالطعام و ھو مُولِّد لِلإعراض ، و قوتٌ بالذکر فھذا یشمّمھم الصفات ، وقوتٌ برؤیۃ المذکور وھو الذی یُفني و یبید ۔ حلیہ ج۱۰ ص۲۷٦ ۔

یعنی "جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غذا کی تین قسمیں ہیں۔

ایک غذا بالطعام ہوتی ہے (یعنی کھانا پینا)۔ یہ غذا اللہ تعالیٰ سے دوری اور غفلت کا باعث بنتی ہے۔

دوسری غذا بالذکر ہوتی ہے (یعنی ذکر اللہ سے تقویت حاصل کرنا)۔ اس غذا سے صفات اللہ کی خوشبو پائی جا سکتی ہے (یعنی اس غذا سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے)۔

اور تیسری غذا یہ ہے کہ آدمی خود مذکور (یعنی ربّ تعالیٰ کی ذات) کو دیکھ لے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست روحانی و قلبی تعلق پیدا ہو جائے)۔ یہ غذا آدمی کو فنا فی اللہ کر دیتی ہے (یعنی آدمی خدا تعالیٰ کی ذات کے مشاہدہ میں فنا اور ختم ہو جاتا ہے)"۔

قناعت بہت بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو متوکّل علی اللہ ہو، صابر ہو، شاکر ہو اور اس کے دل میں حبِّ دنیا کم ہو اور حبِّ آخرت زیادہ ہو۔ قناعت اور توکُّل علی اللہ سے دل اطمینان سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔ حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَمّا التوکُّل فطمانینۃُ القلب بموعود اللہ تعالی . فإذا کنتَ مطمئنًّا بالموعود استغنیتَ غِنيً لا تفتقر ابدًا .

یعنی " توکُّل یہ ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے وعدۂ رزق پر مطمئن ہو جائے۔ اے انسان! جب تو اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے وعدے پر مطمئن ہو گیا تو تُو نے ایسی غِنا حاصل کر لی جس کے بعد تو کبھی بھی محتاج اور فقیر نہیں ہو گا"۔

اللہ عزوجل ہمارے قلوب کو عبادت، ذکر اللہ، حسنات، خدمتِ

اسلام اور خدمتِ مسلمین کی محبت سے ہمکنار کریں اور انہیں اطمینان ، قناعت ،غِنا ، توکُّل ، شکر اور صبر کے انوار سے منوّر فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۱

برادران اسلام ! قناعت بڑی مبارک صفت ہے۔اس کے مقابلے میں حرص نہایت تباہ کن خصلت ہے۔ حرص اور لالچ سے بچنا چاہئے۔ حلال رزق پر قناعت و صبر کرنا اور راضی ہونا بڑی سعادت ہے۔ حرام رزق اور حرام دولت سے اجتناب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہمارے اسلاف کرام تو مشتبہ رزق و مال سے بھی بڑی شدت سے اجتناب کرتے تھے۔

اس سلسلے میں چند احادیث شریفہ و آثار و اقوالِ سلف صالحین پیشِ خدمت ہیں۔

روی عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالی عنہ مرفوعًا : طلبُ الحلالِ فریضۃ بعد الفریضۃ . قوت القلوب ج۲ ص۲۸۷ .

" ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ حلال مال و رزق کی طلب مخصوص فرائض کے بعد ایک اہم فرض ہے "۔

و عن ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ عن

النبي ﷺ قال : جسمٌ غُذِی بحرام لایدخل الجنّة ، النار اولیٰ به . قوت ج۲ ص۲۸۷ .

" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جس جسم کی پرورش حرام غذا سے کی جائے وہ جنت میں داخل ہونے کی بجائے دوزخ میں جلنے کے قابل ہے " ۔

یقال : مَن أکل حلالاً و عمل في سنّة فهو مِن أبدال هذه الأمّة . قوت ج۲ ص۲۸۷ .

یعنی " بزرگ کہا کرتے ہیں کہ جو آدمی حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے وہ گویا کہ اس امت کے ابدال میں سے ہے " ۔

قال سهل رحمه الله تعالی : لا یبلغ العبد حقیقة الایمان حتي یأکل الحلال بالورع .

" حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ صرف حلال کھانے پر اکتفاء کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی آدمی ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا " ۔

قال بعضُ السَّلف : أفضل الأشیاء ثلاثٌ : عملٌ في سنة ، و درهمٌ حلال ، و صلاةٌ في جماعة .

یعنی " بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ سب سے افضل چیزیں تین ہیں۔ سنت کے مطابق عمل ، حلال مال اور باجماعت نماز " ۔

و روی انّ سعد بن ابی وقاص رضی الله تعالی عنه سأل رسول الله ﷺ أن یجعله الله مستجابَ الدعوة .

فقال : يا سَعدُ ! أطِب طعمتَك تُستجَب دعوتُك .

یعنی " روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس دعا کی درخواست کی کہ اللہ عز و جل مجھے مستجاب الدعاء بنا دیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے سعد ! صرف حلال کھایا کر۔ اس طرح تو مستجاب الدعاء ہوجائیگا "۔

قال العلماء : الدعاء محجوب عن السماء بفساد الطُعمة .

یعنی " علماء کہتے ہیں کہ حرام کھانے کی وجہ سے دعا آسمان میں داخل نہیں ہوسکتی (یعنی دعا مقبول نہیں ہوتی) "۔

و عن النعمان بن بشير رضى الله تعالى عنهما مرفوعًا : الحلال بيّنٌ و الحرام بيّنٌ ، و الشبهات بينَ ذلك لا يعلمها كثير من الناس . مَن تركها فقد استبرأ لدينه و عرضه . و مَن يرتع حول الحمٰى يوشِك أن يُواقعه . و انّ لكل ملك حمًى . و انّ حمى الله في أرضه محارمه . قوت ج۲ ص۲۸۹ .

" نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ البتہ حلال و حرام کے مابین کچھ ایسے مشتبہ امور ہوتے ہیں جن کا علم بہت سے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ جو شخص مشتبہ امور کو ترک کردے اس نے اپنے دین و عزت کو محفوظ کرلیا۔

اور جو شخص چراگاہ کے قریب قریب جانور چراتا رہے (یعنی مشتبہ امور میں واقع ہونے کی پرواہ نہ کرے) تو کسی وقت وہ جانور چراگاہ کے اندر بھی گھس جائیں گے (یعنی وہ شخص حرام کا ارتکاب بھی کرنے لگے گا)۔

ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے جس میں کوئی غیر داخل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ محارم ہیں۔ لہٰذا محارم (حرام امور) سے دور رہنا چاہئے "۔

لفظ حلال کی وجوہِ تسمیہ و وجوہِ اشتقاق دو ہیں۔

الوجه الاوّل انـّه ما انحلّ الظلم عنه .

یعنی " (حلال کو حلال اس لئے کہتے ہیں کہ) اس کی تحصیل میں کسی قسم کے ظلم و زیادتی کا دخل نہیں ہوتا "۔

قال العلماء : و هـذا يستلزم انّ المطالبة انحلّت عنه .

یعنی " علماء کہتے ہیں کہ بنا بریں حلال میں کوئی غیر شخص یعنی اجنبی اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرسکتا "۔

والوجه الثانی انّ الحلال ما حلَّ فيه العلمُ بالاباحة .

هذا حاصل ما في قوت القلوب ج۲ ص۲۸۹ .

یعنی " حلال وہ ہے کہ اس کے جواز و اباحت کا پورا یقین ہو "۔

و الحلال عند العلماء ما لم يعص الله عَزَّ وجلّ في أخذه .

یعنی " علماء ظاہر کے نزدیک حلال وہ ہے جس کے حصول میں

گناہ کا ذرا بھی دخل نہ ہو"۔

معزز بھائیو ! اللہ تعالیٰ حرام سے بچاتے ہوئے صرف حلال رزق و حلال مال پر قناعت کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔ حرام رزق و مال دنیاو آخرت میں موجبِ آفات و باعثِ عذاب ہے۔ آجکل اکثر مسلمانوں کے دل مسلسل حرام کھانے پینے سے شدید زخمی اور سخت سیاہ ہو چکے ہیں۔ اس زندگی کی ناپائیداری پر لوگ غور نہیں کرتے۔ کائنات پر غور سے نظر ڈالیں تو ہر ذرّہ درس، وعظ اور عبرت کا ایک عالَم معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری غفلت دور فرمائیں۔ اس دنیا کی ناپائیداری اور مسلمانوں کے احوال کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے۔

دلِ زخمی سے خوں اے ہم نشیں کچھ کم نہیں نکلا
تڑپنا تھا مگر قسمت میں لکھا دم نہیں نکلا

ہمیشہ زخمِ دل پر زہر ہی چھڑکا خیالوں نے
کبھی ان ہمدموں کی جیب سے مرہم نہیں نکلا

ہمارا بھی کوئی ہمدرد ہے اس وقت دنیا میں
پکارا ہر طرف منہ سے کسی کے ہم نہیں نکلا

تجسّس کی نظر سے، سیرِ فطرت کی جوا ے اکبؔر
کوئی ذرّہ نہ تھا جس میں کہ اِک عالَم نہیں نکلا

وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ قدیم کتب سماویہ کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ بڑے عابد، زاہد اور تارکِ دنیا تھے۔ کتبِ تاریخ میں ان کے بیش بہا حکیمانہ اقوال اور عارفانہ مواعظ مذکور ہیں۔ وہ تابعی تھے۔

وہبؒ فرماتے ہیں کہ شرعی و دینی لحاظ سے کسی شخص کی عقل کا کامل ہونا موقوف ہے دس امور پر۔ ان دس امور میں سے ایک اہم امر یہ ہے کہ وہ آدمی مالِ کثیر و رزقِ وافر کی بجائے قوت لایموت یعنی بقدرِ گزارہ رزق پر پوری طرح راضی و قانع ہو۔

وہب بن منبہؒ کے اس حکیمانہ قول کی عبارت یہ ہے۔

قال وهب : ما عُبِد الله عزوجل بشيءٍ أفضل من العقل . وما يتمّ عقلُ امرئٍ حتى تكون فيه عشر خصال : أن يكون الكبرُ منه مأموناً . و الرُشدُ فيه مأمورًا . يرضٰى من الدنيا بالقوت . وما كان من فضلٍ فمبذول .

و التواضُع فيها أحبَ اليه من الشرف . و الذُّلّ فيها أحب إليه من العزّ . لا يسأم من طلب العلم دهرَه . و لا يتبرَّم من طالبي الخير . يستكثر قليل المعروف من غيره . و يستقل كثير المعروف من نفسه .

و العاشرة هى مِلاك أمره ، بها ينال مجدَه ، و بها يعلو ذكره ، وبها علاه في الدرجات في الدارين كليهما .

یعنی '' وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ (مؤمن کی) عقل سے افضل کوئی اور چیز ایسی نہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی گئی ہو۔ اور عقل اُس وقت تامّ ہوتی ہے جب آدمی کے اندر دس امور پائے جائیں۔

(۱) وہ شخص تکبر سے محفوظ ہو۔

(۲) رشد و ہدایت اس شخص کے اندر ثابت و موجود ہو۔

(۳) دنیا میں بقدرِ گزارہ رزق پر راضی ہو۔

(۴) جو چیز اس کے پاس زائد ہو (مال و دولت میں سے یا کھانے پینے کی چیزوں میں سے یا لباس و مکان میں سے) اسے خدا کی راہ میں خرچ کرے۔

(۵) دنیا میں اسے جاہ و مرتبت کے مقابلہ میں تواضع پسند ہو۔

(٦) دنیا میں معزز ہونے کی بجائے اسے فقیر و مسکین ہونا پسند ہو۔

(۷) عمر بھر وہ علمِ دین کا طالب رہے اور تنگ دل نہ ہو (یعنی ساری عمر علم حاصل کرنے کو معیوب نہ سمجھے)۔

(۸) طالبینِ خیر سے بھی تنگ دل نہ ہو (یعنی جو لوگ اس سے خیر و بھلائی کا استفادہ کرنا چاہیں ان سے تنگ نہ ہو)۔

(۹) غیر کی تھوڑی سی نیکی کو بھی بہت زیادہ سمجھے اور اپنی کثیر نیکی کو بھی قلیل سمجھے۔

(۱۰) دسواں امر زندگی کے تمام امور کا مدار ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان بزرگی حاصل کرتا ہے، اسی کی وجہ سے آدمی کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اسی کی برکت سے وہ دونوں جہانوں میں بلند درجات حاصل کرتا ہے"۔

قیل : و ما هی ؟ قال : أن یری أنّ جمیع الناس بین خیر منه و افضل و آخر شرّ منه و أرذل . فاذا رأی

الذی هو خیر منه وأفضل کسرہ ذلك و تمنّٰی أن یلحقه .
و اذا رأى الذی هو شرٌّ منه و أرذل قال : لعلّ هذا ینجو و أهلكُ . ولعلّ لهذا باطنًا لم یظهر لی و ذلك خیر له . فهناك یكمل عقله . و ساد اهل زمانه . وكان من السباق الی رحمة الله عز و جل و جنّته . ان شاء الله تعالی . حلیه ج٤ ص٤٠ .

یعنی ” وہب بن منبہؒ سے پوچھا گیا کہ وہ دسواں امر کونسا ہے؟ توانہوں نے فرمایا کہ دسواں امر جس پر زندگی کے تمام اعمال کا دار و مدار ہے وہ یہ ہے کہ انسان تمام لوگوں کو دو قسم پر سمجھے۔ایک قسم کے وہ لوگ جو بہتر و افضل ہیں اور دوسری قسم کے وہ لوگ جو برے اور رذیل ہیں۔

لہٰذا انسان جب کسی بہتر، نیک اور افضل آدمی کو دیکھے تو وہ اس کے دل کو توڑ دے (یعنی دل میں انکساری پیدا ہو اور شدید خواہش ابھرے کہ کاش میں بھی اس جیسا نیک ہوتا) اور اس جیسا بننے اور اس سے ملنے کی تمنا کرے۔

اور جب کسی برے اور رذیل آدمی کو دیکھے تو یہ خیال و تصوّر کرے کہ شاید یہ آدمی جسے میں برا سمجھتا ہوں نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ اور شاید اس شخص کے اندر کوئی ایسا کمال ہو جو مجھ پر مخفی ہو اور اسی کمال کی وجہ سے یہ شخص مجھ سے اچھا ہو۔

پھر وہب بن منبہؒ نے فرمایا کہ جب یہ تمام امور و اوصاف کسی انسان کے اندر پیدا ہو جائیں تو اس کی عقل مکمل ہو جاتی ہے اور وہ شخص

اہلِ زمانہ کا سردار بن جاتا ہے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جو اللہ عزوجل کی رحمت اور جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ "۔

قناعت، صدق اور فکرِ آخرت کے بارے میں حاتم اصمؒ فرماتے ہیں۔

إذا رأيتم من الرجل ثلاثَ خصال فاشهدوا له بالصدق : إذا كان لايحبّ الدراهم ، ويسكن قلبه بهذين الرغيفين ، و يعزل قلبه من الناس . حليه ج۸ ص۷۷ .

یعنی " جب تم کسی آدمی میں تین صفات دیکھو تو تم اس کے سچا ہونے اور عارف باللہ ہونے کی گواہی دو۔ پہلی صفت یہ کہ وہ آدمی دراہم یعنی مال و دولت کو محبوب نہ رکھتا ہو۔ دوسری صفت یہ کہ اس کا دل دو سوکھی روٹیوں پر مطمئن ہو جاتا ہو۔ اور تیسری صفت یہ کہ اس کا دل لوگوں سے جدا ہو (یعنی بلا ضرورت لوگوں کے ساتھ اختلاط سے پرہیز کرتا ہو) "۔

دوستو! بڑا افسوس ہے کہ لوگوں نے مال و دولت، تحصیلِ رزق اور کھانے پینے کو اس زندگی کا مقصد بنالیا ہے۔ ان کے اعمال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دنیا کو دائمی مسکن سمجھ رکھا ہے۔ یہ کتنی بڑی غلطی ہے۔ یہ دنیا سرائے بے ثبات ہے۔ اس دنیا کی ہر چیز اس دنیا کی بے ثباتی اور فانی ہونے کی دلیل ہے مگر ہم بڑے غافل ہیں۔

ہر قدم کہتا ہے تُو آیا ہے جانے کیلئے
منزلِ ہستی نہیں ہے دل لگانے کیلئے

کیا مجھے خوش آئے یہ حیرت سرائے بے ثبات
ہوش اُڑنے کیلئے ہے جان جانے کے لئے
خوب امیدیں بندھیں لیکن ہوئیں حرماں نصیب
بدلیاں اُٹھیں مگر بجلی گرانے کے لئے
اللہ اللہ کے سوا آخر رہا کچھ بھی نہ یاد
جو کیا تھا یاد، سب تھا بھول جانے کے لئے
انتساب ایسے کمالوں کا شکم سے چاہیئے
جن کو تم حاصل کرو روٹی کمانے کے لئے

بقدر گزارہ رزق پر قناعت کے بارے میں ایک ولی اللہ فرماتے ہیں۔

يَكفيك من دنياك ما قنعتَ به و لو كفًّا من تمر ، و شربةً من ماء ، و ظلّ خباء . و كلُّ ما يفتح عليك من الدنيا شئ ازدادت نفسُك لها مقتاً . حليه ج٢ ص٢٢٥ .

یعنی ” دنیوی مال و دولت میں سے تیرے لئے اتنا رزق کافی ہے جس سے تیرا گزارہ ہو جائے۔ اگرچہ وہ کھجوروں کی ایک مٹھی ہو اور پانی کا ایک گھونٹ ہو اور (رہائش کیلئے) خیمے کا سایہ ہو۔ اور دنیوی مال و دولت میں سے کوئی چیز (جتنی زیادہ) تجھے ملے گی اتنا ہی زیادہ وہ تیرے نفس کو (عند اللہ و عند الرسول یا عند العوام) مبغوض کر دیگی “ ۔

بقدر گزارہ رزق و مال پر قناعت کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔ قناعت اور صبر سے اللہ تعالی راضی ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کی خصوصی غیبی نصرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

قوت لا یموت پر قناعت اور صبر کرنے کا مطلب ہے فقر و افلاس پر راضی ہونا اور اللہ تعالی کی تقسیم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا۔

اور فقر و افلاس پر راضی ہونا تب آسان ہوتا ہے جب فقر و افلاس کی فضیلت و منقبت والی احادیث مبارکہ پر بار بار نظر ڈالی جائے اور ان فضائل و مناقب کو ہر وقت ذہن میں مستحضر رکھا جائے۔

فقر و غربت کے فضائل و مناقب میں بیشمار احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ ان میں سے چند حدیثیں پہلے ذکر ہو چکی ہیں۔ مزید کچھ احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما مرفوعًا : التقی مؤمنان علی باب الجنّةِ . مؤمن غنيّ و مؤمن فقير كانا في الدنيا . فأُدخِل الفقير الجنةَ و حُبِس الغنيُّ ما شاء الله أن يُحْبَس ثم أدخِل الجنةَ .

فلقيه الفقير فقال : أی أخی ! ما ذا حَبَسك ؟ و الله لقد حُبِستَ حتى خفتُ عليك . فقال : أی أخی ! انی حُبستُ بعدك محبَسًا فظيعًا كريهًا . ما وصلتُ إليك حتى سال منّي من العرق ما لو ورده ألف بعيرٍ كلها آكلة حمضٍ لصدرن عنه رِواءً .

اخرجه احمد . راجع مجمع الزوائد ج١٠ ص٢٦٣ .

و قال : رواه احمد وفيه دويد غير منسوب و بقية رجاله رجال الصحيح .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جنت کے دروازے پر دو مؤمنوں کی ملاقات ہوگی۔ ایک ان میں سے وہ ہوگا جو دنیا میں غنی تھا اور دوسرا وہ ہوگا جو دنیا میں فقیر تھا۔ فقیر کو جنت میں داخل کر دیا جائیگا اور غنی کو حسبِ مشیتِ خداوندی دخولِ جنت سے روک دیا جائیگا (یعنی حساب کیلئے جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہیں گے اتنی دیر اسے دخولِ جنت سے روکا جائیگا) پھر اس غنی کو بھی (حساب و کتاب کے بعد) جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔

جنت کے اندر جب اس فقیر کی اس غنی سے ملاقات ہوگی تو وہ فقیر اس سے پوچھے گا کہ اے بھائی! کس وجہ سے تمہیں جنت کے دروازے پر روکا گیا؟ (تمہیں وہاں رُکے ہوئے اتنی زیادہ دیر لگ گئی تھی کہ) میں تمہارے متعلق ڈر گیا تھا (کہ کہیں تمہیں مطلقاً دخولِ جنت سے روک تو نہیں دیا گیا)۔

وہ غنی شخص کہے گا کہ اے بھائی! تیرے اندر جانے کے بعد مجھے سخت پریشان کن حساب کے لئے روک لیا گیا یہاں تک کہ تجھ تک پہنچنے سے پہلے وہاں حساب و کتاب کے دوران میرا اتنا پسینہ نکلا کہ اگر حمض یعنی ترش و نمکین گھاس (حمض ایک قسم کی نمکین و ترش گھاس ہے جسے کھانے کے بعد اونٹ کو بہت زیادہ پیاس لگتی ہے) کھانے والے ایک ہزار اونٹ بھی میرے اس پسینے کا پانی پینے کیلئے آتے تو وہ سیر ہو کر لوٹتے "۔

ایک اور حدیث شریف ہے۔

عن معاذ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه مرفوعًا : تحفةُ المؤمنِ في الدنيا الفقر . (فر) كنز العمال ج٦ ص٤٧٢ .

"حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دنیا میں مؤمن کا تحفہ فقر و تنگدستی ہے"۔

و اخرج احمد و ابو داود عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالى عنه مرفوعًا : من أصابته فاقة فأنزلها بالناس لم تسدّ فاقته . و مَن أنزلها باللّٰہ أوشك اللّٰہ له بالغنٰى إمّا بموتٍ عاجلٍ أو غِنًى عاجلٍ . كنز ج٦ ص٣٧٢ .

"ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جس آدمی کو فاقہ پہنچے (یعنی تنگدست ہو جائے) اور وہ اپنے فاقے کو لوگوں کے سامنے بیان کرے (یعنی ان سے مدد طلب کرے) تو اس شخص کا فاقہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور جو آدمی اپنے فاقے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے (یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے) تو اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے مستغنی کر دیں گے۔ یا تو اسے جلد موت آجائیگی (یعنی موت کی وجہ سے اسے فاقوں سے نجات مل جائیگی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ وہ ایسے صابر و تنگدست مسلمان کو موت کے فورًا بعد راحت نصیب فرمادیں گے) یا پھر اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں جلد غنی کر دینگے"۔

طلبِ رزقِ حلال کی فضیلت کے سلسلے میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰہ تعالى عنه كما أخرجه ابن

عساكر : انّ من الذنوب ذنوبًا لا تكفِّرها الصلاة و لا الصيام و لا الحج و لا العمرة ، تكفّرها الهموم في طلب المعيشة . كنز ج٦ ص٤٧١ .

"ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج اور عمرہ ان کیلئے کفارہ نہیں بنتے (یعنی ان اعمال کی وجہ سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتے بلکہ) طلبِ رزقِ حلال کی فکراور اس کی سوچ و بچار ان گناہوں کا کفارہ بنتی ہے"۔ معلوم ہوا کہ فکرِ طلبِ رزقِ حلال بہت بڑی نیکی ہے۔

و عن انس رضى الله تعالى عنه مرفوعًا : الفقر شينٌ عند الناس و زينٌ عند الله يوم القيامة . (فر) كنز ج٦ ص٤٧١ .

"حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ فقر (تنگدستی) لوگوں کے ہاں عیب ونقص سمجھا جاتا ہے اور قیامت کے دن یہ اللہ تعالی کے ہاں سببِ زینت ہوگا (یعنی فقر کی بدولت آدمی کو بہت بڑے اعزاز و اِکرام سے نوازا جائیگا)"۔

اخرج الطبرانى في الكبير عن قتادة بن النعمان : إذا أحبّ الله عبدًا حماه الدنيا كما يظل أحدكم يحمى سقيمَه الماء . كنز ج٦ ص٤٧١ .

"حضرت قتادہ بن نعمان کی روایت ہے کہ جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اسے دنیا سے (یعنی مال و دولت سے یا

مال کی محبت سے) اس طرح روک دیتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اپنے کسی بیمار کو پانی سے روکتا ہے (یعنی جس بیماری میں بیمار کیلئے پانی مضر ہو) "۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ مرفوعًا : اللّهم أحيِني مسكيناً ، و توَفّني مسكيناً ، و احشرني في زمرة المساكين . و إنّ اشقىٰ الأشقياء من اجتمع عليه فقر الدنيا و عذاب الآخرة . كنز ج٦ ص٤٧٠ .

" ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ! آپ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھیں اور مسکینی کی حالت میں موت دیں اور (قیامت کے دن) مسکینوں کی جماعت کے ساتھ میرا حشر فرمائیں (یعنی مسکینوں کی جماعت میں میرا شمار ہو)۔

پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے بڑا بدبخت وہ آدمی ہے جس میں دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب دونوں جمع ہو جائیں (یعنی مسکین ہونے کے ساتھ وہ فاسق یا کافر بھی ہو تو یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ دنیا میں بھی تکلیف میں رہا اور آخرت میں بھی تکلیف اٹھائیگا) "۔

و اخرج احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما مرفوعًا و الترمذی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنه مرفوعًا : اطلعتُ في الجنّة فرأيت أكثر أهلها الفقراء . و اطّلعت في النار فرأيت اكثر أهلها النساء . كنز ج٦

ص٤٦٩ .

" حضرت ابن عباس و حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی علیہ السلام سے یہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت فقراء کی تھی۔ اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت عورتوں کی تھی "۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنه مرفوعًا : الجلوس مع الفقراء من التواضُع و هو من أفضل الجهاد . (فر) كنز ج٦ ص٤٦٩ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ فقراء کے ساتھ بیٹھنا تواضع میں سے ہے (یعنی اس سے آدمی کے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے) اور یہ افضلِ جہاد میں سے ہے (یعنی فقراء کی مجلس میں بیٹھنے سے افضل جہاد کا ثواب ملتا ہے کیونکہ اس میں نفس کے خلاف جہاد ہے) "۔

دوستو اور بھائیو! مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے سے محبت والے تعلقات قائم کریں۔ اپنے اندر تواضع اور اچھی خصلتیں پیدا کریں۔ فخر و تکبر و اختلافات سے اجتناب کریں۔ یہ دنیا حباب کی مانند ناپائیدار ہے۔ پس یہ مختصر زندگی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی میں گزارنی چاہئے۔ نیز عبادت و ذکر اللہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ عبادت و ذکر اللہ و فکرِ آخرت سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔ عبادت و ذکر اللہ و طاعات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔

پوچھوگے جب فلک سے تم سے یہی کہے گا

جو تھا نہ رہ گیا وہ، جو ہے وہ کیوں رہے گا

ہونگے حَباب اُبھر کر یونہی فنا ہمیشہ

موجیں گھٹیں بڑھیں گی دریا یونہی بہے گا

ذکرِ خدا کا ہوگا جس دل میں ذوق اکبؔر

وہ مطمئن رہے گا غم بھی اگر سہے گا

بڑے بڑے دولتمند اور بادشاہ جو سیم و زر کے مالک تھے وہ بھی دنیا سے چلے گئے اور دو گز زمین میں مدفون ہوئے اور ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور دیگر بے شمار فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اولیاء اللہ و اہل اللہ جو بظاہر غریب و مسکین تھے وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے اور دو گز قبر میں مدفون ہوئے۔ لیکن ان بزرگوں کی قبریں جنت کے باغیچے ہیں اور ناجائز سیم و زر کے مالکین کی قبریں دوزخ کے گڑھے ہیں۔

وہ دولتمند لوگ جو حرام اور ناجائز طریقوں سے سیم و زر کے مالک بنے تھے، قبر میں انہیں مال کا کیا فائدہ پہنچا؟ اور فقراء صحابہ و اولیاء اللہ جو تنگدست اور مسکین تھے، غربت و افلاس کی وجہ سے انہیں قبر میں کیا نقصان پہنچا؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فزوں ہے سود سے سرمایۂ حیات ترا

میرے نصیب میں ہے کاوش زیاں پھر کیا

ہَوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیّارے

مرا جہاز ہے محرومِ بادباں پھر کیا

فارسی کے ایک شاعر کے اشعار ان سے بھی زیادہ واضح اور رقّت انگیز ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد
چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

(۱) "ہم نے اس دنیا سے بہرصورت رخصت ہونا ہے۔ یہاں کی ہر حالت فانی ہے۔ لہٰذا ہم انسانوں میں سے اگر بعض افراد طاقتور ہوئے تو کیا فائدہ؟ اور اگر بعض افراد ناتوان رہے تو کیا نقصان؟ اُس طرح ہوئے تو کیا نفع اور اِس طرح ہوئے تو کیا تاوان؟

(۲) کیونکہ کسی طرح اور کسی حالت میں بھی گلستانِ رنگ و بو میں قرار و بقا نہیں۔ اگر تم بہار اور مسرتوں سے ہم آغوش ہوئے اور ہم خزاں و غموں اور مصائب کے شکار ہوئے تو اس سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں صورتیں فانی اور غیر باقی ہیں"۔

برادرانِ اسلام! تقویٰ اور خوفِ خدا تعالی سب سے بڑی دولت ہے۔ رزقِ حلال پر صبر و قناعت کرنا اگرچہ وہ رزق تھوڑا ہو باعثِ اطمینان ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک جامع و مفید حدیثِ نبوی پیشِ خدمت ہے۔ یہ حدیث نہایت جامع و نافع ہے۔ اس میں رزق قلیل پر قناعت کرنے اور اکتسابِ مال کے سلسلے میں محنت و مزدوری کو عار نہ سمجھنے کی فضیلت

کے علاوہ بہت سے اہم امور کا تذکرہ ہے۔

عن علی رضی‌الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : مَن نقَلَه الله عز و جل من ذُلّ المعاصی إلی عِزّ التقوی أغناه بلا مالٍ ، و أعزَّه بلا عشیرةٍ ، و آنسه بلا أنیس . و مَن خاف الله أخاف الله تعالی منه کُلَّ شیءٍ . و مَن لم یخف الله أخافه الله من کلّ شیء . و مَن رضی بالله بالیسیر من الرّزق رضی الله تعالی عنه . و مَن لم یستحی من طلب المعیشة خفّت مَؤُونته ، و رخی باله ، و نعم عیاله . و من زهد في الدّنیا ثبّت الله الحکمة في قلبه ، و أنطق الله بها لسانه ، و أخرجه من الدّنیا سالماً إلی دار القرار .

اخرجه ابونعیم في الحلیة ج۳ ص۱۹۱ وقال : هذا حدیث غریب لم یروه مرفوعًا مسندًا إلاّ العترة الطیبة خلفها عن سلفها بهذا السند ، أی :

حدثنا محمد بن عمر عن القاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن عبدالله بن محمد بن عمر بن علی بن ابی‌طالب رضی الله تعالی عنهم حدثني ابی عن ابیه عن ابی‌عبدالله جعفر بن محمد بن علی عن ابیه عن علی بن الحسین بن علی عن امیر المؤمنین علیّ رضی الله تعالی عنه . الحدیث .

یعنی ”حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں (جس میں آپ ﷺ نے پانچ اہم امور کا ذکر فرمایا ہے)۔

امرِاوّل۔ جس شخص کو اللہ تعالی ذلّتِ گناہ سے نکال کر عزتِ تقویٰ سے ہم آغوش کردیں اسے اللہ تعالی تین نعمتوں سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔(۱) اول یہ کہ مال و دولت کے بغیر اسے غَنی کر دیتے ہیں (یعنی غِناءِ قلبی اسے نصیب ہوجاتی ہے۔مشہور مقولہ ہے ”تونگری بدِل است نہ بمال“)(۲) دوسری نعمت یہ کہ قوم و قبیلہ کے بغیر اسے معزز کر دیتے ہیں۔(۳) تیسری نعمت یہ کہ کسی انیس و ہم نشین کے بغیر اسے اطمینانِ قلبی نصیب فرمادیتے ہیں۔

امرِثانی۔ جس شخص کے دل میں خوفِ خدا تعالی جاگزیں ہوجائے تو اللہ تعالی ہر شئ کے دل میں اس شخص کا خوف ڈال دیتے ہیں اور جس شخص کے دل میں خوفِ خدا تعالی نہ ہو تو اللہ تعالی ہر شئ کا خوف اس شخص کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

امرِثالث۔ جو شخص اللہ تعالی کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہوجائے تو اللہ تعالی اس سے راضی ہوجاتے ہیں۔

امرِرابع۔ جو شخص طلبِ رزق اور حلال روزی کے حصول میں محنت اور جدّو جہد کرنے سے شرم نہ کرے اور حصولِ رزق کا جو جائز طریقہ بھی سامنے آئے وہ اس پر عمل کرنے میں جاہ و منزلت کو رُکاوٹ نہ بننے دے تو اس کا بوجھ ہلکا ہوگا ، دل مطمئن ہوگا اور اہل و عیال خوشحال ہوں

گے۔

امرخامس۔ جوشخص دنیا کی رغبت اپنے دل سے نکال دے تو اللہ تعالیٰ علم وحکمت سے اس کا دل بھرکراس علم وحکمت کواس شخص کی زبان پر جاری فرمادیتے ہیں اور دنیا سے آخرت کی طرف صحیح وسالم (ایمان کے ساتھ) رخصت فرماتے ہیں ''۔

حضرات کرام! مذکورہ صدر حدیث میں کتنی پیاری اور قیمتی باتیں مذکور ہیں۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو ان باتوں پرعمل پیرا ہوں اور ان پانچوں خصال سے متصف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پرعمل کرنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جس کے سینے میں دلِ آگاہ ہے — اس کے لب پر اللہ ہی اللہ ہے
منزلِ قومی سے آتی ہے صدا — جو نہیں ہے قبلہ رُو گمراہ ہے
ساری دنیا کو جو چھوڑے بہرِ حق — ساری دنیا میں اسی کی واہ ہے
لاالٰہ آسان ہے سائنس میں — فلسفے میں مشکل اِلّا اللہ ہے
قبر پر کر اک تعمُّق کی نظر — بحرِ ہستی کی یہی پرتھاہ ہے

اللہ عزّوجلّ ہمیں ذلتِ حرص و ہوا اور ذلتِ گناہ سے نکال کر شرافتِ قناعت و عزتِ تقویٰ سے ہمکنار کردیں۔ آمین۔

باب ۱۲

حضرات کرام ! آجکل بہت سے مسلمانوں نے خورد و نوش کو اور تحصیلِ رزق و مال کو اپنا مقصودِ اصلی بنا رکھا ہے۔ اکثر اوقات کھانے پینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ دن میں کئی مرتبہ مختلف الاقسام کھانوں سے کام و دہن کی تواضع کرتے ہیں۔

حلال طعام سے منتفع ہونا تو مباح و جائز ہے جبکہ اس میں اسراف نہ ہو لیکن افسوس کہ اکثر لوگ حلال وحرام کا فرق نہیں کرتے۔ وہ حرام کو بھی حلال کی طرح بے فکر و بے خطر ہو کر کھاتے اور استعمال کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے۔ خصلتان تُقسِیان القلبَ : کثرةُ الکلام ، و کثرةُ الأکل .

یعنی "دو خصلتیں انسان کے دل کو سخت کر دیتی ہیں، زیادہ باتیں کرنا اور زیادہ کھانا پینا"۔

اس زمانہ میں اکثر مسلمان مذکورہ دونوں قبیح خصلتوں میں مبتلا ہیں۔ کثرتِ کلام کا مرض بھی عام ہے اور کثرتِ اکلِ طعام و کثرتِ خورد و نوش کی بیماری بھی عام ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے دل سنگین اور سخت ہوگئے

ہیں۔ وہ وعظ ونصیحت اور قرآن واحادیث سن کر بہت کم متأثر ہوتے ہیں۔

بسیار خوری کوئی کمال و سعادت نہیں ہے۔ جانور اور درندے بسیارخوری میں انسان سے بہت آگے ہیں۔ اگر زیادہ کھانا پینا ہی کمال و شرافت ہوتا تو پھر تو جانور ہی اشرف اور صاحبِ کمال شمار ہوتے۔

بسیارخوری اور ہر وقت اکل وشرب سے متعلق امور میں مصروف ومتفکر رہنا عموماً آخرت کی فکر کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کم کھانا تو کمال و شرافت کی علامت شمار ہوتا ہے بشرطیکہ یہ کمی زہد وعبادت و رغبتِ اجر و ثواب کی نیت سے ہو لیکن کثرتِ طعام اور مختلف الانواع کھانوں سے مستفید ہونا شرافت وعظمت کی علامت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے مباح و جائز قرار دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ یہ استفادہ اور مختلف الاقسام کھانوں سے منتفع ہونا عبادت کیلئے اور فکرِ آخرت کیلئے رکاوٹ نہ بنے۔ نیز یہ طعام وانواعِ طعام خالص حلال ہوں، حرام یا مشتبہ نہ ہوں۔

پس مختلف الانواع کھانوں سے استفادہ کی اباحت و جواز کی دو شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ استفادہ فکرِ آخرت وعبادت کیلئے مانع نہ ہو بلکہ نافع ہو۔ دوم یہ کہ یہ طعام حلال ہو۔

حرام مال ودولت سے اور عبادت وفکرِ آخرت سے غافل کرنے والے مال وجاہ و دولت سے حاصل ہونے والی عارضی راحت ومسرت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایسی راحت ومسرت آفت و زحمت ہے۔

بےفکروخیالِ دوست راحت نبود	اندیشۂ مال و جاہ و دولت نبود
سررشتۂ جان و دل بدلبر بسپار	با دولتِ پائدار، دورت نبود

اس رباعی کا مضمون ومفہوم نہایت دقیق وعمیق ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کی یاد و عبادت سے خالی راحت ،مال و جاہ اور دولت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔یہ ناپائیدار چیزیں ہیں۔

اس رباعی کا منظوم ترجمہ یہ ہے۔

بے فکر و خیالِ یار راحت کیسی
اور خواہش مال و جاہ و دولت کیسی
بہتر ہے سپرد یار کر دے دل وجاں
جُز یار کسی اور سے رغبت کیسی

ہمارے اسلاف میں کئی علماء ،اولیاء اللہ اور عارفین اگرچہ آسودہ زندگی گزارتے تھے اور ہر قسم کے کھانوں اور اطعمہ سے استفادہ کرتے تھے لیکن وہ مذکورہ صدر دونوں شرطوں کے پابند تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اسی قسم کی آسودہ زندگی گزارتے تھے۔لیکن ان بزرگوں کا نفس ان کے قابو میں ہوتا تھا۔ ان آسودگیوں اور انواعِ اطعمہ واقسامِ راحت کے باوجود ان کی عبادت ، زہد ،فکرِ آخرت اور ذکر اللہ میں ذرا بھی کمی نہیں آتی تھی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا تقوی ، عبادت ، فکرِ آخرت ، شوقِ رضاء اللہ اور محبتِ احادیث نبویہ مشہور و معروف ہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم میں بھی کئی افراد بڑے غنی اور دولتمند تھے۔ وہ آسودہ اور راحت والی زندگی گزارتے تھے اور مختلف الانواع اطعمہ سے استفادہ کرتے تھے۔ مگر اس سے ان کی فکرِ آخرت و عبادت

میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔ وہ دنیا کو بھول کر آخرت کی یاد اور تیاری میں مشغول رہتے تھے۔

دل وہ ہے جو باغِ ایماں کی ہوا سے پھول جائے
آخرت کی یاد میں دنیا کو بالکل بھول جائے

ان کا اس بات پر یقین تھا کہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کا دل اللہ تعالیٰ سے لگا رہے۔ ہر وقت اللہ اللہ کرے اور خدمتِ اسلام و خدمتِ مسلمین میں زندگی گزرے۔

خالق سے دل لگانا اسلام ہے تو یہ ہے
ہر کام میں توکُّل بس کام ہے تو یہ ہے
کرتا ہوں اللہ اللہ اور دل میں ہوں سمجھتا
کام آئے مرتے دم بھی وہ نام ہے تو یہ ہے

یہ تو سلف صالحین کے ایک گروہ کا اجمالی ذکر ہوا کہ وہ آسودہ زندگی گزارتے تھے۔

سلف صالحین کا دوسرا گروہ فقراء و مساکین کا گروہ ہے۔ اس دوسرے گروہ کے افراد پر فکرِ آخرت، شوقِ عبادت، طلبِ مسرات اخرویہ، حبِّ راحاتِ جنت اور حبِّ اجر و ثواب کا اتنا غلبہ ہوتا تھا کہ انہوں نے دنیوی ہر قسم کی مسرات و راحات کو ٹھکرا دیا تھا۔ مختلف الانواع کھانوں سے لطف اندوز ہونا تو دور کی بات تھی وہ عموماً پیٹ بھر کر روکھی سوکھی روٹی کھانے سے بھی اجتناب کرتے تھے اور افلاس و غربت اور بھوک و پیاس والی زندگی گزارتے تھے۔

وہ دنیوی بھوک و پیاس وافلاس وتکالیف کو بخوشی برداشت کرتے تھے۔ اور اس خوشی کا مدار یہ تھا کہ انہیں یقین تھا کہ دنیوی بھوک و پیاس اور مصائب کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کی مسرتیں اور راحتیں نصیب فرمائیں گے۔ وہ ان تکالیف میں رہتے ہوئے صابر و شاکر و راضی ہوتے تھے۔ یہ سلف صالحین اور بزرگوں کا دوسرا گروہ ہے۔

اس دوسرے گروہ کے راستے پر چلنا اور اسے اختیار کرنا عوام کے بس کی بات نہیں بلکہ بہت سے خواص کیلئے بھی اس راستے پر چلنا نہایت مشکل ہے۔ یہ نہایت اعلیٰ ومحبوب راستہ ہے۔

ہمارے نبی علیہ السلام کو بھی یہی راستہ محبوب تھا اور اسی پر چلتے ہوئے آپ نے فقر و مسکنت والی زندگی گزاری۔ احادیثِ نبویّہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام اکثر اوقات فاقے سے رہتے تھے۔ کبھی کبھی شدتِ بھوک کی وجہ سے اپنی کمر سیدھی رکھنے کیلئے پیٹ پر حسبِ عادتِ عرب ایک دو پتھر باندھ لیتے تھے۔

اخرج الترمذی في الشمائل (ص ۳۱) عن ابی طلحة رضی الله تعالی عنه قال : شکونا إلی رسول الله ﷺ الجوع . و رفعنا عن بطوننا عن خجر حجر . فرفع رسول الله ﷺ عن بطنه عن حجرین .

یعنی ” ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ السلام سے سخت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے قمیصیں اٹھا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ہم نے اپنے پیٹوں پر شدت بھوک کی وجہ سے

ایک ایک پتھر باندھا ہوا ہے۔ تو نبی علیہ السلام نے اپنے پیٹ مبارک سے قمیص اٹھائی۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے"۔

حدیثِ ہذا سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام گاہے شدّتِ فاقہ کی وجہ سے قمیص کے نیچے پیٹ پر ایک دو پتھر باندھ لیتے تھے۔ اسی طرح کئی صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم خصوصاً مہاجرین بھی شدت بھوک کی وجہ سے سیدھے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اور وہ بھی نبی علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔

اس سلسلے کی چند مزید احادیث مبارکہ سن لیجئے۔

اخرج الترمذی في الشمائل عن عائشة رضی الله تعالى عنها قالت : إن كنّا آلَ محمد نمكث شهرًا ما نستوقد بنارٍ . إن هو إلاّ التمر و الماء . شمائل ترمذی ص۳۱ .

" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ہم آلِ محمد (نبی علیہ السلام کے گھر والے) ایک ایک ماہ تک آگ نہیں جلاتے تھے۔ ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا"۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام سید المخلوقات تھے۔ اللہ تعالی نے زمین و آسمان ان کی وجہ سے پیدا فرمائے۔ لیکن ان کی زندگی کا یہ حال تھا کہ پورے ایک ایک ماہ تک ان کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے گھر میں بھی کھانا پکانے کیلئے آگ نہیں جلائی جاتی تھی بلکہ کھجور کے صرف چند دانے کھا کر وہ اللہ تعالی کا شکر بجالاتی تھیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ مال و دولت اللہ کے نزدیک عزت واحترام کی چیز نہیں۔ اگر دنیا شریعتِ آلہیہ میں عزت واحترام کی چیز ہوتی تو نبی ﷺ سب سے زیادہ دولتمند ہوتے کیونکہ نبی علیہ السلام سید الانبیاء ہیں۔ ان کی شان نہایت بلند ہے۔

کہتے ہیں فطرت جسے یہ ہے نقابِ روئے دوست
ہے اسی پردے میں پنہاں آفتابِ روئے دوست
پردۂ فطرت خرد افروز و حکمت خیز ہے
ہے جنوں انگیز لیکن آب و تابِ روئے دوست
دیکھ لی جس نے جھلک اُسکی وہ پہنچا عرش پر
زینتِ منبر ہوا محوِ حجاب روئے دوست

و اخرج احمد و الترمذی عن أنس رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : لقد أُوذيتُ في اللہ وما يوذٰی أحد . وأُخِفتُ في اللہ وما يخاف أحد . ولقد أتت عليّ ثلاثون من يومٍ و ليلةٍ و ما لی و لبلال طعام يأكله ذوكبد إلاّ شئ يواريه إبط بلالٍ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کی راہ میں مجھے اس جگہ (مکہ مکرمہ میں) اذیت پہنچائی گئی جہاں کسی اور کو اذیت نہیں پہنچائی گئی۔ اور مجھے اللہ تعالی کی راہ میں اس جگہ (مکہ مکرمہ میں) ڈرایا دھمکایا گیا جہاں کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا۔ اور مجھ پر تیس تیس دن ایسے بھی آئے کہ رات اور دن میں کسی وقت بھی

میرے لئے اور بلال کیلئے کوئی ایسا کھانا نہیں ہوتا تھا جسے انسان کھا سکے سوائے اس تھوڑے سے طعام کے جسے بلال بغل میں چھپائے رکھتے تھے (یعنی صرف اتنی سی کھجور وغیرہ کوئی چیز ہوتی تھی جو بلالؓ کی بغل میں آجاتی تھی)"۔

و اخرج ابن ماجه في سننه عن أنس رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : و الذی نفس محمد بیده ما أصبح عند آل محمد صاعُ حَبٍّ و لا صاعُ تمرٍ .

یعنی " حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے آج آلِ محمد کے پاس نہ جَو کا ایک صاع موجود ہے اور نہ کھجور کا ایک صاع موجود ہے "۔

اندازہ کریں کہ نبی علیہ الصلاۃ و السلام کے نو گھر تھے ، یعنی نو ازواج مطہرات تھیں لیکن تمام ازواج کے گھروں میں موجود طعام کی مقدار ایک صاع بھی نہیں تھی۔ نہ ایک صاع کھجوریں موجود تھیں اور نہ ایک صاع جَو کے دانے۔

حدیثِ ہذا میں حَبّ سے مراد جَو کے دانے ہو سکتے ہیں نہ کہ گندم کے۔ کیونکہ دیگر احادیث میں تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام کو کبھی اگر روٹی ملتی بھی تھی تو وہ جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام کے زمانے میں گندم کا وجود بالکل قلیل و نادر تھا۔

ایک صاع کی مقدار ہے ۲۷۰ تولے۔ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے۔ لہٰذا صاع کی مقدار تین سیر چھ چھٹانک بنتی ہے۔ یعنی ساڑھے تین سیر سے کچھ کم مقدار کا نام صاع ہے۔

یہ تھی اُس انسان اعظم ﷺ کی حالتِ افلاس و تنگدستی جو سید الانبیاء والمرسلین ہیں اور جن کی بلند تعلیم و تربیت نے ذرّوں کو خورشید اور قطروں کو دریا بنا دیا۔

دُرفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

اخرج الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالی عنه : أن فاطمة رضی اللہ تعالی عنها جاءت بكِسرةٍ الی النبي ﷺ . فقال : ما هذه ؟ قالت : قرص خَبزتُه . فلم تطب نفسی حتي أتيتك بهذه الكسرة . قال : أما إنه اوّل طعام دخل فم أبيك منذ ثلاثة أيّام .كنزالعمال ج٦ ص٤٩١ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئیں۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ بیٹی ! یہ طعام کہاں سے آیا اور کیسے آیا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یہ ایک روٹی آج میں نے گھر میں پکائی تھی۔ میرا جی نہ چاہا کہ ساری روٹی

ہم خود کھالیں، اس لئے یہ ایک ٹکڑا آپ کیلئے لائی ہوں۔ نبی علیہ السلام نے (اسے کھاکر) فرمایا کہ اے بیٹی! تین دن بھوکا رہنے کے بعد یہ پہلا لقمہ ہے جو تیرے باپ کے منہ میں داخل ہوا ہے"۔

اس حدیث مبارک کا مضمون نہایت رقّت انگیز اور رُلانے والا ہے۔

ذرا غور فرمایئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو کہیں سے تھوڑا سا آٹا ملا ہوگا جس سے صرف ایک روٹی پک سکتی تھی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے گھر میں صرف ایک روٹی پکائی۔ قُرص ایک روٹی کو کہتے ہیں دو یا تین کو نہیں۔ اس ایک روٹی سے ایک دو نوالے حضرت فاطمہؓ نے خود کھائے ہونگے۔ ایک دو نوالے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو کھانے کیلئے دیئے ہونگے اور تھوڑا تھوڑا حصہ حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہما کو دیا ہوگا۔ اور بقیہ چھوٹا سا ٹکڑا نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک روٹی سے تو ایک انسان کا پیٹ بھی نہیں بھر سکتا چہ جائیکہ پانچ افراد ایک روٹی کھائیں۔

فاطمہؓ نے اپنے گھر کے افراد کیلئے صرف ایک روٹی اور وہ بھی کئی دنوں کے بعد پکائی ہوگی کیونکہ ہمیشہ روٹی پکانے کی انہیں استطاعت نہ تھی۔ نیز سابقہ ایک حدیث سے معلوم ہوگیا کہ نبی علیہ السلام کے اہلِ بیت کے گھروں میں جن میں حضرت فاطمہؓ بھی داخل ہیں پورے ایک ایک ماہ تک روٹی پکانے کیلئے آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔

پس حضرت فاطمہؓ نے طویل مدت کے بعد گھر میں آگ جلا کر

صرف ایک روٹی پکائی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یہ گوارا نہ ہوا کہ یہ روٹی صرف ہم کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک ٹکڑا نبی علیہ السلام کی خدمت میں جا کر پیش کیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول کرنے کے بعد فرمایا کہ اے بیٹی ! میں تین دن سے بھوکا تھا۔ کھانے کیلئے تین دن سے نہ روٹی ملی نہ کھجور کے دانے اور نہ کوئی اور چیز۔ اے بیٹی ! تین دن کے بعد یہ پہلا طعام ہے جو تیرے باپ کے منہ میں داخل ہوا۔

خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کے گھر کے افراد بھی اسی طرح بھوکے رہتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئیں اور فاقے سے تھیں۔ اتفاق سے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطورِ ہدیہ کچھ بکریاں لائی گئی تھیں تو حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

و الذی نفسی بیده ما اقتبس في آل محمد نار منذ ثلاثين يومًا . فان شئتِ أمرتُ لك بخمس أعنز . و إن شئتِ علَّمتُك خمسَ كلماتٍ علَّمنيهنّ جبريل . فقلت : بل علّمني الخمس الكلمات التي علّمكهن جبريل . فقال : يا فاطمة ! قولى : يا أوّل الأوّلين ، و يا آخِر الآخِرين ، و يا ذا القوّة المتين ، و يا راحم المساكين ، و يا أرحم الراحمين . اخرجه ابوالشيخ والديلمی . کنز ج٦ ص٤٩٢ .

یعنی ”نبی علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تیس دن سے آلِ محمد کے گھروں میں آگ نہیں جلائی گئی۔

اگر تیری خواہش ہو تو تیرے لئے پانچ بکریوں کا حکم دیدوں (یعنی تجھے پانچ بکریاں دیدی جائیں) اور اگر تو چاہے تو تجھے پانچ ایسے مبارک کلمات سکھلادوں جو جبریل علیہ السلام نے آکر مجھے بتلائے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا (کہ مجھے بکریوں کی خواہش نہیں) بلکہ آپ مجھے ان پانچ مبارک کلمات کی تعلیم دیدیں جو آپ کو جبریل علیہ السلام نے بتلائے ہیں۔

چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فاطمہ! یہ پانچ کلمات سیکھ لے (اور ان کو پڑھا کر) (۱) یا أوّل الأوّلین (۲) یا آخر الآخرین (۳) یا ذا القوّة المتین (۴) یا راحم المساکین (۵) یا أرحم الراحمین“۔

احباب کرام! آپ اس واقعے سے حضرت فاطمہؓ کے بلند مقامِ تقوی کا، ذکر اللہ کا اور فکرِ آخرت کی شدید محبت و شدید رغبت کا اندازہ لگائیں۔ انہوں نے فاقے کے باوجود مال و دولت پر ذکر اللہ کو ترجیح دیتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے جبریل علیہ السلام کے بتلائے ہوئے ذکر اللہ کے پانچ کلمات بتلادیں۔

یہ نبی علیہ السلام کی مبارک تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب دنیا کی محبت سے بالکل پاک و خالی ہوگئے تھے۔

نبی علیہ السلام کی وہ مبارک تعلیمات آج بھی موجود ہیں اور تا قیامت باقی رہیں گی۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان مبارک تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے والے بن جائیں۔

اللہ عزوجل ہمیں ذکر اللہ و طاعات کی توفیق دیتے ہوئے غفلت اور معاصی سے بچائیں۔ آمین۔

ترک دنیا کر کے ہر لذت کو چھوڑ
معصیت کو ترک کر، غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطاں لاکھ درپے ہوں مگر
تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

****

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ　　راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تجھ کو رہبر لے چلے گا دوش پر　　یہ ترا رہرو خیالِ خام ہے

أخرج الترمذی في الشمائل (ص۳۲) عن عتبة بن غزوان رضی اللہ تعالی عنه قال : لقد رأيتُني وإنی لسابع سبعةٍ مع رسول اللہ ﷺ ما لنا طعام إلاّ ورق الشجرة . حتي تقرّحت أشداقُنا . فالتقطتُّ بردةً فقسمتها بيني و بين سعدٍ . فما منّا من أولئك السبعة أحد إلاّ و هو أمير مصر من الأمصار . و ستجرِّبون الأمراء بعدَنا .

یعنی " عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا (یعنی مجھے وہ وقت یاد ہے) کہ میں نبی ﷺ پر ایمان

لانے والوں میں سے ساتواں آدمی تھا۔ ہماری یہ حالت تھی کہ درختوں کے پتوں کے علاوہ ہمارے لئے کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ یہاں تک کہ پتے کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے اور منہ کے اندرونی حصے زخمی ہو گئے۔

(اور ہمارے پاس ستر پوشی سے زائد کپڑے بھی نہ تھے) پھر مجھے ایک چادر کہیں سے ملی۔ میں نے وہ چادر پھاڑ کر ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیا اور ایک حصہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کو دیدیا۔ اور آج یہ حالت ہے کہ ہمارے ان سات ساتھیوں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا حاکم و والی ہے۔

(چونکہ کسی معترض نے ان کے افعال ومعمولات کے بارے میں اعتراض کیا تھا اس لئے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آج تم لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہو) عنقریب ہمارے بعد تم کئی امراء اور حکمرانوں کو آزماؤ گے (یعنی ہمارے بعد آنے والے حکمرانوں کی دنیا کی طرف رغبت، طرح طرح کی نعمتوں سے ان کی لطف اندوزی اور سرکاری اموال میں ان کی بے احتیاطی و خیانت دیکھ کر تم ہمیں یاد کرو گے)"۔

عتبہ بن غزوانؓ قدیم الاسلام ہیں۔ اس حدیث میں اوّلاً انہوں نے بتلایا کہ میں ساتواں مسلمان تھا۔ یعنی مجھ سے پہلے صرف چھ اشخاص مسلمان ہوئے تھے۔ پھر میں نے اسلام قبول کیا۔ پس میں ساتواں مسلمان تھا۔

پھر اپنے فاقوں اور غربت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو ہمارے پاس ستر پوشی سے زائد کپڑا ہوتا تھا اور نہ ہمیں کھانے کو کچھ ملتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ہم درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ درختوں کے پتے چبانے سے ہمارے جبڑے اور منہ کے اندرونی حصے زخمی ہو گئے تھے۔

اور کپڑے کی قلّت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ کہیں سے مجھے ایک چادر مل گئی چونکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ستر پوشی سے زائد کپڑا نہ تھا اس لئے میں نے اس چادر کو پھاڑ کر اس کا آدھا حصہ اپنے پاس رکھا اور آدھا حصہ سعدؓ کو دیا۔

پھر فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی فراخی اور دنیاوی آسائشیں ہم صحابہ کو نصیب فرمائی ہیں۔ یہاں تک ان اوّلین سات صحابہ میں سے ہر ایک آجکل کسی نہ کسی علاقے کا حاکم و والی ہے۔

پھر عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی امارت پر اعتراض کنندوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے بعد بڑے شریر اور مفسدین امراء آئیں گے اور وہ تم پر حکمرانی کرتے ہوئے ظلم کریں گے۔ اس وقت تمہیں ہماری امارت وحکومت کی خوبیاں یاد آئیں گی اور تمہیں پتہ چل جائیگا کہ ہم صحابہ کی ولایت وامارت پر تمہارے اعتراضات ناحق تھے۔

اخرج الترمذی في الشمائل عن النعمان بن بشير رضی اللہ تعالی عنهما يقول : ألستُم في طعامٍ و شرابٍ ما شئتم . لقد رأيتُ نبيَّكم ﷺ و ما يجد من الدقل ما يملأ بطنه . شمائل ترمذی ص ۳۱ .

یعنی '' نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (ایک مرتبہ لوگوں کو مخاطب ہوکر) فرمایا کہ کیا آج تم اپنی خواہشات کے مطابق طرح طرح کے کھانوں اور مشروبات سے مستفید نہیں ہو رہے ہے؟ (یعنی آج تمہیں ہر قسم کے کھانے میسر ہیں) حالانکہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لئے ردّی کھجور بھی نہیں ملتی تھی ''۔

و قال رسول الله ﷺ : جاهدوا أنفسكم بالجوع والعطش . فان الأجر في ذلك كأجر المجاهد في سبيل الله . و إنه ليس من عمل أحبّ الى الله من جوع و عطش . ذكره الغزالى بغير سند في الاحياء ج۳ ص۶۹ . قال العراقى في تخريجه : لم اجد له اصلاً .

یعنی '' نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ بھوک اور پیاس کے ذریعے اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو کیونکہ اس جہاد کا اجر و ثواب اتنا ہے جتنا خدا کی راہ میں لڑنے والے کا اجر و ثواب ہے۔ اور خدا کی خوشنودی کیلئے بھوک و پیاس سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے ''۔

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ خدا کی رضامندی کیلئے بھوک و پیاس برداشت کرنا اپنے نفس کے ساتھ جہاد ہے۔ ایک اور حدیث میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

قيل : يا رسول الله ! أيُّ الناس أفضل ؟ قال : مَن قلّ مطعمُه و ضحكُه و رضى بما يستر به عورتَه . ذكره الغزالى في الاحياء بغير اسناد . و قال العراقى : لم

أجد له اصلاً .

یعنی " حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سب سے افضل ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس آدمی کا کھانا اور ہنسنا کم ہو اور وہ اتنے کپڑے پر راضی ہو جس سے اس کی ستر پوشی ہو سکے (تو وہ سب سے افضل ہے) "۔

واخرج البيهقى في شعب الايمان عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : لو شئنا أن نشبع لشبعنا و لكن محمدًا ﷺ كان يُؤثِر على نفسه . و اسناده معضل .

یعنی " حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ اگر ہم سیر ہو کر کھانا پینا چاہتے تو سیر ہو سکتے تھے لیکن نبی علیہ السلام اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے "۔

و اخرج ابن عدى في الكامل مرفوعًا : إن الله يباهى الملائكة بمن قلّ مطعمُه و مشربُه في الدنيا . يقول الله تعالى : انظروا إلى عبدى . ابتليتُه بالطعام و الشراب في الدنيا فصبر و تركهما . اشهدوا يا ملائكتي ! ما من أُكلة يدعها إلاّ أبدلتُه بها درجات في الجنة .

یعنی " نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی فرشتوں کی مجلس میں فخر کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جن کا دنیا میں کھانا پینا کم ہو۔ اللہ تعالی فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کی طرف دیکھو۔ میں نے اسے دنیا میں کھانے پینے کے بارے میں ایک آزمائش میں مبتلا کیا

(یعنی اسے روزہ رکھنے کا حکم دیا)۔ پس اس نے آزمائش پر پورا اترتے ہوئے صبر کیا اور کھانے پینے کو ترک کیا۔

اے میرے فرشتو ! تم گواہ رہو کہ جتنے لقمے اس نے ترک کئے ہیں ان کے بدلے میں مَیں نے اسے جنت کے بلند درجات عطاء کردیئے ہیں "۔

وعن المقدام رضی الله عنه مرفوعًا : ما ملأ ابن آدم وِعاءً شرًّا من بطنه . حسب ابن آدم لُقَیمات یُقِمن صلبه . و إن کان لابدّ فاعلاً فثُلثٌ لطعامه ، و ثُلثٌ لشرابه ، و ثلثٌ لنفسه . احیاء العلوم ج۳ ص۷۰ .

" حضرت مقدام رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابن آدم نے اپنے پیٹ سے بدتر کسی برتن کو نہیں بھرا (یعنی پیٹ بد ترین برتن ہے)۔ ابن آدم کیلئے کھانے کے اتنے لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر سیدھی رہ سکے (یعنی کھڑا ہوکر عبادت کر سکے اور دیگر امورِ ضروریّہ سرانجام دے سکے) اور اگر زیادہ کھانا ہی چاہے تو پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرلے۔ ایک حصہ کھانے کیلئے ، ایک پینے کیلئے اور ایک سانس لینے کیلئے "۔

و اخرج ابن ابی الدنیا فی مکاید الشیطان مرسَلاً عن علیّ بن الحسین مرفوعًا : ان الشیطان لیجری من ابن آدم مجری الدم . فضیِّقوا مجاریَه بالجوع و العطش . احیاء العلوم ج۳ ص۷۰ .

" حضرت علی بن حسینؓ بطریقِ مرسل نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔ لہٰذا تم بھوک اور پیاس کے ذریعے اس کے راستوں کو تنگ کر دو "۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطان کے وسوسوں اور شرارتوں سے بچنے کا ایک قوی ذریعہ بھوک اور پیاس ہے۔ خصوصاً وہ بھوک اور پیاس جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہو۔ روزے کی فضیلت کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ بھوک اور پیاس والی عبادت ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو جوان شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے۔ روزوں یعنی بھوک اور پیاس کی برکت سے اس کی شہوت اور شیطانی خواہشات مغلوب ہو جائیں گی۔ کامل مؤمن شہواتِ دنیویہ سے دور رہتا ہے۔

عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : المؤمن يأكل في معًى واحد والكافر يأكل في سبعة أمعاء . متفق عليه .

" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ مؤمن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے "۔

اس حدیث کے معنی میں بہت سے اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے کافر کی کثرتِ خورد و نوش سے۔ یعنی کافر مؤمن کے مقابلے میں سات گنا زیادہ کھاتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ " معًی " کنایہ ہے شہوت اور خواہش سے۔ تو حدیثِ ہٰذا کا مطلب یہ ہے کہ کافر کی خواہشِ خورد و نوش اور شہوتِ طعام مؤمن کی خواہش وشہوت سے سات گنا زیادہ ہوتی ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما قال : تجشّأ رجل . و في رواية : ان اباجحيفة رضی اللہ تعالی عنه تجشّأ في مجلس رسول الله ﷺ . فقال له رسول الله ﷺ : أقصر من جشائك ، فانّ أطول الناس جوعًا يوم القيامة أكثرهم شبعًا في الدنيا . اخرجه الترمذی و ابن ماجه و البيهقی في الشعب .

" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی ڈکار لینے لگا، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کی مجلس میں ڈکار لینے لگے (یعنی اس دوسری روایت میں اس صحابی کا تعین ہے جس نے نبی ﷺ کی مجلس میں ڈکار لیا)۔ تو نبی علیہ السلام نے ابو جحیفہ کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ ڈکار لینا کم کیجئے یا بند کیجئے کیونکہ قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی بھوک میں مبتلا وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھاتے ہیں "۔

ڈکار لینا چونکہ نتیجہ ہے کثرت خورد و نوش کا اس لئے حضور علیہ السلام نے ڈکار لینے کو ناپسند فرمایا۔ پس حدیثِ ہٰذا میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ کم کھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

و اخرج الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی

عنهما باسناد ضعيف مرفوعًا : إن أهل الجوع في الدنيا هم أهل الشبع في الآخرة . و إن أبغض الناس الى الله المتخَمون الملأى . وما ترك عبد اُكلةً يشتهيها إلاّ كانت له درجة في الجنة .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ دنیا میں خدا کی رضا کیلئے بھوک برداشت کرنے والے لوگ آخرت میں جنت کی نعمتوں سے جی بھر کر مستفید ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ لوگ ہیں جو پیٹ بھر کر کھانے کی وجہ سے بدہضمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور جو بندہ خواہش اور بھوک کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک لقمہ بھی ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کیلئے جنت میں ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں۔

واخرج الديلمى في مسند الفردوس عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : قلت : يا رسول الله ! ألا تستطعم اللهَ فيطعمك . قالت : و بكيتُ لما رأيتُ به من الجوع . فقال : يا عائشة ! والذى نفسى بيده لو سألتُ ربّى أن يجرى معى جبالَ الدنيا ذهبًا لأجراها حيث شئتُ من الأرض .

ولكنّي اخترتُ جوع الدنيا على شبعها ، و فقر الدنيا على غناها ، و حزن الدنيا على فرحها .

يا عائشة ! انّ الدنيا لاتنبغي لمحمد ولا لآل محمد . يا عائشة ! إن الله لم يرضَ لأولى العزم من الرسل إلاّ الصبر على مكروه الدنيا ، والصبر عن محبوبها . ثم لم يرضَ لى إلاّ أن يكلّفني ما كلّفهم فقال : فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل . الحديث . احياء العلوم ج٤ ص١٩١ .

یعنی " حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کی شدتِ بھوک کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا آپ اللہ تعالی سے کھانے کی دعا نہیں کرتے تاکہ اللہ تعالی آپ کو کھانا کھلائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کی شدتِ فاقہ کو دیکھ کر رونے لگی۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اے عائشہ ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اپنے ربّ سے یہ سوال کروں کہ وہ دنیا کے پہاڑوں کو سونا بنا کر میرے ساتھ چلائیں تو زمین کے جس حصے سے مَیں چاہوں اللہ تعالی پہاڑوں کو سونا بنا کر میرے ساتھ چلادیں گے۔

لیکن میں نے دنیا کی بھوک کو دنیوی شکم سیری پر ترجیح دی ہے۔ اور دنیا کے فقر کو دنیا کی مالداری پر ترجیح دی ہے۔ اور دنیا کے حزن وغم کو دنیا کی خوشی پر ترجیح دی ہے۔ اے عائشہ ! دنیا نہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مناسب ہے اور نہ آلِ محمد کیلئے۔

اے عائشہ ! اللہ تعالی نے اپنے اولوا العزم (یعنی بلند مرتبے والے) رسولوں کیلئے یہی بات پسند فرمائی ہے کہ وہ دنیا کی تکالیف پر صبر کریں اور دنیوی لذات سے اپنے آپ کو روکیں۔ پھر اللہ تعالی نے میرے لئے بھی یہی بات پسند فرمائی ہے کہ وہ مجھے بھی اسی چیز کا مکلّف بنائیں جس چیز کا اس نے دیگر رسولوں کو مکلّف بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ! آپ بھی اسی طرح (دنیوی تکالیف پر) صبر کیجئے جس طرح دیگر اولوا العزم رسولوں نے صبر کیا "۔

اخرج ابن ماجه عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال : قال النبي ﷺ : مَن شبع و نام قسا قلبُه .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نبی علیہ السلام کا یہ مبارک فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد سو جائے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے "۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے فوراً بعد سو جانا بڑی بری عادت ہے۔ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور دل کا سخت ہونا بہت بڑی شقاوت ہے۔

وعن ابی هريرة رضی اللہ تعالی عنه مرفوعًا : لكل شئ زكاة و زكاة الجسد الصوم . اسناده ضعيف . و في رواية : إنّ لكل شئ زكاةً و انّ زكاة الجسد الجوع .

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر چیز کیلئے زکاۃ ہے اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے "۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہر چیز کیلئے زکاۃ ہے اور جسم کی زکاۃ خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے بھوکا رہنا ہے (یعنی جس طرح زکاۃ سے مال وغیرہ پاک ہوجاتا ہے اسی طرح روزے اور بھوک سے آدمی جسمانی و روحانی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے)"۔

و عن ابی‌هریرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : نُور الحكمة الجوعُ ، و التباعُد من الله عز و جل الشبعُ ، والقربةُ الی الله عز و جل حبُّ المساكين والدنوّ منهم . لا تشبعوا فتطفؤوا نور الحكمة من قلوبكم . و من بات في خفّة من الطعام بات الحور حوله حتي يصبح . اخرجه الديلمی في مسند الفردوس . احياء ج۳ ص۷۳ .

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ حکمت اور باطنی دانائی کا نور (خدا کی رضا کیلئے) بھوکا رہنے میں ہے۔ اور شکم سیری اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے۔ اور مساکین سے محبت کرنا اور ان کے قریب رہنا اللہ عزوجل کے قرب کا باعث ہے۔ لہٰذا پیٹ بھر کر کھانا مت کھاؤ اس سے تم اپنے دلوں کا نورِ حکمت بجھا ڈالو گے۔ اور جو آدمی تھوڑا سا کھانا کھا کر رات گزارے تو رات سے لے کر صبح تک حوریں اس کے اردگرد رہتی ہیں (یعنی رات بھر حوریں اس کے پاس رہتی ہیں)"۔

اللہ عزوجل ہمیں معاصی اور حُبِّ مال و دولت کی ظلمتوں سے

محفوظ رکھیں اور ہمارے دلوں کو نورِ عبادت و نورِ قناعت و نورِ ذکراللہ سے منور فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۳

دوستو! یہ دنیا جی لگانے کا مقام نہیں ہے۔ دنیا کی خوشی و عیش و عشرت کو دوام و ثبات نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے اسلاف کرام دنیا میں فاقے اور مشقّتیں برداشت کرتے تھے تاکہ ان کے بدلے میں بطورِ اجر و ثواب آخرت کی سہولتیں نصیب ہوں۔ ایک شاعر نے اس سلسلے میں کیا خوب کہا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
یہاں ہر خوشی ہے مبدّل بہ صد غم
جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہیں ماتم
یہ سب ہر طرف انقلاباتِ عالَم
تری ذات ہی میں تغیُّر ہیں ہر دم
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
جب اِس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر
اور اٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر

یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے منظر
یہاں پر ترا دل بہلتا ہے کیونکر
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

اس موضوع سے متعلق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلف صالحین کے بہت سے اقوال و واقعات منقول ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اثر ہے۔ إيّاكم والبِطنة فانّها ثِقلٌ في الحياة ، نتنٌ في الممات .

یعنی " شکم سیری سے بچو کیونکہ شکم سیری زندگی میں بوجھ کا باعث بنتی ہے اور مرتے وقت اور مرنے کے بعد بدبو کا باعث ہوتی ہے "۔

و قال لقمان لابنه : يا بُنَيّ ! إذا امتلأتِ المعدةُ نامتِ الفكرةُ ، وخَرستِ الحكمةُ ، وقَعدتِ الأعضاءُ عن العبادة . احياء العلوم ج۳ ص۷۱ .

" حضرت لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو دانائی کی بات بتاتے ہوئے فرمایا کہ اے بیٹے ! جب معدہ طعام سے بھر جائے تو فکر سو جاتی ہے (یعنی دینی و اخروی امور کی فکر ختم ہو جاتی ہے) اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے (یعنی باطنی حکمت و دانائی کی باتیں سوچی اور کہی نہیں جاسکتیں) اور اعضاء عبادت کرنے سے سست ہو جاتے ہیں "۔

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ ان کا ایک حکیمانہ قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

جوعُ الراغبين حالةٌ منبِّهةٌ . وجوعُ التائبين تجربةٌ .

و جوعُ المجتهدين كرامةٌ . و جوعُ الصابرين سياسةٌ . و جوع الزاهدين حكمةٌ . احياء ج۳ ص ۷۱ .

یعنی " آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کی بھوک انہیں متنبہ اور بیدار رکھنے کا باعث ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے والوں کی بھوک ایک تجربہ ہوتی ہے۔ اور عبادت میں کوشش کرنے والوں کی بھوک ان کی کرامت و بزرگی کا باعث ہوتی ہے۔ اور صابرین کی بھوک حسنِ انتظام کا باعث ہوتی ہے۔ اور زاہدین کی بھوک باطنی حکمت و دانائی کا باعث ہوتی ہے "۔

وكان سهل بن عبدالله التسترى رحمه الله تعالى يطوى نيّفًا و عشرين يومًا لا يأكل . وكان يكفيه لطعامه في السنة درهمٌ .

" حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ بیس سے کچھ اوپر دنوں تک کچھ بھی نہیں کھاتے تھے اور وہ اپنے طعام کیلئے پورے سال میں صرف ایک درہم پر گزارہ کرتے تھے "۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ کا ایک اور قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

وُضعتِ الحكمةُ و العلم في الجوع . و وُضعتِ المعصية و الجهل في الشبَع .

یعنی " باطنی حکمت اور علمِ معرفت اللہ بھوک میں مضمر ہیں اور معصیت و جہالت شکم سیری میں پوشیدہ ہیں "۔

نیز سہل بن عبداللہؒ اپنے ایک اور قول میں فرماتے ہیں۔

ما صار الأبدال أبدالاً إلاّ باخماص البطون و السهر و الصمت و الخلوة .

یعنی " ابدال یہ چار صفات اختیار کرنے سے ابدال بنے ہیں۔ خالی پیٹ رہنے سے ، شب بیداری سے ، خاموشی اختیار کرنے سے اور خلوت نشینی اختیار کرنے سے "۔

مکحول شامی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فقیہ و محدّث گزرے ہیں۔ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت بڑے عابد و ذاکر بھی تھے۔ ان کے عارفانہ ، حکیمانہ اور محدّثانہ مواعظ و حِکم کتبِ سوانح میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بھوک و افلاس برداشت کرنے کی فضیلت کے سلسلے میں بھی ان سے کئی ایمان افروز مواعظ منقول ہیں۔

عن ابی عبداللہ الشامی عن مکحول رحمہ اللہ تعالی قال : أفضل العبادة بعد الفرائض الجوعُ و الظمأُ . حلیه ج٥ ص ١٨١ .

یعنی " ابوعبداللہ شامی حضرت مکحولؒ کا یہ عارفانہ قول نقل کرتے ہیں کہ فرائض کے بعد سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر بھوکا اور پیاسا رہے "۔

فرائض کی فضیلت و اہمیت کسی مسلمان پر مخفی نہیں ہے۔ حسبِ ارشادِ مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ فرائض کے بعد سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بھوک اور پیاس خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ بھوک اور پیاس روزے میں بھی ہوتی ہے

اور روزے کے بغیر بھی۔ پس مکحولؒ کے اس قول میں روزے کی فضیلت کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے۔

مکحولؒ بہت بڑے عالم تھے۔ **قال الزهری رحمه الله تعالى : العلماء أربعة : سعيد بن المسيب بالمدينة ، وعامر الشعبي بالكوفة ، و الحسن بن ابى الحسن بالبصرة ، و مكحول بالشام . حليه ج٥ ص١٧٩ .**

یعنی " امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں بڑے اور جید علماء صرف چار ہیں۔ مدینہ منورہ میں سعید بن مسیب ہیں، کوفہ میں عامر شعبی ہیں، بصرہ میں حسن بصری ہیں اور شام میں مکحول ہیں (رحمھم اللہ تعالی) "۔

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ المحدثین ہیں۔ سنتِ نبوی کے اوّل مدوّن ہیں۔ شیخ مکحولؒ کی عظمتِ علمی کیلئے یہ بات کافی ہے کہ امام زہریؒ جیسے محدث فرماتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں سب سے بڑے علماء صرف چار ہیں اور ان میں سے ایک مکحول شامی ہیں۔ امام مکحولؒ کے مزید چند حکیمانہ و عارفانہ اقوال یہاں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ ایمانی و باطنی اصلاح کے سلسلے میں ان کا نفع بہت زیادہ ہوگا۔

قال مكحول : أرقُّ الناس قلوبًا أقلُّهم ذنوبًا .

یعنی " حضرت مکحولؒ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم دل والا وہ شخص ہوتا ہے جس کے گناہ سب سے کم ہوں "۔

مکحولؒ کے اس قول میں ایک عجیب روحانی و دینی ضابطے اور قانون

کا ذکر ہے۔ وہ یہ کہ جس شخص کے گناہ جتنے کم ہوں گے وہ اتنا نرم دل ہوگا۔ اور بطریقِ مفہومِ مخالف اس قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گناہوں کی کثرت قساوتِ قلب کا سبب بنتی ہے۔

وقال مکحول : مَن أحیٰی لیلةً في ذکر اللّٰہ أصبح کیوم ولدته أمُّه .

یعنی " مکحولؒ نے یہ عارفانہ بات ارشاد فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالی کے ذکر میں رات گزارے وہ صبح کے وقت گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہوجاتا ہے جس دن اس کو ماں نے جنا تھا "۔

برادرانِ اسلام! کامل مسلمان کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نظر دنیوی شہوات و خواہشات کی بجائے آخرت کے اجر و ثواب پر ہو۔ وہ دنیا میں ناجائز خواہشات بلکہ جائز بے فائدہ خواہشات کے ترک کو خواہشاتِ آخرت کے حصول کا ذریعہ سمجھے۔

مگر ہائے حسرت ...... ہائے افسوس ...... کہ آجکل مسلمانوں میں کبر و نخوت، حبِّ مال و جاہ اور عیش پرستی کا دور دورہ ہے۔

جہاں میں ہر طرف ہے دور دورہ کبر و نخوت کا
دکھایا چرخ نے پھر دورِ فرعونی و ہامانی
نہ عیشِ جاوداں کی فکر ہو عیش دو روزہ میں
بھلا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ہو سکتی ہے نادانی
یہ ہے جینے میں جینا، ایسے جینے سے تو موت اچھی
وہ کوئی زندگی ہے زندگی میں جو ہو عصیانی

نظر بر عاقبت یہ سب مرے سامانِ راحت ہیں
شکستہ خاطری ، مردہ دلی ، افسردہ ارمانی
نہ کچھ کام آئیگی اس دن کہ تو زیرِ زمیں ہوگا
یہ اے بالانشیں عالی مقامی عرش ایوانی
قناعت نے مجھے آسودہ قلبی بخش رکھی ہے
تجھی کو بوالہوس تیری مبارک حشر ارمانی

و عن مکحول قال : من قال "استغفر اللّٰہ الذی لا إله إلاّ هو الحیّ القیّوم و أتوب الیه" غفِرت له ذنوبُه و لو کان فارًّا من الزحف .

یعنی "حضرت مکحولؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھ لے "استغفر اللّٰہ الذی لا إله إلاّ هوالحیّ القیوم وأتوب الیه" تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ شخص بغیر عذر شرعی کے جہاد سے بھاگا ہوا ہو" ۔

حضرت مکحولؒ کے اس قول میں نہایت مبارک و نافع دعا کا ذکر ہے جس کے پڑھنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتے ہیں۔ شیخ مکحولؒ بہت بڑے محدث تھے۔ لہٰذا یقین ہے کہ انہوں نے یہ دعا کسی حدیث سے اخذ کی ہوگی کیونکہ محدث مغیبات سے متعلق امور میں بغیر کسی صریح حدیث کے گفتگو نہیں کرتا۔

و عن العلاء بن الحارث عن مکحول قال : أربعٌ من کُنّ فیه کُنّ له . و ثلاثٌ مَن کُنّ فیه کُنّ علیه .

فأما الأربع اللاتی لـه فالشکر و الایمـان و الدعـاء و الاستغفار .

قال اللہ تعالی : ما یفعل اللہ بعذابِکم إن شکرتم و آمنتم .

و قال : و ما کان اللہ معذِّبَهم و هم یستغفرون .

و قال : ما یَعْبَؤ بکم رَبّی لولا دعاؤُکم .

و أمّا الثلاث اللاتی علیـه فالـمکر و الـبغی و النکث .

قال اللہ تعالی : ومَن نکَثَ فانما ینکث علی نفسه

و قال : و لا یحیق المکر السیّئ إلاّ بأهله .

و قال : إنما بغیُکم علی أنفسکم . حلیه ج۵ ص۱۸۲ .

یعنی ” علاء بن حارث حضرت مکحولؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ چار صفات ایسی ہیں کہ جس شخص کے اندر وہ موجود ہوں وہ اسے فائدہ اور نفع پہنچاتی ہیں اور تین صفات ایسی ہیں کہ وہ اپنے موصوف کو ضرر و نقصان پہنچاتی ہیں۔

جو چار صفات آدمی کیلئے نافع و مفید ہیں وہ یہ ہیں۔ شکر، ایمان ، دعا اور استغفار۔

پھر مکحولؒ نے ان چار صفات میں سے ہر ایک کے نافع ہونے پر بطورِ دلیل آیت پیش فرمائی۔

شکر اور ایمان کے نافع ہونے کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں " اگر تم خدا کا شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ تو خدا تمہیں عذاب دے کر کیا کریگا"۔

اور استغفار کے نافع ہونے کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں " اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا اس حال میں کہ وہ بخشش مانگ رہے ہوں"۔

اور دعا کے نافع و مفید ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں " اگر تم خدا کو نہ پکارو تو خدا کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں"۔

اور جو تین صفات انسان کو ضرر پہنچاتی ہیں وہ یہ ہیں۔ دھوکہ دہی، سرکشی اور عہد شکنی۔

پھر ان تینوں کی دلیلیں قرآن مجید سے ذکر فرمائیں۔ چنانچہ عہد شکنی کے مضر ہونے کی یہ دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " پھر جو شخص عہد کو توڑے تو عہد شکنی کا نقصان خود اسی کو ہے"۔

اور دھوکہ دہی کے مضر ہونے کی یہ دلیل دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" اور بری چال کا وبال خود اس بری چال والے پر ہی پڑتا ہے"۔

اور سرکشی کے مضر ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " تمہاری سرکشی اور شرارت کا وبال تمہاری ذات پر ہی ہوگا" "۔

جس مسلمان کے دل میں ورع وخوفِ خدا تعالیٰ جتنا زیادہ ہوگا وہ

اتنا ہی زیادہ زاہد و عابد ہوگا۔ اور زُہد کی برکت سے ایک مسلمان کیلیئے بھوک و پیاس کی مشقت برداشت کرنا آسان ہوتا ہے۔

ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ ورع و زہد کے بارے میں ان کا ایک عارفانہ قول ہے۔

مَن رضِی بکلّ شئ فقد بلغ حدَّ الرضی . و مَن تَورَّع في کل شئ فقد بلغ حدَّ الورع . و مَن زهد في کل شئ فقد بلغ حدّ الزُّهد . حلیه ج۹ ص۲۵۸ .

یعنی ” جو شخص اللہ تعالی کی عطا کردہ ہر چیز پر (خواہ وہ کم ہو یا زیادہ) راضی ہوگیا وہ تسلیم و رضاء کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ اور جس شخص نے ہر چیز میں احتیاط سے کام لیا وہ تقویٰ کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ اور جس آدمی نے ہر چیز سے بے رغبتی و کنارہ کشی اختیار کی وہ زہد کی آخری حد کو پہنچ گیا “۔

بھوک اور شکم سیری کے بارے میں ابوسلیمان دارانیؒ کا ایک اور قیمتی قول ہے، فرماتے ہیں۔

مفتاح الآخرة الجوعُ ، و مفتاح الدنیا الشبعُ . و اصل کل خیرٍ في الدنیا و الآخرة الخوفُ من الله . حلیه ج۹ ص۲۵۹ .

یعنی ” آخرت کی مسرتوں اور راحتوں کی چابی بھوک ہے (یعنی وہ بھوک جو اللہ تعالی کی رضا کیلیئے ہو) اور دنیا کی محبت اور اس کی لذتوں کی چابی شکم سیری ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ہر بھلائی کی بنیاد و اساس خوفِ خدا تعالی ہے “۔

ابوسلیمان دارانیؒ کا ایک اور عارفانہ قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

جوعٌ قليلٌ و سهرٌ قليلٌ و بردٌ قليلٌ يقطع عنك الدنيا . حليه ج۹ ص۲۵۷ .

یعنی " تھوڑی سی بھوک، تھوڑی سی شب بیداری اور موسم سرما میں تھوڑی سی سردی برداشت کرنا تجھ سے لذاتِ دنیا منقطع اور ختم کرنے کا ذریعہ ہیں "۔

خدا کی راہ میں بھوک اور پیاس برداشت کرنا نہایت کٹھن منزل ہے۔ اس منزل تک پہنچنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ صفتِ قناعت، صفتِ رضا بقضاء اللہ، صفتِ ورع اور صفتِ زہد کے ذریعے ہی اس کٹھن منزل تک پہنچنا آسان ہوسکتا ہے۔

ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

القناعةُ اوّلُ الرضٰى و الورعُ أوّل الزهد .

یعنی " قناعت، تسلیم و رضا کی پہلی سیڑھی ہے اور تقوی زہد کی پہلی سیڑھی ہے "۔

بھوک چونکہ نہایت تکلیف دہ چیز ہے خصوصاً جبکہ وہ اضطراری ہو اس لئے بھوک و غربت کے ازالے کی خاطر کسی کی مدد کرنا اور اسے پریشانی سے بچا کر خوشحال بنانا بہت بڑی نیکی ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ یہ نیکی گناہوں کی مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے۔

عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : إن من موجِبات المغفرة إدخالُك السرورَ على

أخيك المسلم و إشباعُ جوعتِـه و تنفيسُ كربتـه . حليه ج۷ ص۹۰ .

" حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ یہ (تین) امور مغفرت کے اسباب میں سے ہیں۔

(۱) اپنے کسی مسلمان بھائی کو کسی قسم کی کوئی خوشی پہنچانا۔

(۲) اگر وہ بھوکا ہو تو اس کی بھوک کا ازالہ کرنا۔

(۳) اگر وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کی تکلیف دور کرنا "۔

معزز صاحبو! یہ حدیث مبارک باوجود اختصار کے مضمون و مفہوم کے لحاظ سے نہایت جامع و نافع ہے۔ اگر ہر مسلمان اس حدیث پر عمل کرلے تو معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔ نبی علیہ السلام کی احادیث مبارکہ اور ان کی پیاری و جامع تعلیمات ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کا وجود ہمارے لئے سعادت ، برکت ، رحمت اور حیاتِ جاودان کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں ۔ آمین ۔ قرآن و احادیث و عبادات کی برکت کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سعادت کے جلَو میں رحمتِ پروردگار آئی
مسلمانوں کے گھر چل کر خدا کا لطفِ عام آیا
ازل کی صبح کا نور آنکھ میں ہو کر تمام آیا
حیاتِ جاوداں کا ابن آدم کو پیام آیا
درِ میخانۂ وحدت کے پٹ جبریل نے کھولے
ترستے تھے جسے میخوار گردش میں وہ جام آیا

وہ حکمت عرش سے اتری زباں پر جس کے صدقے میں
اُخوّت اور مساوات اور آزادی کا نام آیا

اس سلسلے کی چند مزید احادیث پیشِ خدمت ہیں۔ امیدِ کامل ہے کہ ان احادیثِ نبویہ کا ذکر یہاں نہایت مفید اور نافع ہوگا۔

عن جابر رضی اللّٰہ تعالی عنه مرفوعًا : انّ من موجِبات المغفرة إطعام المسلم السغبان . (هب) كنز ج٦ ص٤٢٤ .

"حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یہ بات مغفرت کے اسباب میں سے ہے کہ آدمی کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلا دے"۔

اخرج الطبرانی في الكبير و الخرائطی في مكارم الاخلاق عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالی عنهما مرفوعًا : من أطعم أخاه من الخبز حتي يُشبعه و سقاه من الماء حتي يُرويه بَعّدَه اللّٰہ من النار سبع خنادق . بُعد مابين خندقَين مسيرةُ خمسمائة سنة . كنز ج٦ ص٤٢٤ .

"عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر روٹی کھلائی اور سیر ہو کر پانی پلایا تو اللہ تعالی اسے جہنم سے سات خندقیں دور فرما دیتے ہیں۔ ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے"۔

اخرج الطبرانی عن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ مرفوعاً : من أطعم مؤمنًا حتي يُشبِعه من سغبٍ أدخله الله باباً من أبواب الجنة لا يدخله إلاّ من كان مثله .

" حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ جس آدمی نے کسی مؤمن کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا یہاں تک کہ اس کی بھوک دور ہوگئی تو اللہ تعالی اس کو جنت کے دروازوں میں سے ایک ایسے خاص دروازے سے داخل فرمائیں گے کہ اس دروازے سے اس جیسے آدمی کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوگا "۔

اخرج الدیلمی عن عبداللہ بن جراد مرفوعًا : من أطعم كبدًا جائعةً أطعمه الله من أطيب طعام الجنة . و من بَرَّد كبدًا عطشانةً سقاه الله و أرواه من شراب الجنّة . كنز ج٦ ص٤٢٤ .

" حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی بھوکے جگر کو یعنی جگر والے (انسان وغیرہ حیوانات) کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالی اسے جنت کا پاکیزہ و لذیذ کھانا کھلائیں گے۔ اور جس شخص نے کسی پیاسے جگر کو یعنی جگر والے (انسان ہو یا حیوان) کو پانی پلایا تو اللہ تعالی اسے پیٹ بھر کر جنت کا پانی پلائیں گے "۔

اس حدیث میں "کبد جائعه وعطشانه" کا ذکر ہے۔ کبد کا معنی ہے جگر ، اور مراد جگر والا ہے۔ جگر عام ہے ، انسان کا بھی

جگر ہوتا ہے اور دیگر حیوانات کا بھی۔

لہٰذا یہ حدیث عام ہے، دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث بشارتِ عظیمہ اور بیانِ رحمتِ وسیعہ پر مشتمل ہے۔

پس حدیثِ ہٰذا میں مذکور ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو کسی پیاسے یا بھوکے جانور کو کوئی چیز کھلائے یا پلائے۔

بعض حدیثوں میں اس عموم کی مزید تصریح ہے۔ ان میں کتے کا ذکر ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک بدکردار شخص نے ایک موقعہ پر کسی پیاسے کتے پر ترس کھا کر اس کیلئے کنویں سے پانی نکالا اور اسے پلایا تو اللہ تعالیٰ نے صرف اس چھوٹی سی نیکی کے بدلے میں اسے بخش دیا۔

مسند احمد میں اس حدیث کی آخری عبارت یہ ہے۔

فشكر الله له فغفر له . فقالوا : يا رسول الله ! و إنّ لنا في البهائم أجرًا ؟ فقال : في كل ذات كبدٍ رطبةٍ أجرٌ . اخرجه احمد و ابو داود عن ابى‌هريرة رضى الله تعالى عنه مرفوعاً . كنز ج٦ ص٤٢٠ .

یعنی " اللہ تعالیٰ نے اس بدکردار شخص کی یہ نیکی قبول فرمائی اور اس کی بخشش فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا چوپایوں (کو چارہ کھلانے اور پانی پلانے) میں بھی ہمارے لئے اجر ہے ؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر تر جگر والی چیز (کو کھلانے پلانے) میں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں "۔

اخرج الدیلمی عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا مرفوعًا : مَن سقٰی أخاہ قدحًا من ماءٍ و ھو عطشان کان کعتق ثلاثین رقبۃً ۔ کنز ج٦ ص٤٢٥ ۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتی ہیں کہ جس مسلمان نے اپنے بھائی کو پیاس کی حالت میں ایک پیالہ پانی پلایا تو اس کا یہ عمل ایسا ہے گویا اس نے تیس غلام آزاد کر دیئے"۔

اخرج الطبرانی بسند ضعیف مرفوعًا : من سقٰی عطشاناً فأرواہ فتح اللہ لہ باباً من الجنۃ فقیل لہ : اُدخل منہ ۔ و من أطعم جائعًا فأشبعہ و سقی عطشانا فأرواہ فتحت لہ أبواب الجنۃ کلھا و قیل لہ : اُدخل من أیّھا شئتَ ۔ کنز ج٦ ص٤٢٥ ۔

یعنی "نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس آدمی نے کسی پیاسے کو جی بھر کر پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا ایک دروازہ کھولیں گے اور اسے کہا جائیگا کہ اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جا۔ اور جس شخص نے کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور کسی پیاسے کو جی بھر کر پانی پلایا تو اس کیلئے جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسے کہا جائیگا کہ تو جنت کے جس دروازے سے چاہتا ہے داخل ہو جا"۔

خورد و نوش کی کثرت صحتِ بدن کیلئے بھی نقصان دہ ہے اور ذہانتِ قلبی و فہمِ باطنی و ادراکِ روحانی کیلئے بھی نقصان دہ ہے۔

حافظ ابو نعیمؒ حلیہ میں بعض بزرگوں کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

الجائعُ الظمآنُ أفهم للموعظة ، و قلبُه الى الرقّة أسرع . حلیه ج۵ ص۱۸۱ .

یعنی ”بھوکا اور پیاسا آدمی (خاص طور پر جبکہ بھوک اور پیاس خدا تعالی کی رضا کیلئے ہو) وعظ و نصیحت کی بات خوب سمجھتا ہے اور اس سے بہت زیادہ متأثر ہوتا ہے اور اس کا دل رقّت و نرمی کی طرف جلدی مائل ہوتا ہے“۔

اس قول میں بھوک اور پیاس کے دو فائدوں کا بیان ہے۔

اوّل یہ کہ بھوک اور پیاس میں مبتلا شخص وعظ و نصیحت کو بہتر طور پر سمجھتا ہے اور بہت زیادہ متأثر ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ اس کا دل رقیق اور نرم ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ شکم سیری کا نتیجہ اس کے برخلاف ہوگا کیونکہ قانون ہے و بضدّها تتبين الأشياء ۔ یعنی ”چیزیں اپنی اضداد سے واضح و ظاہر ہوتی ہیں“۔

چنانچہ بزرگوں کا قول ہے جو حافظ اصفہانیؒ نے ذکر کیا ہے۔

كثرة الطعام تدفع كثيرًا من الخير . حلیه ج۵ ص۱۸۱ .

یعنی ”کھانے پینے کی کثرت بھلائی اور خیر کے کافی سارے حصے کو روک دیتی ہے اور اس سے مانع ہو جاتی ہے“۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے زاہد، عابد اور صاحبِ کرامات ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

ليست الدار دار أقامة . و إنما أهبِط آدم اليها عقوبةً . ألا ترٰى كيف يزويها عنه و يمرّر عليه بالجوع مرّةً و بالعُرى مرّةً و بالحاجة مرّةً ، كما تصنع الوالدة الشفيقة بولدها ، تسقيه مرّة حضيضًا و مرّة صبرًا . وانما تريد بذلك ما هو خير له . حليه ج۸ ص۹۰ .

یعنی " یہ دنیا قیام کرنے اور لطف اندوز ہونے کی جگہ نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں امتحان و آزمائش کے طور پر اتارا گیا تھا۔ اے انسان ! تو دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اس دنیا کو اپنے بندے سے روکتے ہیں۔ پھر کبھی بھوک کے ذریعے اس دنیا کو بندے پر کڑوا کرتے ہیں ، کبھی کپڑے نہ دے کر اور کبھی محتاج بنا کر۔

جس طرح ایک شفیق والدہ اپنے بچے کو کبھی میٹھی چیز پلاتی ہے اور کبھی کڑوی۔ اور دونوں صورتوں میں والدہ کے پیشِ نظر بچے کی بھلائی و بہتری ہوتی ہے "۔

اسلام مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ یہ دنیا دارِ بقا و دارِ مسرات نہیں ہے۔ یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔ اس لئے یہاں کی خوشیوں کی بجائے آخرت کی خوشیوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آجکل مسلمانوں کا حال بدل گیا ہے۔ ان کی بداعمالیوں ، گناہوں کی کثرت اور حرصِ مال و جاہ کی شدت سے چمنستانِ اسلام تباہ ہو رہا ہے۔ اسلامی گلستان و ایمانی بوستان کا وہ سابقہ حسن و جمال باقی نہیں رہا۔

نہیں محفوظ ناموسِ گلستان ہم نہ کہتے تھے
چمن کی تاک میں ہے برقِ سوزاں ہم نہ کہتے تھے

یہ افرنگی تمدّن یہ ہوس کاری یہ عریانی
پیامِ موت ہے بہرِ مسلماں ہم نہ کہتے تھے

خرد کی فتنہ کاری سے پریشاں ہو کے اے مسلم
لہو روئے گی آخر چشمِ انساں ہم نہ کہتے تھے

آج مسلمان مال و دولت اور دنیاوی امور کی باتوں سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جبکہ ہمارے اسلاف اور بزرگ دینی باتوں سے اور نصیحت سننے سنانے سے زیادہ خوش ہوتے تھے۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۹۳ میں لکھا ہے کہ مشہور محدث حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت جعفر بن محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے بوقتِ ملاقات کہا۔

لا أقُوم حتّی تُحدِّثُنی ۔ یعنی " جب تک آپ مجھے کوئی حدیث یا نصیحت کی بات نہیں سنائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤ نگا " ۔

حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اچھا میں آپ کو صرف تین باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ زیادہ باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اول یہ کہ اگر آپ دوامِ نعمت اور اس کی زیادتی کی خواہش رکھتے ہیں تو نعمت حاصل ہونے پر اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور شکر زیادہ بجالایا کریں کیونکہ اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

لَئِن شَکَرتم لأَزِیدنّکم ۔ " اگر تم نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے

تو میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کرونگا "۔

دوم یہ کہ اگر رزق میں تنگی درپیش آجائے تو کثرت کے ساتھ استغفار کیا کریں۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے۔

استغفروا ربَّكم إنَّه كان غفَّارًا يرسل السماء عليكم مدرارًا و يمددكم بِأموالٍ و بنينَ ويجعل لكم جنّٰتٍ و يجعل لكم أنهٰرًا . سورۂ نوح۔ آیت ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲۔

یعنی " تم اللہ تعالی سے مغفرت مانگو۔ بیشک وہ بخشنے والے ہیں۔ اللہ تعالی تم پر آسمان سے بارش برسائیں گے اور اموال و اولاد سے تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں باغات اور نہروں سے نوازیں گے "۔

سوم یہ کہ اے سفیان ! جب آپ کو حاکمِ وقت یا کسی اور سے خوف و خطرہ ہو تو لاحول ولا قوّة إلاّ بالله کثرت سے پڑھا کریں کیونکہ یہ کشائشِ غم و مصیبت کی چابی ہے اور جنت کے خزانوں میں سے ایک (عجیب) خزانہ ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں مذکور اس واقعہ کی عربی عبارت یہ ہے۔

قال له (أی جعفر لسفيان) : أنا أُحدِّثك وما كثرة الحديث لك بخير . يا سفيان ! إذا أنعم الله عليك بنعمةٍ فأحببتَ بقاءها ودوامها فأكثر من الحمد والشكر عليها . فان الله عزوجل قال في كتابه : لئن شكرتم لأزيدنَّكم . و إذا استبطأتَ الرزق فأكثر من الاستغفار . فإنّ الله تعالى قال في كتابه : استغفروا ربَّكم إنّه كان غفّارًا .

يرسل السماء عليكم مدراراً . و يمدِدكم بأموالٍ و بنينَ و يجعل لكم جنّٰتٍ و يجعل لكم أنهٰرا .

يا سفيان ! إذا حزبك امر من سلطانٍ او غيره فأكثر من لا حول ولا قوّة إلاّ بالله . فانّها مفتاح الفرج و كنز من كنوز الجنة . حليه ج۳ ص۱۹۳ .

اس قصے کے راوی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ اس نصیحت سے بہت زیادہ متأثر ہوئے اور انگلیوں سے گننا شروع کیا اور کہنے لگے۔ ہاں یہ تین باتیں کتنی اہم اور عظیم الشان ہیں۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ ہاں۔ واللہ سفیان ثوری پوری طرح سمجھ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان باتوں کے ذریعے انہیں ضرور نفع پہنچائیں گے۔

اس عبارت کے عربی الفاظ یہ ہیں۔ **قال : فعقد سفيانُ بيده و قال : ثلاثٌ وأيُّ ثلاثٍ . قال جعفر : عقلَها والله ابوعبدالله و لينفعنَّه الله بها .**

برادران اسلام ! ایسی دینی باتوں اور قیمتی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونا ہی مسلمانوں کو تخت شاہی عطا کرتا ہے اور یہی ان کی اصل طاقت ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کی یاد ہے طاقت ہماری — مصلّٰی ہے ہمارا تخت شاہی
ہماری فوج ہے اخلاق حسنہ — ہمارا حصن ہے ترکِ مناہی
بلند اپنی نظر ہے فضلِ حق سے — کریگی کیا کسی کی کم نگاہی

افسوس صد افسوس ...... کہ آج لوگ دعوے تو بڑے بڑے

کرتے ہیں اور ہر شخص کامل مسلمان ہونے کا مدعی ہے لیکن ان کے باطن سوز وگداز سے خالی ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں۔

عبث اظہار خودی میں ہے یہ مستی میری
وقت کے ساتھ اُڑی جاتی ہے ہستی میری
خس وخاشاک بھی ہو جاتے ہیں شعلے سے بلند
سوز باطن کے نہ ہونے سے ہے پستی میری

حضرت جعفر صادقؒ کی مذکورہ صدر نصیحت میں ذکر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکر، استغفار اور **لاحول ولا قوّة إلاّ باللّٰه** کثرت سے پڑھنے کی تاکید ہے۔ یہی مسلمان کی سب سے بڑی تجارت ہے۔

تجارت دو قسم پر ہے۔ اوّل دنیاوی تجارت، دوم اُخروی تجارت۔ دنیاوی تجارت بندوں کے مابین ہوتی ہے اور اخروی تجارت اللہ تعالیٰ اور بندے کے مابین ہوتی ہے۔

دنیاوی تجارت کے فوائد و منافع چونکہ ظاہر ہوتے ہیں اس لئے لوگ اس تجارت پر خوش ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔

اور اُخروی تجارت کے فوائد و منافع اگرچہ یہاں دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے لیکن وہ فوائد و منافع دائمی ہیں۔ آخرت میں انسان ان فوائد و منافع سے ہمیشہ مالا مال رہیگا۔

اُخروی تجارت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إنّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین أنفُسھم و أموالَھم بأنّ لھم الجنّۃ . پ ۱۱۔ التوبہ۔ آیت ۱۱۱۔

یعنی " اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلے میں ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں اور ان کے اموال بھی "۔

یہ اُخروی تجارت بندہ اپنے ذکر و استغفار اور اپنی عبادت کے ذریعے سے کرتا ہے۔ جس کی بدولت انسان مغفرتِ خداوندی اور جنّت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ہمارے بزرگ اس دوسری قسم کی تجارت پر زیادہ خوش ہوتے تھے۔ یہ کتنی مبارک تجارت ہے کہ تھوڑی سی عبادت، ذکر اللہ، حمد و شکر اور استغفار سے انسان کو جنت اور رضائے خدا تعالیٰ ایسی عظیم دولت حاصل ہو جاتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خود کہ یابی ایں چنیں بازار را   کہ بیک جَو مے خری گلزار را

" آپ کو دنیا میں ایسا بازار (منڈی) نہیں مل سکتا سوائے بازارِ تجارتِ اخرویّہ کے کہ جَو کے ایک دانے ایسی قلیل شئ سے آپ ایک بڑے عریض و وسیع باغ کو خرید لیں "۔

ذکر اللہ سے متعلق ایک عجیب حدیث مبارک سن لیں۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبیّ ﷺ قالَ :

ما من قومٍ اجتمعوا یذکرُون اللہ تعالیٰ لا یریدون بذلک إلاّ وجھہ إلاّ ناداھم منادٍ من السماء : أن قوموا مغفورًا

لكم قد بدلتُ سيّئاتِكم حسناتٍ . اخرجه الحافظ ابو نعيم في الحلية ج۳ ص۱۰۸ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جو گروہ صرف اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کیلئے ذکر اللہ کیلئے جمع ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ بحکمِ خدا تعالی اس گروہ کو یہ مژدہ سناتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے تم سب کو بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا " ۔

دیکھئے۔ اخروی تجارت کتنی نفع بخش ہے۔ تھوڑے سے ذکر اللہ سے مغفرتِ خداوندی حاصل ہوگئی اور گناہ نیکیوں سے بدل دیئے گئے۔

آخرت کی مسرتیں اور خوشیاں حاصل کرنے کیلئے دل کو دنیا کی محبت سے خالی کرنا ہوگا۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے آزادی حاصل کرنا ہوگی۔

ایک شاعر اس موضوع کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا
جہانِ رنگ و بو سے پہلے قطع آرزو کر لے

تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

تمنا آبرو کی ہے اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابگِل بھی ہے
انہی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچاتے ہوئے اُخروی تجارت یعنی ذکر اللہ و عبادت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۴

احباب کرام ! مذکورہ صدر احادیث و آثار و اقوالِ سلف صالحین سے واضح ہوا کہ بسیار خوری اور شکم پُری نہ عقلاً اچھا کام ہے نہ عرفاً اور نہ شرعاً۔ یہ کام کسی صورت میں بھی قابلِ تعریف و قابلِ مدح و ثنا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے مباح کہا جا سکتا ہے۔

نیز سابقہ احادیث و آثار و اقوال سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر غربت و افلاس والی زندگی اختیار کرنا اور بھوک و پیاس برداشت کرنا قابلِ مدح و ثنا اور موجبِ اجر و ثواب ہے۔

اجر و ثواب و تقرّب الی اللہ کی نیت ہی سے ہمارے سلف صالحین غربت و افلاس اور فاقوں والی زندگی پسند کیا کرتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی اسی طرز زندگی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں بعض اسلاف کی شدتِ احتیاط، صبر، قناعت اور فاقوں کے واقعات نہایت حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں۔

ان بزرگوں کے دلوں میں اخروی مسرتوں، راحتوں اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کا شوق اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ انہیں بھوک، پیاس اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنتوں اور تکالیف کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا تھا۔

مسلّم قانون و ضابطہ ہے کہ منزل کی محبتِ شدید منزل کی طرف چلنے کی تکالیف کو آسان بنا دیتی ہے۔ ثمراتِ عظیمہ و نتائجِ فخیمہ کا تصور جتنا دل پر غالب ہوگا ان کی تحصیل کیلئے انسان مشقتوں اور محنتوں میں اتنی خوشی محسوس کریگا۔

بزرگوں کی نظریں آخرت کی خوشیوں پر ہوتی تھیں۔ اس لئے وہ دنیوی زندگی میں اُخروی خوشیوں کے حصول کیلئے ہر مشقت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے بلکہ وہ اس قسم کی مشقت میں راحت محسوس کرتے تھے۔

اہل اللہ کی زندگی بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے۔ ذکر اللہ و حبِّ آخرت کی وجہ سے وہ دنیاوی تکالیف و مشقتوں کے باوجود مطمئن رہتے ہوئے ان کے دل بہارِ بے خزاں سے ہم آغوش ہوتے ہیں۔ وہ ظاہری طور پر دنیا میں ہوتے ہیں مگر ان کی روح اللہ تعالی کی صفاتِ جلالیہ و جمالیہّ کی سیر میں لگی رہتی ہے۔ ان کی حالت یہ ہوتی ہے جو ایک شاعر نے بیان کی ہے۔

جو ہُوں دراصل صورت سے کہاں معلوم ہوتا ہوں
بہارِ بے خزاں ہوں گو خزاں معلوم ہوتا ہوں
الگ سب سے ہوں سب کے درمیاں معلوم ہوتا ہوں
کہاں پہنچا ہوا ہوں میں کہاں معلوم ہوتا ہوں
درِ جاناں پہ جس دم ٹیک دیتا ہوں جبیں اپنی
سرِ عرشِ بریں پر بے گماں معلوم ہوتا ہوں

تصور نے کسی کے میری دنیا ہی بدل ڈالی
کہاں پہنچا ہوا ہوں اور کہاں معلوم ہوتا ہوں
نیاز و ناز کی دنیا میں جس دم جا پہنچتا ہوں
تو آزادِ زمین و آسماں معلوم ہوتا ہوں

اس سلسلے میں اولیاء اللہ کے احوال و واقعات نہایت حیرت انگیز وایمان افروز ہیں۔

داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کتاب میں بار بار بتایا گیا ہے کہ وہ بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ تھے۔ وہ بڑے زاہد، عابد اور صائم الدہر تھے۔ لذاتِ دنیا سے وہ بہت دور تھے۔ بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ مدتِ طویل تک ان کی یہ دلی خواہش رہی کہ کھانے کیلئے کھجوریں مل جائیں مگر انہوں نے اس خواہش کو نظر انداز کئے رکھا اور روکھی سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے رہے۔ روٹی کو پانی میں اس لئے بھگوتے تھے تاکہ وہ نرم ہو جائے۔

ولید بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے۔ قال : حدّثني جار له قال : جعلتُ أسمع داودَ يعاتِب نفسَه يقول : اشتهيتِ البارحةَ تمرًا فأطعمتُكِ . فاشتهيتِ الليلةَ تمرًا . لا ذاق داودُ تمرًا ما دام في دارالدنيا . قال محمد بن اسحاق في حديثه : فما ذاقها حتي مات . حليه ج۷ ص۳۴۹ .

یعنی " ولید بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ مجھے داود طائی کے ایک پڑوسی نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا جبکہ

وہ اپنے نفس کو ڈانٹتے اور جھڑکتے ہوئے فرما رہے تھے۔ اے نفس ! کل رات تو نے کھجور کھانے کی خواہش کی تھی۔ میں نے تجھے کھجور کھلا دی۔ آج رات پھر تو کھجور کھانے کی خواہش کر رہا ہے۔ جب تک داود دنیا میں زندہ ہے آئندہ کبھی بھی تو کھجور کو نہیں چکھے گا۔

محمد بن اسحاقؒ اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ پھر اس کے بعد داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے موت تک کھجور کو نہیں چکھا"۔

داودؒ کا یہ واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ زندگی میں ایک مرتبہ داود طائیؒ نے کھجوریں کھائیں۔ پھر دوسرے دن کھجوروں کی خواہش ہوئی تو اپنے نفس کو اس ادنیٰ سی خواہش کی یہ سزا دی کہ موت تک پھر کھجوریں نہیں کھائیں۔

اس ایمان افروز واقعہ کی مزید تفصیل سنئے۔

ولید بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ داود طائیؒ اپنے لئے مہینے میں ایک ہی دن اکٹھی ساٹھ روٹیاں پکوا لیتے تھے۔ پھر ان روٹیوں کو دھاگے سے لٹکا دیتے تھے اور ہر رات افطار کے وقت دو روٹیوں کو پانی میں بھگو کر نمک کے ساتھ کھا لیتے تھے۔

اس عبرت انگیز و ایمان افروز واقعہ کے راوی کی عربی عبارت یہ ہے۔

كان داود يفطر كلّ ليلةٍ على رغيفَين بماءٍ وملحٍ . فأخذ ليلةً فطره فجعل ينظر إليه ، و مولاةٌ له سوداء تنظر اليه . فقامت فجاءته بشئٍ من تمر على طبق . فأفطر . ثم

أحيٰى ليلتـَه و أصبح صائمًا . فلمّا أن جاء وقتُ الإفطار أخذ رغيفَه و ملحًا و ماءً .

قال الوليد بن عقبة : وحدَّثني جار له قال : جعلتُ أسمعه يعاتِب نفسَه يقول : اشتهيتِ البارحة تمرًا ، الى آخر ما ذكر .

یعنی ”داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ ہر رات افطار کے وقت دو سوکھی روٹیوں کو پانی میں بھگو کر نمک کے ساتھ کھاتے تھے۔ ایک رات اپنی افطاری کا کھانا لیا اور بڑی دیر تک اس کھانے کو غور سے دیکھتے رہے۔ ان کی حبشی باندی بھی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ باندی اٹھی اور کچھ کھجوریں پلیٹ میں رکھ کر لے آئی۔ داود طائی رحؒ نے ان کھجوروں سے روزہ افطار کرلیا۔ پھر ساری رات عبادت میں گزاری اور صبح پھر روزہ رکھا۔

جب افطار کا وقت ہوا تو داودؒ نے حسبِ عادتِ سابقہ اپنی سوکھی روٹی، نمک اور پانی کو لیا۔

ولید بن عقبہ کہتے ہیں کہ داودؒ کے پڑوسی نے مجھے یہ بات بتائی کہ میں نے داودؒ سے سنا، وہ اس رات اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے فرما رہے تھے۔ اے نفس ! کل رات تو نے کھجور کھانے کی خواہش کی تھی ، میں نے تجھے کھجور کھلادی۔ آج رات پھر تو وہی خواہش کر رہا ہے۔ جب تک داود طائی زندہ ہے تو آئندہ کبھی بھی کھجور نہیں کھائے گا“۔

ابراہیم بن حسانؒ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں داود طائیؒ کے پاس خدمت کے ارادے سے حاضر ہوا۔ اندر داخل ہونے سے قبل میں

نے سنا کہ داود کسی سے باتیں کر رہے ہیں، یعنی باتوں کی آواز آرہی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید ان کے پاس کوئی اور آدمی بیٹھا ہے جس سے وہ باتیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اندر جانا مناسب نہ سمجھا اور دیر تک دروازے پر کھڑا رہا۔ داودؒ مسلسل کسی سے باتیں کر رہے تھے۔

پھر میں نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت دیدی۔ جب میں داخل ہوا تو داودؒ نے فرمایا کہ آج تم نے اجازت کیوں مانگی؟ کیونکہ ابراہیم بن حسانؒ داودؒ کے خاص خادم تھے۔ بغیر اجازت آتے جاتے تھے۔

قال : قلت : سمعتُك تتكلّم . فظننتُ أنّ عندك إنساناً تخاصمه . قال : لا و لكن كنتُ أخاصم نفسي . اشتهت البارحة تمرًا . فخرجت أشتريه . فلمّا جئتُ بالتمر اشتهت الجزر . فأعطيتُ الله عهدًا أن لاّ آكل التمر والجزر حتي ألقاه . حليه ج۷ ص ۳۵۰ .

یعنی " ابراہیم بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے داخل ہوکر عرض کیا کہ اے داود ! میں نے آپ کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا جس سے مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ کے پاس کوئی آدمی ہے جس سے آپ کسی معاملے پر جھگڑ رہے ہیں (اس لئے آج میں نے اجازت لے کر اندر آنا مناسب سمجھا)۔

داود طائیؒ نے فرمایا کہ یہاں کوئی اور آدمی نہیں تھا بلکہ میں تو اپنے نفس سے اس بات پر جھگڑ رہا تھا اور اسے ڈانٹ رہا تھا کہ رات اس

نے کھجور کھانے کی خواہش کی، چنانچہ میں گھر سے کھجور خریدنے نکلا۔ جب میں کھجور لے آیا تو اس نے گاجر کھانے کی بھی خواہش کر دی (کھجور خریدتے وقت کہیں گاجر پر بھی نظر پڑ گئی ہوگی اور اسے بھی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی ہوگی) لہٰذا میں نے اب اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک (یعنی موت تک) نہ میں کھجور کھاؤں گا اور نہ گاجر"۔

اس ایمان افروز و عبرت انگیز واقعہ پر غور کریں۔ زندگی میں صرف ایک مرتبہ داود طائیؒ نے نفس کی خواہش پوری کرنے کیلئے کھجوریں خریدیں۔ شاید وہ گاجر کا موسم تھا اس لئے گاجر پر بھی اشتیاق والی نظر پڑ گئی ہوگی۔ تو داودؒ نے گھر آکر نفس کو خوب ڈانٹا اور نہ کھجوریں کھائیں اور نہ گاجر خریدی۔ بلکہ نفس کو سزا دیتے ہوئے عمر بھر کھجور اور گاجر نہ کھانے کی قسم کھائی۔

نہ تاج و تخت میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

حماد بن ابی حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ یہ قصہ معمولی ردّ و بدل کے ساتھ یوں روایت کرتے ہیں۔

قال حماد : جئتُ داود الطائی و الباب علیه مصفق . فسمعته یقول : اشتهیتِ جِزَرًا فأطعمتكِ . ثم اشتهیتِ جزرًا وتمرًا . آلیتُ أن لاتأكلیه أبدًا . فاستأذنت و سلّمت و دخلت فاذا هی یعاتب نفسَه .

یعنی " حمادؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ داود طائیؒ کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ ان کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ میں نے باہر سے سنا کہ داودؒ کسی کو مخاطب ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے گاجر کھانے کی خواہش کی، میں نے تجھے گاجر کھلادی۔ پھر تو نے گاجر اور کھجور دونوں کی خواہش کردی۔ مجھے قسم ہے کہ آئندہ کبھی بھی تو نہ گاجر کھائے گا اور نہ کھجور۔

حمادؒ کہتے ہیں کہ اتنے میں مَیں نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جب میں انہیں سلام کہہ کر اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ داودؒ اپنے نفس کو ڈانٹ رہے تھے "۔

و عن حماد بن ابی حنیفة رحمهما الله تعالی قال : قالت مولاة لداود الطائی : یا داود ! لوطبختُ لك دسمًا . قال : فافعلی .فطبخت له شحمًا ثم جاءته به . فقال لها : ما فعل أيتام بني فلان ؟ قالت : على حالهم . قال : اذهبي به اليهم . فقالت له : فديتك ، إنما تأكل هذا الخبز بالماء . قال : إذا أكلته كان في الحشّ ، و إذا أكله هؤلاء الأيتام كان عند الله مذخورًا . حلیه ج۷ ص۳۵۱ .

یعنی " حماد بن ابی حنیفہ رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ داود طائی رحمہ اللہ تعالٰی کی باندی نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ کہیں تو میں آج آپ کیلئے چربی پکاؤں (یعنی چربی ملی ہوئی مرغن غذا پکاؤں ؟ کیونکہ داود کئی دنوں سے مسلسل سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہے تھے) تو داودؒ نے (چربی پکانے کی یعنی مرغن کھانا تیار کرنے کی) اجازت مرحمت فرمادی۔ جب باندی نے چربی پکا کر کھانے کیلئے داودؒ کی خدمت میں پیش

کی تو انھوں نے باندی سے پوچھا کہ فلاں خاندان کے یتیموں کا کیا حال ہے (یعنی وہ آسودہ حال ہیں یا تنگدست) تو باندی نے عرض کیا کہ ان یتیموں کی حالت اسی طرح غربت وافلاس والی ہے جس طرح پہلے تھی۔ داودؒ نے فرمایا کہ یہ چربی والا لذیذ کھانا لے جاکر ان یتیموں کو کھانے کیلیئے دیدو۔

باندی نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوجاؤں ! آپ ہمیشہ سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے ہیں (اگر آج یہ کھانا کھالیتے تو کیا حرج تھا ؟)۔ تو داودؒ نے فرمایا کہ جب میں کھاؤں گا تو یہ کھانا گندگی بن جائیگا اور جب وہ یتیم کھائیں گے تو یہ کھانا اللہ تعالی کے ہاں ذخیرہ ہوجائیگا "۔

یہ تھی داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایمان افروز باطنی حالت۔ ان کی نظر موت کے بعد آنے والی زندگی پر تھی۔ افسوس...... آجکل مسلمان آخرت سے کتنے غافل ہیں۔ یہ غفلت نہایت تباہ کن ہے۔

دلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے

برادران کرام ! آجکل لوگ کھانے پینے کی چیزوں پر مرمٹتے ہیں اور شب و روز مختلف الانواع کھانوں کی تحصیل میں لگے رہتے ہیں۔ وہ نہ ذکر اللہ کا خیال رکھتے ہیں نہ عبادت اللہ کا اور نہ فکرِ آخرت کا۔

یہ لوگوں کی سنگین غلطی ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ دنیاوی کھانے اور دنیاوی مسرتیں بھی فانی ہیں اور دنیاوی تکالیف و آفات بھی فانی ہیں۔

ہمارے اسلاف صالحین کے نزدیک خورد و نوش اور مختلف الانواع

کھانوں اور دنیوی لذتوں کی کوئی حیثیت نہ تھی کیونکہ انہیں یقینِ کامل تھا کہ یہ لذتیں اور یہ مسرّات فانی ہیں۔ اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے اور مسرّاتِ آخرت حاصل کرنے کیلئے دنیا میں تکالیف اور بھوک و پیاس کی مشقتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں تاکہ ان تکالیف اور مشقتوں کے بدلے میں انہیں آخرت کی سہولتیں اور راحتیں حاصل ہوں۔ صفھا

اس سلسلے میں بزرگوں کے واقعات نہایت عجیب و غریب بھی ہیں، حیران کن بھی، ایمان افروز بھی اور سبق آموز بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

محمد بن یوسف اصبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ و تارکِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ وہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے جو حلیہ ج ۸ ص ۲۳۰ میں درج ہیں۔

و مُرَّ بدار المترَفین و قُل لهم
ألا أین أربابُ المدائن و القرٰی
و مُرَّ بدار العابدین و قُل لهم
ألا قطع الموتُ التنصُّبَ و الأذٰی

(۱) ” تو آسودہ حال لوگوں کے گھروں کے پاس سے گزر اور انہیں یہ کہہ کہ کہاں ہیں شہروں اور بستیوں میں بسنے والے لوگ؟ (یعنی وہ آسودہ حال لوگ جو اِن شہروں اور بستیوں میں بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے، آج وہ کہاں ہیں)۔

(۲) اور عبادت گزاروں کے گھروں کے پاس سے بھی گزر اور انہیں یہ کہہ کہ موت نے تمہاری تکالیف اور اذیتوں کو ختم کر دیا ہے (یعنی دنیا میں غربت وافلاس اور شب بیداری کی وجہ سے تم جن تکالیف میں مبتلا تھے موت نے ان تمام تکالیف کو ختم کر دیا ہے اور آج تم آرام دہ جگہ پہنچے ہوئے ہو)"۔

ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین اشعار ہیں۔ فرماتے ہیں۔

لِمْ تشتکِی أَلَمَ البلاءِ وانتَ تنتحل المحبّہ

إنّ المحبّ ہو الصبورُ علی البلاءِ لمن أحبّہ

حُبُّ الإلٰہِ ہو السرورُ مع الشفاءِ لکل کُربَہ

(۱) "تو بلا و مصیبت کے دکھ کی شکایت کیوں کرتا ہے حالانکہ تو محبت کا مدّعی ہے۔

(۲) بیشک محبّ ان تکالیف و مصائب پر صبر کرتا ہے جو اسے محبوب کی وجہ سے پہنچیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی محبت ہی حقیقی خوشی ہے اور اسی میں ہر بیماری اور مصیبت کی شفاء ہے"۔

ذوالنون مصریؒ کے ان عارفانہ اشعار کا حاصل یہ ہے کہ ہر مسلمان خدا کی محبت کا مدعی ہے۔ اللہ جل جلالہ اس کے محبوبِ اعظم ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے سلسلے میں تکالیف اور مشقتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہئیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کی فضیلت اور مال و دولت کی مذمت بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ انکے یہ اشعار حلیہ (ج ۷ ص ۱۵۱) میں درج ہیں۔

یرید المرءُ أن یعطٰی مُناہ و یأبٰی اللهُ إلاّ ما أرادا

یقول المرءُ فائدتِی و مالی وتقوی اللهِ أفضلُ ما استفادا

(۱) ”آدمی چاہتا ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری ہو لیکن اس کی صرف وہی خواہش اور تمنا پوری ہوتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں۔

(۲) آدمی بطورِ فخر کہتا ہے کہ یہ میرے فائدے کی بات ہے۔ یہ میرا مال ہے۔ (یعنی دنیوی فوائد اور مال پر خوش ہوتا ہے) لیکن انسان کو جتنی مادّی یا روحانی چیزیں حاصل ہوتی ہیں ان میں سب سے افضل چیز تقویٰ ہے۔

امام شافعیؒ کے ان اشعار کا مآل یہ ہے کہ لوگ مال و دولت، دنیوی فوائد اور دنیوی راحتوں کو مقصودِ اصلی سمجھتے ہوئے ان کی تحصیل میں اپنی قیمتی زندگی ضائع کر رہے ہیں۔ دنیا اور دنیوی راحتیں فانی ہیں۔ کامل مؤمن اور دانا شخص وہ ہے جو دنیا کو ٹھکراتے ہوئے تقویٰ اختیار کرے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی تقویٰ اور خوفِ خدا والی زندگی تھی۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنے ہی میں سعادت اور نجات ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلافات مشہور و معروف ہیں۔ مگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتا تھا۔ یعنی ان کی نیتیں اچھی ہوتی تھیں۔ ان کا اختلاف محض دنیوی شان و شوکت اور دنیوی منافع کے

حصول کیلئے نہیں ہوتا تھا بلکہ اختلاف کے باوجود طرفین کی اصل توجہ آخرت کی طرف ہوتی تھی۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد ان کے رفیقِ خاص ضرار بن حمزہ سے حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ آپ حضرت علیؓ کے اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ سعیدہ کی کچھ تفصیل تو بیان کیجئے۔

قال معاوية لضرار بن حمزة : صف لی عليًّا . فقال ضرار في كلام طويل : وأشهد لقد رأيتُه في بعض مواقفه ، و قد أرخى الليلُ سدولَه و غارت نجومُه ، قابضًا على لحيته يتململ تململَ السليم ، و يبكی بكاءَ الحزين و يقول :

يا دنيا ! غُرِّی غيری ، ألی او إلیّ تشوَّفتِ . هيهات هيهات . قد باينتُك ثلاثاً لا رجعة فيها . فعمرُك قصير و خطرك قليل . آہ آہ من قلّة الزاد و بُعد السفر و وحشة الطريق . فبكى معاوية و قال : رحم الله اباالحسن ، كان والله كذلك . صواعق محرقه ص۱۳۲ .

یعنی " حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ضرار بن حمزہ سے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے کچھ اوصاف بیان کیجئے۔ ضرار نے اس سلسلے میں طویل کلام کرنے کے بعد فرمایا کہ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے بعض مواقع میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اس

وقت دیکھا جب رات کے پردے پڑے ہوئے تھے اور ستارے پوشیدہ ہو چکے تھے (یعنی اندھیری رات تھی)۔

وہ اس وقت اپنی ڈاڑھی کو پکڑے ہوئے اس طرح تڑپ رہے تھے جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا تڑپتا ہے۔ اور انتہائی غمزدہ انسان کی طرح روتے ہوئے فرما رہے تھے۔

اے دنیا ! کسی اور کو جا کر دھوکہ دے (میں تیرے مکر و فریب میں آنے والا نہیں ہوں)۔ کیا میرے لئے تو نے اپنے آپ کو سنوارا اور مزین کیا ہوا ہے ؟ یا میری طرف رغبت کے ارادے سے جھانکتی ہے ؟ یہ بات ہرگز ہرگز ممکن نہیں اور بعید از امکان ہے کہ میں تیری طرف رغبت کروں۔

اے دنیا ! میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جن میں قطعاً کوئی رجوع نہیں ہے۔ تیری عمر بہت کم ہے (یعنی بہت جلد انسان کو دھوکہ دے کر تو اس سے جدا ہو جاتی ہے) اور تیری شان و شوکت بہت تھوڑی ہے (یعنی صرف چند دن ہی تیری شان و شوکت رہتی ہے)۔ افسوس صد افسوس ! میرا زادِ سفر بہت تھوڑا ہے، سفر بہت لمبا ہے اور راستہ انتہائی وحشت ناک ہے۔

یہ باتیں سن کر حضرت معاویہؓ رونے لگے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ابوالحسن (یہ حضرت علیؓ کی کنیت تھی) پر رحم فرمائیں، خدا کی قسم بلاشبہ وہ ایسی ہی صفات کے مالک تھے"۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین تھے۔

حکومت کے خزانے ان کے قبضے میں تھے۔ اگر وہ سہولت اور راحت والی زندگی گزارتے اور مختلف الانواع کھانے کھاتے تو کوئی روکنے والا نہ تھا۔

وہ حلال مالِ کثیر مختلف ذرائع سے حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے دنیاوی لذتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ترک کر دیا تھا اور بھوک و پیاس والی زندگی گزارتے تھے۔ ایامِ خلافت میں پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے شدید اجتناب کرتے تھے۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ رمضان شریف میں ان کی شہادت واقع ہوئی۔ ان کے قاتل کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم تھا۔

وكان على رضى الله تعالى عنه في شهر رمضان الذى قُتِلَ فيه يفطر ليلةً عند الحسن وليلةً عند الحسين و ليلةً عند عبدالله بن جعفر رضى الله تعالى عنهم . ولا يزيد على ثلاث لُقَم و يقول : أحبّ أن ألقٰى الله و أنا خميص . صواعق ص۱۳٤ .

یعنی ” حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت جس رمضان شریف میں واقع ہوئی اس رمضان میں وہ ایک رات کا کھانا اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں کھاتے تھے، ایک رات کا کھانا اپنے دوسرے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں کھاتے تھے اور ایک رات کا کھانا اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں کھاتے تھے۔ اور تین لقموں سے زیادہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اللہ تعالی سے اس حال میں ملوں کہ میرا پیٹ خالی ہو (شاید حضرت علیؓ کو بذریعہ کشف اپنی شہادت کا علم ہوگیا تھا) "۔

ذرا اندازہ کریں کہ حضرت علیؓ پر فکرِ آخرت، شوقِ جنت اور حبِّ لقاء اللہ کا کتنا غلبہ تھا۔ اور دنیاوی لذات سے وہ کتنے دور تھے کہ افطار کے بعد شام کا کھانا کھاتے وقت صرف تین لقموں پر اکتفاء کرتے تھے۔

تین لقمے بظاہر کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن جو لوگ عشقِ آخرت میں ڈوبے ہوئے ہوں انہیں بھوک اور پیاس میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں اور راحتوں سے دور رکھتے ہیں۔ نہ انہیں حسین لباس کا خیال ہوتا ہے اور نہ انہیں لذیذ کھانوں کی فکر ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان افروز واقعات میں سے ایک دو واقعے سن لیں۔

روی أن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال لابنہ عاصم و ھو یأکل لحمًا : کفٰی بالمرء سرفًا أن یأکل کلَّ ما اشتھٰی . صواعق ص۱۰۳ .

یعنی " حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے بیٹے کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ آدمی کے فضول خرچ ہونے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر اس چیز کو کھالے جس کی اسے خواہش ہو "۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ہر خواہش کے مطابق کھانا پینا اسراف ہے اور اسراف بہت بڑا گناہ ہے۔ مذکورہ صدر قول میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ تنبیہ فرمائی کہ ہمیشہ گوشت کھانا اور کثرت سے لذیذ اطعمہ سے لطف اندوز ہونا اسراف ہے اور اسراف شرعاً ممنوع ہے۔

لباس کے بارے میں بھی ان کا ایک ایمان افروز واقعہ سنئے۔

قال انس رضی اللہ تعالی عنہ : رأیت بین کتفیَ عمر رضی اللہ تعالی عنہ أربع رقاع في قمیصہ . صواعق ص ۱۰۳ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قمیص میں ان کے دو مونڈھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے دیکھے "۔

بعض راویوں کا قول ہے۔

و کان عمر یلبس و ھو خلیفۃٌ جبّۃً من صوف مرقوعۃ بعضھا بأدم ، و یطوف في الأسواق علی عاتقہ الدرۃ یؤدّب الناس . صواعق ص ۱۰۳ .

یعنی " حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے زمانہ میں اُون کا ایک جُبّہ پہنتے تھے جس میں پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے اور بعض پیوند چمڑے کے ہوتے تھے۔ اور لوگوں کی (خرید و فروخت اور دیگر معاملات کی) اصلاح کیلئے اپنے مونڈھے پر درہ رکھ کر بازار میں چکر لگاتے تھے "۔

ابتداءِ اسلام میں صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے اللہ تعالی کی رضا کے لئے بھوک و پیاس وغیرہ بڑی تکالیف اٹھائیں۔

عن ابن أبي أوفٰي رضي الله تعالى عنه قال : غزونا مع رسول الله ﷺ سبع غزوات نأكل فيها الجراد . حليه ج۷ ص۳۳۳ .

"حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی معیت میں سات جنگیں لڑیں جن میں ہم نے صرف ٹڈی کھا کر گزارہ کیا"۔

غزوات میں دشمن سے لڑنا ہوتا ہے۔ ان میں بطورِ مقابلہ قوت اور طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے لیکن صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم خدا تعالی کی راہ میں نکل کر بھوکے رہتے تھے حتی کہ غزوات میں بھی ان کو پورا کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ جنگل میں ٹڈی پکڑ کر کھاتے تھے اور اس طرح فاقے کی حالت میں خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیم و تربیت ہی یہ تھی کہ یہ دنیا راحت و آسائش کی جگہ نہیں ہے۔ دنیا میں اگر تکالیف سے مسلمان دوچار ہو بھی جائیں تو انہیں زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ تکالیف اور مشقتیں فانی ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما : أن النبي عليه السلام دخل عليه عمر وهو على حصير قد أثّر في جنبه . فقال : يا نبيَّ الله ! لو اتخذتَ فراشًا أوثر من

هذا ؟ فقال : ما لی و للدنیا . ما مثلی و مثل الدنیا إلاّ کراکب سار في یوم صائفٍ . فاستظلّ تحت شجرة ساعةً من نهار ثم راح و ترکها . اخرجه احمد في مسنده . قال ابن کثیر في البدایة والنهایة ج۵ ص۲۸٤ : اسناده جید .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام چٹائی پر تشریف فرما تھے اور قمیص نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ! اگر آپ کوئی نرم و ملائم بچھونا بچھالیتے تو بہتر تھا۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ میرا دنیا (اور دنیا کی آسائشوں) سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جو سخت گرم دن میں سفر کر رہا ہو۔ راستے میں ایک درخت کے سائے میں کچھ دیر ستانے کیلئے بیٹھ جائے اور پھر وہ سایہ چھوڑ کر اپنے سفر پر چل پڑے "۔

معزز بھائیو! اس حدیث کا مضمون فناءِ دنیا کے بارے میں کتنا رقّت انگیز ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کے سلسلے میں نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد باوجود اختصار کے نہایت جامع ہے۔ مگر آہ ...... افسوس ...... اس بے ثباتی کے باوجود آجکل اکثر مسلمان دنیا کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ایک شاعر دنیا کی بے ثباتی نہایت خوبی سے بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

جب یہ دیکھا کہ جہاں میں کوئی میرا نہ رہا
شدتِ یاس سے میں آپ بھی اپنا نہ رہا
آپ تصنیفِ شرائط کی نہ تکلیف کریں
مجھ کو خود ولولۂ عرضِ تمنا نہ رہا
اس کی پروا نہ رہی خوش رہے دنیا مجھ سے
عاقلوں میں مری گنتی ہو یہ سودا نہ رہا
منتشر رہنے میں پاتے ہیں اب آرام حواس
شوق مجموعۂ ہوشِ خرد افزا نہ رہا
حیرت افزا ہے مرا حال مگر کون سنے
دیدنی بھی ہے مگر دیکھنے والا نہ رہا

سابقہ حدیث شریف کئی اہم امور پر مشتمل ہے۔ وہ امور نہایت رقّت انگیز و سبق آموز ہیں۔

امر اول۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے وقت نبی علیہ السلام خالی چٹائی پر بغیر قمیص کے صرف تہبند باندھ کر لیٹے ہوئے تھے اسی وجہ سے آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے تھے۔

امر دوم۔ غربت و افلاس کا یہ حال تھا کہ نہ تو آپ کے پاس قمیص تھی اور نہ کوئی زائد کپڑا تھا جسے چٹائی پر بچھاتے۔

امر سوم۔ اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے دنیاوی راحت و آسائش کے ترک کا ذکر کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس مسافر سے تشبیہ دی جو گرم دن میں مسلسل سفر کر رہا ہو اور پھر تھوڑی دیر ستانے کیلئے درخت

کے سائے میں بیٹھنے کے بعد دوبارہ اپنا سفر شروع کردے۔ یہ کس قدر سبق آموز تشبیہ ہے۔

اخرج الديلمي عن ابی الدرداء رضی الله تعالى عنه مرفوعًا : أوحى الله تعالى الى موسى بن عمران عليه الصلاة والسلام : يا موسى ! ارض بِكِسرة خبزٍ من شعيرٍ تسدّ بها جوعتَك و خرقةٍ توارى بها عورتَك . و اصبر على المصيبات . فاذا رأيتَ الدنيا مقبِلةً فقل : إنّا لله و إنّا إليه راجعون . عقوبةٌ عجلت في الدنيا . و اذا رأيتَ الدنيا مدبِرةً والفقرَ مقبلاً فقل : مرحبًا بشعار الصالحين . كنز العمال ج٦ ص٤٨٤ .

" حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! جَو کی روٹی کے اتنے سے ٹکڑے پر تو راضی ہوجا جو تیری بھوک کو کم کردے اور کپڑے کے اتنے سے ٹکڑے پر راضی ہوجا جو تیری ستر پوشی کیلئے کافی ہو۔ اور دنیوی مصائب و تکالیف پر صبر کر۔

اور جب تو دیکھے کہ دنیا تیری طرف آرہی ہے (یعنی مال و دولت تجھے حاصل ہونے لگے) تو تُو اس وقت **انا لله و إنّا إليه راجعون** پڑھ۔ کیونکہ مال و دولت کا حصول ایک سزا ہے جو دنیا میں دی جاتی ہے۔ اور جب تو دیکھے کہ دنیا پیٹھ پھیر کر جارہی ہے اور فقر تیری طرف آرہا ہے

(یعنی جب غربت و تنگدستی والے حالات ہوں) تو اس وقت تُو یہ کہہ کہ میں نیک لوگوں کے طرز زندگی اور ان کے شعار کو مرحبا کہتا ہوں"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نہایت فقر و افلاس والی زندگی گزارتے تھے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ فقر و افلاس والی زندگی نعمت و سعادت ہے اور دولت کی فراوانی اور بہتات ایک قسم کی سزا ہے کیونکہ مال و دولت اگرچہ حلال ہو وہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ اللہ تعالی قیامت کے دن اس دولت کا حساب لیں گے اور فقیر اس حساب سے محفوظ رہے گا۔

و اخرج الطبرانی عن عصمة بن مالك رضی الله تعالی عنه : ان الفقراء قالوا : یا رسول الله ! نرٰی الفواكه في السوق فنشتهیها ولیس معنا ناضّ نشتری به . فهل لنا في ذلك أجر ؟ قال : وهل الأجر إلاّ في ذلك . و في روایة أخری : ففیم تُؤجَرون إذا لم تؤجَروا علی ذلك . كنز ج٦ ص٤٨٥ .

یعنی " عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ فقراء صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ! ہم بازار میں سے گزرتے ہوئے پھل دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں ان کے کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے لیکن ہمارے پاس نقد رقم نہیں ہوتی کہ ہم وہ پھل خرید کر کھاسکیں۔ تو کیا اس صورت میں پھل نہ کھانے کا ہمیں اجر ملے گا ؟ نبی

علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں اسی میں تو اجرِ کثیر ہے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ اگر تمہیں اس (ترکِ خواہش) کا اجر نہیں ملے گا تو پھر کس عمل کا اجر ملے گا "۔

اس حدیث میں غِنا پر فقر و افلاس کی ترجیح و فضیلت کی ایک نادر اور عجیب و غریب دلیل کا ذکر ہے۔ وہ یہ کہ فقیر چونکہ رقم اور مال نہ ہونے کی وجہ سے کھانے پینے کی اور دیگر جائز خواہشات پوری کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ بس اس کے دل میں خواہشات کی حسرت ہی دبی رہتی ہے اور اس محرومی پر وہ صبر کرتے ہوئے راضی بقضاء اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس صبر و محرومی کا اسے بڑا اجر و ثواب ملتا ہے اور غَنِی اس اجر و ثواب سے محروم ہوتا ہے۔

علی بن صالحؒ اور حسن بن صالحؒ بڑے اولیاء اللہ، عابدین، زاہدین اور صاحبِ کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ اتباعِ تابعین میں سے تھے۔ رات کا اکثر حصہ دونوں بھائی عبادت و ذکر اللہ میں گزارتے تھے۔ ان کے گھر والے کئی کئی دن تک فاقوں سے رہتے تھے۔

حافظ ابونعیمؒ حسن بن صالحؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و كان لا يقبَل من أحد شيئًا . فيجئ إليه صبيّه و هو في المسجد فيقول : أنا جائع . فيعلّله بشئٍ حتى يذهب الخادم الى السوق فيبيع ما غزلت مولاته من الليل . و يشترى قطناً ويشترى شيئًا من الشعير . فيجئ

به . فتطحنه فتخبز ما يأكل الصبيان و الخادم . و ترفع له ولأهله لإفطارهما . فلم يزل على ذلك . حليه ج۷ ص۳۲۸ .

یعنی ” حسن بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ کسی کی طرف سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے۔ گاہ بگاہ ان کا بچہ روتا ہوا ان کے پاس مسجد میں آتا۔ وہ مسجد میں عبادت وغیرہ میں مصروف ہوتے۔ بچہ آکر کہتا کہ میں بھوکا ہوں۔ حسن بن صالحؒ اپنے بچے کو کسی چیز کے ساتھ بہلاتے اور خادم کو بازار بھیجتے۔

چنانچہ خادم بازار چلا جاتا اور رات کو ان کی باندی نے جو روئی کاتی ہوتی اسے بیچ کر اس رقم سے مزید کچھ روئی خرید کر (تاکہ آئندہ بھی حصولِ رزق کا ظاہری سبب باقی رہے) اور کچھ جَو کے دانے خرید کر لے آتا۔ پھر وہ جَو پیس کر روٹی پکائی جاتی جس میں سے کچھ روٹی بچے اور خادم کھاتے اور کچھ روٹی حسنؒ اور ان کی اہلیہ کے افطار کیلئے رکھ دی جاتی۔ ہمیشہ ان کا یہی معمول رہا “۔

حسن بن صالحؒ پر خوفِ خدا بہت غالب تھا۔ ابوسلیمان دارانیؒ کہتے ہیں۔

ما رأيتُ أحدًا الخوف أظهر على وجهه والخشوع من الحسن بن صالح . قام ليلةً فقرأ عمّ يتساءلون . فغشي عليه . فلم يختمها حتي طلع الفجر .

یعنی ” میں نے حسن بن صالحؒ سے بڑھ کر کسی انسان کے

چہرے پر خوفِ خدا اور خشوع وخضوع کے آثار نہیں دیکھے۔ ایک مرتبہ قیامِ لیل میں سورۃ عم یتساء لون پڑھنا شروع کی (جس میں احوالِ آخرت کا ذکر ہے) تو آخرت کے خوف کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر گئے اور سورت ختم کرنے کی ہمت نہ ہوئی یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی "۔

دلِ بیتاب نے کیا کیا دکھائے ہیں مجھے عالم
یہ پرزہ بھی قیامت ہے خدا کے کارخانے میں

سلیمان بن ادریسؒ کی روایت ہے۔

قال : اشتھٰی الحسن بن صالح رحمہ اللہ تعالی سمکةً . فلمّا أتی بھا ومدَّ یدہ الی سرّة السمکة فاضطربت یدہ . فأمر بھا فرفعت و لم یأکل منھا شیئًا . فقیل له في ذلك . فقال : إنی ذکرتُ لما ضربتُ بیدی الی بطنھا أنّ أوّل ما ینتن من الانسان بطنُه . فلم أقدر أن أذوقه . حلیه ج۷ ص۳۲۸ .

" سلیمان بن ادریسؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حسن بن صالحؒ نے مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ کہیں سے مچھلی خرید کر ان کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔ جب انہوں نے کھانے کیلئے مچھلی کے پیٹ والے حصے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ان کا ہاتھ کانپنے لگا اور فرمایا کہ اس مچھلی کو یہاں سے اٹھا لو۔ چنانچہ وہ مچھلی اٹھا لی گئی اور حسنؒ نے اس کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔

کسی نے عرض کیا کہ حضرت ! آپ نے مچھلی کھانے کی خواہش

کی تھی ۔جب مچھلی پیش کی گئی تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔اس کی کیا وجہ ہے ؟

حسنؒ نے فرمایا کہ جب میں نے اس کے پیٹ والے حصے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مجھے یہ حدیث یاد آگئی کہ قبر میں سب سے پہلے انسانی جسم کی جو چیز بدبودار ہوگی وہ پیٹ ہے اس لئے مجھے مچھلی کا گوشت کھانے کی قدرت نہ ہوئی "۔

برادران کرام ! حسن بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ اولیاء کبار میں سے تھے۔ امّتِ محمدیّہ کو ایسے بلند پایہ بزرگوں پر ناز ہے۔حسن بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایمان افزا وروح پرور واقعات آپ نے سن لئے۔ بزرگوں کے ایسے واقعات واحوال ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔اللہ تعالی دنیا میں ہمیں ان بزرگوں کے اتباع کی توفیق بخشیں اور جنت میں ان کی رفاقت کی سعادت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۵

احباب کرام ! کتابِ ہذا کے موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض احوال و واقعات یہاں درج کرنا نہایت مفید ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال اور اسی طرح جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال و واقعات بلاشبہ روح پرور و ایمان افزا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتباع نصیب فرمائیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ حدیثیں ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں۔ ابو ہریرہؓ سے کل ۵۳۷۴ احادیثِ نبویہ مروی ہیں۔

حضور علیہ السلام کے عہد میں وہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ یہ فقراء، متعلمین و مسافرین کا ایک گروہ تھا۔ ابو ہریرہؓ نے حضور علیہ السلام کے زمانے میں فاقوں کی بڑی تکالیف و مشقتیں اٹھائیں۔

کئی دفعہ ابو ہریرہؓ بھوک کی وجہ سے نڈھال ہوکر گر جاتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہوتا تھا کہ انہیں مرگی یا جنون کا دورہ پڑ گیا ہے۔ حالانکہ وہ صرف بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ مگر وہ کسی وقت بھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کو یہ

بتلاتے تھے کہ میں بھوکا ہوں۔

بعد میں اللہ تعالی نے انہیں فراخیٔ رزق نصیب فرمائی لیکن حضور علیہ السلام کے زمانہ میں انہوں نے غربت وافلاس کی بڑی تکلیفیں جھیلیں۔

کتبِ احادیث میں صحیح روایت ہے۔

تمخّط ابوهريرة رضى الله تعالى عنه يومًا في قميص له كتان . فقال ابوهريرة رضى الله تعالى عنه : بخ بخ ابوهريرة ، يتمخّط في الكتان . لقد رأيتُني أخِرُّ فيما بين المنبر و الحجر من الجوع . فيمرّ المارّ فيقول : به جنون . وما بى إلاّ الجوع . والله الذى لا إلٰه إلاّ هو ، لقد كنتُ أعتمد بكبدى على الأرض من الجوع ، و أشدّ الحجر على بَطني من الجوع . البدايه والنهايه لابن كثير ج۸ ص۱۰٤ .

یعنی ” ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک قیمتی کپڑے کی قمیص کے ایک کنارے سے ناک صاف کیا تو فرمایا کہ بڑی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ آج ابوہریرہ ایک قیمتی کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے۔

حالانکہ میں نے وہ وقت بھی دیکھا جب میں منبر اور حجرۂ نبویّہ کے درمیان سخت بھوک کی وجہ سے گرا پڑا ہوا ہوتا تھا اور گزرنے والا یہ کہتا تھا کہ اسے مرگی یا جنون کا دورہ پڑ گیا ہے۔ حالانکہ میں صرف بھوک کی وجہ سے گرا ہوا ہوتا تھا۔

پھر فرمایا کہ خدا کی قسم میں اپنے جگر اور کلیجے کو بھوک کی شدت کی وجہ سے زمین پر دبائے رکھتا تھا اور پیٹ پر پتھر باندھے رکھتا تھا "۔

داود طائیؒ بڑے عابد و زاہد تھے۔ حافظ اصفہانیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ورث داودُ الطائی عشرین دینارًا فکفتہ عشرین سنةً حتي مات . حلیه ج۷ ص۳۴۷ .

یعنی " داود طائیؒ کو وراثت میں بیس دینار ملے تھے۔ انہوں نے وہ بیس دینار بیس سال تک اپنی ضروریات میں استعمال کئے یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے "۔

غور کریں کہ داود طائیؒ سال میں صرف ایک دینار خرچ کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نہایت فقر و فاقے والی زندگی گزارتے تھے۔

بعض روایات میں تیرہ دینار کا ذکر ہے۔

فعن السماك قال : ورث داود الطائی ثلاثة عشر دینارًا . فأكل بها عشرین سنةً لم یأكل الطیب ولم یلبس اللین . حلیه ج۷ ص۳۵۲ .

یعنی " سماک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ داود طائیؒ کو تیرہ دینار وراثت میں ملے تھے۔ انہوں نے بیس سال تک ان تیرہ دیناروں پر گزارہ کیا۔ نہ انہوں نے لذیذ کھانا کھایا اور نہ نرم کپڑا پہنا "۔

ایک دن داودؒ کی والدہ نے ان سے کہا کہ آج کس چیز کی خواہش

ہے؟ میں تمہارے لئے وہی چیز پکا دیتی ہوں۔

فقال : أجيدى يا اُمّاه ! فانّى أريد أن أدعو إخوانًا لى . قال : فاتّخذتُ و أجادتُ . قال : فقعد داود على الباب ، لا يمرّ سائل إلاّ أدخله . فقالت أمّه : لو أكلتَ . قال : فمن أكله غيرى ؟ حليه ج۷ ص۳۵۲ .

یعنی " داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اماں! آج اچھا سا کھانا پکا دیجئے۔ آج میں اپنے کچھ دوستوں کو کھانے کیلئے بلانا چاہتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ ان کی والدہ نے نہایت لذیذ قسم کا کھانا تیار کیا۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو داودؒ گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے اور ہر آنے والے سائل کو اپنے گھر میں داخل کر کے کھانا کھلاتے رہے۔ والدہ نے کہا۔ بیٹا! بہتر ہوتا کہ تم بھی کچھ کھا لیتے۔ داودؒ نے فرمایا کہ اے اماں! یہ کھانا میرے سوا کسی غیر نے تو نہیں کھایا (یعنی اس کا اجر و ثواب تو مجھے ہی ملے گا) "۔

داود طائیؒ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اور آخرت کی مسرتیں حاصل کرنے کیلئے دنیاوی راحتوں اور مسرتوں سے اجتناب کرتے تھے۔

عن جبر بن مجاهد قال : مرض داود الطائى رحمه الله تعالى . فقيل له : لو خرجتَ الى رَوح يفرح قلبُك . قال : إنى لأستحيى من ربّى أن أنقل قدمى إلى ما فيه راحةٌ لبدنى . و في رواية : لو خرجتَ الى صحن الدار ، الخ . حليه ج۷ ص۳۵۵ .

" جبر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ داود طائیؒ بیمار ہو گئے۔

کسی نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ کچھ دیر خوشگوار ہَوا کیلئے باہر نکلیں تو آپ کے دل کو تسکین پہنچے گی اور آپ کی صحت کیلئے بہتر ہو گا۔ داودؒ نے فرمایا کہ مجھے اپنے ربّ سے حیا آتی ہے کہ میرے قدم اس چیز کی طرف چلیں جس چیز میں میرے بدن کیلئے راحت ہو۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ اگر آپ گھر کے صحن میں نکل کر ہواخوری کریں تو آپ کی صحت کیلئے بہتر ہو گا۔ (یعنی ایک روایت میں مطلقاً باہر نکلنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں اپنے گھر کے صحن میں نکلنے کا ذکر ہے) "۔

و عن الولید بن عقبة قال : قیل لداود الطائی : لو خرجت الی الشمس ، و ذلك في یوم بارد . فقال : إني لأشتهیه و لکنّها خُطًا لا أحتسبها . و لم یخرج . حلیه ج۷ ص۳۵۵ .

" ولید بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سخت سرد دن میں داودؒ سے کہا گیا کہ اگر آپ باہر دھوپ میں نکلیں تو آپ کیلئے بہتر ہو گا۔ تو داودؒ نے فرمایا کہ میری بھی یہ خواہش ہے لیکن باہر دھوپ کی طرف جاتے ہوئے قدم اٹھانے میں مجھے کسی ثواب کی امید نہیں ہے۔ چنانچہ وہ باہر دھوپ میں نہ نکلے "۔

حدیث شریف میں ہے کہ یہ دنیا قید خانہ ہے۔ بلا ریب داود طائیؒ جیسے بزرگ اس حدیث کی روشنی میں اس دنیا کو واقعی قید خانہ سمجھتے تھے اور قید خانے میں راحت نہیں ہوتی بلکہ قید خانے سے نکلنے کے بعد ہی راحت

اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ پوری طرح اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے وہ موت کو اس قید خانے سے نکلنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

عن عبداللہ بن الفرج یقول : رُئی داود الطائی رحمه الله تعالی في المنام يَعدُو في صحراء الحيرة . فقيل له : ما هذا ؟ قال : الساعةَ خرجتُ من السجن . فنظروا فاذا هو قد مات في ذلك الوقت . حليه ج۷ ص۳۵۵ .

"عبداللہ بن فرج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی نے داود طائی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ صحراءِ حیرہ میں دوڑ رہے ہیں (حیرہ ایک شہر اور ایک علاقے کا نام ہے)۔ تو اس نے پوچھا کہ اے داود ! یہ کیا ماجرا ہے ؟ آپ دوڑ کیوں رہے ہیں ؟ داود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی جیل سے رہا ہوا ہوں اس لئے خوشی سے دوڑ رہا ہوں۔

لوگوں نے سوچا اور غور کیا تو پتہ چلا کہ داود رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات اسی دن ہوئی تھی جس دن انہیں خواب میں دوڑتے ہوئے دیکھا گیا تھا "۔

احباب کرام ! حدیث شریف ہے الدنیا سجنُ المؤمن وجنّةُ الکافر . یعنی " دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے "۔

کامل مؤمن یعنی متقی مسلمان موت کے بعد اُن نعمتوں اور خوشیوں سے ہم آغوش ہوتا ہے جو تصور سے بلند ہیں۔ قبر ان نعمتوں اور خوشیوں کے حصول کی خلوت گاہ ہے۔ اہل اللہ کیلئے موت رحمت و نعمت ہے۔ موت سے دنیوی خواہشات مشقتیں، جھگڑے اور بیماریاں ختم ہوکر فراغت

حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

ہر تمنّا دل سے رخصت ہو گئی
موت سے جینے کی صورت ہو گئی

جی رہا ہوں موت کی امید پر
مر ہی جاؤنگا جو صحّت ہو گئی

اب تو مَیں ہوں اور شغلِ یادِ دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

اس کو ہر ذرّہ ہے اک دنیائے راز
منکشف جس پر حقیقت ہو گئی

آ پڑا ہوں قبر میں آرام سے
آج سب جھگڑوں سے فرصت ہو گئی

بِشر بن الحارث حافی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے عابد، زاہد، تارکِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ بغداد کے باشندے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے معاصر تھے۔ اللہ تعالی کی رضا اور اُخروی مسرّات حاصل کرنے کیلئے بِشر حافیؒ نے دنیاوی ہر قسم کی لذتوں کو ترک کر دیا تھا۔ ان کے اور ان کے گھر والوں کے شب و روز فاقوں میں گزرتے تھے۔

بِشرؒ خود فرماتے ہیں کہ بڑے عرصے سے مجھے مچھلی کھانے کی خواہش تھی اور اب بھی ہے لیکن اللہ تعالی کی رضا اور اخروی مسرّات حاصل کرنے کیلئے میں پچیس سال سے مچھلی ترک کر چکا ہوں۔ ایک دن بشرؒ کی ہمشیرہ نے مشکل سے کہیں سے مچھلی خریدی اور اس کا گوشت ان کی

خدمت میں کھانے کیلئے پیش کیا۔ بشرؒ نے مچھلی کا گوشت کھانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں پچیس سال سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے دنیوی تمام لذتوں کو جن میں مچھلی کا گوشت بھی داخل ہے ترک کرچکا ہوں۔

اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے محمد بن ہیثمؒ کہتے ہیں۔

كنتُ أدخل على أخت بشر في صِغرى . فأعطتني يومًا كبّة من غزل . فقالت : بع هذه الكُبّة و اشترِ خبزًا و سمكًا . ففعلتُ . فدخل بشر و الخبز و السمك موضوع . فقال بشر : ما هذا الطعام ؟

قالت : رأيتُ أمّى و أمّك في المنام . فقالت : إن أردتِّ فرحى و إدخالَ السرور علىّ فبِيعى من غزلك و اشترى خبزًا و سمكاً فان أخاك بشرًا يشتهيها .

قالت : فلمّا ذكرتُ أمى و أمّه بكى وقال : رحمها الله . تغتمّ لى حيّةً و ميتةً . فقال بشر : إنى لأشتهيها منذ خمس و عشرين سنةً . ما كان الله عزوجل يرانى أن أرجع في شئ تركته لله . حليه ج۸ ص۳۵۳ .

یعنی '' محمد بن ہیثمؒ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بِشر حافیؒ کی بہن کے گھر جاتا رہتا تھا۔ ایک دن بِشرؒ کی بہن نے مجھے کاتی ہوئی اون کا یعنی سوت کا ایک گولہ دیا اور کہا کہ اس گولے کو بیچ کر اس کے بدلے میں روٹی اور مچھلی خرید لاؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی وہ گولہ بیچ کر روٹی اور مچھلی خرید کر لے آیا۔

جب بِشر حافیؒ گھر تشریف لائے اور روٹی اور مچھلی گھر میں رکھی ہوئی دیکھی تو پوچھا کہ یہ طعام کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

بہن نے کہا کہ میں نے آج خواب میں والدہ کو دیکھا۔ والدہ نے مجھے کہا کہ اگر تو مجھے راحت اور خوشی پہنچانا چاہتی ہے تو اپنی کاتی ہوئی اون کو بیچ کر روٹی اور مچھلی خرید۔ کیونکہ تیرے بھائی بِشر کو کئی دنوں سے مچھلی کھانے کی خواہش ہے۔

بِشرؒ کی بہن کہتی ہیں کہ جب میں نے والدہ کا ذکر کیا تو بِشر رو پڑے اور فرمایا اللہ تعالیٰ میری والدہ پر رحم فرمائیں۔ زندگی میں بھی اسے میرا غم رہتا تھا اور موت کے بعد بھی اسے میرا غم ہے۔

پھر بشرؒ نے فرمایا کہ واقعی مجھے پچیس سال سے مچھلی کھانے کی خواہش ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس چیز کی طرف رجوع کرتے ہوئے دیکھیں جس چیز کو میں اُن کی رضا کیلئے ترک کر چکا ہوں"۔

ذرا غور کریں۔ یہ واقعہ کتنا رِقّت انگیز، عبرت انگیز اور رُلانے والا ہے۔ آجکل ہم دن میں کئی مرتبہ مختلف الانواع کھانوں سے کام و دہن کی تواضع کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک طعام کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

لیکن بِشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زہد وللّٰہیت کا یہ حال تھا کہ پچیس سال سے خواہش و رغبتِ شدید کے باوجود مچھلی کھانے سے پرہیز کر رہے تھے۔ اور جب پچیس سال کے بعد انہیں مچھلی ملی تو انہوں نے اس کے کھانے سے صرف اس لئے انکار کر دیا کہ یہ دنیاوی لذت ہے اور میں دنیاوی لذتوں

کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے چھوڑ چکا ہوں۔

اس قصے میں مچھلی کا تو اتفاقاً ذکر آیا۔ دراصل وہ دنیا کی ہر قسم کی لذتوں اور راحتوں سے احتراز کرتے ہوئے فاقے سے رہتے تھے۔ بسا اوقات وہ زیادہ بھوک کی وجہ سے صحرا میں جا کر مٹی پھانک لیتے تھے تاکہ اس طرح بھوک میں کچھ کمی آجائے۔

قال محمد بن الهيثم : رأيتُ بشرًا متغيّرَ اللون . فقلتُ له : لما ذا ؟ نشدتّك بالله . قال : أنا منذ أربعين يومًا آكل الطين في الصحراء . ليس يصفو لى الأكل ببغداد . فتغيّر عليّ بطني ولذلك انا متغيّر . حليه ج۸ ص۳۵۳ .

"محمد بن ہیثمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بشر حافیؒ کو دیکھا کہ ان کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے بتائیں کہ اس کا سبب کیا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا کہ میں چالیس دن سے صحرا کی مٹی کھا رہا ہوں کیونکہ بغداد میں مجھے کہیں سے بھی صاف و حلال کھانے کی چیز نہیں ملتی۔ اس لئے میں بھوک کم کرنے کے ارادے سے مجبوراً مٹی پھانکتا رہتا ہوں۔ جس کی وجہ سے میرا پیٹ خراب ہوگیا ہے اور میرے چہرے اور جسم کا رنگ تبدیل ہوگیا ہے"۔

بِشر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ بھی بڑی پرہیزگار اور متقیہ تھیں۔ رزقِ حلال کے بارے میں ان کی ہمشیرہ کا بھی ایک ایمان افروز واقعہ سن لیں۔ ان کی ہمشیرہ اُون کات کر اس کا سُوت بیچ دیا کرتی تھیں۔ اسی سے وہ گزارہ

کرتی تھیں۔ یہی ان کے معاش کا ذریعہ تھا۔

ایک مرتبہ وہ امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں رزق اور اون کاتنے کے بارے میں ایک مسئلہ پوچھنے کیلئے گئیں جو کہ نہایت ایمان افروز اور رلانے والا ہے۔ وہ مسئلۂ استفتاء یہ ہے۔

ذكر أن أخت بشر رحمهما الله تعالى قصدت أحمد ابن حنبل رحمه الله تعالى فقالت : إنّا قوم نغزل بالليل و معاشُنا منه . و ربّما يمرّبنا مشاعل بني طاهر وُلاة بغداد و نحن على السَّطح فنغزل في ضوئها الطاقة و الطاقتين . أفتُحِلّه لنا أم تحرّمه ؟

فقال لها : من انتِ ؟ قالت : أخت بشر . فقال : آه ، يا آلَ بشر ! لا عدمتُكم . لا أزال أسمع الورع الصافي من قبلكم . حليه ج۸ ص۳۵۳ .

یعنی ”ایک مرتبہ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بہن نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ مسئلہ پوچھا کہ ہمارے خاندان والے لوگ رات کو اون کاتتے ہیں اور ہمارا ذریعۂ معاش یہی ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بنی طاہر جو رات کو بغداد کی حفاظت کے حارس و والی (ذمہ دار) ہیں ان کی قندیلیں ہمارے گھروں کے قریب سے گزرتی ہیں اور ہم چھت پر اون کات رہے ہوتے ہیں۔ تو ان قندیلوں کی روشنی میں سوت کی ایک دو لِٹ (لڑی) کات لیتے ہیں۔ کیا اس روشنی میں کاتی ہوئی اون (سوت) ہمارے لئے حلال ہے یا حرام ؟

امام احمدؒ نے اس شدید احتیاط پر مبنی سوال کو سُن کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ سائلہ نے جواب دیا کہ میں بشر حافی کی بہن ہوں۔

امام احمدؒ نے ٹھنڈا سانس لیکر حسرت بھرے انداز میں فرمایا کہ اے آلِ بشر ! میں تمہیں کبھی معدوم نہ پاؤں (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے اور ہم تمہیں کبھی معدوم نہ پائیں) میں ہمیشہ تمہاری جانب سے شدتِ تقویٰ کی باتیں سنتا رہتا ہوں"۔

دیگر روایات میں تصریح ہے کہ امام احمدؒ نے مذکورہ صدر استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے خاندانِ بشر ! تمہارے اعلیٰ تقویٰ کے پیشِ نظر یہ سوت تمہارے لئے ممنوع ہے۔

یعنی یہ سوت عام شرعی فتویٰ کے لحاظ سے تو بالکل حلال ہے لیکن چونکہ تمہارے خاندان کا ورع اور تقویٰ نہایت اعلیٰ اور بلند ہے اس لئے اعلیٰ تقویٰ کے پیشِ نظر اگر تم سرکاری قندیلوں میں کاتتے ہوئے سوت سے اور سوت کی رقم سے استفادہ نہ کرو تو تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔

یہ وہی بشر حافیؒ ہیں جن کے بارے میں مشہور محدث خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرم شریف میں زمزم پیتے وقت خدا تعالیٰ سے یہ خاص دعا مانگی تھی کہ اے اللہ ! بشر حافی کی قبر کے جوار میں مجھے قبر کی جگہ نصیب فرما۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خطیب بغدادی کی دعا قبول فرمائی اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت اور غیبی سبب سے ان کی قبر بشر حافیؒ کی قبر کے پاس بنی۔

عزیزان کرام! قبر نہایت خوفناک منزل ہے۔ دیکھئے خطیب بغدادیؒ جیسے عظیم محدث بے شمار دینی و علمی خدمات و دیگر طاعات وحسنات کے باوجود قبر کو کتنا خطرناک وخوفناک مقام سمجھتے ہیں۔ وہ قبر کے خطرات سے بچنے یا انہیں کم کرنے کیلئے اللہ تعالی سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ بشر حافیؒ جیسے ولی اللہ کی قبر کے جوار میں انہیں قبر کیلئے جگہ مل جائے۔

عزیزان محترم! نیک اعمال کی کوشش کرنی چاہئے۔ نیک اعمال کے ذریعے قبر منور ہوسکتی ہے۔ گاہے گاہے قبر کے احوال و اَہوال کا تصور کیا کریں۔ یہ تصور ان شاءاللہ بہت نافع ہوکر مہمیز کا کام دے گا۔

جا کے گورستان میں دیکھو، ہے عجب صورت کا حال
کیسے کیسے ماہرُو لیٹے ہوئے ہیں پائمال

گُل سا رُخ نرگس سی آنکھیں سیب سے بہتر ذقن
غیرتِ سنبل تھے کاکل اور تن رشکِ چمن

خاک میں یکبارگی یوں مل گئے زیرِ زمیں
نام کو بھی کچھ نشاں جن کا کہیں باقی نہیں

استخواں ہر عُضو تن کا ہوگیا ان سے جدا
کوئی خندق میں پڑا ہے کوئی رستہ میں پڑا

سر کہیں ہے پا کہیں ہے ہاتھ اور بازوں کہیں
مہرۂ گردن کہیں، آئینۂ زانو کہیں

ساق اور ایڑی کہیں ٹخنہ کہیں گھٹنا کہیں
کہنی اور پہنچا کہیں انگلی کہیں پورا کہیں

جائے عبرت ہے یہ دنیا کچھ نہیں جائے غرور
ہے یہ نادانی کہ ایسی زیست پر آئے غرور

حلیۃ الاولیاء (ج ۳ ص ۱۹۵) میں جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قیمتی و مفصل بیان درج ہے۔ وہ حکیمانہ و عارفانہ بیان نہایت جامع و مفید ہے۔ اس میں حضرت جعفر صادقؒ اپنے صاحبزادے حضرت موسیٰ الکاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت فرماتے ہیں۔ وہ بیانِ نصیحت آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

اس نصیحت میں کامیاب زندگی کے تقریباً سارے اصول بتائے گئے ہیں۔ اس بیان میں مذکور باتوں پر عمل کرنا بلاریب دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث ہے۔

وہ بیانِ نصیحت اگرچہ مفصل و طویل ہے لیکن نہایت مفید و جامع و لطیف ہے۔ اسی وجہ سے یہ بندۂ عاجز یہاں اس کا ذکر ضروری سمجھتا ہے۔

اس بیان میں پہلی بات رزق سے متعلق ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اپنے حصۂ رزق پر راضی ہونا چاہئے۔ یہ دل کی غنا ہے اور یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ غیر کے مال پر نگاہ رکھنے والا فقیر و تنگدست ہی مرتا ہے۔ طمع و لالچ بڑا فقر ہے اگرچہ طمع کرنے والا خود صاحبِ مال ہو۔

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر (اگرچہ وہ تھوڑا ہو) راضی رہنا ایمانِ کامل کی علامت ہے۔ اور اس پر راضی نہ ہونے کا نتیجہ بہت برا ہے۔ گویا یہ شخص اللہ تعالیٰ پر اس کے فیصلوں اور تقدیر و قضا کے بارے میں تہمت لگاتا ہے۔ اور اللہ جل جلالہ پر ایسی تہمت لگانا اور اعتراض کرنا

بدبختی و شقاوت کی علامت ہے۔

افادۂ عوام و خواص کی خاطر ہم آگے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی قیمتی نصیحت کی عربی عبارت ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ہشیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض شاگردوں اور رفقاء نے مجھے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ حضرت جعفر صادق رحؒ سے ملنے گئے۔ آپ کے سامنے آپ کے صاحبزادے حضرت موسیٰ کاظم رحؒ بیٹھے تھے اور آپ اپنے صاحبزادے کو یہ نصیحت فرما رہے تھے۔

يا بُنىَّ ! إقبل وصيّتي و احفظ مقالتي فإنّك إن حفظتَها تعيشُ سعيدًا و تموتُ حميدًا .

(۱) يا بُنىَّ ! مَن رَضِىَ بما قُسم له إستغنٰى . و من مَدَّ عينيه إلى ما في يد غيره ماتَ فقيرًا . و من لم يرض بما قسمه الله له إتّهم الله في قضائه .

(۲) و من استصغر زِلّة نفسه استعظم زِلّة غيره . و من استصغر زلّة غيره استعظم زلّة نفسه .

(۳) يا بُنىَّ ! مَن كشف حجاب غيره انكشفت عوراتُ بيتِه .

(۴) و من سلَّ سيف البغى قتل به .

(۵) و من احتفر لأخيه بئرًا سقط فيها .

(۶) و من داخَلَ السُّفهاءَ حُقّرَ . و من خالط العلماء وُقّر .

(۷) و من دَخل مَداخلَ السّوءِ اتّهم ۔

(۸) یا بُنیَّ ! إیّاك أن تزری بالرّجال فیُزرٰی بِك ۔

(۹) و ایّاكَ والدّخولَ فیما لا یعنِیك فتذلّ لذلك ۔

(۱۰) یا بُنیَّ ! قُل الحقّ لك أو علیك ۔ تستشان من بین أقرانِك ۔

(۱۱) یا بُنیَّ ! کُن لکتابِ اللّٰہ تالیاً ۔

(۱۲) و للاسلامِ فاشِیاً ۔

(۱۳) و بالمعروفِ آمرًا و عن المنکرِ ناهیاً ۔

(۱۴) و لمن قطعك واصلاً ۔ و لمن سکت عنك مبتدئا ۔

(۱۵) و لمن سألكَ مُعطیاً ۔

(۱۶) و إیّاك و النمیمة فانها تزرع الشحناء في قلوب الرجال ۔

(۱۷) و إیّاك و التعرُّض لعیوب الناس ، فمنزلةُ التعرُّض لعیوب الناس بمنزلة الهدفِ ۔

(۱۸) یا بُنیَّ ! إذا طلبتَ الجودَ فعلیك بمعادنه ۔ فانّ للجود معادن ، وللمعادن اُصولاً ، وللاصولِ فروعاً ، و للفروعِ ثمرًا ، و لا یطیب ثمر إلّا بِاصُولٍ ، و لا أصل ثابت إلاّ بمعدن طیب ۔

(۱۹) یا بُنیَّ ! إن زُرتَ فزر الأخیار ۔ ولاتزُر الفُجّارَ

فانّهم صخرةٌ لا يتفجَّرُ ماؤُها ، وشجرةٌ لا يخضرُّ ورقُها ، و أرضٌ لا يظهرُ عُشبُها .

قال علي بن موسى : فما ترك هذه الوصية الى ان توفي . حليه ج۳ ص۱۹۵ .

یعنی ”اے میرے پیارے بیٹے ! میری وصیت ونصیحت یاد کر اور اس پر عمل کر۔ اس سے تیری زندگی بھی سعادتمند اور قابلِ رشک ہوگی اور موت بھی قابلِ صد تعریف ہوگی۔

(۱) اے میرے پیارے بیٹے ! جو شخص اللہ تعالی کی تقسیمِ رزق پر راضی ہو جائے وہ غنائے قلبی کے ذریعے مستغنی رہتا ہے۔ اور جو غیر کے مال پر طمع یا حسد کے طور پر نگاہ رکھے وہ فقیر ومسکین ہی مرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالی کے دیئے ہوئے رزق پر راضی نہ ہو وہ اللہ جل جلالہ پر برے اور غلط فیصلے کرنے کی تہمت لگاتا ہے (جو انتہائی تباہ کن بات ہے)۔

(۲) اور جو شخص اپنے گناہ کو کم سمجھے وہ غیر کے گناہ کو بڑا سمجھتا ہے (اور یہ بڑی بُری بات ہے) اور جو غیر کے گناہ کو کم سمجھے وہ اپنی لغزش اور اپنے گناہ کو بڑا اور نہایت خطرناک سمجھتا ہے (اور اپنے گناہ کو بڑا سمجھنا نیک بختی کی علامت ہے)۔

(۳) جو شخص دوسروں کے عیوب ظاہر کرے تو اس پاداش میں کسی وقت اس کے اور اس کے اہلِ خانہ کے چھپے ہوئے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔ (لہٰذا دوسروں کی پردہ دری سے اپنے آپ کو بچاؤ)۔

(۴) جو شخص شر و فساد کی تلوار نیام سے باہر نکالتا ہے (یعنی

فساد برپا کرنے کیلئے تلوار نکالتا ہے) تو وہ خود اُسی تلوار سے قتل کیا جاتا ہے (لہٰذا سرکشی اور شر و فساد سے اپنے نفس کو محفوظ رکھو)۔

(۵) جو شخص دوسروں کی ہلاکت کیلئے گڑھا کھودے تو وہ خود اس میں گر کر تباہ ہوگا۔

(٦) جو بیوقوفوں اور بے دینوں کے ساتھ رہتا ہو وہ حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو علماء و اولیاء کی صحبت میں رہتا ہو وہ معزز و محترم سمجھا جاتا ہے۔

(۷) جو شخص بری اور ناپسندیدہ جگہوں میں جائے وہ متّہم ہوتا ہے۔ یعنی لوگ اسے بھی برا سمجھتے ہیں۔

(۸) اے پیارے بیٹے ! لوگوں پر عیوب کی تہمت نہ لگانا ورنہ وہ بھی مقابلے میں تجھ پر تہمت لگائیں گے۔

(۹) بے فائدہ امور میں نہ گھسنا ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے۔

(۱۰) اے پیارے بیٹے ! حق بات کہا کر خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے تیرے لئے مفید ہو یا غیر مفید۔ اس بات کے ذریعے اپنے ہم عمروں میں تیری شان بلند رہے گی۔

(۱۱) اے پیارے بیٹے ! قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کیا کر (کیونکہ یہ بہت بابرکت کام ہے)۔

(۱۲) اشاعتِ اسلام کی کوشش کیا کر (کیونکہ یہ مسلمان کا فرض ہے)۔

(۱۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کر (یعنی لوگوں کو نیک کام کرنے اور برے کام چھوڑنے کی تبلیغ کیا کر کیونکہ تبلیغ بہت ضروری

ہے)۔

(۱۴) اور جو رشتہ دار جھگڑ کر یا کسی اور وجہ سے تجھ سے رشتہ توڑ دے تو تو محبت و احسان سے اس رشتے کو جوڑنے کی کوشش کیا کر اور جو عزیز اور دوست قطع تعلق کر کے تجھ سے بات کرنا چھوڑ دے تو تو پہل کر کے اس کو منانے کی کوشش کیا کر۔

(۱۵) جو شخص تجھ سے کچھ مانگے تو تُو حسبِ استطاعت اسے کچھ دیا کر۔

(۱۶) چغلی (یعنی ایک شخص کی بات دوسرے شخص تک شرارت کی نیت سے پہنچانے کی بری خصلت) سے بچا کر کیونکہ چغلی سے دلوں میں افتراق اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(۱۷) لوگوں کے عیوب کے درپے نہ ہوا کر کیونکہ یہ کام اپنے آپ کو لوگوں کی زبانوں کا نشانہ بنانے کے مترادف ہے۔

(۱۸) اے پیارے بیٹے! جب کسی سے کچھ مانگنا ہو تو معدنِ جُود یعنی شریف النسب انسان سے مانگ۔ کیونکہ جود وسخاوت کے اپنے معدن یعنی مرکز ہوتے ہیں اور معدن کے اصول ہوتے ہیں اور اصول کے فروع اور فروع کا ثمر یعنی پھل ہوتا ہے اور پھل کا شیریں ہونا اصل کا مرہونِ منت ہوتا ہے اور اصل کا ثابت ومحکم ہونا پاکیزہ معدن یعنی پاکیزہ نسب پر موقوف ہوتا ہے۔

(۱۹) اے پیارے بیٹے! اگر کسی سے ملاقات کرنی ہو تو علماء کی زیارت وملاقات کر اور فاجروں کی صحبت سے بچ کیونکہ فاجر لوگ اس چٹان

کی طرح ہیں جس سے ذرّہ بھر پانی نکلنے کی توقع نہیں ہوتی اور اس خشک درخت کی طرح ہیں جس کے پتے کبھی سرسبز نہیں ہوتے اور اس زمین کی طرح ہیں جس پر کبھی گھاس نہیں اگتی۔

علی بن موسیٰ بن جعفرؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد موسی بن جعفرؒ موت تک اس نصیحت پر کاربند رہے "۔

برادران کرام! یہ اس قیمتی نصیحت کی انیس ۱۹ باتیں ہیں جو کہ نہایت اہم ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی مسرتیں اور خوشیاں نصیب ہوسکتی ہیں۔ مگر افسوس کہ آجکل ان زریں باتوں میں سے صرف چند باتوں پر عمل کرنے والے لوگ بھی نادر و نایاب ہیں۔

خیر و شر، نیک و بد اور حسنات و سیئات جاننے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ ایک شاعر نے ان دو ابیات میں اس موضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

عالم نے یہاں قبول و ردّ کو جانا — دیکھا دنیا کو نیک و بد کو جانا
عاقل وہ ہے کہ جس نے ہنگام عمل — اپنی قوت کو اپنی حد کو جانا

یہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہیں ہے۔ اس کی ظاہری رنگینی اور خوبصورتی فریب ہے۔ مومن کیلئے ضروری ہے کہ ہر وقت آخرت کی تیاری میں مصروف رہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

ہر ساعت رخت بستہ دنیا میں رہے
مغموم و ملول و خستہ دنیا میں رہے

عاشورہ ہے ہر روز پس از قتلِ حسین

مؤمن اب دل شکستہ دنیا میں رہے

اللہ عزوجل ہمیں ذکراللہ، عبادت اور آخرت کی تیاری کی توفیق عنایت کرتے ہوئے دنیا کی حرص و ہوا سے بچائیں اور قناعت کی نعمت سے نوازیں۔ آمین۔

باب ۱۶

عزیزان کرام ! اپنی جائز حاجت اور جائز خواہش کی تکمیل کے سلسلے میں تگ و دو کرنا شرعاً جائز و مستحسن ہے بلکہ اگر نیت اچھی ہو تو یہ کوشش موجبِ اجر و ثواب بھی ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل اللہ و اولیاء اللہ کا مقام و مرتبہ چونکہ نہایت بلند ہوتا ہے اس لئے اہل اللہ اپنی خواہش اور اپنی ضرورت و حاجت پر دیگر مسلمان بھائیوں کی خواہش و ضرورت و حاجت کو ترجیح دیتے ہیں۔

شدید بھوک کے وقت بھی اگر انہیں کھانے کی کوئی چیز ملے تو وہ خود بھوکے رہنا پسند کرتے ہیں اور جذبۂ ایثار کے تحت اس چیز کو دیگر ضرورتمندوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

قرآن شریف میں ہے۔ **و یُؤثِرون علی أنفُسِھم و لو کان بھم خصاصَة .** یعنی "صالحین کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے نفسوں پر دیگر لوگوں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود بھوکے اور ضرورتمند ہوں۔

اہل اللہ اپنی اعلیٰ سیرت ، بلند اخلاق اور بے مثال جذبۂ ایثار کی وجہ سے تمام انسانوں میں ممتاز شان کے مالک ہوتے ہیں۔

حسنِ سیرت میں ہیں مردانِ بہادر ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

اللہ عزوجل اس زمانے کے مسلمانوں کو اسلاف کرام کا سوز و گداز اور عشق و جنوں عنایت کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

عطا اَسلاف کا جذبِ دروں کر　　شریکِ زُمرۂ لایحزنوں کر
خِرد کی گتّھیاں سلجھا چکا مَیں　　مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اخرج ابوالشیخ في كتاب الثواب باسناد ضعيف عن نافع : أنّ ابن عمر رضى الله تعالى عنهما كان مريضًا . فاشتهٰى سمكةً طريّة . فالتمستُ له بالمدينة فلم توجد . ثم وجدت بعد كذا و كذا . فاشتريتُ له بدرهم و نصف . فشويتُ و حملتُ اليه على رغيف .

فقام سائل على الباب . فقال للغلام : لفّها برغيفها و ادفعها اليه . فقال له الغلام : أصلحك الله ، قد اشتهيتَها منذ كذا و كذا فلم نجدها . فلمّا وجدتُّها اشتريتُها بدرهم و نصف . فنحن نعطيه ثمنها . فقال : لفّها و ادفعها .

یعنی ” حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے۔ آپ نے تازہ مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ غلام کہتا ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں مچھلی تلاش کی لیکن کہیں

سے نہ ملی۔ پھر کچھ مدت کے بعد مجھے کہیں مچھلی نظر آئی۔ میں نے وہ مچھلی ان کے لئے ڈیڑھ درہم میں خرید لی اور پکانے کے بعد روٹی پر رکھ کر میں نے ان کی خدمت میں پیش کر دی۔

اتنے میں ایک سائل دروازے پر آگیا۔ ابن عمرؓ نے غلام سے فرمایا کہ یہ مچھلی روٹی میں لپیٹ کر اس سائل کو دے دو۔

غلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تندرستی عطا فرمائیں۔ آپ اتنی مدت سے مچھلی کھانے کی خواہش کر رہے تھے۔ اس وقت ہمیں کہیں سے مچھلی نہ ملی۔ آج اتنے عرصے کے بعد مچھلی ملی تو میں نے آپ کیلئے ڈیڑھ درہم میں خرید لی (لہٰذا آپ یہ مچھلی کھائیں) اور ہم اس سائل کو اس مچھلی کی قیمت دے دیں گے۔

لیکن حضرت ابن عمرؓ نے (کھانے سے انکار کیا اور) فرمایا کہ یہ مچھلی روٹی میں لپیٹ کر سائل کو دے دو"۔

چنانچہ غلام نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حکم کے مطابق مچھلی اور روٹی سائل کو دیدی۔ غلام چونکہ مخلص تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مچھلی کھانے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ نیز تلاش بسیار کے بعد اسے یہ مچھلی ملی تھی۔ اس لئے غلام چاہتا تھا کہ ابن عمرؓ یہ مچھلی کھالیں تاکہ ان کا ضعف دور ہو جائے اور کچھ تقویت حاصل ہو جائے۔

چنانچہ اس غلام نے سائل سے کہا کہ کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ تم ایک درہم ہم سے لے لو اور ہماری دی ہوئی مچھلی ہمیں واپس دیدو؟

سائل راضی ہو گیا اور غلام سے ایک درہم لے کر مچھلی واپس کر

دی اور پھر غلام نے وہ مچھلی ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دی اور سارا قصہ بھی انہیں بتلا دیا کہ میں نے ایک درہم کے بدلے میں یہ مچھلی اس سے خرید لی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ روٹی اور مچھلی اسے واپس کر دو اور درہم بھی اسی کے پاس رہنے دو۔

پھر ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے یہ حدیثِ نبوی ذکر فرمائی۔

قال : إنّی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : أیّما امرئٍ اشتھٰی شھوۃً فردّ شھوته و آثر بھا علی نفسه غفر اللہ له . احیاء العلوم ج۳ ص۷۹ .

یعنی "میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی کے دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہو پھر وہ اس خواہش کو اللہ تعالی کی رضا کیلئے ترک کر دے اور اپنی ذات پر کسی اور کو ترجیح دیدے تو اللہ تعالی اس کی بخشش فرما دیتے ہیں"۔

ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے اس واقعہ میں ہمارے لئے بڑی عبرت ہے۔ آجکل مسلمان دوسروں کا خیال نہیں رکھتے اور اپنی خواہش پوری کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ ہر شخص حرص و لالچ کی وجہ سے نفسی نفسی میں مبتلا ہے۔ کوئی آدمی دیگر مسلمان بھائیوں کی مدد و نصرت کا خیال نہیں رکھتا۔ حالانکہ غیر کی نصرت اور مدد کرنا گناہوں کی بخشش کا بہترین ذریعہ ہے جیسا کہ حدیثِ ابن عمرؓ سے واضح ہوا۔

صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم غریبوں کی ہمدردی و غمخواری والی خصلت

میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ وہ اپنی خواہش پر دوسروں کی خواہش اور حاجت براری کو ترجیح دیتے تھے۔

یہ ہے ہمارے اسلاف کرام کا مبارک طرزِ حیات۔ آجکل اکثر مسلمان خود غرضی اور نفسی نفسی کی وباء میں مبتلا ہیں۔ عہدِ قدیم کی طرح دوسروں کی غمخواری کا خیال رکھنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ آخرت کی فکر کی بجائے ان کے دل میں اَغیار و دنیاوی اَفکار کا ہجوم رہتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ناکامیوں میں اور آفات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان ناگفتہ بہ حالات اور بداعمالیوں کے ہوتے ہوئے وہ فلاح و کامیابی کس طرح پاسکیں گے۔

زمانۂ حال کے مسلمانوں کا حال یہ ہے جو اِن دلچسپ اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

رہتا ہے ان کے پاس تو اَغیار کا ہجوم
عہدِ قدیم یاد دلاؤں تو کس طرح

ناکامیوں نے داغ مرے دل کو جو دیئے
وہ بے شمار داغ گناؤں تو کس طرح

وہ گھر جو رنج و غم کے بگولوں کی زد میں ہو
اُس گھر میں اب چراغ جلاؤں تو کس طرح

جب چشمِ اشکبار ہی غمّاز ہو مری
پھر رازِ دل کسی سے چھپاؤں تو کس طرح

پہنچا دیا ہے غم نے مجھے جس جہان میں
میں اس جہاں سے لوٹ کے آؤں تو کس طرح

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے محدِّث بھی تھے اور بہت بڑے عابد، زاہد و تارکِ دنیا بھی۔ کتبِ تاریخ و تصوف میں ان کے بڑے ایمان افروز احوال و واقعات منقول ہیں۔

روى عن مالك بن دينار رحمه الله تعالى : أنه بقي أربعين سنةً يشتهي لبناً فلم يأكله (لم يشربه) . وأهدى اليه يومًا رطب فقال لأصحابه : كلوا فما ذقتُه منذ أربعين سنة .احياء العلوم ج٣ ص٨٠ .

یعنی " روایت ہے کہ مالک بن دینارؒ کو چالیس سال تک دودھ پینے کی خواہش رہی لیکن دودھ استعمال نہ کیا۔ ایک دن ان کی خدمت میں تازہ کھجوریں بھیجی گئیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں اور متعلقین کو فرمایا کہ یہ تم کھالو کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چالیس سال سے کھجوریں کھانا ترک کر رکھی ہیں "۔

اندازہ کریں کہ دودھ اور کھجور کتنی معمولی چیزیں ہیں۔ عام ملنے والی اور کثرت سے استعمال ہونے والی چیزوں میں سے ہیں۔ لیکن مالک بن دینارؒ نے باوجود خواہش کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور مسرّاتِ آخرت حاصل کرنے کی نیت سے چالیس سال تک نہ کھجور کھانے کی خواہش پوری کی اور نہ دودھ استعمال کیا۔

سبحان اللہ! مسلمانوں میں کتنے بلند اور پاکیزہ کردار والے انسان گزرے ہیں۔

اس واقعہ سے مالک بن دینارؒ کی پرہیزگاری، تقویٰ، صفائی قلب

اور ترکِ لذاتِ دنیا کا آپ اندازہ کریں۔ ایسے بزرگ اُخروی مسرّات حاصل کرنے کیلئے دنیوی مسرّات اور سہولتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

انہیں اس بات کا ڈر رہوتا ہے کہ کہیں یہ دنیوی مسرّات اور سہولیات اخروی مسرّات وسہولیات کا عوض نہ ہوں۔ اس لئے وہ دنیوی سہولتوں اور دنیوی مسرتوں سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

مالک بن دینارؒ کا ایک اور عبرت انگیز قصہ سن لیجئے۔ کتبِ تصوف وتاریخ میں ہے۔

مكث مالك بن دينار بالبصرة خمسين سنةً . ما أكل رطبةً لأهل البصرة و لا بسرة قطُّ . و قال : يا أهلَ البصرة ! عشتُ فيكم خمسين سنة . اشتهت نفسي لبناً منذ أربعين سنة . فوالله لا أطعمها حتي ألحق بالله تعالى . احياء ج۳ ص ۸۰ .

یعنی " مالک بن دینارؒ پچاس برس بصرہ میں رہے لیکن انہوں نے کبھی بھی نہ پختہ کھجوریں کھائیں اور نہ نیم پختہ۔ یعنی پچاس سال کے دوران انہوں نے کسی قسم کی کوئی کھجور نہیں کھائی۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ اے اہل بصرہ ! میں نے تمہارے اندر پچاس سال گزارے ہیں اور چالیس سال سے مجھے دودھ پینے کی خواہش رہی ہے لیکن خدا کی قسم میں دودھ نہیں پیوں گا اور کھجوریں نہیں کھاؤنگا یہاں تک کہ میں اللہ تعالی سے جاملوں "۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں دو چیزوں کے ترکِ اَکل

کا ذکر ہے، کھجور اور دودھ۔ نیز اس قول میں مالکؒ نے یہ تصریح بھی کی کہ دودھ کا استعمال چالیس سال سے ترک کرچکا ہوں اور کھجوریں کھانا پچاس سال سے ترک کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ موت تک یہ عہد باقی رہیگا۔

بلکہ ان دو چیزوں کے علاوہ ایک کلی اور عام بات یہ بھی ذکر فرمائی کہ پچاس سال سے دنیا کی ہر لذت و راحت کو طلاق دے چکا ہوں یعنی ترک کرچکا ہوں۔

ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ولی اللہ، زاہد، عابد و تارکِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ روایت ہے کہ بڑی طویل مدت کے بعد انہوں نے پھل خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔

لیکن جب اس تارکِ دنیا زاہد کے سامنے وہ پھل پیش کیا گیا تو فرمایا افسوس افسوس...... نفس کی خواہش مجھ پر غالب آئی اور نفس کے فریب میں آکر میں نے یہ پھل خریدا۔ پھر انہوں نے وہ سارا پھل یتیموں کے پاس بھیج دیا اور خود چکھا تک نہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مرّ ابوحازم یومًا في السوق فرأى الفاكهة فاشتهاها فقال لابنه : اشتر لنا من هذه الفاكهة المقطوعة الممنوعة ، لعلّنا نذهب الى الفاكهة التي لا مقطوعة ولا ممنوعة . فلمّا اشتراها و اُتی بها إليه قال لنفسه : قد خدعتِني حتي نظرتِ واشتهيتِ وغلبتِيني حتي اشتريتُ . والله لا ذُقتِيه .

فبعَثَ بها الی یتامٰی من الفقراء ۔ احیاء ج۳ ص ۸۰ ۔

یعنی ” ایک دن ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ بازار سے گزرے۔ بازار میں رکھا ہوا پھل دیکھ کر ان کے دل میں پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ہمارے لئے یہ توڑا ہوا اور ممنوعہ پھل خریدو (یعنی یہ باغ سے توڑ کر لایا گیا ہے اور رقم کے بغیر نہیں ملتا) شاید ہمیں اللہ تعالی جنت کا وہ پھل نصیب فرمائیں جو نہ توڑا ہوا ہوگا اور نہ ممنوع ہوگا (یعنی اہل جنت وہ پھل خود توڑیں گے یا ان کے سامنے توڑ کر ان کی خدمت میں پیش کیا جائیگا اور بغیر رقم و بغیر ممانعت کے ملے گا)۔

جب ابو حازمؒ کا بیٹا وہ پھل خرید کر ان کی خدمت میں لایا تو انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو نے آج مجھے دھوکہ دیا۔ پہلے میری نظر اس پھل پر پڑی۔ پھر میرے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی اور پھر تو مجھ پر غالب آیا اور میں نے یہ پھل خرید لیا۔ لیکن خدا کی قسم! تُو یہ پھل ہرگز نہیں چکھے گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ پھل یتیم فقراء کیلئے بھیج دیا۔

ابو حازمؒ کے اس قول میں ہمارے لئے عبرت کے کئی اسباق ہیں۔ ذرا اندازہ لگائیے اور غور کیجئے کہ ابو حازمؒ کئی سال سے مسلسل پھل کھانا ترک کر چکے تھے۔

پھر ایک دن پھل کھانے کی طلب ہوئی اور جب پھل سامنے آیا تو بجائے اس کے کہ وہ پھل کھاتے اور اپنا شوق پورا کرتے ان کی فکر اس خواہش کی گہرائیوں میں چلی گئی اور یہ حقیقت ان کے ذہن میں آئی جو بالکل درست تھی کہ یہ نفس کا دھوکہ تھا اور نفس مجھ پر غالب ہوا۔ پھر انہوں

نے اپنے نفس کو یہ سزا دی ، بالفاظ دیگر اپنی اس غلطی کی تلافی یوں کی کہ وہ سارا پھل انہوں نے بطورِ صدقہ یتیموں کے پاس بھیج کر دنیاوی پھل اور دنیاوی لذت کے بدلے میں اخروی پھل اور اُخروی لذت وسہولت خرید لی۔

موسیٰ الاَشج رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ ، عابد ، زاہد و پارسا گزرے ہیں۔ ترکِ طعامِ دنیا و ترکِ لذاتِ دنیا کے بارے میں ان کا ایک ایمان افروز قصہ بھی سُن لیں۔

عن موسي الأشجّ أنّه قال : نفسی تشتهی ملحًا جريشاً منذ عشرين سنةً . احياء ج۳ ص۸۱ .

یعنی " موسیٰ الاشج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا نفس بیس سال سے پسے ہوئے نمک کی خواہش کر رہا ہے (لیکن میں نے پسا ہوا نمک نہیں کھایا) "۔

بعض کتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں نمک کی اہمیت زمانۂ حال کے مقابلہ میں کچھ زیادہ تھی۔ غریب و مسکین لوگ اسے بطورِ سالن استعمال کرتے تھے۔ اس لئے کتبِ تصوّف میں ہے کہ کئی صوفیاء اور تارکینِ دنیا بھی نمک کو روٹی کے ساتھ بطورِ سالن استعمال کرتے تھے۔

دیکھئے۔ موسیٰ الاشج رحمہ اللہ تعالیٰ کا نفس بیس سال سے نمک چکھنے کی خواہش کرتا رہا لیکن موسیٰ الاشج رحمہ اللہ تعالیٰ نے نفس کی یہ معمولی خواہش بھی پوری نہ کی اور بیس سال تک اس خواہش کو دبائے رکھا۔

احمد بن خلیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو بڑے ولی اللہ اور تارکِ دنیا بزرگ گزرے

ہیں ان کا ایک واقعہ تو انتہائی عجیب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرا نفس بیس سال سے عام پانی یا ٹھنڈا پانی مانگ رہا ہے لیکن میں نے مسلسل بیس سال سے اسے کبھی بھی اتنا پانی نہیں پلایا کہ وہ سیر ہو جائے۔

عن احمد بن خليفة قال : نفسي تشتهي منذ عشرين سنةً ما طلبتُ منّي إلاّ الماء حتى تروى فما أرويتُها . احياء .

یعنی ” احمد بن خلیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا نفس مجھ سے بیس سال سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ میں اسے سیر ہو کر پانی پلاؤں (پانی سے عام پانی بھی مراد ہو سکتا ہے اور ٹھنڈا پانی بھی) لیکن میں نے اسے کبھی بھی سیر ہو کر پانی نہیں پلایا “ ۔

عتبۃ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور و معروف صوفی، ولی اللہ، عابد و ذاکر گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرا نفس مسلسل سات سال تک گوشت کا مطالبہ کرتا رہا مگر میں اس کا یہ مطالبہ ردّ کرتا رہا۔

سات سال کے بعد مجھے اپنے نفس سے حیا آئی کہ اتنی مدت تک میں نے اس کی خواہش کو پورا نہیں کیا۔ چنانچہ میں نے ایک گوشت کا ٹکڑا خرید لیا اور پکانے کے بعد روٹی پر رکھ کر کھانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ میرے پاس آیا۔

فقلت : ألستَ أنت ابن فلان و قد مات ابوك ؟ قال : بلى . فناولتُه إياها . قالوا : و أقبل يبكي و يقرأ ” و يُطعِمون الطعام على حُبّه مسكينًا و يتيمًا و أسيرًا “ ثم لم يذُقه بعد ذلك .احياء العلوم ج۳ ص۸۱ .

یعنی " میں نے اس یتیم بچے سے پوچھا کہ کیا تو فلاں شخص کا بیٹا نہیں جو کہ فوت ہو چکا ہے ؟ اس بچے نے کہا جی ہاں۔ میں نے وہ گوشت اس یتیم بچے کو دیدیا۔

عتبہ کے خدّام و متعلقین کہتے ہیں کہ اس کے بعد عتبہ زار و قطار روتے ہوئے یہ آیت پڑھتے رہے جس کا ترجمہ یہ ہے " اور باوجودیکہ ان (نیک) لوگوں کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہوتی ہے وہ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں " پھر اس کے بعد کبھی بھی عتبہ نے گوشت نہیں کھایا "۔

اہل اللہ اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں۔ یہی ان کی بزرگی اور ولایت کا مدار ہوتا ہے۔ دنیاوی بے فائدہ خواہشات کی تکمیل کیلئے کوشش کرنا کوئی بڑا کمال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس چمنستانِ رنگ و بو کی فانی رنگینیوں میں اپنے دلوں کو گرفتار نہیں ہونے دیتے۔ وہ فکرِ آخرت و ذکر اللہ و عبادت میں زندگی گزارتے ہوئے دنیا سے آزاد رخصت ہوتے ہیں۔

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل زبندِ ایں و آں آزاد رفتم
چو بادِ صبح گر دیدم دمے چند گلاں را آب و رنگے دادہ رفتم

(۱) یعنی " میں نے اپنے دل کو بستانِ دنیا سے وابستہ نہیں ہونے دیا بلکہ دنیاوی ہر قسم کی خواہشات سے آزاد زندگی گزارتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا۔

(۲) جس طرح بادِ صبا بوقتِ سحر تھوڑی دیر کے لئے گلستان میں خراماں

خراماں چلتے ہوئے پھولوں کو تروتازگی اور رنگینی دے کر گزر جاتی ہے میں بھی اسی طرح دنیا میں مختصر وقت کیلئے آیا اور مخلوقِ خدا کو نفع دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا ''۔

برادران اسلام ! آجکل اکثر مسلمان حرصِ دنیا اور حرصِ خورد و نوش کی وجہ سے فکرِ آخرت اور موت سے غافل ہیں۔ یہ غفلت نہایت تباہ کن ہے۔ یہ دارین کی سعادت و مسرت سے محرومی کا سبب ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ غفلت تابکَے آنے کو ہے روزِ شمار آخر
یہ اُتریگا ، یہ اُتریگا ترا اِک دن خمار آخر
بھلا کب تک نہ تو پہنچے گا غافل! تا مزار آخر
ارے ہے توَسَنِ عمرِ رواں پر تُو سوار آخر
تنِ خاکی پہ تاکے یہ لباس زرنگار آخر
یہ ہوگا ایک دن زیرِ کفن مشتِ غبار آخر
خزاں ہو جائیگی یہ ایک دن تیری بہار آخر
ترے انجام کا اک روز ہو جائیگا کار آخر
ملے گا خاک میں یہ عارضی عزّ و وقار آخر
تجھے اس مٹنے والی شے پہ کیوں ہے افتخار آخر

آجکل ہم لوگ دن میں کئی دفعہ گوشت کھاتے ہیں۔ گوشت کے علاوہ دیگر انواعِ طعام سے بھی منتفع ہوتے ہیں لیکن اس ولی اللہ یعنی عتبۃ الغلام کا حال آپ نے سن لیا کہ وہ سات سال سے گوشت وغیرہ تمام

لذاتِ دنیویہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور اخروی مسرات حاصل کرنے کیلئے ترک کر چکے تھے۔ اور پھر سات سال کے بعد جب انہوں نے گوشت خرید کر پکایا تو خود چکھا بھی نہیں بلکہ یتیم کو دے دیا اور یتیموں اور مسکینوں سے ہمدردی کی تاکید سے متعلق آیت پڑھتے ہوئے زار و قطار روتے رہے۔

عتبۃ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ایمان افروز واقعہ بھی سن لیں۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان بزرگوں پر خوفِ خدا تعالیٰ کا کتنا غلبہ ہوتا تھا اور یہ بھی اندازہ کریں کہ ہم کس قدر غافل ہیں۔

کتبِ تاریخ و تصوف میں ہے۔

مكث عتبة الغلام رحمه الله تعالى يشتهى تمرًا سنين . فلمّا كان ذات يوم اشترى تمرًا بقيراطٍ و رفعه الى الليل ليفطر عليه . فهبّت ريح شديدة حتي أظلمت الدنيا . ففزع الناس . فأقبل عتبة على نفسهِ يقول : هذا لجراءتى عليك و شرائى التمر بالقيراط . ثم قال لنفسه : ما أظنّ أُخِذ الناس إلاّ بذنبك . علىّ أن لا تذوقِيه . احياء ج۳ ص۸۱ .

یعنی ”عتبۃ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ کو کئی سال تک کھجور کھانے کی خواہش رہی۔ ایک دن ایک قیراط (قیراط درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) کے بدلے کچھ کھجور خرید کر افطار کیلئے رکھ دی۔ اتفاق سے اس دن اتنی سخت آندھی آئی کہ ہر طرف اندھیرا اور تاریکی چھا گئی جس کی وجہ سے لوگ خوفزدہ ہو گئے۔

عتبہؒ نے اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سارا وبال میری اس جرأت اور قیراط کے بدلے میں کھجور خریدنے کی وجہ سے آیا۔ پھر اپنے نفس کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ لوگوں پر یہ سارا وبال تیرے اس گناہ کی وجہ سے آیا۔ اس لئے مجھے قسم ہے کہ تو یہ کھجور نہیں چکھ سکے گا"۔

آجکل مسلمان کھانے کی مختلف الانواع قیمتی چیزیں خریدتے ہیں اور پھر سارا دن ان کی تیاری میں اور کھانے میں لگے رہتے ہیں۔ اور غفلت کی انتہاء دیکھئے کہ کوئی مسلمان اسے گناہ تو کیا معمولی غلطی بھی نہیں سمجھتا۔ اور کہیں کوئی آفت مسلمانوں پر آجائے تو کوئی شخص یہ خیال نہیں کرتا کہ کہیں یہ آفت میرے گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں پر نہ آئی ہو۔

یہ تو ہمارا حال ہے۔ مگر عتبۃ الغلامؒ کا حال دیکھئے کہ شب و روز وہ عبادت و ذکراللہ میں مشغول رہتے تھے۔ بھوک اور پیاس والی زندگی گزارتے تھے۔ دنیاوی لذتوں، راحتوں اور آسائشوں سے اجتناب کرتے ہوئے ان سے مکمل طور پر کنارہ کش تھے۔

پھر مدتِ طویل کے بعد کھانے کیلئے ایک مٹھی کھجوریں خرید کر افطار کیلئے رکھیں۔ اتفاق سے تیز آندھی آگئی تو اس سے عتبہؒ نے یہ نتیجہ نکالا کہ میں نے کھجوریں خرید کر اور نفس کی خواہش پوری کر کے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور یہ آندھی والی آفت اسی گناہ کی شامت ہے اور سارے لوگ میرے اس گناہ کی وجہ سے اس آفت میں مبتلا ہوئے۔

سبحان اللہ! کتنی پاکیزہ و بلند ہستیاں مسلمانوں میں گزری ہیں اور

آجکل کے مسلمان کتنے غافل ہیں۔

سبحان اللہ ! عتبۃ الغلامؒ جیسے عاشقینِ خدا و رسول، محبّینِ عبادت و ریاضت و ذکراللہ اور بھوک و پیاس و فقروافلاس پر راضی بزرگوں کا معیارِ عشق و محبت اور مقامِ رضا و تسلیم کتنا بلند تھا۔

وہ اَغیار اور دنیوی افکار سے بالکل برطرف اور بیزار تھے۔ اسی وجہ سے وہ اپنی ادنیٰ سی غلطی کو بلکہ صرف خلافِ اولیٰ و خلافِ استحباب کو بھی بہت بڑا گناہ سمجھتے ہوئے اس پر روتے تھے۔

انھوں نے اپنے اخلاقِ طیبہ و طاعات و حسنات کے ذریعے اپنی آخرت کو چمنستان اور اپنی قبر کو گلزار و مقامِ امن و راحت بنایا۔ آج وہ اس چمنستان میں کتنے مطمئن اور شاداں ہونگے۔

اہل اللہ کی برکات اور ان کے باطنی بلند احوال ایک شاعر نے ان ابیات میں بیان کیئے ہیں۔

جب سے کسی کا مَحرمِ اَسرار ہوگیا
اَغیار و یار سب سے مَیں بیزار ہوگیا

دنیا سے اب تو دل مرا بیزار ہوگیا
گلزارِ دہر وادیٔ پُرخار ہوگیا

بے پردہ کس کا جلوۂ دیدار ہوگیا
عالَم تمام مطلعِ اَنوار ہو گیا

زعمِ عبور جن کو تھا وہ غرق ہوگئے
میں ڈوبنے گیا تھا مگر پار ہوگیا

اپنے کو بے گناہ سمجھنا ہے خود گناہ
میں عذر کر کے اور گنہگار ہو گیا
بستی سے تم چلے تو وہ ویرانہ ہو گئی
جنگل کو رُخ کیا تو وہ گلزار ہو گیا
مجذوبؔ تو نے پست کیے سب کے حوصلے
کتنا بلند عشق کا معیار ہو گیا

داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ و زاہد گزرے ہیں، ان کا ایک عجیب واقعہ سن لیں۔

اشترى داود الطائى رحمه الله تعالى بنصف فلس بَقلاً و بفلس خلاًّ . و أقبل ليلتَـه كلّها يقول لنفسه : ويلك يا داود ! ما أطول حسابُك يوم القيامة . ثم لم يأكل بعده إلاّ قفارًا . احياء ج٣ ص٨١ .

یعنی " ایک دفعہ داود طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کیلئے آدھے پیسے کی ترکاری خریدی اور ایک پیسے کا سرکہ خریدا۔ پھر ساری رات اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے کہتے رہے کہ اے داود ! بڑا افسوس ہے۔ قیامت کے دن تیرا حساب کتنا لمبا ہوگا۔ اس کے بعد داود رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی سوکھی روٹی کے علاوہ کچھ نہیں کھایا "۔

دیکھیے۔ داود طائیؒ صائم الدہر تھے۔ ہمیشہ سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے تھے۔ کئی سالوں کے بعد انہوں نے روٹی کیلئے سالن خریدا۔ اور وہ سالن کیا تھا آدھے پیسے کی ترکاری اور ایک پیسے کا سرکہ۔ پھر اس سے

روزہ تو افطار کرلیا مگر پھر افسوس کرنے لگے کہ میں نے نفس کی یہ خواہش کیوں پوری کی۔ اور خوفِ حسابِ آخرت کی وجہ سے ساری رات پریشان رہے اور نفس سے بار بار کہتے رہے کہ آج تو نے جو لذیذ کھانا کھایا اور راحت حاصل کی اس لذت و راحت کا قیامت کے دن تجھ سے بڑا طویل حساب لیا جائیگا۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ، صاحبِ کرامات، عابد و زاہد گزرے ہیں۔ ان کا ایک ایمان افروز واقعہ بھی سن لیجئے۔

قال السری السقطی رحمه الله تعالی : نفسی منذ ثلاثين سنةً تطالبني أن أغمس جِزَرةً في دِبْس فما أطعمتُها . احیاء ج۳ ص۸۱ .

یعنی " حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا نفس مجھ سے تیس سال سے میٹھے شِیرے کے ساتھ گاجر کھانے کا مطالبہ کر رہا ہے مگر میں نے اسے گاجر اور شیرا نہیں کھلایا "۔

ایک اور بزرگ کا ایمان افروز واقعہ بھی سن لیں۔

قال : نازعتْني نفسی خبز أُرُزٍ وسمكًا . فمنعتُها . فقويتْ مطالبتُها و اشتدّتْ مجاهدتی لها عشرين سنةً . فلما مات قال بعضهم : رأيتُه في المنام فقلتُ : ماذا فعل الله بك ؟ قال : لا أحسن أن أصف ما تلقّانی به ربّی من النعم و الكرامات . وكان اوّل شیءٍ استقبلني به خبزَ أرزٍ وسمكًا . وقال : كُلِ اليومَ شهوتَك هنيئًا بغيرحساب .

و قد قال تعالی : كلوا واشربوا هنيئًا بما أسلفتم في الأيّام الخالية . احیاء ج۳ ص۸۲ .

یعنی ” وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے مجھ سے مچھلی کے ساتھ چاول کی روٹی کھانے کا جھگڑا کیا یعنی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اسے باز رکھا لیکن اس کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ چنانچہ میں نے بیس سال تک نفس کے ساتھ سخت مقابلہ اور مجاہدہ کیا (اور اس کی یہ خواہش پوری نہ کی)۔

جب یہ بزرگ فوت ہوئے تو انہیں کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ میں احسن طریقے سے ان نعمتوں اور عزتوں کی تعریف بیان نہیں کرسکتا جو میرے ربّ نے مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے جس نعمت کے ساتھ میرا استقبال اور مہمان نوازی کی گئی وہ چاول کی روٹی اور مچھلی تھی۔

اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ آج تو اپنی خواہش کے مطابق بغیر کسی حساب کے مزے سے کھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں ”جو عمل تم ایامِ گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو“ ۔

سوال۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ اکثر اوقات فاقے سے رہتے تھے اور جب انہیں کھانے کو کچھ ملتا تو بہت کم کھانے پر اکتفاء کر لیتے تھے۔ تو یہ بات ذہنوں میں ابھرتی ہے کہ بزرگوں

کی اس طاقت اور شدید بھوک و پیاس برداشت کرنے کی قوت کا مدار و مبنیٰ کیا تھا؟ اور ظاہری اسباب میں وہ کونسا سبب تھا جس کی وجہ سے وہ اتنی مشقتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے؟

جواب ۔ اس سوال کا جواب واضح ہے اور ہر مسلمان ادنیٰ غور کرنے سے وہ علّت و سبب معلوم کرسکتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے بزرگ ان تکالیف اور مشقتوں کو خوشی خوشی برداشت کرتے تھے۔

وہ علّت و سبب ہے حبُّ اللہ، حبِّ جنت اور حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔

پس عشق ہی عاشق کیلئے ان مشکلات و مشقتوں کو نہایت آسان کر دیتا ہے جو محبوب و معشوق تک پہنچنے کیلئے راستے میں درپیش ہوتی ہیں۔

آخرت کی فکر و محبت اولیاء اللہ کے دلوں پر اتنی غالب ہوتی ہے کہ انہیں نہ تو دنیاوی سہولتوں اور مسرتوں کے حصول کا خیال ہوتا ہے اور نہ خدا کی راہ میں آنے والی تکالیف و مشقتوں کا ڈر ہوتا ہے۔

ہائے افسوس ...... آج مسلمانوں میں بلند مقام والے عارفین، ایمانی سوز و گداز والے واصلین اور خدا کی راہ میں ہر مشقّت کو راحت اور ہر تکلیف کو آرام سمجھنے والے اہل اللہ بہت کم ہیں۔ بہارِ اسلام کا دور گزر گیا ہے۔ اب اسلام کی خزاں کا دور ہے۔

قطعِ راہِ عشق بھی کیا ہر کسی کا کام ہے
ہر طرف کانٹے بچھے ہیں ہر قدم پر دام ہے
اب کہاں وہ دن کہاں وہ ساقیٔ گلفام ہے
اب بجائے دورِ ساغر گردشِ ایام ہے

ہے بس اب بلبل یہی تمہیدِ زندان و قفس
بستۂ زنجیر مَیں ہوں تُو اسیرِ دام ہے
اے دلِ ناکام ہاں ہمت نہ ہرگز ہارنا
ہے وہی تو کامیابِ عشق جو ناکام ہے
ساری دنیا کا ہمیں آرام بھی تکلیف تھا
اب ترے در پر ہمیں تکلیف بھی آرام ہے
اے دل! اس دار و رسن ہی سے وہاں پہنچے گا تُو
لے لپک کر یہ کمندِ بام ہے وہ بام ہے

برادرانِ اسلام ! مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی دولت ایمانِ کامل ہے۔ نیز ان کے لئے سب امور سے زیادہ نفع بخش سرمایہ عبادت اور فکرِ آخرت کا سرمایہ ہے۔

آجکل اکثر مسلمانوں کے دلوں میں اس دولت کی محبت اور اس سرمائے کا شوق بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بیشمار آفات و مصائب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے قلوب کو محبتِ عبادت و فکرِ آخرت کے انوار سے منور فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۷

محترم دوستو ! آخرت کی مسرّتیں اتنی اعلیٰ ہیں کہ ان کے حصول کیلئے دنیا کی مختصر زندگی میں تکالیف اور مشقّتوں کا احساس نہیں ہوسکتا، بشرطیکہ دل حبّ آخرت و حبِّ خدا و حبِّ رسول سے معمور ومخمور ہو۔

دنیاوی امور کا حال دیکھیں۔ دنیاوی مقاصد میں کامیابی کیلئے لوگ کتنی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک پادری کا واقعہ پیشِ خدمت ہے جو کہ نہایت سبق آموز و عبرت انگیز ہے۔

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تصوف اور معرفت ایک عیسائی پادری سے سیکھی جس کا نام ابوسمعان تھا۔

وہ پادری تارکِ دنیا تھا۔ جنگل میں ایک عبادت خانے میں وہ بڑی مدت سے بھوکا پیاسا رہتا تھا۔ اس پادری کا قصہ بڑا عبرت انگیز و تعجب خیز ہے۔

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس راہب سے پوچھا کہ تو کب سے یہاں رہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ستر سال سے اس عبادت خانے میں رہتا ہوں۔

میں نے پوچھا کہ تیرا طعام و خوراک کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ ہر رات چنے کا صرف ایک دانہ کھاتا ہوں (یعنی چوبیس گھنٹوں میں چنے کا صرف ایک دانہ میرا طعام ہے)۔

میں نے اس سے پوچھا کہ چنے کا ایک دانہ تو نہایت قلیل چیز ہے۔ اتنے قلیل طعام پر تو کیسے گزارہ کرتا ہے اور اس کا باعث کیا ہے؟

قال : ترى الدير بحذائك ؟ قلت : نعم . قال : إنهم يأتونى في كل سنةٍ يومًا واحدًا . فيزيّنون صومعتي و يطوفون حواليها و يعظِّمونى بذلك . فكلّما تثاقلتُ نفسى عن العبادة ذكّرتُها تلك الساعةَ .

و أنا أحتمل جهدَ سنةٍ لعِزّ ساعةٍ . فاحتمل يا حنيفيّ جهدَ ساعةٍ لعزّ الأبد . فوقّر في قلبي المعرفة . حليه ج۸ ص۲۹ .

یعنی " اس راہب نے مجھے کہا کہ آپ وہ سامنے گرجا اور اس کے ساتھ آبادی دیکھ رہے ہیں ؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ راہب نے کہا کہ اس آبادی والے لوگ سال میں صرف ایک مرتبہ میرے پاس آکر میرے اس عبادت خانے کو سجاتے ہیں۔ عقیدت و محبت کی وجہ سے وہ اس عبادت خانے کے گرد طواف کرتے ہیں اور میری بیحد تعظیم کرتے ہیں۔

اس لئے جب کبھی میرا نفس عبادت کرنے سے بوجھل ہو جائے یعنی عبادت کیلئے تیار نہ ہو تو میں اس کو سال کی وہ ایک ساعت جس میں لوگ میری خوب تعظیم و تکریم کرتے ہیں یاد دلاتا ہوں۔ میں اس ایک

ساعت کی عزت کی خاطر سارا سال مشقت برداشت کرتا ہوں۔

لہٰذا اے حنیفی (اے مسلمان) ! آپ اس دنیوی زندگی کی ایک ساعت (آخرت کے مقابلے میں یہ پوری زندگی ایک ساعت ہے) میں آخرت کی دائمی زندگی کیلئے مشقت برداشت کریں۔ ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ راہب کی اس نصیحت سے میرے دل میں معرفت اللہ کی عظمت پیدا ہوئی "۔

اس قصے کا حاصل یہ ہے کہ وہ پادری صرف اس لئے تارکِ دنیا بنا ہوا تھا اور محض اس لئے وہ شب و روز اپنے عیسائی دین کے مطابق بے فائدہ ریا والی عبادت میں لگا رہتا تھا اور صرف اس لئے سارا سال بھوکا رہتا تھا اور چوبیس گھنٹوں میں چنے کے صرف ایک دانے پر گزارہ کرتا تھا کہ عیسائی لوگ سال میں صرف ایک دن اس پادری کے عبادت خانے کے پاس جمع ہوکر اس کے عبادت خانے کے ارد گرد اس پادری کی توقیر و تعظیم کی خاطر طواف کرتے تھے۔ اور یہ اجتماع تقریباً ایک دو ساعت تک رہتا تھا۔

تو اس ایک ساعت یا ایک روز کے اجتماعِ عوام و خواص اور ان کے طواف کی خاطر وہ راہب سارے سال کی تکالیف اور مشقتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہتا تھا۔

پھر اس راہب نے ابراہیم بن ادہمؒ کو کتنی قیمتی نصیحت کی کہ اے ابراہیم ! آپ تو مسلمان ہیں۔ آخرت کی ابدی مسرت و عزت پر آپ کا ایمان ہے۔

لہٰذا اے مسلم! آپ میری اس حالت سے یہ سبق حاصل کریں کہ آخرت کی ابدی عزت و لافانی مسرت کی خاطر نہایت خندہ پیشانی سے عبادت اللہ و ذکر اللہ و ترکِ لذاتِ دنیا کی مشقت و محنت برداشت کرنی چاہیئے۔ یہ دنیاوی زندگی نہایت مختصر ہے۔ یہ ایک ساعت کی طرح جلد گزر جائیگی اور پھر آپ کو ابدی عزت و مسرت حاصل ہو جائیگی۔

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ اس پادری ابو سمعان نے مجھے کہا کہ میں آپ کو اپنے مذہب والوں کے نزدیک اپنے معزز و مکرم ہونے کے بارے میں مزید معلومات سے باخبر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس نے مجھے کہا کہ آپ میرے صومعہ سے اتر کر نیچے کسی ایسی جگہ پر کھڑے ہو جائیں جہاں دور سے ان لوگوں کو آپ نظر آئیں۔

قال ابراهيم : فنزلتُ فأدلىٰ لي رِكوةً فيها عشرون حمصةً . فقال لي : اُدخل الديرَ فقد رأوا ما أدليتُ إليك .

یعنی " ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں اس عبادت خانے سے نیچے اتر کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ اس پادری نے اپنا لوٹا نیچے میری طرف لٹکایا جس میں چنے کے بیس دانے تھے اور مجھے کہا کہ آپ اس گرجے والی آبادی میں چلے جائیں کیونکہ آبادی والوں نے وہ چیز دیکھ لی ہے جو میں نے آپ کی طرف لٹکائی ہے۔

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں اس گرجے والی آبادی میں داخل ہوا۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ اے حنیفی مسلمان! ہمارے شیخ راہب نے اوپر سے کیا چیز آپ کو لٹکا کر دی ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ اس نے

اپنے قُوت و طعام یعنی چنوں میں سے بیس دانے چنے کے اس برتن میں ڈال کر میری طرف لٹکائے ہیں۔

قالوا : وما تصنع به ؟ نحن أحقّ به . قالوا : ساوِمْ . قلتُ : عشرين دينارًا . فأعطوني عشرين دينارًا .

یعنی " لوگوں نے کہا کہ آپ ان بیس دانوں کو کیا کریں گے۔ ہم ان دانوں کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ہم سے منہ مانگی قیمت لے کر یہ دانے ہمیں دیدیں۔ ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان دانوں کی بیس دینار قیمت چکائی۔ انہوں نے وہ بیس دینار اسی وقت مجھے دیئے اور چنے کے دانے مجھ سے خرید لئے "۔

ابراہم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں واپس شیخ راہب کے پاس آیا۔ راہب نے پوچھا کہ اے حنیفی! ان چنوں کا آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ مجھ سے ان لوگوں نے تیرا تبرک سمجھتے ہوئے چنوں کے وہ بیس دانے بیس دینار کے بدلے خرید لئے۔

قال : أخطأتَ . لوساومتَهم عشرين ألفًا لأعطوك . هذا عِزُّ من لا يعبده . فانظر كيف يكون عِزُّ من يعبده . يا حنيفي ! أقبل على ربّك و دعِ الذهاب و الجيأة . حليه ج۸ ص۲۹ .

یعنی " راہب نے کہا کہ آپ سے بھول ہوگئی۔ اگر آپ ان دانوں کی قیمت بیس ہزار دینار بھی لگاتے تو وہ لوگ آپ کو بیس ہزار دینار بھی دیدیتے۔

اس راہب نے کہا کہ اے حنیفی! یہ اس آدمی کی عزت و تکریم کا حال ہے جو اللہ کی عبادت نہیں کرتا تو جو آدمی اللہ تعالی کی عبادت کرتا ہے اس کی عزت کا کیا حال ہو گا۔ اے حنیفی (مسلمان)! آپ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ اس کی عبادت کیجئے اور اِدھر اُدھر بے فائدہ آنا جانا ترک کر دیجئے (یعنی بے مقصد گھومنا پھرنا ترک کر دیجئے)"۔

برادران کرام! عزت، ترقی اور اسبابِ مسرات اللہ تعالی کے اختیار و قبضہ میں ہیں۔ اس لئے جو کچھ مانگنا ہو خدا تعالیٰ ہی سے مانگیں۔ خواجہ عطار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

از خدا خواہ آنچہ خواہی اے پسر نیست در دستِ خلائق خیر و شر
بندگاں را نیست ناصر جز اِلٰہ یاری از حق خواہ و از غیرش مخواہ
غیر حق را ہر کہ خواہد اے پسر کیست در عالم ازو گمراہ تر

(۱) "اے بیٹے! جو کچھ مانگنا ہے خدا تعالی سے مانگ کیونکہ مخلوق میں سے کسی کے قبضے میں خیر و شر نہیں ہے۔

(۲) بندوں کا ناصر و مددگار خدا تعالی کے سوا کوئی نہیں۔ پس مدد صرف خدا تعالی سے مانگنی چاہئے نہ کہ غیر اللہ سے۔

(۳) جو شخص غیر اللہ سے مدد کا طالب ہو، عالم میں کوئی اس سے زیادہ خطا کار نہیں ہے"۔

یہ جہانِ رنگ و بو فانی ہے۔ اس میں ہر قسم کی راحتیں اور مسرتیں سانس کی طرح جلد گزرنے والی چیزیں ہیں۔ مگر افسوس...... کہ اس بے ثباتی کے باوجود لوگ زلفِ دنیا کے شیدائی اور اسیر ہیں۔

حرصِ دنیا کے خیالات کو دھوکا پایا
غور جب ہم نے کیا سانس کو دنیا پایا
دامِ تقریر بتاں سے حذر اے اہلِ نظر
بخدا میں نے تو ہر لفظ کو پھندا پایا
جس کے ہر پیچ میں سو دامِ بلا ہیں اکبؔر
ایک عالَم کو اُسی زلف کا شیدا پایا

اولیاء اللہ کے دل اللہ و رسول کی محبت سے مخمور ہوتے ہیں اور اسی محبت کی برکت سے وہ دنیا میں اللہ تعالی کی رضا اور جنتی مسرات حاصل کرنے کی خاطر بھوک و پیاس اور دیگر تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔

وہ ان تکالیف میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان پر خوفِ خدا تعالی کا غلبہ ہوتا ہے اور موت ہر وقت ان کے ذہن میں مستحضر رہتی ہے اور وہ ہر روز یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید آج کا دن ہماری زندگی کا آخری دن ہو۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ قدیم کتبِ الٰہیہ وصحفِ سماویہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مرّ نبيٌّ من الأنبياء على عابدٍ في كهف جبلٍ . فمال إليه فسلَّم عليه . فلمّا ردّ عليه السلامَ قال له النبي عليه السلام : يا عبدا لله ! منذ كم انتَ ههنا ؟ قال : منذ ثلاثمائة سنة .

قال : فمن أين معيشتك ؟ قال : من ورق الشجر . قال : فمن أين شرابك ؟ قال : من ماء العيون . قال : فأين تكون في الشتاء ؟ قال : تحت هذا الجبل .

قال : وكيف صبرك على العبادة ؟ قال : وكيف لا أصبر و إنما هو يومى الى الليل . و أمّا أمسِ فقد مضٰى بما فيه . و أمّا غدٌ فلم يأتِ . قال : فعجب النبيُّ عليه السلام من قوله " انما هو يومى الى الليل ". حليه ج٤ ص٦٥ .

یعنی " انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی نبی کا ایک عابد پر گزر ہوا جو ایک غار میں عبادت کیلئے رہائش پذیر تھے۔ وہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام اس عابد کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کہا۔ عابد نے سلام کا جواب دیا۔

اس نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے عابد سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے ! آپ کب سے اس غار میں عبادت کیلئے رہائش پذیر ہیں ؟ عابد نے جواب دیا کہ میں تین سو سال سے اس غار میں رہ رہا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کے کھانے کا کیا بندوبست ہے ؟ عابد نے جواب دیا کہ درخت کے پتے کھا کر گزارہ کرتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ پانی کہاں سے پیتے ہیں ؟ عابد نے جواب دیا کہ چشموں کا پانی پیتا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ سردیوں میں کہاں رہتے ہیں ؟ عابد نے جواب دیا کہ سردیوں میں اسی پہاڑ کے نیچے یعنی غار میں کسی محفوظ

جگہ رہتا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ اتنے عرصہ سے آپ نے اپنے آپ کو کس طرح عبادت کیلئے پابند کیا ہوا ہے؟ عابد نے کہا کہ میں کیسے اپنے آپ کو عبادت کیلئے پابند نہ کروں۔ میرے سامنے تو صبح سے رات تک فقط ایک ہی دن ہوتا ہے۔ کیونکہ جو دن گزر گیا سو وہ اپنے تمام حالات و واقعات سمیت گزر گیا اور آنے والا دن ابھی آیا نہیں (لہٰذا میرے سامنے تو فقط ایک ہی دن ہوتا ہے۔ اس ایک دن کی عبادت کیلئے اپنے آپ کو پابند رکھنا میرے لئے کیا مشکل ہے)۔

راوی کہتے ہیں کہ عابد کی یہ حکیمانہ بات سن کر وہ نبی بڑے حیران ہوئے کہ ''میرے سامنے تو صبح سے رات تک فقط ایک ہی دن ہوتا ہے''۔

اس واقعہ میں کئی باتیں قابل عبرت ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ عابد بہت بڑے عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے زاہد و تارکِ دنیا بھی تھے۔ اندازہ کریں کہ تین سو سال اتنی طویل مدت تک یہ عابد تمام انسانوں اور دنیا کی ہر لذت و مسرت سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑ کے ایک غار میں ذکر اللہ اور عبادت کیلئے گوشہ نشین رہے۔ تین سو سال نہایت طویل زمانہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ پورے تین سو سال تمام انواعِ طعام و غذا ترک کر کے صرف درختوں کے پتے کھاتے رہے اور انہی پر وہ گزارہ کرتے رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے بہت بڑی قربانی اور طویل و

مشکل صبر ہے۔ یعنی پورے تین سو سال درختوں کے پتے کھانے پر صبر وشکر کرتے ہوئے اللہ تعالی کی عبادت میں مگن رہے۔ نہ سردی کا خیال تھا اور نہ گرمی کی فکر۔ اللہ تعالی کی راہ میں وہ خوشی خوشی یہ تکالیف برداشت کرتے رہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ طویل مدت اس تصور اور اس یقینِ کامل کی برکت سے مختصر سمجھ کر کاٹی کہ ہر دن کو انہوں نے اپنی زندگی کا آخری دن سمجھا اور اپنے نفس کو ہر روز یہ دلاسہ اور یہ اطمینان دلاتے رہے کہ آج کا دن بس زندگی کا آخری دن ہے اور آج کی یہ تکالیف زندگی کی آخری تکالیف ہیں۔

گویا اپنے نفس سے یہ کہتے رہے کہ اے نفس ! صرف آج شام تک ہی تو تُو نے زندہ رہنا ہے۔ لہٰذا اے نفس ! صرف شام تک ہمت کر کے زندگی کی آخری مشقت جھیل لے۔ اے نفس ! یہ انتہائی مختصر مدت ہے۔ شام کو یہ زندگی ختم ہو جائیگی۔

یہ قناعت اور صبر وشکر کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ قناعت عظیم سعادت ہے۔ قناعتِ کامل شکر کی سیڑھی ہے۔ قناعت اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے، جسے حاصل ہو جائے وہ بہت بڑا غَنِی، شاکر و صابر ہے۔ آجکل صفتِ قناعت عنقا و ناپید ہے۔ لوگ حرصِ دنیا میں مبتلا ہیں۔

اڑا جاتا ہے رنگِ عاشقی گلزار ہستی سے
عجب کیا بلبلِ تصویر بھی اک روز عنقا ہو

اخرج ابونعیم في الحلية ج۱۰ ص۳۶۵ باسناده عن

ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : يا ابا هريرة ! كن وَرِعًا تكن أعبدَ الناس . و كُن قانعًا تكن أشكرَ الناس . و أحِبَّ للناس ما تحبُّ لنفسك تكن مؤمناً . و أحسِن مجاورة مَن جاوَرك تكُن مسلمًا . و أقلّ الضحكَ فانّ كثرة الضحك تُميت القلب .

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے نبی علیہ السلام نے حکمت ونصیحت کی یہ قیمتی باتیں ارشاد فرمائیں کہ اے ابوہریرہ ! تو تقویٰ اختیار کرلے اس طرح تو تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہوجائیگا۔ اور قناعت اختیار کرلے اس طرح تو تمام لوگوں سے زیادہ شکرگزار ہوجائیگا۔ اور لوگوں کیلئے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے اس طرح تو کامل مؤمن ہوجائیگا۔

اور اپنے پڑوسی سے حسنِ سلوک کر اس طرح تو کامل مسلمان ہوجائے گا۔ اور ہنسنا کم کردے کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو ماردیتا ہے (یعنی زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے) "۔

مذکورہ صدر بیان پر ایک فقہی مسئلے کی تفریع با توضیح بھی سن لیں۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرد کیلئے حالتِ اعتدال میں شادی کرنا اولیٰ ہے یا شادی نہ کرنا یعنی مجرد رہنا اولیٰ ہے۔ اس مسئلے میں ائمۂ کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ و جمہور علماءِ سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ شادی کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ سنتِ نبوی ہے۔

لیکن امام شافعیؒ و بعض ائمہ کا ایک قول ہے کہ تجرّد کی زندگی اولیٰ ہے۔ یعنی شادی نہ کرنا اولیٰ ہے۔

جانبین کے اَدلّہ شروحِ احادیث وکتبِ فقہ میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

یہ بندۂ عاجز حنفی ہے اور مسئلۂ ہذا میں بھی مسلکِ حنفی ہی کو اقویٰ سمجھتا ہے۔ تاہم بیانِ متقدم کے پیشِ نظر یہ بندہ ادلّۂ شافعیہ متعلقِ مسئلۂ ہذا میں ایک لطیف ومفید دلیل کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ مذاہبِ اربعہ برحق ہیں۔ ہر ایک مذہب پر صحیح طریقے سے عمل پیرا ہونا خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

وہ دلیل یہ ہے کہ قناعت واستغناء شیوۂ پیغمبری ہے اور یہ عظیم رحمتِ ربانیہ ونعمتِ رحمانیہ ہے۔ نیز یہ شکر وصبر کی داعی وموجب ہے اور ناشکری وحبِّ مال جیسی آفتوں سے مسلمان کو محفوظ رکھتی ہے۔

بہرحال قناعت مجمعِ خصالِ حمیدہ ومنبعِ اَخلاقِ سعیدہ ہے۔ اور وصفِ قناعت ، تجرّد اور ترکِ نکاح کی صورت میں قوی ہوتا ہے اور نکاح اور وجودِ عیال کی صورت میں یہ وصف ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

یعنی شادی شدہ اور عیال دار شخص میں وصفِ قناعت یا تو کمزور ہوتا ہے یا اس کے کمزور وضعیف ہونے کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔

بیوی اور اولاد کی ضروریاتِ زندگی کے پیشِ نظر وصفِ قناعت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے بلکہ عموماً ایسی صورت میں قناعت بالکل معدوم ہوجاتی ہے اور انسان حبِّ مال ایسی قبیح خصلت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اسی طرح عیالدار ہونا یعنی بیوی بچوں والا ہونا قناعت کے علاوہ

دیگر کمالات وحسناتِ اُخرویہ کیلئے بھی موجبِ ضعف و باعثِ نقصان ہے۔

یہی توضیح ہے اس حدیث کی جس میں نبی علیہ السلام نے اولاد کو مبخِّل، مجبِّن اور مجہِّل قرار دیا ہے۔ یعنی اولاد سخاوت کی بجائے بخل، جہاد میں شجاعت کی بجائے جبن (بزدلی) اور معاشرے میں حسنِ معاملات و بہتر تعلقات کی بجائے نزاع و جدال کا باعث ہے۔

قال ابوسلیمان الدارانی رحمه الله تعالی : العیالُ یضعّفون یقینَ الرجل . إنه إذا کانَ وحده فجاع قنع . و اذاکان له عیالٌ طلب لهم . واذا جاع الطالب فقد ضعف الیقین . حلیه ج۹ ص۲۶۰ .

یعنی " ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل و عیال آدمی کے یقین و توکل کو کمزور کر دیتے ہیں کیونکہ اکیلا آدمی جب بھوک میں مبتلا ہو تو وہ قناعت کر لیتا ہے لیکن جب وہ عیال دار ہو تو اہل و عیال کیلئے رزق طلب کرتا ہے اور طالبِ رزق کو جب فاقہ آجائے تو اس کا یقین و توکل کمزور ہو جاتا ہے "۔

کثرتِ اولاد و کثرتِ عیال سے عموماً سکونِ قلب سلب ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ بے قراری و پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ اہل و عیال کی حاجات کی کثرت سے ذہنی سکون ختم ہو جاتا ہے، یقین متزلزل ہونے لگتا ہے اور ہر وقت انسان سوچتا رہتا ہے کہ اب کیا ہو رہا ہے اور مستقبل میں کیا ہوگا۔

اس قسم کی افراتفری اور پریشان کن افکار و خیالات کا بیان ایک شاعر نے یوں کیا ہے۔

کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے
کوئی پا رہا ہے کوئی کھو رہا ہے
کوئی تاک میں ہے کسی کو ہے غفلت
کوئی جاگتا ہے کوئی سو رہا ہے
کہیں ناامیدی نے بجلی گرائی
کوئی بیج امید کے بو رہا ہے
اسی سوچ میں میں تو رہتا ہوں اکبرؔ
یہ کیا ہو رہا ہے یہ کیوں ہو رہا ہے

آجکل لوگ دنیاوی چیزوں اور دنیاوی فنون و علوم پر نازاں ہیں۔ سیم وزر کی کثرت پر شاداں ہیں۔ لیکن موت کے وقت پتہ چل جائیگا کہ یہ سب فریب تھا اور جہالت تھی ۔ نیز موت کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ طاعت ،ذکراللہ ، عبادت ،دینی باتوں اور نیک کاموں کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔

خالق ہی سے ملی ہے فطرت کی جو لڑی ہے
بینا وہی ہے جس کی اس پر نظر پڑی ہے

امورِ آخرت کے سوا کوئی چیز فخر اور ناز کے قابل نہیں۔ دنیاوی چیزیں فانی ہیں۔

ہر ایک سے سنا نیا فسانہ ہم نے — دیکھا دنیا میں اِک زمانہ ہم نے
اول یہ تھا کہ سیم و زر پہ تھا ناز — آخر یہ کھلا کہ کچھ نہ جانا ہم نے

مال و دولت کی کثرت پر خوش ہونے اور اس میں ایک دوسرے

سے مقابلہ کرنے کی بجائے طاعت و عبادت پر خوش ہونا چاہئے اور اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی اور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس سلسلے میں ایک حدیث شریف پیشِ خدمت ہے۔

عن معاوية بن قرة قال : قال ابو الدرداء رضی الله تعالی عنه : ليس الخيرُ أن يكثر مالُك و ولدُك . و لكنّ الخيرَ أن يعظم حلمُك ، ويكثر علمُك ، و أن تُبارِيَ الناسَ في عبادةِ اللهِ تعالى . فإن أحسَنتَ حمدتَ الله تعالى . و إن أسأتَ استغفرتَ الله عزوجل . حليه ج۱ ص۲۱۲ .

”معاویہ بن قرّہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ خیرِ کثیر یہ نہیں ہے کہ مال و اولاد و اسبابِ دنیویہ زیادہ ہوں بلکہ خیرِ کثیر یہ ہے کہ دینی دانائی زیادہ ہو، علم زیادہ ہو اور یہ کہ لوگوں کے ساتھ طاعت و عبادتِ خدا تعالی میں مقابلہ کیا جائے۔ یعنی عبادت میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز خیرِ کثیر یہ ہے کہ طاعت اور نیک کام کی بجا آوری پر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے اور گناہ سرزد ہوجانے پر اللہ تعالی سے مغفرت طلب کی جائے“۔

آخرت سے غافل اور دنیا کو مقصود بنانے والوں کے بارے میں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ رقّت انگیز اور رُلانے والا قول حلیۃ الاولیاء میں درج ہے۔

عن جعفر بن يرقان قال : بلغَنا انّ سلمانَ الفارسی رضی الله تعالى عنه كان يقول : أضحكَني ثلاثٌ و أبكاني

ثلاثٌ .

ضحکتُ من مؤمِّل الدّنیا و الموتُ یطلُبُه ، وغافلٍ لایغفل عنه ، و ضاحكٍ مِلءَ فیه لا یدرِی أمُسخِط ربّه أم مرضِیه .

و أبکانی ثلاثٌ . فراق الأحبّةِ محمدٍ و حِزبِه . و هولُ المطّلع عند غمراتِ الموت . والوُقوف بین یدی اللّٰهِ تعالی ربّ العالمین حین لا أدری إلی النار انصرَافي أم الی الجنّةِ . حلیة الاولیاء ج۱ ص۲۰۷ .

یعنی ” جعفر بن یرقانؒ کہتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تین قسم کے آدمیوں نے مجھے بڑا ہنسایا اور تین قسم کی چیزوں نے مجھے بہت رُلایا۔

جن تین اشخاص کی غفلت نے مجھے حیران کر کے ہنسایا وہ یہ ہیں۔

اول وہ شخص جو دنیا سے لمبی لمبی امیدیں وابستہ رکھے اور لمبی سکیمیں بنائے حالانکہ موت اسے طلب کر رہی ہے۔

دوم وہ شخص جو موت کے حملے سے غافل ہو اور غفلت سے زندگی گزار رہا ہو حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے۔

سوم وہ شخص جو ہر وقت ہنستا رہے اور قہقہے لگاتا رہے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس سے اللہ تعالی ناراض ہوں گے یا راضی۔

اور جن تین چیزوں نے مجھے بہت رُلایا وہ یہ ہیں۔

اول اپنے احباب یعنی محمد ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے

فراق اور موت نے۔

دوم حالتِ نزع اور حالتِ موت کے ہولناک منظر نے۔

سوم قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے سامنے حساب کیلئے کھڑا ہونے نے۔ جبکہ اس وقت مجھے یہ پتہ نہیں ہوگا کہ میرا انجام دوزخ ہے یا جنت"۔

ایک شاعر نے موعظت کی بڑی اچھی بات کہی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

روشن سینے میں شمعِ ایماں کردے
دل تیری طرف رہے وہ ساماں کردے
دنیا سے ہو بیخبر ترے شوق میں روح
یارب ہم سب پہ زیست آساں کردے

افسوس صد افسوس ...... کہ آج مسلمان صرف دنیاوی امور کیلئے تگ و دو میں مصروف ہیں۔ آخرت کی انہیں کچھ فکر نہیں۔ کسی شاعر نے یہی بات کہی ہے۔

اک روز بھی تارکِ تگ و دو نہ ہوئے
فارغ از بحثِ گندم و جَو نہ ہوئے
جمعیتِ دل کہاں حریصوں کو نصیب
ننانوے ہی رہے کبھی سَو نہ ہوئے

برادران اسلام ! میرے مذکورہ صدر مفصل بیان میں عبادت کرنے اور آخرت کی طرف زیادہ توجہ دینے کا ذکر تھا۔ لیکن یاد رکھیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ دنیا ترک کردیں۔ اہل و عیال اور جائیداد

وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرلیں اور شہروں سے نکل کر جنگلوں میں جا بیٹھیں۔

نہیں نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں اور نہ ہی یہ انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام کی تعلیم ہے۔ میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعلیمات سے متضاد باتوں کی ترغیب نہیں دے رہا۔

ہمارے نبی محمد ﷺ کی مقدس تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود آخرت ہے اور سب سے بڑا مطلوب رضائے خدا تعالی ہے۔ دنیا اور مال و دولت انسان کے اصلی مقاصد نہیں ہیں۔ یعنی مال و دولت وغیرہ دنیاوی چیزیں مقصود بالذات نہیں ہیں۔ مقصود بالذات صرف رضائے خدا تعالی ہے۔

میرے اس تفصیلی بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان دنیا کو مقصود بالذات نہ بنائیں۔ البتہ اہل و عیال سے محبت کرنا ، حلال مال کمانا ، تجارت کرنا اور جائیداد بنانا یہ سب امور جائز ہیں بلکہ ضروری ہیں۔ اہل وعیال کیلئے حلال مال اور حلال نفقہ حاصل کرنے کی غرض سے تجارت کرنا موجبِ اجر و ثواب ہے۔

دیکھئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نہایت پارسا اور زاہد و عابد تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ تجارت بھی کرتے تھے اور ان کی جائیدادیں بھی تھیں۔ معلوم ہوا کہ یہ کام شرع کے خلاف نہیں ہیں۔ البتہ صحابہ کرامؓ کی اصلی محبت اللہ و رسول سے تھی۔ ان کی حالت یہ تھی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اسی طرح اہل و عیال کیلئے پورے سال کا خرچ جمع کر کے رکھنا بھی توکل، زہد اور تقویٰ کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ سنت ہے اور بہتر بھی ہے کیونکہ اس طرح اس شخص کا دل عبادت کیلئے فارغ ہوگا اور اسے نان و نفقہ کے بارے میں اطمینان ہوگا۔

اطمینان بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائیں۔ اور دل کی پریشانی اور بے اطمینانی بہت بڑی آفت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔ آمین۔

اس سلسلے میں کئی احادیث و آثارِ صحابہؓ مروی ہیں۔

عن ابی غنیة قال : قال سلمان الفارسی رضی اللہ تعالی عنه : إنّ النفسَ إذا أحرزَت رِزقَها اطمأنّت . حلیه ج۱ ص۲۰۷ .

" ابو غنیہ کی روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رزق و نفقہ حاصل ہونے سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے "۔

اس قسم کی ایک مرفوع روایت بھی مروی ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه : کانت اموالُ بني النّضِير مما أفاءَ اللہ علی رسوله مما لم یوجِف المسلمون علیه بخیلٍ ولا رِکابٍ . فکانت لرسول اللہ ﷺ

خالصًا . فكانَ رسول الله ﷺ يعزِل نفقة أهله سنةً . ثم يجعل ما بقى في الكُراعِ و السّلاحِ عُدَّةً في سبيل الله .
اخرجه الترمذی ج۱ ص۲۴۲ .

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو نضیر (یہودِ مدینہ طیبہ کا قبیلہ جو مدینہ سے نکالا گیا تھا اور ان کی جائیداد مدینہ منورہ میں رہ گئی تھی) کے اموال اللہ تعالیٰ نے بطورِ غنیمت نبی ﷺ کو عطا فرمائے تھے کیونکہ یہ اموال مسلمانوں نے جنگ سے حاصل نہیں کئے تھے۔ سو یہ بحکمِ خدا تعالیٰ خاص نبی ﷺ کا حصہ تھے۔ تو نبی علیہ السلام ان اموال سے اپنے اہلِ خانہ کیلئے سال کا خرچ جدا کر دینے کے بعد جہاد کی تیاری کیلئے اسلحہ خریدتے تھے“۔

عن سالم مولى زيد بن صوحان قال : كنتُ مع مولایَ زيد بن صوحان في السّوقِ . فمرَّ علينا سلمان الفارسی رضی الله تعالى عنه وقد اشترى وسقًا من طعامٍ . فقال له زيد : يا أبا عبدالله ! تفعلُ هذا و أنتَ صاحب رسول الله ﷺ . فقال : إنّ النّفسَ إذا أحرزَت رِزقَها اطمأنّت و تفرَّغت للعبادة و أيس منها الوسواس . حليه ج۱ ص۲۰۷ .

”زید بن صوحان کے غلام سالم روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے آقا زید بن صوحان کے ساتھ بازار میں تھا۔ ہم پر سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ سلمانؓ نے بازار سے ایک وسق طعام (گندم

وغیرہ) خریدا تھا (ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ یعنی تقریباً پانچ مَن غلہ وغیرہ خریدا)۔

زید نے کہا اے سلمان! کیا آپ بھی ذخیرہ رکھنے کیلئے اتنے دانے (گندم وغیرہ) خریدتے ہیں؟ حالانکہ آپ تو صحابیٔ رسول ہیں (زید کا مطلب یہ تھا کہ گھر کے نفقہ کیلئے اتنا ذخیرہ رکھنا توکُّل و زہد کے خلاف ہے) تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نفس پورا رزق حاصل کرنے کے بعد مطمئن ہو کر عبادت کیلئے فارغ ہو جاتا ہے اور شیطانی وسواس اس سے دفع ہو جاتا ہے"۔

احباب عظام! صرف حلال مال کی طلب کرنی چاہئے اور حرام مال سے بچنا چاہئے۔ یہی خدا و رسول کا حکم ہے۔

جب حرام مال سامنے آئے تو اس سے بچنے کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ دو باتوں پر غور و فکر کریں۔

اول یہ کہ قبر کی تنگی، اس کی تاریکی اور تنہائی اور اس تنہائی میں نکیر ومنکر کے سخت سوالات کو یاد کریں اور یہ سوچیں کہ یہی حرام مال قبر کی ان سختیوں کا سبب ہوگا۔

دوم یہ سوچیں کہ حلال مال سے تو دولتمند بننا درست ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن حلال مال نہ ملنے کی صورت میں غریب ومفلس ہونا اللہ و رسول کے نزدیک ذلت کا باعث نہیں بلکہ عزت کا باعث ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فقیرانہ زندگی گزارتے تھے۔

دولتمند ہونا اور وہ بھی حرام مال سے یہ اللہ و رسول کے نزدیک

کوئی اعزاز نہیں ہے بلکہ باعثِ ذلت ہے۔

دیکھئے۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء کرامؒ کی زندگیاں عموماً فقر وغربت والی زندگیاں ہوتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن قارون، فرعون، ہامان، شداد، نمرود اور دیگر کفار بڑے دولتمند تھے۔ معلوم ہوا کہ دولتمند ہونا کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے بلکہ سب سے بڑا اعزاز تقویٰ اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

حضرات کرام! سب سے بڑی سعادت ایمان، اسلام، قناعت اور نیک اعمال ہیں۔ کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس بروزِ قیامت نورِ ایمان، نورِ قناعت، نورِ عبادت اور نورِ اعمالِ صالحہ کا بہت بڑا سرمایہ اور وافر ذخیرہ موجود ہو۔

قناعت نہیں ہے تو ایمان رخصت
عبادت نہیں تو مسلمان رخصت

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام مال سے بچائیں اور حلال رزق پر قناعت کی نعمت سے نوازتے ہوئے نیک اعمال کی توفیق بخشیں۔ آمین ثم آمین۔

باب ۱۸

عزیزانِ کرام ! قناعت ، صبر اور رضا بقضاء اللہ نہایت مبارک اَوصاف ہیں۔ اِن اوصافِ مبارکہ سے کسی مسلمان کا متّصف ہونا بہت بڑی سعادت اور بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن ہمارے اس بیان کا یہ مقصد نہیں کہ انسان تحصیلِ مال کے تمام ذرائع سے دست کش ہوکر گھر بیٹھ جائے اور قناعت کا یہ معنی سمجھ لے کہ حلال مال کی تحصیل کی کوشش ترک کرنا بھی قناعت کا لازمی شعبہ ہے۔

از روئے شریعت حلال مال حاصل کرنے کیلئے کوشش کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعلیمات میں حلال مال کے حصول کی نہی و منع وارد نہیں ہے بلکہ کئی احادیث مبارکہ میں حلال مال کے کسب کی تعریف و مدح مروی ہے۔ کیونکہ حلال مال کے ذریعہ مسلمان کئی دینی امور واہم اسلامی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند اہم احادیثِ مبارکہ واقوالِ سلف صالحین پیشِ خدمت ہیں۔

عن کعب رحمہ اللہ تعالی قال : قال لقمان لابنہ : یا بنیّ ! إذا افتقرتَ فافزع الی ربّك وحده فادعُه وتَضرَّع

اليه و اسأله من فضله و خزائنه فانّه لا يملكه غيره . و لا تسألِ الناسَ فتهُون عليهم ولا يردّون عليك شيئاً . اصلاح المال لابن ابی الدنیا ص۳۵۹ .

"حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو نصیحت و وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بیٹے! جب تو افلاس و فقر میں مبتلا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر اور اسی سے اپنی حاجت براری کی دعا مانگ۔ اور اسی کے سامنے عاجزی کر اور اسی سے اس کے فضل اور رزق کے خزانوں کا سوال کر۔

کیونکہ اس کے سوا کوئی اور رزق کا مالک نہیں۔ اور لوگوں کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلا ورنہ تو اُن کے سامنے ذلیل و رسوا ہو جائیگا اور وہ تجھے کچھ بھی نہیں دیں گے"۔

حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنا چاہیئے اور افلاس و غربت دور کرنے کیلئے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگوں سے سوال کرنا اور مال مانگنا موجبِ ذلّت و اہانت ہے۔

سوال کی ذلّت اور اہانت سے بچنے کا ایک طریقہ تو توکُّل علی اللہ ہے لیکن یہ طریقہ اختیار کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ توکُّل علی اللہ ولایت کا نہایت اعلیٰ درجہ ہے۔ ہر شخص کو ولایت کا یہ اعلیٰ درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

سوال کی ذلّت و اہانت سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان

خود محنت کرے اور تحصیلِ مال کے ذرائع تلاش کرے۔ تحصیلِ مال کے ذرائع بہت سے ہیں۔ ان میں سے ایک ذریعہ تجارت ہے۔ اسی طرح زراعت، محنت اور مزدوری بھی تحصیلِ مال کے ذرائع میں سے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت " أنفقوا من طيّبٰت ما كسبتم " کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ما كسبتم" سے تجارت مراد ہے۔ " أنفقوا من طيّبٰت ما كسبتم " کا ظاہری مفہوم و ترجمہ یہ ہے کہ " (اے مؤمنو!) تم (خدا کی راہ میں) خرچ کرو اس پاکیزہ مال میں سے جو تم نے کمایا ہے "۔ اصلاح المال لابن ابی الدنیا ص۲٤۳ .

وعن ابی عبدالله البصری رحمه الله تعالى قال : قال رسول الله ﷺ : مَن بات وانياً مِن طلب الحلال بات والله عنه راضٍ . اخرجه ابن ابی الدنیا في اصلاح المال ص۲٤۲ .

" حضرت ابو عبد اللہ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جس آدمی نے اس حال میں رات گزاری کہ وہ طلبِ مالِ حلال کی وجہ سے تھکا ہوا تھا تو اس نے اس حال میں رات گزاری کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی تھا "۔

اس حدیثِ مبارک سے یہ بات واضح ہوئی کہ طلبِ مالِ حلال کے سلسلے میں تھکان موجبِ رضائے خدا تعالیٰ ہے۔

واخرج الطبرانی في الاوسط مرفوعاً : من أمسٰى

كالاً من عمل يده أمسٰى مغفورًا له . مجمع الزوائد ج٤ ص٦ . و الترغيب ج٢ ص٥٢٤ . و عزاه في الجامع ج٥ ص١٨٠ لابن عساكر عن انس رضى الله تعالى عنه .

یعنی ” نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جس شخص نے شام کی اس حالت میں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کسبِ مال کی وجہ سے تھکا ہوا تھا تو اس نے شام کی اس حال میں کہ وہ بخشا جاچکا تھا “ ۔

اس حدیث مبارک سے یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کمانا اور مال حاصل کرنا باعثِ مغفرت ہے۔ مغفرت بہت بڑی سعادت ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کمانے سے یہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔

و اخرج ابن ابی الدنيا في اصلاح المال ص٢٤٠ عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال : ذكر شابٌّ عند النبي ﷺ زاهدًا و ورعًا فقال النبي ﷺ : إن كانت له حرفة .

” حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے ایک نوجوان کے زہد و تقویٰ کا ذکر ہوا۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کاش وہ کسبِ مال کا بھی کوئی ذریعہ اختیار کرتا (یعنی وہ نوجوان کامل زاہد اور کامل متقی اس وقت ہوگا جب وہ کسبِ معاش بھی کرے) “ ۔

یہی حدیث شریف شیخ ابن عبد ربہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب عقد فرید

(ج ۲ ص ۱۹۵ اور ص ۲۳۵) میں بایں الفاظ ذکر کی ہے۔

ذُكر رجلٌ عند النبي ﷺ بالاجتهاد في العبادة و القوّة على العمل وقالوا : صحبناه في سفرٍ فما رأينا بعدك يا رسولَ الله أعبدَ منه . كان لا ينفتل في صلاة ولا يفطر من صيام . قال النبي ﷺ : فمن كان يمونه و يقوم به ؟ قالوا : كلُّنا . قال : كلّكم أعبد منه . و في رواية : فمن كان يَمهَن له و يكفله ؟ قالوا : كلُّنا . قال : كلّكم أفضل منه .

یعنی " نبی علیہ السلام کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا جو عبادت میں اورعملِ صالح میں بڑی کوشش اور بڑی قوت صرف کرتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کے بارے میں بتایا کہ یا رسول اللہ ! ہم نے ایک سفر میں اس شخص کی رفاقت اختیار کی۔ ہم نے آپ کے بعد کسی شخص کو اس آدمی سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا۔ نہ وہ نماز پڑھتے پڑھتے تھکتا تھا اور نہ اس نے کسی دن روزہ ترک کیا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کے کھانے پینے کا انتظام کون کرتا تھا اور کون اس کا کفیل تھا؟

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ہم سب اس کے کفیل تھے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم سب لوگ اس شخص سے زیادہ عبادت گزار ہوئے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ

اس شخص کی ضروریات کا کفیل کون تھا؟ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کیا کہ ہم سب اس کے کفیل تھے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم سب اس شخص سے افضل ہوئے"۔

اس حدیث شریف میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے صراحۃً یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا عابد اور سب سے افضل وہ شخص نہیں ہے جو مسلسل عبادت میں مشغول رہتے ہوئے اپنی مالی ضروریات کا بوجھ غیر پر ڈالے اور اَغیار سے نان ونفقہ و دیگر مصارف حاصل کرے۔

و اخرج ابن ابی الدنیا عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ قال : یا حبّذا المال . أَصِل منہ رَحمی و أتقرّب الی ربّی .اصلاح المال ص۱۹۰ .

" حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کا ارشاد ہے کہ حلال مال بڑی اچھی اور عمدہ چیز ہے کیونکہ میں اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہوں اور اللہ تعالی کا قُرب حاصل کرتا ہوں۔ (یعنی حلال مال اگر رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے تو اس سے قرابت داری مضبوط ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کیا جائے تو اس سے اللہ تعالی کا قُرب حاصل ہوتا ہے)"۔

و عن الزبیر بن العوام رضی اللہ تعالی عنہ قال : انّ المال فیہ صنائع المعروف و صِلة الرحم و النفقة في سبیل اللہ و عَونٌ علی حسن الخلق . و فیہ مع ذلک شرف الدنیا و لذّتھا . اصلاح المال ص۱۹۱ .

" حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے کہ حلال مال

نیکیوں کا ذریعہ ہے، صلہ رحمی کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے تقرُّب الی اللہ کا وسیلہ ہے اور مکارمِ اخلاق کیلئے مددگار ہے۔ (یعنی مالِ حلال کے ذریعہ آدمی دیگر لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آتا ہے) اور اس کے ساتھ ساتھ حلال مال دنیوی شرافت، آرام اور راحت کا ذریعہ بھی ہے"۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قیمتی قول میں حلال مال کے پانچ محاسن و فوائد کا ذکر ہے۔

اوّل یہ کہ کئی نیک کام مال کے ذریعہ مکمل ہوتے ہیں۔

دوم یہ کہ صلہ رحمی اس کے ذریعہ بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔

سوم یہ کہ یہ تقرُّب الی اللہ کا یعنی صدقات و خیرات کا ذریعہ ہے۔

چہارم یہ کہ کئی نیک و اعلیٰ اخلاق مثل سخاوت، جود و کرم، خدمتِ اَحباب اور اعانتِ فقراء مال کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں۔

پنجم یہ کہ مال دنیوی شرافت و راحت کا بہترین ذریعہ ہے۔

و عن سفيان الثورى رحمه الله تعالى قال : المال في هذا الزمان سلاحُ المومن . اصلاح المال ص۱۸۱ . و عقد فريد ج۲ ص۳۳۷ . واخرجه ابونعيم في الحلية ج۶ ص۳۸۱ بلفظ : كان المال فيما مضى يُكره . فأمّا اليوم فهو تُرس المؤمن . و أورده المزى في تهذيب الكمال ج۱ ص۵۱۳ و الذهبي في السير ج۸ ص۲۴۱ .

" حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِس زمانہ میں حلال

مال مؤمن کیلئے اسلحہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اور حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ پہلے زمانہ میں مال کو ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا مگر آج کے دور میں حلال مال مؤمن کیلئے ایمانی و روحانی ڈھال ہے "۔

وعن سعيد بن المسيّب رحمه الله تعالى يقول : لا خير فيمن لا يريد جمع المال مِن حلّه يكفُّ به وجهَه عن الناس و يَصِلُ به رحِمَه و يُعطي منه حقَّه . اخرجه ابونعيم في الحلية ج۲ ص۱۷۳ و ابن ابى الدنيا في اصلاح المال ص۱۷۱ . و اورده الذهبي في السير ج٤ ص۲۳۸ .

" حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو حلال طریقے سے مال حاصل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ حلال مال کے ذریعہ آدمی اپنی ذات کو لوگوں کے الزامات سے بچا سکتا ہے۔ اور حلال مال کی بدولت صلہ رحمی کرسکتا ہے اور حلال مال ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرسکتا ہے "۔

الغرض حلال مال حاصل کرنا اور جمع کرنا شرعاً جائز و مباح ہے۔ تاہم حرص ، طمع ، لالچ اور حبِّ مال خطرناک باطنی امراض میں سے ہیں۔ ان امراض سے اجتناب کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ حلال مال کی حرصِ شدید بھی بسا اوقات انسان کو آفات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ لہٰذا حرص سے اور حبِّ مال سے بچنا ایک مؤمن کے لئے نہایت ضروری ہے۔

بھائیو ! حرصِ مال و حبِّ مال تباہی اور حسرت کے اسباب ہیں۔

موت کے وقت حقیقتِ حال پوری طرح عیاں ہو جائیگی۔ اس وقت انسان روتے ہوئے افسوس کرے گا لیکن آہ...... آہ...... اس وقت رونے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ایسی حالت کے بارے میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خانۂ امید آتا ہے نظر اُجڑا ہوا
دل کو حیرت ہے کہ یا اللہ کیا تھا کیا ہوا
کیا کسی بزمِ اَلَم میں ہوں مَیں اے ساقی شریک
آنکھ بھی روئی ہوئی ہے دل بھی ہے تڑپا ہوا

وہ اہل اللہ کتنے دانا اور کتنے خوش نصیب ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے تعلق رہیں۔

بزمِ ہستی میں مرے پیشِ نظر کیا کچھ نہ تھا
دیکھتے ہی دیکھتے لیکن جو دیکھا کچھ نہ تھا
بے تعلق منزلِ ہستی سے گزرا دل مرا
اس کی نظروں میں سزاوارِ تمنا کچھ نہ تھا

ایک اور شاعر نے کس خوبی سے مال و دولت اور دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے۔ کہتا ہے۔

کروں کیا غم کہ دنیا سے ملا کیا ۔۔۔ کسی کو کیا ملا دنیا میں تھا کیا
رہا مرنے کی تیاری میں مصروف ۔۔۔ مرا کام اور اس دنیا میں تھا کیا
وہی صدمہ رہا فرقت کا دل پر ۔۔۔ بہت روئے مگر اس سے ہوا کیا
وہاں قالوا بلی ، یاں بُت پرستی ۔۔۔ ذرا سوچو ، کہا کیا تھا ، کیا کیا

احباب کرام ! باطنی امراض کے علاج اور دل کی اصلاح کے لئے بزرگوں کے واقعات ، احوال اور حکایات نہایت مفید ہیں۔ بزرگوں کے واقعات و احوال بہت رقّت انگیز وسبق آموز و دل پذیر ہوتے ہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز میخواں قصہٴ پارینہ را

یعنی " اگر اپنے سینے کے داغہائے محبتِ خدا و رسول کو تازہ رکھنے کی خواہش و آرزو ہو تو کبھی کبھی گذشتہ بزرگوں کے قصے پڑھا کر "۔

اسلاف کرام کے ایمان افروز احوال و واقعات پڑھنے کے فوائد و منافع بہت زیادہ ہیں۔ یہ فوائد و منافع مختلف الاقسام والانواع ہیں۔

اوّل ۔ بطورِ محبت بزرگوں کا تذکرہ موجبِ نزولِ رحمتِ ربانیہ ہے۔ بعض ائمہٴ کرام کا قول ہے وبذکرھم تتنزل رحمۃ اللّٰہ تعالی .

دوم ۔ ان کے ذکر سے ذاکرین واہلِ مجلس کے قلوب منوّر ہوتے ہیں۔

سوم ۔ ان کے تذکرے سے شوقِ آخرت و فکرِ عقبٰی میں اضافہ ہوتا ہے۔

چہارم ۔ دل میں حبّ اللہ کے جذبے کو تقویت پہنچتی ہے۔ اہل اللہ خدا تعالی کے محبّین ہیں اور اللہ تعالی ان کے محبوب و مطلوب ہیں۔ محبوب و محبّین کے بلند احوال اور ایمان افروز معاملات سامعین و ذاکرین کے قلوب میں موجود محبت کیلئے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔

پنجم ۔ سامعین و ذاکرین کے دلوں میں نبی علیہ السلام کی محبت

میں مزید اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک اللہ تعالی کے بعد نبی علیہ السلام محبوبِ اعلیٰ ہیں۔

ششم۔ سامعین کے قلوب میں نبی علیہ السلام کی شریعت و تعلیماتِ مبارکہ کی شان و عزت بڑھ جاتی ہے کیونکہ اہل اللہ کا بلند مرتبہ شریعتِ محمدیّہ و تعلیماتِ نبویّہ کے مطابق زندگی گزارنے کا مرہون ہے۔

ہفتم۔ عبادت کا شوق اور ولولہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اہل اللہ کو عبادت کی وجہ سے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔

ہشتم۔ شوقِ عبادت کے علاوہ مشقّتِ عبادت و محنتِ ذکر اللہ آسان بلکہ محبوب و مطلوب بن جاتی ہے کیونکہ بزرگوں کو عبادت و ذکر اللہ کی مشقّتیں برداشت کرنے کی وجہ سے بزرگی ملی ہوتی ہے۔

نہم۔ بزرگوں کے ایمان افروز احوال و واقعات دہرانے سے ان بزرگوں سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر ان سے محبت کا رابطہ پہلے سے موجود ہو تو اس محبت میں زیادتی نمودار ہوتی ہے۔ اور یہ محبت سعادۃِ دارین ہے۔ حدیث شریف ہے۔ المرءُ مع من أحبّ . یعنی "ہر شخص قیامت کے دن اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا"۔

دہم۔ بزرگوں کے تذکرے سے چونکہ حبِ آخرت و فکرِ عقبیٰ میں اضافہ ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کا ذکر حبِ دنیا کا بہترین علاج ہے۔ یعنی ان کے تذکرے سے حبِ دنیا یا تو بالکل ختم ہوجائیگا یا وہ کافی حد تک کم ہوجائیگا اور یہ علاج عظیم ثمرہ اور بہت بڑا فائدہ ہے۔

یازدہم۔ تجربہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ بزرگوں کے احوال و

واقعات سننے سے گویا بقاءِ آخرت و دوامِ عقبٰی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوازدہم۔ اہل اللہ کے تذکرے سے آخرت کے مقصود و مطلوب اعلیٰ ہونے کا اور دنیا کے مردود و غیر مقصود ہونے کا یقین ہوجاتا ہے اور علم الیقین عین الیقین اور عین الیقین حق الیقین ہوجاتا ہے۔

کیونکہ عند اللہ بزرگوں کی محبوبیت اور اَعلی مراتبِ قرب پر فائز ہونے کا مدار یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو فانی سمجھتے ہوئے ٹھکرایا اور آخرت کو باقی و دائم سمجھتے ہوئے اسے مقصودِ اعلیٰ و مطلوبِ اقصیٰ بنایا۔

سیزدہم۔ ان کے ذکرِ خیر سے اس غم و ہمّ میں بے حد اضافہ ہوتا ہے جو اللہ و رسول کے نزدیک ممدوح، محمود، محبوب، مطلوب، موجبِ قربِ خدا تعالی اور مدارِ مراتبِ اخرویّہ ہے ۔ اس غم و ہمّ کا ذکر اس مشہور حدیث شریف میں ہے۔

من جعل همومه همًّا واحدًا همَّ الآخرة كفاه الله همومه .

یعنی "جو شخص تمام غموں کو رد کرتے ہوئے ایک غم یعنی غمِ آخرت کو مقصود اعلیٰ بنالے اللہ تعالی اس کے تمام غموں کے کفیل ہوجاتے ہیں"۔

چہاردہم۔ اولیاء اللہ کے تذکرے سے اللہ تعالی کے قرب و تعلق کے عجیب و غریب ثمرات و برکات و فوائد کا یقین بلکہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

کیونکہ اہل اللہ کی کرامتوں اور برکتوں کا مدار اللہ تعالی کا قرب و

تعلق مع اللہ ہے۔

پانزدہم۔ اسلاف کرام وارثینِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور انبیاء کی طرح وارثینِ انبیاء علیہم السلام بھی اہلِ ایمان کے محبوبین ہیں۔ پس مذکورہ صدر منافع و فوائد سے قطع نظر صرف تاریخی اعتبار سے بھی وارثینِ انبیاء علیہم السلام کے احوال پر اطلاع حاصل کرنا اہم علمی شعبہ ہے۔

شانزدہم۔ بزرگوں کے احوال و واقعات پڑھنے سے قوتِ نظریّہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ تجربہ اس کا شاہدِ عدل ہے۔

کیونکہ تجربہ ہے کہ صالحین کے عارفانہ احوال پڑھنے کے بعد قوتِ نظریّہ اعتقادیّہ میں اس طرح طاقت اور تازگی ہویدا ہوتی ہے جس طرح پژمردہ پودوں میں آبیاری کے بعد تروتازگی ظاہر ہوتی ہے۔

ہفدہم۔ صالحین کے احوالِ طیبہ و اعمالِ صالحہ و مجالسِ عالیہ کے تذکرے سے قوّتِ نظریہ علمیہ اعتقادیہ کی تقویت کے علاوہ قوّتِ عملیّہ کو بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔

یعنی عملِ طاعات و حسنات کے جذبہ و شوق میں بے پناہ اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس سلسلے میں سستی و کاہلی جیسی خطرناک آفت کا بھی ازالہ ہوتا ہے۔ طاعات میں کسل یعنی کاہلی و سستی کے خطرناک ہونے کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ نبی علیہ السلام عموماً اس سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

اللّٰھم انّی اعوذُبِك من العجز و الکسل ”اے اللہ! میں آپ کی نصرت کے ذریعے عجز اور سستی سے پناہ مانگتا ہوں“۔

پس صالحین کے واقعات کے ذکر سے کسل یعنی کاہلی کا ازالہ ہو جاتا ہے یا اس میں کمی آجاتی ہے۔

اس لئے کہ بزرگوں کے مراتبِ عالیہ و ولایتِ کاملہ و قربِ خدا تعالیٰ کا مدار یہ امر تھا کہ قوّتِ نظریّہ کی طرح ان کی قوّت عملیّہ بھی بڑی کامل واعلیٰ و جامع تھی۔ اور قوت عملیّہ کی تکمیل و جامعیت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس سلسلے میں ہر قسم کے کسل و سستی سے اجتناب کرتے تھے اور ان کا جذبۂ طاعات و شوقِ عبادات نہایت شدید و قوی تھا۔

ہژدہم۔ صالحین کے ایمان افروز احوال و واقعات سننے سے ایمانداروں کا ایمان زیادہ اور تازہ ہوتا ہے۔ و اذا تلیت علیهم آیٰته زادتهم ایماناً . انفال، آیت ۲۔

نہدہم۔ اولیاء اللہ کے بلند احوال و ایمان افروز واقعات سے شکر پر صبر کی یعنی شاکر پر صابر کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

بالفاظ دیگر ان کے پاکیزہ احوال اس بات کی دلیل ہیں کہ فقیرِ صابر کا درجہ غَنِیِ شاکر سے اعلیٰ ہے کیونکہ اکثر اولیاء اللہ فقراء و مساکین ہی ہوتے ہیں اور فقر ہی وصفِ نبوی ہے نہ کہ غِنا۔ نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا الفقرُ فخری۔

بستم۔ اہل اللہ کے عجیب وغریب و عبرت انگیز واقعات و حکایات سے بڑی عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ فاعتبروا یٰاُولی الابصار . حشر۔ آیت ۲۔ لقد كان في قصصهم عبرةٌ لأولى الألباب . یوسف۔ آیت ۱۱۱۔

بست و یکم ۔ خوفِ خدا تعالیٰ کے بلند ثمرات و بیش بہا نتائج دیکھنے، پڑھنے اور سننے سے خوفِ خدا کی عظمت کا علم الیقین بلکہ حق الیقین حاصل ہوتا ہے اور یہ یقین موجبِ اطمینان و سکون ہے۔ اسی اطمینان و سکون کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں **قال بلی ولکن لیطمئنّ قلبي** ۔ بقرہ۔ آیت ۲۶۰۔

ان احوال سے خوفِ خدا تعالیٰ کی عظمت کا یقینی علم اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ بزرگوں پر خوفِ خدا کا غلبہ ہوتا ہے اور عموماً خوفِ خدا ہی ان کی عبادت، ذکر اللہ اور تقویٰ کا باعث و داعی ہوتا ہے۔ **ولمن خاف مقام ربّہ جنّتٰن** ۔ رحمٰن۔ آیت ۴۶۔

بست و دوم ۔ بزرگوں کے احوالِ طیبہ و واقعاتِ غریبہ سے دنیا و آخرت میں صالحین کے زہد و ترکِ دنیا کے اعلیٰ ثمرات و اعلیٰ نتائج پر تفصیلی اطلاع حاصل ہوتی ہے کیونکہ بزرگوں کی بزرگی و ولایت کا مدار زہد و ترکِ دنیا ہے۔

بست و سوم ۔ متقین و صالحین کے حیران کن و سبق آموز احوال و واقعات آیتِ "**انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم**" کے مضمون کی صحت و تصدیق کی واضح دلیل پر مشتمل ہوتے ہیں کیونکہ ان احوالِ طیبہ و واقعاتِ عالیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین اللہ عزوجل کے نزدیک بڑے مکرم و محترم ہیں۔

بست و چہارم ۔ صالحین کے کئی احوال و واقعات از قبیلِ کرامت یا متعلق بہ کرامت ہوتے ہیں۔ پس ان واقعات کے مطالعہ سے

کرامتِ اولیاء اللہ کے صحیح و صادق ہونے کے بارے میں اطمینانِ قلبی حاصل ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

بست و پنجم۔ اولیاء اللہ کے کئی اقوال و احوال و واقعات باعتبارِ معنی و مضمون نہایت مفید وعظ و اہم نصیحت پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور وعظ و نصیحت مطالبِ عالیہ و مقاصدِ نافعہ میں سے ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ نصیحت و وعظ پر عمل کرنا چاہئے اگرچہ وہ دیوار پر مکتوب ہو۔

مثلاً کتابوں میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں درج ہے کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی کے نگینے پر یہ نصیحت کندہ کرائی تھی۔ کفی بالموت واعظًا . یعنی "موت سب سے بہتر واعظ یعنی نصیحت کرنے والی ہے"۔

موت اور فنائے دنیا کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جہانِ فانی کی حالتوں پر بہت توجہ عبث ہے، بھائی
جو ہو چکا ہے وہ پھر نہ ہوگا جو ہو رہا ہے وہ ہو چکے گا

کتابِ اخبار الاَخیار للشیخ عبدالحق رحمہ اللہ (ص ۲۶۹) میں مشہور صوفی شیخ طریقت حسین بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۹ھ کی یہ قیمتی نصیحت والی رباعی درج ہے۔

فسق است و فجور کار ہر روزۂ ما پُرشد ز حرام کاسۂ و کوزۂ ما
مے خندد روزگار و مے روید عُمر بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

(۱) یعنی "ہمارے دن بھر کا مشغلہ فسق و فجور ہی ہے۔ اور ہمارا لوٹا اور پیالہ دونوں حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔

(۲) زمانہ ہماری بداَعمالیوں اور غفلت پر ہنس رہا ہے اور عمر ہماری ریا

والی طاعت، نماز اور روزے پر رو رہی ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی انگوٹھی کے نگینے پر کندہ قول باوجود مختصر ہونے کے نہایت زرّیں پند و وعظ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

مذکورہ صدر بیان کا حاصل یہ ہے کہ یہ دنیاوی زندگی سانس کی طرح مختصر ہے اور جلد ختم ہونے والی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس...... کہ لوگ غفلت میں مبتلا ہیں۔ دنیا کی رنگینی کے دام میں گرفتار ہیں۔

ترکِ دنیا کے خیالات کو دھوکا پایا
غور جب ہم نے کیا سانس کو دنیا پایا
دامِ تقریرِ بُتاں سے حذر اے اہلِ نظر
بخدا میں نے تو ہر لفظ کو پھندا پایا
جس کے ہر پیچ میں سو دامِ بلا ہیں، بھائی
ایک عالَم کو اُسی زلف کا شیدا پایا

بست و ششم۔ آیت " ان تنصروا اللہ ینصرکم " میں اللہ عزوجل نے اہل اللہ و اہلِ حق کی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

پس بزرگوں کے احوال و واقعات خصوصاً وہ واقعات و احوال جن میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق و فضل و غیبی نصرت کا ذکر یا اشارہ ہو اللہ عزوجل کی غیبی نصرت کے واضح مظاہر اور روشن مواقع ہیں۔ بلا ریب ان مظاہر پر مطلع ہونے سے اللہ تعالیٰ کے وعدۂ نصرت کے یقینی ہونے میں شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بست و ہفتم ۔ کتابِ ہذا میں اس کے موضوع کی مناسبت سے اہل اللہ کے وہ احوال و حکایات و واقعات درج ہیں جن میں رزقِ حرام سے اجتنابِ شدید اور صرف رزقِ حلال پر اکتفاء یا رزقِ حلال میں سے صرف قوتِ لایموت پر قناعت کا ذکر ہے۔

پس ان واقعات واحوال سے موضوعِ کتابِ ہذا کی منقبت وعظمت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔

کیونکہ اولیاء اللہ کی ولایت و کرامات و احوالِ طیبہ و ایمان افروز واقعات کا مدار رزقِ حلال پر قناعت کرنا ہے۔ بلکہ بعض اولیاء کرام کے مناصب باطنیہ عالیہ و مراتبِ روحانیہ فائقہ اس امر پر مبنی ہوتے ہیں کہ وہ رزقِ حلال میں سے صرف قوتِ لایموت پر گزارہ کرتے ہیں۔ اور ولایتِ اولیاء اللہ کے مدار و بنیاد کا علم حاصل ہونا بہت بڑا فائدہ اور عظیم سعادت ہے۔

بست و ہشتم ۔ اولیاء اللہ کے ایمان افروز احوال و واقعات و کرامات کے تذکرے سے خیر و نیکی کے اچھے نتیجے اور شر و بدی کے برے انجام کی تصدیق ہوتی ہے۔

بالفاظِ دیگر ان واقعات کے ذکر سے اہلِ دنیا کے طریقۂ زندگی پر اہل اللہ کے طریقۂ زندگی کی برتری وعظمت و افضلیت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔

اہل اللہ کے اقوال و احوال ایمان افروز ہوتے ہیں۔ وہ پند، ہدایت، موعظت، ارشاد، دعوت الی اللہ اور نصیحت کے قبیل سے ہوتے

ہیں اور اہلِ دنیا کے احوال و واقعات ایسے نہیں ہوتے۔

غور کیجئے۔ اہلِ دنیا میں بلند تر منصب والے یعنی تاج و تخت والے بادشاہ دنیا سے چل بسے۔ قبروں میں مدفون ہو کر خاک میں مل گئے۔ نہ ان کا کوئی محبّ و عقیدتمند رہا اور نہ محبت سے کوئی ان کی قبروں کی زیارت کرنے والا رہا۔ ان کا نام بطورِ عبرت لیا جاتا ہے نہ کہ بطورِ محبت و عقیدت۔ نیز مسلمان ان کے نام کے ساتھ دعا کا التزام نہیں کرتے۔

موت کے بعد بادشاہوں کی حالت کے بارے میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ یہ ابیات اہلِ دل کے رُلانے کیلئے کافی ہیں۔

اب خاک پہ ہیں کل تخت پہ تھے اِک زیست کی حالت وہ بھی تھی
اللہ کی قدرت یہ بھی ہے اللہ کی قدرت وہ بھی تھی
پریاں بھی لگاوٹ کرتی تھیں اب دیو بھی ہم سے کھچتے ہیں
فطرت کی صورت یہ بھی ہے فطرت کی صورت وہ بھی تھی

لیکن اولیاء اللہ کا حال و مقام اہلِ دنیا کے برخلاف ہے۔ وہ یقیناً اپنی قبروں میں تختوں پر اور باغیچوں میں ہونگے۔ عام مسلمان بلکہ خواص بھی ان کی قبروں کی زیارت کو سعادت سمجھتے ہیں۔ بطورِ محبت و عقیدت ان کا نام لیتے ہوئے ان کے لئے دعا کا التزام کرتے ہیں۔

موت کے بعد قبروں میں فقراء و اہل اللہ کے عالیشان مقام و مرتبہ کے پیشِ نظر مذکورہ صدر اشعار کو یوں پڑھنا چاہئے۔

اب تخت پہ ہیں کل خاک پہ تھے اِک زیست کی حالت وہ بھی تھی
اللہ کی قدرت یہ بھی ہے اللہ کی قدرت وہ بھی تھی

اب حوریں اُلفت کرتی ہیں کل ہم سے زمانہ کھچتا تھا
قدرت کی نشانی یہ بھی ہے قدرت کی نشانی وہ بھی تھی

موت کے بعد اہلِ دنیا کے برے اور اہل اللہ کے اچھے انجام کا ذکر ایک شاعر نے نہایت رقّت انگیز اسلوب میں یوں کیا ہے۔

کیا پا گئے جو حرص کے کوچے میں سگ رہے
وہ کیا بُرے رہے کہ جو اس سے الگ رہے
دینی جگہ سے تم نہ ہٹو گو ہوں گردشیں
ایسے رہو کہ جیسے انگوٹھی میں نگ رہے
اکبؔر انہیں کو لذّتِ یادِ خدا ملی
سمجھے جو کافری کو اور اس سے الگ رہے

عزت و عظمت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اہلِ دنیا کی عزت و عظمت چند روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عجز و طاعت و عبادت والے تعلق کی وجہ سے اہل اللہ کی عزت و شرافت و عظمت دائمی ہے۔

انسان فقط عجز و دعا ہی کے لئے ہے
جو عزت و عظمت ہے خدا ہی کے لئے ہے

اللہ عزوجل اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمانوں کو دینی و اُخروی عزت، عظمت اور شرافت سے ہمکنار فرمائیں۔ آمین۔

باب ۱۹

دوستو اور بھائیو! بابِ سابق میں مذکور اٹھائیس وجوہِ شریفہ و فوائدِ لطیفہ سے واضح ہوا کہ اسلافِ کرام کے اقوال و احوال و واقعات کے تذکرے میں بہت زیادہ فوائد و منافع ہیں۔ آگے ہم اسلاف کرام کے چند ایمان افروز احوال و واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ابراھیم بن یزید تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور محدث گزرے ہیں۔ وہ بڑے عابد، زاہد اور صاحبِ کرامات ولی اللہ تھے۔ وہ مشہور محدث امام اَعمش شیخِ سفیان ثوری کے شیخ تھے۔ ان کے بہت سے عارفانہ مواعظ، حکیمانہ نصائح اور ایمان افروز واقعات کتبِ سوانح میں مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وہ فاقے والی زندگی گزارتے تھے۔ طویل مدت تک ان کے فاقے برداشت کرنے کے واقعات بڑے عجیب و غریب اور حیران کن ہیں۔

عن الأعمش قال: کان ابراھیم التیمی رحمہ اللہ تعالی اذا سجد تجئ العصافیر تستقرّ علی ظھرہ کأنہ جذم حائطٍ. حلیہ ج۴ ص۲۱۲.

”حضرت اَعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابراھیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ جب

سجدہ کرتے تو چڑیاں آکر ان کی پیٹھ پر بیٹھ جاتیں اور ان کی حالت ایسی ہوتی تھی گویا کہ ٹوٹی ہوئی دیوار کا بقیہ حصہ ہے"۔

ابراہیم تیمیؒ کے بارے میں کتبِ تاریخ میں درج ہے کہ وہ کئی مرتبہ ایک ایک ماہ یا دو دو ماہ تک بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ یعنی ایک ایک ماہ یا دو دو ماہ تک بغیر کچھ کھائے پیئے رہتے تھے۔

عن الأعمش قال : قلت لابراهيم التيمى : بلغني أنك تمكث شهرًا لا تأكل شيئًا . قال : نعم ، و شهرَين . ثم قال : ما أكلتُ منذ أربعين ليلةً إلاّ حبّةَ عنَب ناولنيها أهلي . فأكلتُها ثم لفظتُها . حليه ج٤ ص٢١٣ .

یعنی "اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم تیمیؒ سے پوچھا کہ آپ کے بارے میں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک ایک ماہ تک آپ کچھ بھی نہیں کھاتے؟ ابراہیم نے فرمایا کہ ہاں۔ بلکہ بعض مرتبہ دو دو ماہ تک میں کچھ نہیں کھاتا۔

پھر فرمایا کہ میں نے چالیس راتوں سے سوائے انگور کے ایک دانے کے کچھ نہیں کھایا جو مجھے گھر والوں نے دیا۔ میں نے وہ انگور کا دانہ کھا تو لیا لیکن پاخانے کے ذریعے وہ دانہ بھی فورًا پیٹ سے خارج ہوگیا (یعنی اس سے میرا پیٹ خراب ہوا اور دست آنے لگے، جیسا کہ ایک دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے)"۔

یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک شخص بغیر کچھ کھائے پیئے ایک ایک ماہ دو دو ماہ گزارتا ہے۔

ابراہیم تیمیؒ جیسے بزرگوں کے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت کا بدر مستور ہوتا تھا۔ عشقِ عبادت و ذکر اللہ سے ان کے سینے مخمور ہوتے تھے۔ اس عشقِ ایمانی کی برکت سے وہ ایک ایک ماہ دو دو ماہ تک بغیر کچھ کھائے پیئے نہ صرف زندہ رہتے تھے بلکہ تمام معمولات زندگی بھی بہتر طور پر سرانجام دیتے تھے۔ یہ اس عشقِ آخرت کا نتیجہ اور محبتِ عبادت و ذکر اللہ کا ثمرہ تھا۔

عشقِ خدا و رسول کے انوار سے منور دل تکالیف اور مشقتوں میں بھی شاداں ہوتا ہے۔

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سُرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہالِ غم جسے دل کہیں وہ ہری رہی

عشقِ آخرت بڑی نعمت و سعادت ہے۔ کسی مسلمان کے دل میں یہ عشق جتنا کامل و اکمل ہوگا اتنا وہ آخرت کے اعلیٰ مراتب و منازل سے ہمکنار ہو سکے گا۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

عن الاعمش قال : سمعتُ ابراهيم التيمي يقول : مكثتُ ثلاثين يومًا ما طعِمت طعامًا و لا شربت شرابًا إلاّ حبّة عِنبٍ أكرهني عليها أهلي . و قال : ما كنت امتنع من حاجة أريدها .

یعنی '' اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم تیمیؒ کو یہ فرماتے ہوئے

سنا کہ تیس دن تک نہ میں نے کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا سوائے انگور کے ایک دانے کے جس کے کھانے پر مجھے گھر والوں نے مجبور کیا۔ اور یہ بھوک و پیاس میرے لئے کسی کام میں رکاوٹ نہ بنی (یعنی جسم میں کوئی ایسی کمزوری واقع نہ ہوئی جس کی وجہ سے میں کام کاج نہ کرسکتا) ‘‘۔

اس دوسری روایت کے آخر میں ایک بڑی اہم بات کی تصریح ہے۔ وہ یہ کہ طویل مدت تک بھوک و پیاس میرے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔

عزیزان کرام ! ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور اس قسم کے دیگر اسلافِ عظام کا تعلق مع اللہ کتنا قوی تھا۔ فکرِ آخرت میں ان کے استغراق کا یہ حال تھا کہ کئی دنوں کی بھوک و پیاس کا انہیں احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

یہ تو ہمارے اسلاف کا حال تھا۔ دوسری طرف اِس زمانے کے مسلمانوں کا حال آپ حضرات کے سامنے ہے۔ آجکل مسلمان غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ دنیا سرائے فنا کی فانی مسرتوں اور فریب دہندہ رنگینیوں میں ان کے دل الجھے ہوئے ہیں۔

ایک شاعر نے اس موضوع سے متعلق کتنے رقّت انگیز اور رُلانے والے اشعار کہے ہیں۔

ہے دو روزہ قیامِ سرائے فنا ، نہ بہت کی خوشی ہے نہ کم کا گِلا
یہ کہاں کا فسانۂ سود و زیاں ، جو گیا وہ گیا جو ملا وہ ملا
نہ بہار جمی نہ خزاں ہی رہی ، کسی اہلِ نظر نے یہ خوب کہا
یہ کرشمۂ شانِ خدا ہی ہیں ، کبھی خاک اڑی کبھی پھول کھلا

نہیں رکھتا میں خواہشِ عیش و طرب، یہی ساقی دہر سے بس ہے طلب
مجھے طاعتِ حق کا چکھا دے مزا نہ کباب کھلا نہ شراب پلا
ہے فضول یہ قصۂ زید و بکر، ہر اِک اپنے عمل کا چکھے گا ثمر
کھو ذہن سے فرصتِ عُمر ہے کم، جو دلا تو خدا ہی کی یاد دِلا

و عن الاعمش قال : قال لی ابراهيم التيمى : ربما اتى علىّ الشهرُ ما أزيد على شربةٍ من ماءٍ . قال : قلت : شهر ؟ قال : نعم ، و شهرَين . حليه ج٤ ص٢١٤ .

یعنی " اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابراہیم تیمیؒ نے مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ مجھ پر ایسا مہینہ بھی آیا کہ میں نے اس پورے مہینے میں کچھ نہ کھایا۔ البتہ پورے مہینے میں صرف ایک مرتبہ کسی وقت پانی کا ایک گھونٹ پی لیا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ پورا مہینہ آپ نے یوں گزارا؟ تو ابراہیم تیمیؒ نے فرمایا کہ ہاں۔ بلکہ بعض دفعہ میں نے دو دو ماہ بھی ایسے گزارے ہیں (جن میں کچھ کھائے بغیر کسی وقت میں نے پانی کا صرف ایک گھونٹ پی کر گزارہ کیا) "۔

الغرض ابراہیم تیمیؒ کے احوال و واقعات خصوصاً طویل مدت تک بھوکے اور پیاسے رہنے کے احوال اور کرشمے نہایت غریب و نادر ہیں۔ اس سلسلے میں وہ امتِ محمدیہ کے اولیاء اللہ میں بے مثال ولی اللہ ہیں۔ ان کے واقعات سن کر حیرت ہوتی ہے۔ ان کے بہت سے احوال تصوّرِ عقل سے بلند تر ہیں۔

و في قوت القلوب ج۱ ص۷ : وقد كان ابراهيم

التيمى رحمه الله تعالى مكث أربعة أشهر لم يطعم طعامًا ولم يشرب شرابًا . فلعله بعد الرؤيا ، والله أعلم .

"کتاب قوت القلوب میں ہے کہ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے پورے چار چار ماہ نہ کچھ کھاتے تھے اور نہ پیتے تھے۔ شاید ان کے یہ کرشمے ایک مبارک خواب کے مرہون ہیں"۔

بہرحال کئی علماء کہتے ہیں کہ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس قوّت کا سبب ایک مبارک خواب تھا جو انہوں نے دیکھا تھا۔ اس خواب میں ابراہیم تیمیؒ نے جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی پھل بھی کھایا تھا اور جنتی پانی بھی پیا تھا۔ جنتی پھل کھانے والے اور جنتی پانی پینے والے شخص کو بھوک اور پیاس نہیں لگ سکتی۔

اس خواب والے واقعہ کی روایت ابراہیم تیمیؒ سے ان کے تلمیذ مشہور فقیہ و محدث امام اعمشؒ نے بھی کی ہے اور کرز بن وبرہؒ وغیرہ نے بھی کی ہے۔ کرز بن وبرہؒ ابدال میں سے تھے۔ کرز بعض بزرگوں کے واسطے سے ابراہیم تیمیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اس ایمان افروز خواب کی تفصیل یہ ہے۔ کرز بن وبرہؒ ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم تیمیؒ نے فرمایا۔

كنتُ جالسًا في فناء الكعبة و أنا في التهليل و التسبيح و التحميد . فجاءني رجل فسلّم عليّ و جلس عن يميني . فلم أر في زماني أحسن منه وجهًا ، ولا أحسن منه ثيابًا ، ولا أشدّ بياضًا . و لا أطيب ريحًا .

یعنی " میں ایک دن خانہ کعبہ کے قریب ذکر اللہ میں مشغول بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی میرے پاس آیا۔ سلام کہنے کے بعد وہ میری دائیں جانب بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس جیسے حسین چہرے والا، خوبصورت لباس والا، سفید و جمیل رنگ والا اور اعلیٰ خوشبو والا انسان کبھی نہیں دیکھا تھا "۔

فقلت : یا عبداللّٰہ ! مَن أنت ؟ و مِن أین جئت ؟ فقال : أنا الخضر . فقلت : في أیّ شيءٍ جئتَني ؟ قال : جئتُك للسّلام علیك و حبًّا لك في اللہ عزّوجلّ .

یعنی " میں نے کہا۔ اے خدا کے بندے ! تم کون ہو؟اور کہاں سے آئے ہو ؟ اس نے کہا میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے کہا آپ میرے پاس کس مقصد کیلئے تشریف لائے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا کہ میں صرف آپ پر سلام کہنے کے لئے آیا ہوں کیونکہ مجھے آپ سے لِلّٰہ و فی اللہ محبت ہے "۔

اس کے بعد خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس ذکر اللہ کا ایک نہایت مبارک وظیفہ ہے۔ میں وہ وظیفہ آپ کو بطورِ ہدیہ دینا چاہتا ہوں۔ اس مبارک ہدیہ سے متعلق گفتگو کی تفصیل یہ ہے۔

قال : وعندی هدیّة أرید أن أهدیها إلیك . فقلت : ما هی ؟ قال : هی أن تقرأ قبل طلوع الشمس و تبسّطها علی الارض و قبل أن تغرب سورةَ الحمد سبع مرّات ، و قل اعوذ بربّ الناس سبع مرّات ، و قل اعوذ بربّ

الفلق سبع مرّات ، و قل هو الله احد سبع مرّات ، و قل يٰأيها الكٰفرون سبع مرّات ، و آية الكرسى سبع مرّات .

و تقول : " سبحان الله و الحمد لله و لا إلٰه إلاّ الله و الله اكبر " سبع مرّات . و تصلّى على النبي ﷺ سبع مرّات . و تستغفر لنفسك و لوالديك و ما توالدا و لأهلك وللمؤمنين و المؤمنات الاحياء منهم و الاموات سبع مرّات .

یعنی " خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابراہیم تیمی ! میں آپ کو روحانی و اخروی برکات واجر و ثواب والا ایک ہدیہ دینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا وہ ہدیہ کیا ہے اوراس کی توضیح کیا ہے ؟

خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ ہدیہ ذکراللہ کا مبارک وظیفہ ہے۔ اس وظیفے و ہدیے کی توضیح و تفصیل یہ ہے۔

کہ آپ ہمیشہ سورج کے طلوع و غروب سے کچھ قبل یہ سورتیں پڑھیں۔ سورت الحمدللہ سات مرتبہ ، سورت قل اعوذ بربّ الناس سات بار ، سورت قل اعوذ بربّ الفلق سات بار ، سورت قل ہو اللہ احد سات بار ، سورت قل یا ایہا الکافرون سات مرتبہ اور آیت الکرسی سات بار۔

پھر یہ دعا سات دفعہ پڑھیں سبحان الله والحمدلله ولا إلٰه إلاّ الله والله اكبر . پھر درود شریف سات مرتبہ پڑھیں۔

پھر سات بار طلبِ مغفرت کریں اپنے لئے ، اپنے والدین کیلئے ، والدین کی سب اولاد کیلئے ، اپنے اہلِ بیت و خاندان کیلئے اور سب مسلمان

مردوں اورعورتوں کیلئے خواہ وہ مسلمان زندہ ہوں یا مردہ "۔

و تقول : اللّھم یا ربّ ! افعل بی و بھم عاجلاً و آجلاً في الدین و الدنیا و الآخرۃ ما أنت له أھلٌ و لا تفعل بنا یا مولایَ ما نحن له أھلٌ ۔ إنّك غفور حلیم جواد کریم رؤف رحیم ۔ سبع مرات ۔ و انظر أن لا تدع ذلك غدوۃً و عشیّۃً ۔

یعنی " پھر مذکورہ صدر لوگوں کیلئے یہ دعا خاص طور پر سات دفعہ مانگیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

" اے اللہ ! اے میرے ربّ ! میرے ساتھ اوران مذکور لوگوں کے ساتھ حال میں بھی اور مستقبل میں بھی ، دینی امور میں بھی اور دنیاوی امورِ میں بھی ، آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی وہ معاملہ فرمائیں جس کے آپ اہل و لائق ہیں۔

اے اللہ ! ہمارے ساتھ وہ برتاؤ اور وہ معاملہ نہ فرمائیں جس کے ہم لائق ہیں (کیونکہ ہم تو گنہگار ہونے کی وجہ سے عذاب کے اہل ہیں)۔ اے اللہ ! آپ غفور ہیں ، حلم والے ہیں ، سخی ہیں ، کرم والے ہیں ، مہربانی والے ہیں اور رحم والے ہیں "۔

اے ابراہیم تیمی ! یاد رکھئے۔ صبح و شام یہ وظیفہ کبھی بھی نہ بھولئے (یعنی ہمیشہ کیلئے اس وظیفے کو پڑھئے) "۔

ابراھیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ مبارک وظیفہ وعطیہ آپ کو کس نے دیا ہے ؟

خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عطیہ و وظیفہ مجھے محمد ﷺ نے عنایت فرمایا ہے۔ ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خضر علیہ السلام سے اس وِرد کے ثواب کی تفصیل پوچھی۔

خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابراہیم تیمی! آپ محمد ﷺ سے ہی بوقتِ زیارت و ملاقات اس کے فضائل و ثواب کی تفصیل دریافت کرلیں۔ وہ اس کے ثواب و فضائل سے آپ کو آگاہ فرمادیں گے۔

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد میں نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ فرشتوں کی ایک جماعت میرے پاس آئی۔ اس نے مجھے جنت میں داخل کیا۔

میں نے جنت کے حسین قصور و محلات، دلربا و دلفزا جمیل مناظر، دلکش و روح افزا باغات، دائرۂ عقل و فکر سے بلند تر محاسن و مجالس، تصور سے بالا عجیب و غریب زیبائش و آرائش، وہم و خیال کی رسائی سے برتر خوبصورت مقامات اور قیاس و گمان کی حدودِ پرواز سے بلند تر اور فائق تر مختلف الانواع نظاروں کا مشاہدہ کیا۔

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ جنتی باغات، محلات اور مقامات کس کیلئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ ہر اس شخص کیلئے ہیں جو آپ جیسا عبادت گزار اور نیک اعمال والا ہو۔

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے مجھے جنت کا پھل بھی کھلایا اور جنت کا شراب (پانی وغیرہ) بھی پلایا۔

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ جنت میں فرشتوں سے میری اس گفتگو

کے دوران ہمارے نبی علیہ السلام تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ ستر انبیاء علیہم السلام بھی آپ کے ساتھ تھے اور فرشتوں کی ستر صفیں بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ ہر صف طول میں مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی تھی۔

نبی علیہ السلام نے مجھے سلام کہا اور بطورِ شفقت و محبت میرا ہاتھ پکڑا۔

و أخذ بیدی فقلت : یا رسول اللہ ! إنّ الخضر أخبرنی أنـه سمع منك هذا الحدیث .

یعنی ” نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! خضر علیہ السلام نے آپ سے سنی ہوئی اس حدیث (مذکورہ صدر وِردِ مسبّعات مع فضائل و مناقب والی حدیث) کی روایت کی ہے (کیا یہ صحیح ہے ؟) “ ۔

فقال علیه السلام : صدق الخضر ، صدق الخضر ، و کلُّ ما یحکیه فهو حقّ . و هو عالم أهل الأرضِ . و هو رئیس الأبدال . و هو من جنود اللہ عزّوجلّ في الارض .

یعنی ” نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ خضر (علیہ السلام) سچے ہیں ، خضر (علیہ السلام) سچے ہیں۔ خضر (علیہ السلام) جس حدیث کی بھی روایت کرتے ہیں وہ حق ہے۔ خضر (علیہ السلام) اہلِ ارض میں یعنی زمین والوں میں بہت بڑے عالم ہیں۔ وہ ابدال و اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔ وہ زمین پر جنود اللہ (اللہ تعالی کے مبارک لشکر اور افواج) میں سے ہیں “ ۔

فقلت : یا رسول اللہ ! فمَن فعل هذا و لم یر مثل

الذی رأیت في منامی هل یعطٰی مما أعطِیتُه ؟

یعنی " ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ! جوشخص یہ وِرد و وظیفہ پڑھے لیکن اس نے خواب میں میری طرح نہ آپ کی ذات مبارک کو دیکھا ہو اور نہ مناظر جنت کو، تو کیا اُسے بھی اس وظیفے کا یہ ثواب ملے گا جو مجھے حاصل ہوگا؟

قال : و الذی بعثني بالحقّ إنه لیعطٰی العامل بهذا و إن لم یرنی ولم یر الجنّة . إنّه لیغفرله جمیع الکبائر التي عملها . و یرفع اللہ عنه غضبَه ومقتَه . و یؤمر صاحب الشمال أن لا یکتب علیه شیئًا من السیّئات الی سنة . والذی بعثني بالحق نبیًّا ما یعمل بهذا إلاّ من خلقه اللہ تعالٰی سعیدًا ولا یترکه إلاّ من خلقه شقیًا . قوت القلوب ج۱ ص۷ .

یعنی " نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر مبعوث فرمایا ، اس حدیثِ وِرد پر عمل کنندہ شخص کو یہ ثواب ملے گا اگرچہ اس نے خواب میں نہ مجھے دیکھا ہو اور نہ جنت کو۔

نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس حدیثِ وِرد کے عامل کے تمام کبیرہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

نیز اللہ عزوجل اس وِرد کے عامل سے اپنا غضب و بغض اٹھا لیتے ہیں ، یعنی وہ آدمی اللہ جل جلالہ کے غضب و بغض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

نیز بائیں کندھے پر بیٹھے ہوئے فرشتے کو اللہ تعالٰی کی طرف سے

یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ایک سال تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے۔

نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق مبعوث فرمایا، اس حدیثِ خضر میں مذکور وظیفے پر وہی شخص عمل کریگا جسے اللہ عزوجل نے نیک بخت و صالح پیدا فرمایا ہوگا اور اس وظیفے اور حدیث کو وہی شخص بے وقعت و غیر معتمد سمجھتے ہوئے ترک کریگا جسے اللہ تعالی نے بدبخت پیدا فرمایا ہوگا "۔

صاحبِ قوت القلوب اس واقعہ کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

و لذلك فضائل جمّة وردت بها الأخبار حذفنا ذكرها للاختصار .

یعنی " اس وظیفہ مسبّعات کے بہت زیادہ فضائل اَخبار میں مذکور ہیں۔ ہم نے اختصار کے پیشِ نظر ان کا ذکر نہیں کیا "۔

دوستو! اس وظیفے اور وردِ مسبّعات کے بارے میں یہ علمی تحقیق یاد رکھیں کہ اس حدیث کے ظاہری حکم کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ شریعتِ محمدیہ کے مسلم اصول و قوانین کے پیشِ نظر علماء کبار، محدثین کرام اور فقہائے عظام کے نزدیک اس حدیثِ مسبّعات پر شرعاً زیادہ اعتماد کرنا درست نہیں ہے اور نہ اس میں مذکور فضائل کا سو فیصد صحیح ہونا لازم ہے۔

اوّلاً۔ اس لئے کہ یہ بے سند حدیث ہے۔

ثانیاً۔ علی التسلیم کہ اس کی سند موجود ہے لیکن اس کے سارے رواۃ ثقات نہیں ہیں۔ صوفیائے کرام باعتبارِ روایت، محدثین کرام کے نزدیک

ضعیف ہیں۔

ثالثاً۔ یہ خضر علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ اور خضر علیہ السلام کی حیات علماء کبار و محدثین کے مابین مختلف فیہ ہے۔ بہت سے محدثین و محققین کی رائے یہ ہے کہ خضر علیہ السلام وفات پاچکے ہیں یعنی وہ زندہ نہیں ہیں۔

رابعاً۔ اس حدیث کا کافی سارا حصہ خواب سے متعلق ہے۔ اور شرعی مسائل و احکام و فتاوٰی بیداری کی احادیث پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ منامات پر۔

منامات پر شرعی احکام اور فتاوٰی مبنی نہیں ہوسکتے۔ منامات صرف مبشِّرات ہیں۔ ان پر ذاتی طور پر صاحبِ منام عمل کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ مبشِّرات بیداری والی احادیث سے متضاد نہ ہوں۔

خامساً۔ یہ وِرد اور اس جیسے دیگر اَوراد اس قسم کے بے اصل مناقب وفضائل کے ساتھ صرف کتبِ تصوّف میں پائے جاتے ہیں۔ اہل تصوّف پر چونکہ زہد و تقویٰ و عبادت و ذکر اللہ کا بہت غلبہ ہوتا ہے، علمی حقائق کی تحقیقات کا انہیں موقعہ کم ملتا ہے اس وجہ سے وہ عموماً حسنِ ظن پرعمل کرتے ہیں۔ اور تحقیقِ تامّ و تفتیشِ کامل کے بغیر عموماً خوش اعتقادی سے کام لیتے ہیں جو بعض اوقات درست نہیں ہوتا۔

سادساً۔ اس حدیثِ وظیفہ میں خواب کی آخری عبارت کا مضمون نہایت رکیک ہے۔

نیز حدِّ عُرف و حدِّ عقل و شرع سے متجاوز مبالغہ بلکہ مسلّم اصولِ اسلام اور مشہور و ثابت قوانینِ شریعت کے برخلاف مبالغہ نبی علیہ السلام کی حدیث

میں متحقق نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ مبالغہ خواب کا واقعی اور اصلی حصہ نہیں ہوسکتا۔ یعنی یہ نبی علیہ السلام کا قول مبارک نہیں ہے۔

اس حدیث میں کئی مبالغے ہیں جو حدِّ شریعت سے متجاوز ہیں۔

اوّل۔ پہلا مبالغہ یہ ہے کہ اس وظیفے کے پڑھنے سے تمام کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

مبالغہ پر مبنی یہ حکم جمہور مسلمین وائمہ کے مذہب کے خلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک کبائر کی مغفرت کیلئے مستقل توبہ ضروری ہے۔ نیز کبائر میں حقوق العباد بھی داخل ہیں اور حقوق العباد جمہور ائمہ کے نزدیک ادائیگی کے بغیر یا صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

دوم۔ دوسرا مبالغہ یہ ہے کہ فرشتے بحکمِ خدا تعالیٰ اس کا کوئی گناہ اس کے اعمال نامے میں نہیں لکھتے۔

یہ مبالغہ درست نہیں ہے کیونکہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی نظیر نہیں۔

سوم۔ تیسرا مبالغہ یہ ہے کہ اس وظیفے اور وِرد کا تارک اور نہ پڑھنے والا شخص پیدائشی بدبخت ہے۔

مبالغے پر مبنی یہ حکم نہایت خطرناک ہے کیونکہ کسی اثر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلفاء راشدین و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وائمہ اربعہ متبوعین وغیرہ محدثین و علماء و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس وظیفے کے عامل تھے اور وہ اس پر مداومت کرنے والے تھے۔

تو کیا کوئی مسلمان ان کے بارے میں کسی بری رائے کا تصور کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تیسرے مبالغہ پر مبنی حکم شرعاً غلط ہے۔

یہ تھی خضر علیہ السلام کی حدیث وِردِ مسبّعات کے بارے میں ایک اہم و مفید علمی تحقیق۔

باقی اس علمی تحقیق سے قطع نظر اور مذکورہ صدر مبالغوں اور ان کے احکام کو نظر انداز کر کے اس حدیث میں مذکور وِردِ مسبّعات کے جواز سے اور برکات و فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں مذکور آیات، سورتوں اور دعاؤں کے فوائدِ دنیویہ و اخرویہ دیگر صحیح احادیث کے پیشِ نظر مسلّم و ثابت ہیں۔

اس لئے اِس وِردِ مسبّعات کے پڑھنے پر مداومت کرنا یقیناً موجبِ برکات و باعثِ اجر و ثواب ہے بلکہ کبھی کبھار پڑھنا بھی بڑی برکات اور بڑے اجر کا موجب ہے۔

احباب کرام ! ابراہیم تیمیؒ کے چند ایمان افروز واقعات آپ نے سن لئے۔ ان جیسے اولیاء اللہ کے زہد، تقویٰ، للّٰہیت، عبادت اور شوقِ طاعات و ذکر اللہ کا معیار نہایت بلند ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کیلئے اس بلند معیار کے مطابق زندگی گزارنا نہایت مشکل ہے۔

لہٰذا عام مسلمانوں کے لئے یہ بھی بڑی نعمت و سعادت ہے کہ ان کے دلوں پر فکرِ دنیا و حبِّ دنیا کے مقابلے میں فکرِ آخرت و حبِّ آخرت کا غلبہ ہو۔ آخرت میں ہمیشہ رہنا ہے اس لئے آخرت کے طویل سفر کیلئے طاعات و حسنات کا بہت بڑا ذخیرہ چاہئے۔

جہاں رہنا ہمیشہ ہے وہاں کا بھی تو ساماں کر
ارے تا کے یہ عیش و عشرتِ ناپائیدار آخر

نہ کر آلودۂ عصیاں امانت ہے امانت جاں
یہ واپس کرنی ہے تجھ کو حیاتِ مستعار آخر
بگوشِ ہوش سن غافل کہ یہ بے دینیاں تیری
کریں گی تجھ کو خوار آخر کریں گی تجھ کو خوار آخر
ارے اے روسیاہ کس منہ سے اور کیا لے کے جائیگا
تجھے ہونا ہے پیش اک روز پیشِ کردگار آخر
بس اب مرنے کو ہے جاگے گا تو کیا حشر کے دن کو
تجھے کس وقت کا اب رہ گیا ہے انتظار آخر

اللہ جل جلالہ مسلمانوں کو قناعت ، زہد ، تقویٰ ، عبادت اور ذکر اللہ کی توفیقِ کامل نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۲۰

برادرانِ اسلام ! امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ دنیوی زندگی کا اصل مقصود عبادۃ اللہ و ذکراللہ ہے۔ کھانے پینے کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ اس سے انسان کا قوام اور قوت باقی رہتی ہے کیونکہ عبادت کیلئے قوت اور قوام چاہئے اور قوت و قوام کا ظاہری سبب کھانا پینا ہے۔

البتہ بعض اہل اللہ پر عشقِ آخرت اور توکُّل علی اللہ کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ کئی کئی دن تک بغیر کچھ کھائے پیئے عبادت و ذکراللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ عبادت ان کی روحانی غذا ہوتی ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہل اللہ ایسے بھی گزرے ہیں جو دس دس دن تک بھوکے رہتے تھے اور ان کی عبادت میں کمی نہیں آتی تھی۔

بعض بزرگ ایسے بھی تھے جو ایک دو ماہ تک بغیر کچھ کھائے پیئے عبادت و ذکراللہ میں مشغول رہتے تھے۔

اور بعض اولیاء اللہ ایسے بھی تھے جو طعام کی بجائے ریت اور مٹی کھاتے اور پھانکتے تھے۔ ریت اور مٹی کو اللہ تعالی نے ان کیلئے غذا بنا دیا تھا۔

امام غزالیؒ ایسے بزرگوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فمنهم من لم يأكل عشرةَ ايّام . ومنهم من لم يأكل

شهرًا و شهرين وهو على قُوّته . ومنهم من كان يستفُّ الرملَ فيجعله الله تعالى له غذاءً نحوما ذكر عن سفيان الثوری رحمه الله تعالى انه نفدت نفقته بمكّة فمكث خمسة عشر يومًا يستفّ الرمل .

و قال ابومعاوية الأسود : رأيتُ ابراهيم بن ادهم رحمه الله تعالى يأكل الطين عشرين يومًا . منهاج العابدين ص۵۸ .

یعنی ” ہمارے سلف صالحین میں سے بعض بزرگ ایسے تھے جو دس دس دن تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ بعض ایسے تھے جو ایک ایک ماہ اور دو دو ماہ تک کچھ نہیں کھاتے تھے اوراس کے باوجود ان کی بدنی قوت بحال رہتی تھی۔

اور بعض بزرگ ایسے تھے جو مٹی پھانک کر گزارہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ان کیلئے غذا بنادیا تھا۔ جیسا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں ان کے نان ونفقہ کا خرچ ختم ہوگیا تو انھوں نے پندرہ دن تک مٹی پھانک کر اور کھا کر گزارہ کیا۔

اسی طرح ابومعاویہ اسود کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھوک کی وجہ سے بیس دن تک مٹی کھاتے ہوئے دیکھا “۔

حضرات کرام ! ہمارے اسلاف کرام پر خوفِ خدا تعالیٰ کا شدید غلبہ ہوتا تھا۔ بطور غذا مٹی پھانکنا توانہیں منظور تھا لیکن حرام رزق کا ایک لقمہ بھی انہیں کسی طرح گوارہ نہ تھا۔ افسوس صد افسوس ...... اس زمانے

میں اکثر مسلمان حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے۔ ان کی بداعمالیاں حد سے زیادہ ہوگئی ہیں۔

مندرجہ ذیل اشعار میں بڑے درد و غم کے ساتھ آجکل کے بدکردار مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

وہ آنکھ اب نہیں ہے وہ اب دل نہیں رہا
مسلم تو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا

ناگفتنی ہے حال مرا کچھ نہ پوچھئے
اب حق کے ساتھ رابطۂ دل نہیں رہا

وہ آنکھ جو نہ غیر کو دیکھے نہیں رہی
وہ دل جو ہو نہ غیر پہ مائل نہیں رہا

قابو میں میری اب مری آنکھیں نہیں رہیں
کہنے میں میرے اب یہ مرا دل نہیں رہا

بےفکر آخرت سے کچھ ایسا ہوا ہوں میں
جیسے کہ موت ہی کا میں قائل نہیں رہا

اب میری غفلتوں کی کوئی حد نہیں رہی
مجھ سا جہاں میں اب کوئی غافل نہیں رہا

وہ ذوق و شوقِ قلب وہ نعرے نہیں رہے
وہ رنگِ گل وہ شورِ عنادل نہیں رہا

ابوسعید خرّاز رحمۃ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ و تارکِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ عموماً وہ جنگل میں رہتے تھے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ وہ

فرماتے ہیں کہ ہر تین دن میں مجھے کسی نہ کسی ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھانے کیلئے کوئی چیز مل جاتی تھی۔

قال : فدخلتُ البادیةَ . فمضت علیّ ثلاثۃُ ایامٍ ما طعمتُ . فلمّا کان في الیوم الرابع وجدتّ ضعفًا . فجلستُ مکاني . فاذا بھاتفٍ یقول : یا اباسعید ! أیما أحبّ إلیك ، سببٌ أو قُوًی ؟ فقلتُ : لا ، لا ، القُوٰی . فقمتُ من وقتي . فأقمت اثني عشر یومًا ما طعمتُ ولا وجدتُّ ألـمًا لذلك . منھاج ص۵۸ .

یعنی " ابوسعید خرّاز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حسبِ معمول جنگل میں گیا لیکن تین دن تک مجھے کھانے کیلئے کوئی چیز نہ ملی۔ جب چوتھا دن ہوا تو میں اپنے جسم میں کمزوری محسوس کرتے ہوئے ایک جگہ بیٹھ گیا۔

اتنے میں ہاتفِ غیبی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء اللہ سے گفتگو کرنے والا فرشتہ ہاتف کہلاتا ہے) نے آواز دے کر کہا کہ اے ابوسعید! تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ طاقت کا سبب یعنی کھانا مل جائے یا بلا سبب طاقت وقوت حاصل ہوجائے ؟

ابوسعیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے کھانے کی ضرورت نہیں۔ بس مجھے طاقت و قوت چاہئے۔ چنانچہ (اللہ تعالیٰ نے طاقت و قوت نصیب فرمائی اور) میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میں نے بارہ دن تک بغیر کچھ کھائے وقت گزارا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف و کمزوری

محسوس نہ ہوئی "۔

شقیق بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مولدِ نبی ﷺ کے قریب میں نے ابراہیم بن ادہمؒ کو روتے ہوئے دیکھا۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور رونے کی وجہ پوچھی مگر انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔

میرے بار بار پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ اے شقیق ! میں تمہیں رونے کی وجہ اور سبب بتلاتا ہوں لیکن میری زندگی میں یہ قصہ کسی کو مت بتانا۔

پھر ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ نے رونے کی یہ وجہ بتلائی کہ مجھے تیس سال سے سکباج کھانے کی خواہش تھی مگر میں نے بڑے مجاہدے سے نفس کی یہ خواہش تیس سال تک روک رکھی تھی اور میں نے نفس کو اتنی طویل مدت تک سکباج کھانے سے محروم رکھا ہوا تھا۔

سکباج ایک خاص قسم کے سالن کا نام ہے جو سرکہ ، گوشت اور خوشبودار مصالحہ سے قدیم زمانے میں تیار کیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں اس کا عام رواج تھا۔ یہ سالن کے علاوہ مستقل کھانا بھی شمار ہوتا تھا۔

پھر ابراہیمؒ نے فرمایا کہ آج رات میں ذکر اللہ و عبادت کرتے ہوئے بیٹھے بیٹھے سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک جوان نے ایک سبز رنگ کے حسین و جمیل برتن میں سکباج میرے سامنے رکھا اور فرمایا کہ اے ابراہیم ! کھائیے۔

میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ سکباج کھانا میں نے اللہ تعالی کی رضا مندی کیلئے تیس سال سے ترک کر دیا ہے۔

اس جوان نے کہا کہ اے ابراہیم ! یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے بھیجا ہے۔ کھائیے۔

میں بجائے جواب دینے کے خوب رونے لگا۔ وہ جوان پھر کہنے لگا کہ کھائیے۔

میں نے اسے کہا کہ ممکن ہے یہ کھانا حلال نہ ہو یا مشتبہ ہو۔ مجھے جب تک یقینی طور پر کھانے کے حلال ہونے کا پتہ نہ چلے میں وہ کھانا نہیں کھاتا۔ لہٰذا آپ بتائیں کہ یہ کھانا آپ کہاں سے لائے ہیں اور یہ حلال ہے یا نہیں ؟

اس جوان نے خواب میں کہا کہ اے ابراہیم ! کھائیے۔ میں خضر (علیہ السلام) ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ کھانا دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے۔

اے خضر ! یہ کھانا ابراہیم بن ادہم کو کھلا دیجئے۔ کیونکہ اس کے نفس نے مدت طویل تک سکباج کے بارے میں صبر کی تکلیف اٹھائی ہے۔ ابراہیم کا نفس اس کھانے کا اشتیاق رکھتا ہے مگر ابراہیم نے نفس کو سکباج کھانے سے روک رکھا ہے۔

خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابراہیم ! کھائیے کیونکہ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

یقولون : من أعطى فلم یأخذ طَلَب فلم یُعطَ .

یعنی " فرشتے کہتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص نعمت عطا کی جائے اور وہ اسے نہ لے تو ایسا وقت بھی آئے گا

کہ وہ اُس نعمت کا مطالبہ کریگا لیکن اسے وہ نعمت عطا نہیں کی جائیگی "۔

ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ میں نے اس جوان سے کہا کہ اگر بات ایسی ہی ہے اور یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے ہی بھیجا ہے تو میں کھانے کیلئے تیار ہوں۔

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں۔ ہم یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک اور جوان خواب میں آیا اور اس نے خضر علیہ السلام کو کوئی چیز دی۔

و قال : یا خضر ! لَقِّمْه انتَ . فلم یزل یُلقّمني . فانتبهتُ و حلاوتُه في فمی . قال شقیق : فقلتُ : أرنی کفَّك . فأخذتُ بکفّه فقبَّلتُها . احیاء ج۳ ص۸۰ .

یعنی " اس جوان نے کہا کہ اے خضر ! آپ ابراہیم کے منہ میں ایک ایک لقمہ ڈالتے جائیں۔ چنانچہ خضر علیہ السلام نے مجھے اپنے ہاتھ سے وہ کھانا کھلایا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اس کھانے کی مٹھاس و لذت میرے منہ میں موجود تھی۔

شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس واقعہ کے ناقل ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ذرا اپنا ہاتھ تو دکھائیں (ابراہیمؒ نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو) میں نے ان کے ہاتھ کی ہتھیلی کو حصولِ برکت کی نیت سے بوسہ دیا "۔

دوستو ! حالتِ نزع میں اور قربِ موت کے وقت انسان کا دل دنیا سے ، دنیاوی جاہ و جلال سے اور دنیاوی حسن و کمال سے مکمل طور پر منقطع ہو جاتا ہے۔

ایسے نازک وقت میں انسان کی نگاہ صرف مستقبل کے احوال و منازل پر ہوتی ہے اور وہ دنیا کی عزت کو ، شان و شوکت کو ، جاہ و جلال کو ، حسن و کمال کو ، دنیا کے جملہ احباب و متعلقین کو ، تمام محافلِ اعزہ و محبّین کو ، گلہائے رنگین و دلکش سبزہ زاروں کو ، مرغزاروں کو ، آبشاروں کو اور کوہساروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بزبانِ حال یا بزبانِ قال الوداع الوداع کہتا ہے۔

اولیاء اللہ اِس زندگی کی ہر ساعت کو ساعتِ نزع کی طرح آخری ساعتِ زندگی سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قبل أن تموتوا . یعنی " موت سے قبل ہی تم مرجاؤ (یعنی اپنے آپ کو مردہ سمجھو) " ۔

اس حدیث کے تقاضے کے پیشِ نظر اولیاء اللہ ہر ساعت کو اپنی زندگی کی آخری ساعت سمجھتے ہوئے دنیا کی جملہ مسرتوں ، مختلف الانواع کھانوں اور تمام احباب و محافلِ احباب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر وقت ، ہر لمحہ بزبانِ قال یا بزبانِ حال الوداع الوداع کہتے ہیں۔ اور ذکرِ موت اور ذہن میں ہر وقت استحضارِ موت کی وجہ سے گویا وہ موت کو ہر لمحہ مرحبا ، مرحبا ، خوش آمدید ، خوش آمدید کہتے رہتے ہیں۔

قالی یا حالی الوداع ، الوداع ، مرحبا ، مرحبا کا یہ تسلسل عظیم سعادت و نعمت ہے۔ یہی مبارک تسلسل قربِ خدا تعالیٰ اور تحصیلِ مراتبِ ولایت کا مدار ہے۔ اس زمانے میں اس تسلسل کا انعدام اور قلّت ہی مسلمانوں کے مصائب و آفات اور گناہوں کی کثرت کا سبب ہے۔

ایک شاعر نے حکایت کے طور پر حالتِ نزع و حالتِ انتقال کے وقت کس رقّت انگیز اور رلانے والے انداز میں دنیا کو اور دنیاوی فریب دہندہ امور کو الوداع کہا ہے۔ چونکہ ہر انسان مرنے والا ہے اس لئے ان ابیات میں ہر انسان کی آخری ساعت کی ترجمانی ہے۔

آگیا وقتِ اجل اے شوقِ دنیا الوداع
الوداع اے حسرتِ دل اے تمنّا الوداع
الوداع اے ساقئ مے خانۂ طُولِ اَمل
اے سرور بادۂ امیدِ فردا الوداع
اے خمِ محرابِ ایوانِ خوش آئین السّلام
اے شکوہِ رفعتِ قصرِ معلّٰی الوداع
الوداع اے مسند و فرش و قبا و پیرہن
اے حریر و اطلس و کمخواب و دیبا الوداع
الوداع اے رنگِ وحشت الوداع اے فرطِ شوق
رخصت اے جوشِ جنوں اے سیرِ صحرا الوداع
الوداع اے جلوۂ نیرنگئ حسنِ بتاں
اے خیالِ عارض و زلفِ چلیپا الوداع
الوداع اے عالمِ نیرنگئ باغِ جہاں
اے نگاہِ دیدۂ محوِ تماشا الوداع
عازمِ ملکِ عدم ہے شاہ اور میر و گدا
الوداع اے عُمر اے بزمِ احبّا الوداع

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ کئی بزرگ و اولیاء ایسے گزرے ہیں جو اللہ تعالی کی رضا کی خاطر دنیاوی لذات و مسرات سے اعراض کرتے ہوئے بطورِ ریاضت کئی کئی دن فاقے برداشت کرتے تھے۔ کھانا پینا چھوڑ کر مسلسل ذکراللہ و عبادت میں لگے رہتے تھے۔ بعض بزرگ تین تین دن تک اَکل و شرب ترک کردیتے تھے۔

و قد كان ابوبكر الصديق رضى الله تعالى عنه يَطوى ستة ايام . وكان عبدالله بن الزبير رضى الله تعالى عنهما يَطوى سبعة ايام . وكان ابوالجوزاء صاحب ابن عباس رضى الله تعالى عنهما يطوى سبعًا . احياء ج۳ ص۷۸ .

یعنی ” ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ چھ چھ دن تک خالی پیٹ رہتے تھے۔ یعنی صومِ وصال رکھتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما سات سات دن تک صومِ وصال رکھتے تھے۔ اور ابوالجوزاء صاحبِ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بھی سات سات دن تک صومِ وصال رکھتے تھے“۔

صومِ وصال کا مطلب یہ ہے کہ دن کو بھی روزہ ہو اور رات کو بھی روزہ ہو۔ مسلسل دو دن یا تین دن یا حسبِ استطاعت جتنا زیادہ ہوسکے بغیر کچھ کھائے پیئے روزہ رکھنا صومِ وصال ہے۔ کئی صوفیہ اسے عملِ طی یا صومِ طیّ بھی کہتے ہیں۔ كما في اخبار الاخيار للشيخ عبدالحق الدهلوى رحمه الله تعالى .

نبی علیہ السلام بھی صومِ وصال رکھتے تھے مگر بطورِ شفقت عام امت کو اس سے روکتے تھے کیونکہ ہر شخص اتنی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا۔ البتہ خواص کیلئے صومِ وصال کی شرعاً اجازت ہے۔

و روی أن سفيان الثوري و ابراهيم بن ادهم رحمهما الله تعالى كانا يَطوَيَان ثلاثاً ثلاثاً . كل ذلك كانوا يستعينون بالجوع على طريق الآخرة . احياء ج۳ ص۷۸ .

یعنی "سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم رحمہما اللہ تعالیٰ کے بارے میں آتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ تین تین دن تک خالی پیٹ رہتے تھے۔ یعنی صومِ وصال رکھتے تھے۔ یہ تمام بزرگ بھوک اور فاقے اس لئے برداشت کرتے تھے تاکہ فاقوں کی مدد سے آخرت کا سفر آسانی سے طے ہو سکے"۔

بزرگوں کے واقعات واضح طور پر اس بات پر دال ہیں کہ دنیا میں آخرت کی منزلیں بھوک کے ذریعے بہتر طور پر طے کی جاسکتی ہیں۔ خدا کی رضا کی خاطر فاقے کاٹنا اور پیٹ کا خالی رکھنا اخلاص، تقویٰ اور خشوع وخضوع کا موجب ہے۔ اس سے دل کی آنکھیں اور دل کے کان کھلتے ہیں۔

قال بعض العلماء : من طوى لله أربعين يومًا ظهرت له قدرة من الملكوت أى كوشف ببعض الأسرار الإلٰهية . احياء ج۳ ص۷۸ .

یعنی "کسی عالم کا قول ہے کہ جو آدمی چالیس دن تک خالی پیٹ

رہے اسے عالَمِ بالا کے مشاہدے کی قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔ یعنی بعض مخصوص اَسرارِ الٰہیہ اس پر منکشف ہوجاتے ہیں "۔

اس سلسلے میں انبیاء علیہم السلام میں سے عیسیٰ علیہ السلام زیادہ معروف ہیں۔ چنانچہ بعض آثار میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زیادہ تر بیابان اور صحراء میں باذن اللہ تعالیٰ گھومتے رہتے تھے اور تین تین دن اور سات سات دن تک بلکہ گاہے چالیس دن تک فاقے سے رہتے تھے۔ بعض روایات میں ساٹھ دن کا بھی ذکر ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

روی أنّ عیسی علیه السلام مکث یناجِی ربَّه ستین صباحًا لم یأکل . احیاء ج۳ ص۷۲ .

یعنی " مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ساٹھ دن تک بغیر کچھ کھائے پیئے اپنے ربّ سے مناجات کرتے رہے "۔

بزرگوں کے کلام اور اَقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ولایت، قربِ خدا تعالیٰ اور مناجات مع اللہ کے اکثر مقامات بھوک ہی سے طے کیے جاسکتے ہیں۔

و کان عبدالواحد بن زید یقسم باللّٰہ تعالی أنّ اللہ تعالی ما صافٰی أحدًا إلاّ بالجوع ، و لا مشَوا علی الماء إلاّ به ، ولا طُویتْ لهم الأرضُ إلاّ بالجوع ، ولا تَولاّهم اللہ تعالی إلاّ بالجوع . احیاء ج۳ ص۷۲ .

یعنی " عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ خدا کی قسم کھا کر فرمایا کرتے

تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی صفاء قلب سے نہیں نوازا مگر صرف خالی پیٹ رہنے کی وجہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے بطورِ کرامت پانی پر سفر نہیں کیا مگر صرف فاقے برداشت کرنے کی وجہ سے۔ اور ان کیلئے بطورِ کرامت زمین نہیں سمیٹی گئی مگر صرف بھوک برداشت کرنے کی وجہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ولایت نہیں دی مگر صرف خالی پیٹ رہنے کی وجہ سے"۔

و روی أنّ موسی علیه السلام لما قرّبه الله عزوجل نجیًّا کان قد ترك الأکلَ أربعین یومًا . احیاء ج۳ ص۷۲ .

یعنی " روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ نے مناجات کیلئے اپنا قرب نصیب فرمایا تو اس سے پہلے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے چالیس روز تک کھانا ترک کر دیا تھا"۔

روایت ہے کہ ایک ولیٔ کامل و مبلّغ ایک راہب یعنی عیسائی عابد پر گزرے۔ انہوں نے راہب کو اسلام کی دعوت دی اور اس سلسلے میں انہوں نے راہب کے ساتھ بہت سی باتیں کیں جن کی وجہ سے وہ راہب اسلام کی طرف کچھ مائل ہوا۔

اس بزرگ کو راہب کے مسلمان ہونے کی امید ہوئی مگر راہب نے دینِ عیسوی کی حقانیت کے سلسلے میں عیسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ ذکر کیا۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن تک نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ یعنی چالیس دن تک وہ فاقے سے رہے۔

اس راہب نے یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قرار دیا اور اثنائے

گفتگو یہ معلوم ہوا کہ چونکہ اس معجزے کی نظیر کوئی شخص پیش نہیں کرسکتا لہٰذا اس سے دینِ عیسویت کی حقانیت اور برتری ثابت ہوتی ہے۔

وہ بزرگ صوفی چونکہ مبلّغ تھے اور ان کی خواہش تھی کہ یہ راہب مسلمان ہو جائے اس لئے انہوں نے راہب کو سمجھایا کہ یہ معجزہ نہیں ہے اور نہ یہ بے مثال واقعہ ہے۔ امّتِ محمدیہ میں کئی اولیاء اللہ ایسا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس صوفی بزرگ نے اس راہب سے شرط لگاتے ہوئے فرمایا۔

فقال له الصوفي : إن طوِيتُ خمسين يوماً تترك ما أنت عليه وتدخل في دين الاسلام ؟ قال : نعم . فجلس الصوفي لا يبرح إلاّ حيث يراه حتى طوِى خمسين يومًا . ثم قال : و أزيدك ايضًا . فطوِى إلى تمام الستين . فتعجَّب الراهب منه و قال : ما كنتُ أظنّ أنّ أحدًا يجاوز المسيح عليه السلام . فكان ذلك سببَ اسلامه . احياء ج۳ ص۷۸ .

یعنی " اس بزرگ نے راہب سے کہا کہ اگر میں پچاس دن تک فاقے سے رہوں تو کیا تم دینِ عیسوی چھوڑ کر اسلام قبول کرلو گے ؟ راہب نے کہا۔ ہاں۔ چنانچہ وہ بزرگ ایک ایسی جگہ بیٹھ گئے جہاں ہر وقت وہ راہب انہیں دیکھ سکے (تاکہ راہب کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو) اور پچاس دن تک فاقے سے رہے۔

پھر انہوں نے راہب سے کہا کہ مزید تیری تسلی کیلئے میں کچھ دن

اور بھوکا رہتا ہوں۔ چنانچہ پورے ساٹھ دن فاقے سے رہے۔

راہب کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ میرا گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی شخص فاقے میں عیسیٰ علیہ السلام سے تجاوز کرے گا۔ پس اس بزرگ کا ساٹھ دن تک بھوکا رہنا ہی اس راہب کے اسلام کا سبب بن گیا"۔

اس واقعہ کے ذکر کے بعد امام غزالیؒ لکھتے ہیں۔ **و هذه درجة عظيمة قَلّ من يبلغها إلاّ مكاشَفٌ شَغَل بمشاهدة ما قطعه عن طبعه وعادته ، و أنساه جوعتَه و حاجتَه .**

یعنی " یہ بہت بلند درجہ ہے۔ اس درجے تک بہت کم لوگ پہنچتے ہیں۔ صرف وہی شخص اس درجے تک پہنچ سکتا ہے جس پر عالَمِ بالا کے مخصوص اَسرارِ الٰہیّہ کھول دیئے جائیں۔ اور وہ اُن امور کے مشاہدہ میں مشغول ہو جائے جو اسے اس کی طبعی عادات سے منقطع کر دیں اور اس سے بھوک اور دنیوی حاجات بھلادیں"۔

جو میری ہستی تھی مٹ چکی ہے نہ عقل میری نہ جان میری
ارادہ اُن کا دماغ میرا خیال ان کا زبان میری

آجکل بزرگی اور تصوف کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے لوگ تو بہت ہیں لیکن ایسے کاملین جن کے سینے مذکورہ صدر اولیاء اللہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے عشقِ صادق سے معمور ہوں اور ان کے دل کامل نور ایمانی سے منور ہوں بہت کم ہیں۔

بحث کی خُو اور ہے اور عشقِ یزداں اور ہے
رنگِ مذہب اور ہے اور نورِ ایماں اور ہے

یہ دنیا سرائے بے ثبات ہے۔ یہ بے چینی اور پریشانی کی جگہ ہے۔ دائمی آرام و راحتیں و مسرات آخرت ہی میں ہیں۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو آخرت کی مسرات اور راحتیں حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

سامنا ہر دم قیامت کا مجھے جینے میں ہے
کچھ نہ پوچھو کس قدر بے چین دل سینے میں ہے
کیا ثباتِ عُمر بس اِک جنبشِ فطرت کی دیر
زندگی کیا ہے فقط اک عکس آئینے میں ہے

مالک بن دینارؒ بڑے عابد، زاہد اور تارکِ لذاتِ دنیا بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے عجیب و غریب ایمان افروز و تعجب خیز واقعات کتبِ تصوف و کتبِ تاریخ میں مذکور ہیں۔

ایک راوی کا بیان ہے۔

قال : كنتُ عند مالكٍ رحمه الله تعالى . فأخذ جِلدةَ ساعدِه فقال : ما أكلتُ العامَ رطبةً و لا عنبةً و لا بِطّيخةً . فجعل يَعُدّ كذا و كذا . ألستُ أنا مالك بن دينار ؟ حليه ج٢ ص٣٦٦ .

یعنی ” میں ایک مرتبہ مالک بن دینارؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے اپنے بازو کی لٹکی ہوئی جلد (فاقے اور کمزوری کی وجہ سے بازو کی جلد لٹک گئی تھی) کو پکڑ کر فرمایا کہ میں نے ایک سال سے نہ کھجور کا دانہ کھایا ہے نہ انگور کا اور نہ خربوز و تربوز کا۔ پھر کئی دیگر کھانے کی چیزوں کو گنا کہ میں نے فلاں فلاں چیزیں بھی نہیں کھائیں۔ اور فرمایا کہ کیا میں مالک بن

دینار نہیں ہوں؟ (یعنی میں بھی تو مالک بن دینار ہوں۔ یہ چیزیں ہرگز نہیں کھاؤں گا)"۔

مسرت مجھ کو اب دشوار ہے دنیا کی محفل میں
خوشی کی قابلیت ہی نہیں باقی رہی دل میں

عثمان بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

سمعت مالك بن دينار رحمه الله تعالى قال لرجل من أصحابه : إني لأشتهي رغيفًا لِيّناً بلبن رائبٍ . قال : فانطلق فجاء به . قال : فجعله على الرغيف . قال : فجعل مالك يقلّبه و ينظر اليه . ثم قال : اشتهيتُك منذ أربعين سنةً . فغلبتُك حتي كان اليوم . و تريد أن تغلبني ؟ إليك عنيّ . و أبى أن يأكل . حليه ج٢ ص٣٦٦ .

یعنی " عثمان بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ مالک بن دینارؒ اپنے ایک دوست سے یہ فرما رہے تھے کہ مجھے نرم روٹی دہی کے ساتھ کھانے کی خواہش ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ان کا وہ دوست گیا اور یہ کھانا لے آیا۔

مالکؒ دہی کو روٹی پر رکھ کر اسے الٹ پلٹ کرتے رہے اور خوب غور سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر اس کھانے کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے چالیس سال سے تیری خواہش ہے لیکن میں آج تک تجھ پر غالب رہا۔ کیا آج تیرا ارادہ ہے کہ تو مجھ پر غالب آجائے؟ ہٹ جا اور مجھ سے دور ہو جا۔ چنانچہ مالکؒ نے وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیا"۔

برادرانِ اسلام ! روٹی اور دہی معمولی کھانا ہے مگر خوفِ خدا اور شوقِ جنت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ پر اتنا غالب تھا کہ انہوں نے اپنے نفس کو چالیس سال تک اس معمولی سے کھانے سے بھی روک رکھا تھا۔ اور جب چالیس سال کی مرغوب چیز انہیں مل گئی تو پھر انہوں نے اس لئے اس کے کھانے سے انکار کر دیا کہ اس طرح تو نفس کی خواہش پوری ہونے سے نفس مجھ پر غالب آ جائیگا۔ ایسے اہل اللہ و اہلِ دل آجکل عنقاء و ناپید ہیں۔ اور اگر موجود ہیں تو مخفی ہیں۔

باطن بہت ہیں ایسے جو مشتعل نہیں ہیں
سینے میں سب کے دل ہیں سب اہلِ دل نہیں ہیں

قال المنذر ابو يحيى : رأيتُ مالكًا رحمه الله تعالى و معه كراع من هذه الأكارع التي قد طُبِخت . قال : فهو يشمّه ساعةً بساعةٍ . قال : ثم مرّ على شيخ مسكين على ظهر الطريق يتصدّق . فقال : هاه . يا شيخ ! فناوله اياه . ثم مسح يده بالجدار وذهب .فلقيتُ صديقًا له فقلت : رأيتُ من مالكٍ اليوم كذا وكذا . قال : أنا أخبرك . كان يشتهِيه منذ زمانٍ فاشتراه فلم تَطِب نفسُه أن يأكُله . فتصدّق به . حليه ج٢ ص٣٦٦ .

یعنی " منذر ابو یحییٰؒ کی روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ مالک ابن دینارؒ کو دیکھا۔ ان کے پاس گوشت کا پکا ہوا (بکری یا گائے کا) پایا موجود تھا۔ مالکؒ اس گوشت کو لمحہ بہ لمحہ سونگھتے رہے اور اسے کھایا نہیں۔

پھر ان کا گزر ایک بوڑھے مسکین پر ہوا جو راستے میں کھڑے ہو کر صدقے کا سوال کر رہا تھا۔

مالکؒ نے فرمایا کہ اے شیخ ! یہ پایا تم لے لو۔ چنانچہ آپ نے وہ پایا اس سائل کو دے دیا اور اپنے ہاتھ دیوار کے ساتھ صاف کر کے چلے گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں مالکؒ کے ایک دوست سے ملا اور اسے یہ سارا قصہ سنایا کہ میں نے آج مالک کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کا دوست کہنے لگا کہ پورا قصہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ مالک بن دینار ایک مدت سے پایا کھانے کی خواہش کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حسب خواہش پایا خریدا مگر انہیں یہ گوارا نہ ہوا کہ خود کھالیں اس لئے انہوں نے صدقہ کر دیا "۔

و عن ابی بلج قال : کان أُدْم مالك بن دينار كلَّ سنةٍ ملحًا بفلسين .

یعنی " ابو بلجؒ روایت کرتے ہیں کہ مالک بن دینارؒ کے پورے سال کا سالن دو پیسے کا نمک ہوتا تھا "۔

مالک بن دینارؒ مکمل طور پر تارکِ دنیا تھے۔ نہ ان کے پاس مال تھا اور نہ ان کے پاس کھانے کیلئے زیادہ طعام تھا۔ اندازہ لگائیں کہ مالک بن دینار سارے سال کا سالن اکٹھا خرید لیتے تھے۔ اور وہ سالن صرف نمک ہوتا تھا جو دو پیسوں سے وہ خریدتے تھے۔ ان کے گھر میں دنیا کی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک روایت ہے۔

وقع حريقٌ في بيت مالكٍ . فأخذ المصحف و أخذ القطيفة فأخرجهما . فقيل لـه : يا ابايحيٰى ! البيتَ . قـال : مـا لنا فيـه السدانة . ما أبالى أن يحترق .

یعنی " ایک مرتبہ مالک بن دینارؒ کے گھر کو آگ لگ گئی۔ مالکؒ نے صرف قرآن پاک کا نسخہ اور اپنا ایک کمبل اٹھایا اور گھر سے باہر نکل گئے۔ کسی نے کہا کہ اے ابویحییٰ (یہ مالک بن دینارؒ کی کنیت تھی) ! گھر جل رہا ہے اور آپ نے گھر بچانے کی فکر نہیں کی۔ مالکؒ نے فرمایا کہ میرے لئے اس گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو حفاظت کے قابل ہو لہٰذا مجھے گھر کے جلنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے "۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے اس واقعہ کی یوں روایت کی ہے۔

قال : وقع حريق بالبصرة . فأخذ مالك بطرف كسائِه يجرّه . و قال : هلك أصحاب الأثقال .

یعنی " ایک دفعہ شہر بصرہ میں آگ لگ گئی۔ مالکؒ نے اپنے کمبل کا ایک کنارا پکڑا اور اسے کھینچ کر باہر نکال لیا۔ اور فرمایا کہ آج زیادہ سامان والے لوگ ہلاک ہوگئے "۔

وعن جعفر بن سليمان قال : سمعتُ مالك بن دينار يقول : وددتُّ أنّ الله عزّ و جلّ جعل رزقى في حصاة أمصّها لا ألتمس غيرَها حتي أموت .

یعنی " جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کاش...... اللہ تعالی میرا رزق کنکریوں میں رکھ دیتے۔

میں اس کنکری ہی کو چوستا رہتا اور موت تک اس کنکری کے سوا کوئی رزق وغیرہ تلاش نہ کرتا "۔

و عن شيخ جار لمالك بن دينار قال : كنتُ مع مالك في طريق مكّة . فقال : إنّي داعٍ بشيءٍ فأمِّنُوا عليه . ثم قال : اللّهم لا تدخل بيتَ مالك بن دينار من الدنيا قليلاً و لا كثيرًا .

یعنی " مالکؒ کا ایک بوڑھا پڑوسی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ سفرِ حج میں مالکؒ کے ساتھ تھا۔ راستہ میں انہوں نے ایک جگہ ساتھیوں سے فرمایا کہ میں ایک دعا مانگتا ہوں تم آمین کہو۔ پھر یہ دعا مانگی۔

اے اللہ ! مالک بن دینار کے گھر میں دنیاوی مال و دولت داخل نہ کرنا نہ کم نہ زیادہ "۔

مناجاتِ الٰہیہ میں مستغرق بزرگوں کے قلوب غیر اللہ کی تمنا سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ایک شاعر ان کی اس حالت کا بیان ان ابیات میں کر رہا ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی — لی فقیری بادشاہت ہو گئی
ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی — اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی
جا کے بہلاؤں الٰہی دل کہاں — اب تو وحشت میری فطرت ہو گئی
قید کر صیّاد یا اب ذبح کر — جانِ بلبل گُل کی نکہت ہو گئی
اس کو ہر ذرّہ ہے اک دنیائے راز — منکشف جس پر حقیقت ہو گئی
جب سے خالق سے محبت ہو گئی — غربت اور ذلت بھی عزت ہو گئی

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کو خوفِ خدا، حبِّ مسراتِ جنّت اور حبِّ لذائذِ فردوس نے دنیاوی لذائذ اور دنیاوی آرائشوں سے بہت دور کر دیا تھا۔ مالک بن دینارؒ عیسیٰ علیہ السلام کے اس مبارک قول کے حقیقی مصداق اور مکمل نمونہ تھے۔

قال عیسی علیه الصلاة و السلام : خشیةُ الله و حبُّ الفردوسِ یُباعِدانِ من زهرة الدنیا و یورِثان الصبرَ علی المشقّةِ . حلیه ج۲ ص۳۶۹ .

یعنی ” عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا خوف اور جنت الفردوس کی محبت انسان کو دنیا کی چمک دمک پر فریفتہ ہونے سے دور کر دینے والی چیزیں ہیں اور مشقت و تکالیف پر صبر پیدا کرنے کے ذرائع ہیں۔ (یعنی یہ دو چیزیں انسان میں موجود ہوں تو اس کیلئے دنیوی مشقتوں پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے) “۔

اللہ تعالی ہمیں حرام مال سے بچائیں، رزقِ حلال پر قناعت نصیب فرمائیں اور خوفِ جہنّم، حبِّ مسرّاتِ جنّت و حبِّ عبادۃ اللہ سے ہم آغوش فرمائیں۔ آمین۔

باب ۲۱

اَعِزّۂ کرام ! اللہ تعالیٰ جسے قناعت اور مروّت نصیب فرمادیں تو یہ بہت بڑی نعمت و سعادت ہے۔ قناعت و مروّت دونوں آپس میں متلازمین ہیں۔

پس جس طرح غیر اللہ سے رزق و مال کا سوال کرنا قناعت کے تقاضے کے خلاف ہے اسی طرح غیر اللہ کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا مروّتِ کاملہ کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے بغیرِ اشد ضرورت کسی انسان کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ اگر ضرورتِ شدیدہ ہو تو یہ اور بات ہے۔ محدّثینِ کرام وفقہائے عظام نے ضرورتِ شدیدہ کے مواقع کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

احادیثِ نبویہ میں تصریح ہے کہ بے ضرورت سوال کرنے اور مانگنے والا شخص بروز قیامت نہایت بری حالت میں ہوگا۔ یہی سوال اس سائل کے چہرے پر قیامت کے دن بدنما سیاہ داغ یا زخم کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

البتہ بغیرِ سوال اگر کہیں سے مال و رزق ملے تو شرعاً اس کے لینے میں اور قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اسے قبول کرلینا اولیٰ ہے بشرطیکہ ایسے موقعہ پر کوئی ظاہری شرعی مانع موجود نہ ہو۔

فعن ثوبان رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : مَن یتقبّل لی بواحدۃٍ أتقبّل لہ بالجنۃ ۔ قال ثوبان : أنا ۔ قال : لاتسأل الناسَ شیئًا ۔ قال : فکان ثوبانُ تسقط علاقۃُ سوطِہ فلا یأمر أحدًا أن یناولہ وینزل ھو فیأخذھا ۔

ھذا حدیث صحیح ۔ أخرجہ احمد فی المسند ج۵ ص۲۷۵ ص۲۸۱ ، و ابوداود ، و ابن حبان فی صحیحہ ج۵ ص۱۶۴ و ابن ابی الدنیا فی القناعۃ ص۱۷ ۔

”حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری ایک بات کو بطورِ ضمانت قبول کرلے (یعنی مجھے اس بات پر عمل کرنے کی ضمانت دیدے) تو میں اس کیلئے دخولِ جنّت کا ضامن بنتا ہوں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا (یارسول اللہ!) میں آپ کی بات پر عمل کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ثوبان! لوگوں سے کسی قسم کا سوال نہ کیا کر۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی کوڑے کے دستے کا دھاگہ وغیرہ کہیں نیچے گر جاتا تو ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی آدمی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ مجھے یہ دھاگہ اٹھا کر دیدو بلکہ خود نیچے اتر کر وہ دھاگہ اٹھالیتے تھے“۔

وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال : أوصانی خلیلی ﷺ أن لاأسأل أحدًا شیئًا ۔ قال : فکان یقع السوطُ من یدہ فینزل فیأخذ ۔ ھذا حدیث صحیح ۔ أخرجہ احمد فی

المسند ج۵ ص۱۵۹ و ابن سعد في طبقاته ج۴ ص۲۲۹ و ابن حبان في صحيحه ج۱ ص۳۳۷ . مجمع الزوائد ج۳ ص۹۳ و القناعة لابن ابی الدنیا ص۱۷ .

" حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تاکید و نصیحت فرمائی کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر کوڑا ان کے ہاتھ سے کہیں نیچے گر جاتا تو وہ خود (گھوڑے سے) نیچے اتر کر اپنا کوڑا اٹھا لیتے تھے "۔

برادران عظام ! ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث سے آپ اندازہ کریں کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کا مقامِ اطاعت و فرمانبرداری کتنا بلند تھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نبی علیہ السلام کے سچے عُشّاق تھے۔ انہیں مال و دولت اور جاہ کی بجائے احکامِ الٰہیّہ و اوامرِ نبویّہ کی بجا آوری سے راحت حاصل ہوتی تھی۔

بے فکر و خیالِ دوست راحت نبود — اندیشۂ مال و جاہ و دولت نبود
سر رشتۂ جان و دل بدلبر بسپار — با دولت پائدار ، دورت نبود

اس رباعی کا منظوم اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

بے فکر و خیالِ یار راحت کیسی — اور خواہشِ مال و جاہ و دولت کیسی
بہتر ہے سپردِ یار کر دے دل و جاں — جز یار کسی اور سے رغبت کیسی

و عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہ قال : دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال : هل لك في بيعةٍ و لك الجنة ؟

قلت : نعم . فبسطتُّ يدی . فقال رسول الله ﷺ و هو يشترط علیّ : لا تسأل الناسَ شيئًا . قلت : نعم . قال : و لا سوطَك إن سقط منك حتي تنزل فتأخذه . أخرجه احمد ج٥ ص١٧٢ بسند فيه انقطاع و ابن ابی‌الدنيا في القناعة ص١٨ . و الحديث حسن بشواهده .

" حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے مجھے بلاکر ارشاد فرمایا کہ کیا تو بیعت کرنا چاہتا ہے جس کے بدلے میں تجھے جنّت ملے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ آگے کیا (تاکہ نبی علیہ السلام بیعت فرمائیں)۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ شرط لگاتے ہوئے فرمایا کہ تو لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگا کر۔ میں نے عرض کیا۔ ٹھیک ہے۔ نہیں مانگونگا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تیرا کوڑا بھی تجھ سے گر جائے تو وہ بھی کسی سے نہ اٹھوایا کر بلکہ خود گھوڑے سے نیچے اتر کر اٹھالیا کر "۔

حضرات گرامی قدر ! ان احادیث مبارکہ سے آپ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے جذبۂ اتباعِ احکامِ نبویّہ کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ ان کے قلوب محبتِ خدا و رسول سے سرشار تھے۔ ان کے مقابلے میں آجکل کے مسلمانوں کی شدید غفلت کا بھی اندازہ کریں۔ وہ حبِّ مال و دولت کے مرض میں مبتلا ہیں۔ موت کے وقت یہ غفلت دور ہوجائیگی اور حبِّ دنیا کی مستی کافور ہوجائیگی۔ مگر یہ سب کچھ بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو چکا ہوگا۔

ایک ہی موجِ قضا میں غفلتیں بہ جائینگی
سرکشوں کی گردنیں اپنی جگہ رہ جائینگی

ساقیٔ بزمِ فنا کا لب پہ کپ آنے تو دو
کِبر کی اُڑ جائیگی قلعی وہ تپ آنے تو دو

وعن حكيم بن حزام رضی اللہ عنه أنه سأل رسول الله ﷺ عمّا يُدخِل الجنةَ . قال : لا تسأل أحدًا شيئًا . فكان حكيمٌ لا يسأل خادمه أن يَسقِيه ماءً و لا أن يناوله ما يتوضّأ به . أورده ابن ابی الدنيا في القناعة ص١٨ .

" حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے (حکیم بن حزام نے) نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ! کونسا عمل ایسا ہے جو آدمی کو جنّت میں داخل کردے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تُو کسی سے کوئی چیز نہ مانگا کر۔ (چنانچہ نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد) حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شدّتِ احتیاط کا یہ عالَم تھا کہ اپنے خادم سے بھی یہ نہ کہتے کہ تو مجھے پینے کیلئے یا وضو کیلئے پانی لاکر دے "۔

و عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : لأن يحتطب أحدُكم على ظهره فيَقِي به وجهَه خيرٌ له من أن يسأل رجلاً أعطاه او منعه .

اخرجه البخاری و مسلم . و الترمذی ص١٨٠ و احمد ج١ ص١٦٧ ، ج٢ ص٣٠٠ ص٣٩٥ و ابن ابی الدنيا في القناعة ص١٩ .

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کی خاطر اگر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھائے (تاکہ ان لکڑیوں کو بیچ کر اپنی معاشی ضرورت پوری کر سکے) تو یہ اس کیلئے زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ کسی آدمی سے سوال کرے، چاہے وہ آدمی اسے مطلوبہ چیز دے یا نہ دے "۔

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر

تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو

بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

و عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : سوال الفقير شَينٌ في وجهه يوم القيامة . و سوال الغَنِيّ نارٌ في وجهه . إن أعطِى قليلٌ فقليلٌ و إن أعطِى كثير فكثير . اخرجه الطبرانى في الكبير ج۱۸ ص۱٦۲ ص۱۷۵ و ابن ابى الدنيا في القناعة ص۲۲ .

" حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ تنگدست وفقیر کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر بدنما داغ ہوگا۔ اور مالدار وغنی کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر آگ کی شکل میں نمودار ہوگا۔ (فقیر اور غنی کو یہ سزا سوال پر ملنے والی چیز کے مطابق ہوگی) اگر وہ چیز تھوڑی تھی تو سزا بھی تھوڑی ہوگی اور اگر وہ چیز زیادہ تھی تو سزا بھی زیادہ ہوگی "۔

و عن زياد بن الحارث الصدائی رضی الله عنه قال : اتٰی رجلٌ النبيَّ ﷺ فسأله . فقال له : مَن سأل الناسَ عن ظهر غِنًى فإنما هو داءٌ في البطن و صداعٌ في الرأس . اخرجه احمد في المسند ج٤ ص١٦٩ و ابوداود و الترمذی و البيهقی في السنن ج٤ ص١٧٤ و ابن ابی‌الدنيا في القناعة ص٢٣ .

”حضرت زیاد بن الحارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے آکر نبی علیہ السلام سے کوئی چیز مانگی۔ نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ جو آدمی غِنی ہونے کے باوجود لوگوں سے سوال کرے تو اس کا یہ عمل اس کے پیٹ کی بیماری ہے اور سر کا درد ہے“۔

احبابِ کرام! قناعت عظیم نعمت و سعادت ہے اور حرص بہت بڑی شقاوت ہے۔

قناعت سے اطمینانِ قلبی نصیب ہوتا ہے اور حبِّ ذکر اللہ و حبِّ آخرت جیسے نیک جذبات قلب میں پیدا ہوتے ہیں۔ کامل مسلمان کی یہ خواہش و آرزو ہوتی ہے کہ اسے ہر وقت ذکر اللہ و طاعت کا مشغلہ جاری رکھنے کی توفیق نصیب ہو اور خدا کی یاد سے ہر وقت دل مخمور ہو۔

رہوں ذکر و طاعت میں ہر دم الٰہی
یہی عُمر بھر مشغلہ چاہتا ہوں
نہ دم بھر رہوں یاد سے تیری غافل
یہ توفیق اب اے خدا چاہتا ہوں

میں کب تک پھروں دربدر مارا مارا
ترے در پہ اب بیٹھنا چاہتا ہوں
جیوں گا کسی کا میں ہو کر فدائی
بقا بھی برنگِ فنا چاہتا ہوں
بوقتِ خوشی ہو فنا کا تصوّر
مسرّت بھی حسرت فزا چاہتا ہوں
بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں
وہی چاہتے ہیں مَیں کیا چاہتا ہوں
جو کردے مجھے گم خدا کی طلب میں
مَیں ایسا کوئی رہنما چاہتا ہوں
تصدُّق ، تعیُّش ، تنعُّم ، تجمل
بس اب اِک غمِ دلرُبا چاہتا ہوں
بس اصلاحِ نفس اپنی تھک کر الٰہی
تجھی پر میں اب چھوڑنا چاہتا ہوں

بے ضرورت کسی سے سوال کرنا اور مال مانگنا بڑی ذلّت و رسوائی ہے۔ حرصِ دنیا ہی انسان کو اِس ذلّت و رسوائی پر آمادہ کرتی ہے۔

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا — اَفعال مضرّ سے کچھ نہ کرنا اچھا
اکؔبر نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی — جینا ذلّت سے ہو گر تو مرنا اچھا

مذکورہ صدر احادیثِ مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ بے ضرورت کسی سے سوال کرنا اور مال و رزق مانگنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور گناہ ہونے

کے علاوہ موجبِ ذلّت و رسوائی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

البتہ اگر سوال کے بغیر کوئی شخص مال دینا چاہے تو شرعاً اس کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آگے اس موضوع سے متعلق چند آثار پیشِ خدمت ہیں۔

عن نافع انّ المختار بن ابی عبید کان یرسل الی عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما بالمال فیقبلہ و یقول : لا أسأل أحدًا شیئًا و لا أردّ ما رزقني اللّٰہ تعالی . أخرجہ ابن ابی الدنیا في القناعة ص۲۰ . واخرجہ ابن سعد ج۴ ص۱۵۰ و ابن الاثیر في اسد الغابة ج۵ ص۱۲۳ . و الحدیث صحیح .

” حضرت نافع رحمہ اللّٰہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ والیٔ کوفہ مختار بن ابی عبید حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں مال وغیرہ بھیجتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ مال وتحائف وغیرہ قبول کر لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں خود کسی آدمی سے سوال نہیں کرتا البتہ اللہ تعالیٰ جو رزق میرے لئے بھیجیں میں اسے رد نہیں کرتا “ ۔

وعن المطلب بن عبداللّٰہ بن حنطب ان عبداللّٰہ بن عامر (عامل العراق لعثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ) أرسل الی عائشة رضی اللّٰہ تعالی عنہا بنفقة و کسوة . فقالت للرسول : انی لاأقبل من أحدٍ شیئًا . فلمّا خرج الرسول قالت : رُدُّوہ . انّی ذکرتُ شیئاً ان رسول اللّٰہ

ﷺ قال : يا عائشة ! من أعطاك عطاءً من غير مسألة فاقبليه . فانما هو رزقٌ عرضه الله لك .

اخرجه ابن ابى الدنيا في القناعة ص۲۱ و احمد في مسنده ج۲ ص۷۷ ص۲۵۹ و المتّقى في الكنز ۱۶۸۲۰ . و الحديث ضعيف .

" حضرت مطلب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبد اللہ ابن عامر (عراق کے عامل و گورنر) نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں کھانے پینے کا کچھ سامان اور کپڑے وغیرہ بھیجے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے قاصد سے فرمایا کہ میں کسی آدمی کی طرف سے کوئی چیز قبول نہیں کرتی۔ جب قاصد چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے اسکے پیچھے آدمی بھیجا کہ اسے واپس بلاؤ کیونکہ مجھے ایک حدیث یاد آگئی ، نبی علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا کہ اے عائشہ ! جو آدمی تجھے بغیر سوال کے کوئی چیز دینا چاہے تو تُو اسے قبول کرلیا کر۔ کیونکہ وہ ایسا رزق ہے جو اللہ تعالی نے خصوصی طور پر تیرے لئے بھیجا ہے "۔

تمام امور و اشیاء کے خالق و مختار اللہ تعالی ہیں۔ جملہ مقاصد میں کامیابی اللہ عزوجل کی مرضی و ارادے پر موقوف ہے۔ اللہ تعالی اگر چاہیں تو مقاصد میں کامیابی وکامرانی ہوگی اور اگر اللہ تعالی نہ چاہیں تو کسی مقصد میں کامیابی ناممکن ہے۔

لہٰذا حصولِ رزق و مال اور دیگر مطالب میں کامیابی کیلئے پوری طرح خدا تعالی کی طرف متوجّہ ہونا چاہئے ، عبادت و ذکر اللہ میں مشغول

رہنا چاہئے اور اللہ عزوجل سے مدد و نصرت کی دعا مانگتے رہنا چاہئے۔ مگر افسوس ...... کہ آجکل مسلمان بڑے غافل ہیں۔

جو اہلِ دنیا کا رُخ کرو گے سکونِ خاطر کبھی نہ ہوگا
شریکِ غفلت بہت ملیں گے، شریکِ عبرت کوئی نہ ہوگا
یہی ہے مذہب کا جزوِ اعظم کہ دین دنیا پہ ہو مقدّم
نئے طریقے میں لیکن اے دوست، ہوگا سب کچھ یہی نہ ہوگا

عن ابی عبیدة بن عبدالله بن مسعود قال : اتی رجلٌ النبيَّ ﷺ فقال : إنّ بني فلان أغاروا عليّ . فذهبوا بـإبلي و ابني . فقال رسول الله ﷺ : إنّ آل محمد ﷺ لكذا وكذا اهل بيتٍ ما فيهم مدٌّ من طعام او صاعٌ من طعامٍ . فسلِ الله تعالى .

فرجع الى امرأته . فقالت : ما قال لك ؟ فأخبرها . فقالت : نعم ما رَدَّك اليه . فما لبث أن ردّ الله اليه إبله و ابنه أوفر ما كانت . فأتى النبيَّ ﷺ فأخبره . فصعد النبي عليه السلام المنبر فحمد الله و أثني عليه . و أمر الناس بمسألة الله والرغبة اليه . و قرأ عليهم : و من يتّق الله يجعل له مخرجًا و يرزقه من حيث لا يحتسب .

اخرجه ابن ابی‌الدنیا في القناعة ص۳۷ و الطبری ج۲۸ ص۸۹ مرسلا عن السدی . و ذكره السيوطی في الدر ج٦ ص۲۳۳ . و اخرجه الحاكم في المستدرك ج۲

ص۱۲۳ و صححه . و تعقّبه الذهبي بقوله بل منكر .

"ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ فلاں قبیلے کے لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور میرے اونٹ اور میرا بیٹا اٹھاکر لے گئے۔ نبی علیہ السلام نے اس شخص کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول کراتے ہوئے یہ حکیمانہ جواب ارشاد فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے مگر ان تمام گھروں میں مجموعی طور پر ایک صاع بلکہ ایک مُد (صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اور مُد رُبعِ صاع ہے) طعام بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور اسی سے حاجت براری کی دعا مانگ (ان شاء اللہ تعالیٰ تیرے اونٹ اور تیرا بیٹا واپس آجائیں گے)۔

وہ آدمی واپس اپنی بیوی کے پاس گیا۔ بیوی نے اس سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام نے تجھے کیا کہا؟ اس نے بیوی کو ساری بات بتلائی۔ بیوی نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے جس بات کی طرف تیری توجّہ مبذول کرائی ہے وہ بہت بہتر ہے (چنانچہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ سوال پھیلایا اور اپنی حاجت براری کی دعا مانگی) پس کچھ دیر ہی بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے اونٹ اور اس کا بیٹا پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بہتر حالت میں واپس لوٹا دیئے (یعنی بیٹا اپنے ساتھ کچھ سامان وغیرہ بھی لے آیا)۔ وہ شخص دوبارہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اونٹ اور بیٹا واپس آجانے کی اطلاع دی۔

نبی علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے

بعد لوگوں کو اس بات کا امر فرمایا کہ تم بھی اپنی تمام حاجات کا سوال اللہ تعالیٰ ہی سے کیا کرو اور اسی کی طرف رغبت کیا کرو۔ پھر یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے رنج و غم سے مخلصی کی کوئی صورت پیدا کر دیں گے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو "۔

دوستو! اللہ عزوجل کی رضا ہر قسم کی دائمی مسرات کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا عبادت اللہ و ذکر اللہ و صراط مستقیم پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے برخلاف دنیوی مسرات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ سب امور فانی ہیں۔ دنیوی مسرات اور بہاروں پر مصائب و ہموم کے طوفان اور خزاں کے حملے جاری ہیں۔

رضائے حق پہ راضی رہ ، یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق ، خدا مالک ، خدا کا حکم ، تُو کیسا
خزاں پھرتی ہے آنکھوں میں چمن کا کیا مزا آئے
فنا جب ہے نگاہوں میں ، تو لطفِ رنگ و بُو کیسا
مئے گُل رنگ سے جس مسلمِ ناداں کو رغبت ہے
خدا جانے رگوں میں اُس کی بہتا ہے لہو کیسا
گھٹا کر دین کو ، عزت تری بڑھ سکتی ہے کیونکر
طریقِ کفر میں اے دوست حفظِ آبرو کیسا

اللہ جل جلالہ کا ازل میں مقرر کیا ہوا رزق انسان کو ضرور پہنچتا ہے ، اس میں سے ایک دانہ بھی کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسان اللہ تعالیٰ

کے مقرر کئے ہوئے رزق سے ایک دانہ زیادہ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنه قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : لو فرّ احدُکم من رزقه لأدرکه کما یُدرکه الموتُ .

اخرجه ابن ابی الدنیا فی القناعة ص ۴۰ .

" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنے (مقرر شدہ) رزق سے بھاگے تو رزق اسے اسی طرح پالیگا جس طرح موت انسان کو پالیتی ہے (یعنی جس طرح موت ہر صورت میں آکر رہتی ہے اسی طرح مقرر شدہ رزق بھی ہر صورت میں مل کر رہتا ہے) "۔

و فی کنز العمّال ۵۰۷ عن ابی الدرداء مرفوعًا : الرزق أشدّ طلباً للعبد من أجله .

" حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ رزق آدمی کو موت سے زیادہ تلاش کرتا ہے (یعنی آدمی کو موت اتنی زیادہ تلاش نہیں کرتی جتنا رزق آدمی کو تلاش کرتا ہے) "۔

و عن عمر بن الخطّاب رضی اللّٰہ عنه انه قال : ما من امرئٍ إلاّ وله اثرٌ هو واطؤه و رزقٌ هو آکله وأجلٌ هو بالغه و حتفٌ هو قاتله ۔ حتی لو أنّ رجلاً هرب من رزقه لاتَّبعه حتی یدرکه کما أنّ الموت مدرك من هرب منه ۔ ألا فاتّقوا اللّٰہ و أجملوا فی الطلب .

أخرجه البیهقی فی شعب الایمان کما فی کنزالعمال

۹۸۶۳ و ابن ابی الدنیا في القناعة بغیر قوله ألا فاتّقوا الخ ص ٤٠ .

" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہر آدمی کیساتھ چار امور لازم ہیں۔

(۱) طریقۂ زندگی و راہِ عمل جس پر وہ چلتا ہے اور اسے طے کرتا ہے۔

(۲) رزق جسے وہ کھاتا ہے۔

(۳) موت جو ہر صورت میں آکر رہتی ہے۔

(۴) اسبابِ موت جو آدمی کے قاتل ہوتے ہیں، یعنی اس کی موت کا سبب بنتے ہیں۔ آدمی اگر اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اس کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ رزق آدمی کو اسی طرح پالیتا ہے جس طرح موت بھاگنے والے آدمی کو پالیتی ہے (یعنی جس طرح موت ہر صورت میں آتی ہے اسی طرح رزق بھی ہر صورت میں ملتا ہے)۔ غور سے سنو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پاکیزہ و حلال طریقے سے رزق حاصل کرو "۔

حضرات کرام! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جامع قول و اثر آپ نے سن لیا۔ اس میں قناعت کی ترغیب اور موت کی ترہیب و تخویف کا نہایت مؤثّر بیان ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ موت بہر صورت آکر رہتی ہے۔ لہٰذا طولِ امل سے اجتناب کرنا چاہئے۔

عبث طولِ اَمل یہ ہے چناں ہوگا، چنیں ہوگا
نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زیرِ زمیں ہوگا

اسی مضمون کے بارے میں مزید دو مفید، حکیمانہ، رقّت انگیز اور رلانے والے اشعار سن لیں۔

گلوں کی فرقت کے داغ اب تک ہرے ہیں سینے میں اے گلستاں
چمن میں، مَیں خاک اڑا چکا ہوں تو پھول کس دل سے اب چنوں گا
خوشی تو ایسی کوئی نہ دیکھی کہ اسکی مستی زیادہ رہتی
مگر غم ایسا ہوا مجھے اب کہ حشر تک ہوش میں رہونگا

افسوس صد افسوس ...... موت کے حملے آئے دن ہم سنتے اور دیکھتے ہیں مگر ہم عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اکثر مسلمان غفلت میں مبتلا ہیں۔ مال و دولت کو انہوں نے مقصودِ اصلی بنا لیا ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خزاں پھرتی ہے آنکھوں میں چمن کا کیا مزہ آئے
فنا جب ہے نگاہوں میں، تو لطفِ رنگ و بُو کیسا
مئے گُل رنگ سے جس مسلمِ ناداں کو رغبت ہے
خدا جانے رگوں میں اُس کی بہتا ہے لہو کیسا
گھٹا کر دین کو، عزت تری بڑھ سکتی ہے کیونکر
طریقِ کفر میں اے دوست حفظِ آبرو کیسا

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : من انقطع الی اللہ کفاہ اللہ کلَّ مؤنة و رَزَقَه من حیث لا یحتسب . ومن انقطع الی الدنیا وَکَّلَه اللہ الیها .

اخرجه ابن ابی الدنیا في القناعة ص٤٨ وابن كثير في تفسيره ج٤ ص٣٨٠ . و اورده صاحب كنز العمال رقم ٦٢٧٣ و عزاه الى الحكيم الترمذی و الطبرانی في الكبير .

" حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیاوی امور سے منقطع ہوکر اللہ تعالی کی طرف متوجّہ ہوتا ہے اللہ تعالی ہر مشقت سے اس کی کفایت فرماتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو آدمی اللہ تعالی سے منقطع ہوکر دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالی اسے دنیا کے ہی سپرد کردیتے ہیں (یعنی اللہ تعالی کی غیبی مدد ونصرت اس شخص کے شاملِ حال نہیں ہوتی) "۔

شادَ الملوكُ قصورَهم و تَحَصَّنُوا
مِن كلّ طالبِ حاجةٍ او راغبِ
غالوا بأبواب الحديدِ لِعزّها
و تنوَّقوا في قُبح وجه الحاجبِ
فاذا تلطَّفَ في الدخول إليهم
عافٍ تلقَّوه بوعدٍ كاذبِ
فاطلُبْ الى مَلِكِ الملوك ولاتكن
يا ذاالضراعة ! طالباً من طالبِ

" (۱) بادشاہ خوش ہیں اپنے محلات میں اور وہ محفوظ و پوشیدہ ہیں ہر حاجتمند اور رغبت کرنے والے سے (یعنی حاجتمندوں کو وہ اپنے محلات

میں نہیں آنے دیتے)۔
(۲) انہوں نے اپنی شان و شوکت و عزت کیلئے نہایت قیمتی لوہے کے دروازے لگوا لئے ہیں۔ اور انہوں نے انتہائی تُرش رُو اور بداخلاق دربان رکھے ہوئے ہیں۔
(۳) جب کبھی کوئی حاجتمند اور سائل کسی ذریعہ سے اندر داخل ہوجاتا ہے تو وہ بادشاہ اور دولتمند جھوٹے وعدوں سے اس کے ساتھ پیش آتے ہیں (یعنی جھوٹے وعدے کر کے اسے واپس کر دیتے ہیں)۔
(۴) لہٰذا اے انسان! تو بادشاہوں کے بادشاہ سے یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کر اور اسی کی طرف متوجّہ ہوجا۔ اور اے عاجزی کرنے والے (محتاج و حاجتمند) اس سے طلب نہ کر جو خود کسی سے طلب کرنے والا ہے (یعنی یہ دولتمند و بادشاہ تو خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تجھے کیا دیں گے)"۔

عن رجاء بن حَيْوة رضی اللہ عنه قال : قال رجلٌ للنبي ﷺ أوصِنِي . قال : استغنِ بغنٰى اللهِ . قال : ما غنٰى الله ؟ قال عليه السلام : غَداءُ يومٍ أو عَشاءُ ليلةٍ .

اخرجه الحافظ ابن ابی الدنيا في القناعة ص٦٩ . و اخرجه ابن عدی في الكامل من حديث ابی هريرة مرفوعًا . و الديلمی في الفردوس ص٢٨٠ . و سنده ضعيف .

" حضرت رجاء بن حیوۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی نصیحت و وصیت فرمائیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ

کے (عطا کردہ) غِنا کے ساتھ اپنے آپ کو مستغنی سمجھ۔ اس آدمی نے عرض کیا کہ اللہ تعالی کا (عطا کردہ) غِنا کیا ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ (اللہ تعالی کا عطا کردہ غِنا یہ ہے کہ) آدمی کے پاس صرف دن کا کھانا ہو یا صرف رات کا کھانا ہو"۔

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو قانع ہونا چاہئے اور حرص و طولِ امل سے اجتناب کرنا چاہئے۔ قناعت اور قصرِ امل کا مطلب یہ ہے کہ اگر صرف صبح کا کھانا یا صرف شام کا کھانا مل جائے تو گویا وہ شخص غَنِی ہے۔ یہ لمبی امیدیں انسان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو محتاج اور فقیر سمجھے اگرچہ اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو۔

پس وصفِ قناعت ربّانی غِنا ہے۔ یہ وصف انسان کو غَنِی اور مستغنی بناتا ہے اگرچہ اس کے پاس صرف صبح کا کھانا ہو یا صرف شام کا کھانا ہو۔

و عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالی عنهما قال: یقول اللہ تعالی: یا ابن آدم! إذا قنعتَ بما رزقناك فأنتَ أغنَی الناسِ. القناعة و التعفف لابن ابی الدنیا ص۶۹.

" حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما اس حدیثِ قدسی کی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ اے ابنِ آدم! جب تو میرے عطا کردہ رزق (تھوڑا ہو یا زیادہ) پر قناعت کرلے تو تُو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ غَنِی و دولتمند ہے"۔

حکیمِ عرب اکثم بن صیفیؓ کا ایک حکیمانہ قول ہے، فرماتے ہیں۔ **مَن رضِی بالقسم طابتْ معیشتُه. و مَن قنع بما هو فیه قرّت**

عينـه . قناعة ص٦٩ .

یعنی ” جوشخص اللہ تعالی کی تقسیمِ رزق پر راضی ہو جائے اسکی زندگی پاکیزہ اور پرسکون ہو جاتی ہے۔ اور جوشخص اللہ تعالی کی طرف سے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کر لے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ (یعنی اسے اطمینان وسکون نصیب ہو جاتا ہے)“۔

وعن ابی العلاء بن الشِّخِّير رضى الله عنه قال : قال النبي ﷺ : إذا أراد الله بعبد خيرًا أرضاه بما قَسَمَ له و بارك له فيه . و إذا لم يرد به خيرًا لم يُرضِه بما قسم له و لم يبارك له فيه .

قناعة ص٧٠ . و اسناده مرسل . و اخرجه ايضًا في المسند ج٥ ص٢٤ . وقال الهيثمى في مجمع الزوائد ج٩ ص٢٥٧ : رواه احمد ، و رجاله رجال الصحيح . واخرجه ابونعيم في الحلية ج٢ ص٢١٣ .

” حضرت ابوالعلاء بن الشخیر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کسی بندے سے خیرو بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تقسیمِ رزق (جو رزق اس کے مقدّر میں لکھا جا چکا ہے) پر راضی فرما دیتے ہیں۔ اور اس کے رزق میں (کم ہو یا زیادہ) برکت پیدا فرما دیتے ہیں۔ اور جس بندے کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتے اسے تقسیمِ رزق پر راضی نہیں فرماتے (یعنی وہ آدمی اللہ تعالی کی تقسیمِ رزق پر راضی نہیں ہوتا) اور نہ ہی اس کے رزق میں برکت پیدا فرماتے ہیں “۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر کسی شخص کا قانع ہونا اس شخص کی خوش قسمتی کی علامت ہے۔اور حرص و طولِ امل بدبخت ہونے کی علامات ہیں۔ حرص انسان کو تباہ کرنے والی اور اطمینان قلبی چھیننے والی چیز ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، فرماتے ہیں۔ **اللهم إنّا نعوذ بك أن نمثل معافاتَك . قالوا : و كيف ذلك يا أباسعيد ! قال : الرجل يكون في بلده في خفضٍ و دعةٍ فتدعوه نفسُه الى أن يطلب الرزق من غيره . قناعة ص۷۳ .**

یعنی ” اے اللہ! ہم اس بات سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم آپ کی عطا کردہ عافیت و سلامتی کو بگاڑیں اور تبدیل کریں۔لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابوسعید! (یہ حسن بصریؒ کی کنیت تھی) یہ بگاڑنے والا عمل کس طرح ہوتا ہے؟ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدمی اپنے شہر میں عیش و آرام اور فارغ البالی سے زندگی گزار رہا ہو، پھر اُسے اس کا نفس (یعنی حرص) حصولِ رزق کیلئے وہ شہر چھوڑ کر کسی اور شہر جانے پر ابھارے اور آمادہ کرے “۔

بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت مفید قول ہے، فرماتے ہیں۔

يكفيك من الدنيا ما قنعتَ به و لو كفّ تمر و شربةُ ماءٍ و ظلُّ خباءٍ . و كلّما انفتح عليك من الدنيا شئٌ ازدادت نفسُك به تعباً . اخرجه ابونعيم في الحلية ج۲ ص۲۲۵ و ابن ابى الدنيا في القناعة ص۷۳ .

" یعنی تیرے لئے دنیاوی رزق ومال میں سے اتنا رزق کافی ہے جس پر تو قناعت کرلے اگرچہ وہ رزق ایک مٹھی کھجور ہو اور ایک گھونٹ پانی ہو اور خیمے کا سایہ ہو۔ اور مال و رزق جتنا زیادہ بڑھے گا اتنا زیادہ تیرا نفس تھکے گا اور اس پر بوجھ پڑے گا"۔

و قال فضالة بن عبيد رضى الله تعالى عنه : سمعت رسول الله ﷺ يقول : أفلح من هُدِىَ الى الاسلام . و كان عيشه كفافاً فأوسع به . اخرجه الترمذى رقم ٢٤٥٣ و احمد في المسند ج٦ ص١٩ و ابن حبان ج٢ ص٤٥ و الحاكم ج١ ص٣٥ و صححه و أقرّه الذهبي . و ابن ابى الدنيا في القناعة .

" حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کامیاب ہوگیا وہ آدمی جس کی اسلام کی طرف رہنمائی کی گئی ہو اور اس کا رزق بقدرِ گزارہ ہو جسے اس نے کافی سمجھا ہو"۔

واخرج احمد في مسنده ج٢ ص٢٥٤ ص٣١٤ عن ابى هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : اذا نظر أحدكم الى مَن هو فوقه في المال و الجسم فلينظر الى من هو دونه في المال والجسم . واخرجه البخارى ومسلم والترمذى ايضاً . قناعة ص٧٤ .

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی

نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے سے زیادہ مالدار اور زیادہ صحتمند آدمی کی طرف دیکھے (اور اس کے مالدار و تندرست ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں بھی یہ لالچ و طمع پیدا ہو کہ کاش میں بھی اس جیسا مالدار و صحتمند ہوتا) تو اس شخص کو چاہئے کہ مالی و جسمانی لحاظ سے اپنے سے کم تر آدمی کی طرف دیکھے (اس طرح اس کے اندر صبر و شکر کا جذبہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی و قانع ہوگا)"۔

حرص سے بچنے، قناعت اختیار کرنے اور رضا بقضاء اللہ و بتقسیم اللہ پر آمادہ کرنے کا یہ ایک عجیب طریقہ حدیثِ مذکور میں بتلایا گیا ہے کہ انسان دنیاوی امور اور مال و دولت میں اپنے سے اعلیٰ شخص کی بجائے اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے مالی اور دنیاوی لحاظ سے کمزور ہو۔ اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مفید قول سن لیں۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه : لا تدخلوا علی أهل الدنیا فانها مسخطة للرزق . قناعة ص ۷۴ .

" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تم اہلِ دنیا (یعنی وہ لوگ جو مالی طور پر تم سے اعلیٰ ہوں) کے پاس زیادہ آیا جایا نہ کرو۔ کیونکہ ان کے پاس زیادہ آنے جانے سے آدمی اپنے مقرر شدہ رزق پر راضی نہیں رہتا (یعنی دنیاداروں کا زیادہ مال اور اپنا تھوڑا مال دیکھ کر آدمی اللہ تعالیٰ کی تقسیمِ رزق پر ناراض ہو جاتا ہے)"۔

صبر، شکر، قناعت، رضا بقضاء اللہ و بتقسیم اللہ، توکّل علی اللہ اور خصال حمیدہ نہایت مبارک صفات ہیں اور حرص، طمع، لالچ اور طولِ اَمل

بڑے قبیح اوصاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے بچائیں اور صبر، شکر، رضا بقضاء اللہ، قناعت، حسنات، طاعات اور فکر آخرت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

باب ۲۲

احباب کرام ! مبارک ہیں وہ مسلمان جنہیں اللہ تعالی نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے ذکر اللہ، عبادۃ اللہ، مکارمِ اخلاق، رضا بقضاء اللہ اور قناعت کی توفیق نصیب فرمائی ہو۔

جو شخص خدا کی عبادت اور ذکر اللہ کا مشغلہ اختیار کر لے اللہ تعالی اسے غیبی اسباب کے ذریعہ رزق پہنچاتے ہیں۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنه مرفوعاً : ان في القرآن آيةً لو أخذ بها الناسُ لكفتهم " و من يتّقِ الله يَجعل له مخرجاً و يرزقه من حيث لايحتسب ". اخرجه احمد ج۵ ص۱۷۸ و الدارمی ج۲ ص۳۰۳ و ابونعيم في الحلية ج۲ ص۴۹۲ و فيه انقطاع . و ابن ابی الدنيا في القناعة ص۶۳ .

" حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے کہ اگر لوگ اس کے مطابق عمل کرلیں تو وہ آیت تمام لوگوں کیلئے رزق کے سلسلے میں کافی ہوجائے اور ان کی کفایت کرے۔ (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے) اور جو شخص

اللہ تعالیٰ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے رنج و محن سے مخلصی کی کوئی صورت پیدا فرمادیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو"۔

وقال ابن عباس رضی الله عنهما : كان عابدٌ يعبد في غار . فكان غرابٌ يأتيه كلَّ يومٍ برغيف يجد فيه طعم كل شئ حتي مات ذلك العابدُ . اورده القرطبي ص۹۷ و ابن ابی‌حاتم ج۲ ص۲۱۷ و ابن ابی‌الدنیا في القناعة ص۷۷ .

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک عابد غار میں عبادت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رزق رسانی کا یہ ذریعہ پیدا فرمایا تھا کہ ایک کوّا روزانہ اس عابد کے پاس ایک روٹی لے آتا تھا۔ وہ عابد اس روٹی میں ہر قسم کے طعام کا ذائقہ پاتا۔ یہاں تک کہ وہ عابد دنیا سے رخصت ہوا۔ (یعنی غار میں رزق رسانی کا یہ سلسلہ اس عابد کی موت تک جاری رہا)"۔

اللہ عزوجل مسبِّب الاسباب و مختارِ کُل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو ظاہری اسباب کے بغیر مخفی طریقوں و ذرائع سے رزق پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت لامتناہی ہے اور ان کی رضا مقصودِ اعظم ہے۔ غم اور خوشی دینا، بگاڑنا اور سنوارنا، جگانا اور سُلانا وغیرہ امور اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ایک شاعر نے عارفانہ وحکیمانہ اسلوب میں اس مضمون کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ کہتا ہے۔

وہی ہنسائے ، وہی رُلائے ، وہی جگائے ، وہی سلائے
وہی بگاڑے ، وہی سنوارے ، وہی نکالے ، وہی بلائے
اُسی سے خوش رہ، اسی کا غم کر، اُسی کو دیکھ اور اُسی میں گم ہو
ثنا اُسی کی ، دعا اُسی سے ، اُسی کا ذکر اور اُسی کا غم ہو
جہانِ فانی کے کُل کوائف، اُسی کی قدرت کے ہیں لطائف
اُسی کی رحمت سے کوئی غافل، اُسی کی عظمت سے کوئی خائف
دلوں کا مالک ، نظر کا حاکم ، سمجھ کا صانع ، خرد کا بانی
جمال اُسی کا ، جلال اُسی کا ، اُسی کو زیبا ہے لن ترانی

عن جابر و ابی سعید رضی اللّٰہ تعالی عنهما قالا : قال رسول اللّٰہ ﷺ : انّ اللّٰہ ليتّجر لعبده من وراء كلّ تجارةٍ حتى يأتيه برزقه أنّى يَكون . فقال رجل : يا رسول اللّٰہ ! و ان كان من الأسناب . قال : و ان كان من الأسناب (اى الأشرار و الفسّاق) .

أخرجه ابن ابی الدنيا في القناعة ص٤٢ . و أورده القرطبي في قمع الحرص١٠٥ . و اسناده ضعيف .

" حضرت جابر و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہما نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ بندے کی ظاہری تجارت کے علاوہ اللہ تعالی اس کیلئے مخفی و پوشیدہ ذرائع سے بھی رزق جمع فرماتے ہیں (یعنی بندہ توحصولِ رزق کیلئے ظاہری تجارت کرتا ہے مگر اللہ تعالی اسے مخفی ذرائع و اسباب سے بھی رزق مہیّا فرماتے ہیں) یہاں تک کہ بندہ جہاں بھی ہو اللہ

تعالیٰ اسے وہ رزق پہنچاتے ہیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگرچہ وہ آدمی فسّاق و اشرار میں سے ہو؟ تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اگرچہ وہ فسّاق و اشرار میں سے ہو"۔

و عن محمد بن سيرين عن ابيه قال : أردتُّ أن أخرج في وجهٍ فبينا انا في الطريق إذ قال رجل : هذا ابوك خلفك . حتي لحقني فقال : يا بُنَيَّ ! اتّق اللّٰہ حيثما كنتَ . و اعلم : ان لك رزقًا لن تعدوه . فاطلبه من حِلّه فانك إن طلبتَه من حلّه رزقَك اللّٰہُ طيّبًا و استعملك صالحاً و استودعك اللّٰہ . و السلام عليك . اخرجه ابن ابى الدنيا في القناعة ص٤٣ .

" حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفر (سفرِ تجارت وغیرہ) کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ میں راستے میں ہی تھا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ آپ کے والد آپ سے ملنے کیلئے آپ کے پیچھے آرہے ہیں۔ والد صاحب مجھے آکر ملے اور فرمایا کہ اے بیٹے! میں تجھے ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ تو جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اور اس بات کا پختہ یقین کرلے کہ جو رزق تیرے مقدر میں لکھا جاچکا ہے تو ہرگز اس سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ (یعنی نہ تو اس رزق سے زیادہ رزق حاصل کرسکتا ہے اور نہ تو اپنے رزق کو چھوڑ کر کہیں آگے جاسکتا ہے)۔

لہٰذا تو حلال طریقے سے رزق تلاش کر۔ کیونکہ اگر تو اپنے رزق کو حلال طریقے سے طلب کریگا تو اللہ تعالیٰ تجھے پاکیزہ رزق نصیب فرمائیں

گے اور تجھے اپنا نیک بندہ بنا کر اَعمالِ صالحہ کی توفیق دیں گے۔اس نصیحت کے بعد میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں "۔

قارئین کرام ! اس زمانے میں مسلمان نہایت غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ آخرت سے اور موت سے غافل ہیں۔وہ اپنی قیمتی زندگی مال و رزق ، دنیوی شان و جاہ اور فانی عزت و مسرّت کی تحصیل میں ضائع کر رہے ہیں۔

یہ دنیا دائمی اور ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ یہاں کا کوئی حال دائمی نہیں۔ نہ غم دائمی ہے اور نہ خوشی۔نہ بہار دائمی ہے اور نہ خزاں۔ آج جہاں ویرانہ نظر آرہا ہے یہاں پر کبھی آباد گھر تھے۔اور جہاں پر آج جنگلی جانور ، درندے چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں یہاں کسی زمانے میں انسان بستے تھے۔

یہ چٹیل میدان جہاں آج ہر طرف کانٹے دار جھاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں یہاں زمانۂ ماضی میں ہرے بھرے درخت تھے۔سیر کیلئے حسین و دلربا باغ پھیلے ہوئے تھے۔بادشاہوں کے رہنے کیلئے بڑے بڑے عالیشان محل بنے ہوئے تھے۔

یہ صحرا جہاں آج بگولے خاک اڑاتے نظر آرہے ہیں یہاں عہدِ قدیم میں ہُن پر ہُن برستا تھا۔دولت کی کثرت تھی ۔سیم و زر کی فراوانی تھی۔مال و دولت کی ریل پیل اور بہتات تھی۔ عیش وعشرت کی محفلیں جمتی تھیں۔حسین و جمیل محبوب رقص کرتے تھے۔مگر آج ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔اس دنیا کا حال یوں بدلتا چلا آیا ہے اور یوں ہی بدلتا رہیگا۔

جہاں ویرانہ ہے پہلے کبھی آباد گھر یاں تھے
شغال اب ہیں جہاں رہتے کبھی بستے بَشَر یاں تھے

جہاں چٹیل ہے میداں اور سراسر ایک خارستاں
کبھی یاں قصر وایواں تھے چمن تھے اور شجریاں تھے
جہاں پھرتے بگولے ہیں اڑاتے خاک صحرا میں
کبھی اڑتی تھی دولت رقص کرتے سیم بریاں تھے
ظفرؔ احوالِ عالَم کا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
کہ کیا کیا رنگ اب ہیں اور کیا کیا بیشتریاں تھے

وقال عون بن عبدالله : الدنيا ممرٌّ والآخرة مرجعٌ و القبر برزخٌ بينهما . فمَن طلب الآخرة لم يَفُته رزقُه . و مَن طلب الدنيا لم يُعجِز الملكَ عند انقضاء ايّامه . كتاب القناعة .

"حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ دنیا گزرگاہ ہے، آخرت ٹھکانہ وقرارگاہ ہے اور قبران دونوں عالَموں کے مابین ایک تیسرا عالَم ہے۔ پس جو آدمی آخرت کا طالب ہو دنیوی رزق ومال اسے ہر صورت میں پہنچ کر رہتا ہے۔ اور جو آدمی دنیا کا طالب ہو تو یہ طلبِ دنیا زندگی کے اختتام کے وقت یعنی موت کے وقت ملک الموت کو نہیں روک سکے گی۔ (یعنی اخروی مسرّات کا طالب دنیوی و اخروی ہر لحاظ سے کامیاب ہوتا ہے اور دنیا کا طالب اخروی اعتبار سے ناکام ہوتا ہے)"۔

و قال ايوب بن وائل البصرى رحمه الله تعالى : لا تهتمّ للرزق و اجعل همَّك للموت .

"حضرت ایوب بن وائل رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اے انسان ! تو

رزق کیلئے زیادہ فکرمند نہ ہو بلکہ موت کی فکر کر اور اسکی تیاری کر "۔

و عن ابی امامة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال : أظهروا اليأسَ فانه غِنًى . و اياكم و الطمعَ فانه فقرٌ حاضرٌ . ذكره ابن ابی الدنيا في القناعة ص۸۰۹ .

" حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم لوگوں سے مایوسی و ناامیدی کا اظہار کیا کرو (یعنی لوگوں سے کسی قسم کی امید نہ رکھا کرو) کیونکہ یہ قلبی غِنا ہے۔ اور طمع سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ طمع ایسا فقر ہے جو لالچی شخص کے دل میں ہر وقت حاضر و موجود رہتا ہے "۔

احباب محترم ! قناعت کی ضد حرص اور لالچ ہے۔ لالچ نہایت تباہ کن خصلت ہے۔ اس سے معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ احباب، اقرباء اور دیگر عام مسلمانوں سے روابط لالچ کی وجہ سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ لالچ اور حرص کی وبا آجکل مسلمانوں میں عام ہے۔ یہ یہودی خصلت ہے۔ یعنی قومِ یہود زمانۂ قدیم میں بھی اس قبیح خصلت میں مبتلا تھی اور موجودہ دور میں بھی اس میں مبتلا ہے۔ دیگر اقوام کے مقابلے میں قومِ یہود اس شیطانی خصلت میں زیادہ مبتلا ہے۔

افسوس کہ آجکل اکثر مسلمان بھی اس یہودی خصلت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اس شیطانی خصلت کے نتیجے میں آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان پریشانیوں میں، افتراق و تشتُّت میں اور مال و دولت کے نزاعات اور جھگڑوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ اتفاق و محبت، ہمدردی و

غمخواری، مواساۃ و دلداری اور اخوّت و قرابت کے رشتے و روابط مفقود ہوگئے ہیں یا بہت کم ہیں۔

ان روابط اور تعلقات کے بگڑنے اور خراب ہونے کے سب سے بڑے اسباب حرص، طمع اور لالچ ہیں۔ حرص و طمع کا تخم اور بنیاد حبِّ دنیا ہے۔

حدیث شریف ہے۔ حبّ الدنیا رأس کل خطیئةٍ ۔ یعنی " دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ اور تخم ہے "۔

برادران کرام! دنیا کی بہاریں اور خوشیاں فانی ہیں۔ اس لئے آخرت کی مسرّات حاصل کرنے کیلئے تیاری کرنی چاہئے۔ افسوس صد افسوس کہ اس دور میں اکثر مسلمان آخرت کی فکر اور تیاری سے غافل ہیں۔ انہوں نے دنیائے فانی کو مقصود اصلی ٹھہرا رکھا ہے جو کہ نہایت سنگین غلطی ہے۔

ایک شاعر نے فنائے دنیا کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

یہ غفلت تا بکے آنے کو ہے روز شمار آخر
یہ اُتریگا، یہ اُتریگا ترا اِک دن خمار آخر

دکھائے گا یہ تا کے خاکدان اپنی بہار آخر
حقیقت منکشف ہوگی ہٹے گا یہ غبار آخر

تنِ خاکی پہ تا کے یہ لباس زرنگار آخر
یہ ہوگا ایک دن زیرِ کفن مُشتِ غبار آخر

خزاں ہوجائیگی یہ ایک دن تیری بہار آخر
ترے انجام کا اک روز ہوجائیگا کار آخر

نہ کر آلودۂ عصیاں امانت ہے امانت جاں
یہ واپس کرنی ہے تجھ کو حیاتِ مستعار آخر

ارے او رُوسیاہ کس منہ سے اور کیا لے کے جائیگا
تجھے ہونا ہے پیش اِک روز پیشِ کردگار آخر

پہنچنے والے پہنچے تا بہ منزل تو رہا پیچھے
ارے اُٹھ بھی یہ غفلت تا بہ کے غفلت شعار آخر

وصفِ قناعت کے فُقدان اور حرص وطمع کے غلبے کے عبرتناک نتائج کے سلسلے میں ایک حکایت سن لیں جو کتاب مفید العلوم اور دیگر متعدد معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔ اس حکایت کی تفصیل یہ ہے۔

روایت ہے کہ ایک یہودی عیسیٰ علیہ السلام کا رفیقِ سفر ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے۔ ہر نبی کا ہر حکم اور ہر کام اللہ تعالیٰ کی وحی کا مرہون ہوتا ہے۔

چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے بطورِ امتحان وآزمائش اپنے رفیقِ سفر یہودی کو تین روٹیاں سفر میں ساتھ لے جانے کیلئے دیں، یعنی بطورِ امانت تین روٹیاں یہودی کے حوالے کیں۔ یہودی نے خیانت کرتے ہوئے چپکے سے ایک روٹی کھالی۔

عیسیٰ علیہ السلام کو جب ایک روٹی کم ہونے کا پتہ چلا تو یہودی سے پوچھا۔ مَن أکل الرغیف ؟ فقال الیھودی : لا أدری . یعنی ”روٹی کس نے کھائی ہے؟ یہودی نے جواب دیا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں ہے“۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بحکمِ خدا تعالیٰ اس کا مزید امتحان لینا چاہا۔ اور مختلف معجزات دکھائے تاکہ وہ ان معجزات سے متأثر ہوکر ایک روٹی کی خیانت کا اعتراف کر لے۔ مگر طمع اور لالچ کے غلبے کے پیشِ نظر یہودی ہر کرشمۂ قدرت اور معجزہ دیکھ کر انکار کرتا رہا۔ ان معجزات کی تفصیل یہ ہے۔

فذهب عيسى عليه السلام حتى استقبله ظَبيٌ . فدعاه عيسى عليه السلام فجاء إليه فذبَحه وشواه وأكلا . ثم قال : قم باذن الله تعالى . فقام . فتعجّب اليهودى .

یعنی " دونوں آگے چلے۔ آگے سے ہرن سامنے آیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ہرن کو اپنے پاس بلایا۔ ہرن عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آگیا۔ (یہ عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ تھا کہ وہ ہرن فرمانبردار بن کر جبر واکراہ کے بغیر خود بخود آپ کی خدمت میں آگیا)۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ہرن کو ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کر دونوں نے کھایا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے ہرن سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوکر کھڑا ہوجا۔ چنانچہ وہ ہرن دوبارہ زندہ ہوکر صحیح و سالم کھڑا ہوگیا۔ (یہ عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ تھا)۔ یہودی کو اس سے بڑا تعجب ہوا "۔

سفر کے اس حصے میں عیسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے دکھائے۔

اوّل یہ کہ ہرن کو عیسیٰ علیہ السلام نے بلایا اور وہ فرمانبردار ہوکر عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اور پھر ہرن نے خوشی سے عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اپنی جان پیش کی۔ چنانچہ ہرن کی مرضی سے عیسیٰ علیہ السلام نے اسے ذبح فرمایا اور اس کا گوشت بھون کر کھایا۔

دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ ذبح کرنے اور پکا کر کھانے کے بعد اس ہرن کے بقیہ اجزاء کو اللہ تعالی کے حکم سے مکمل ہرن کی صورت میں زندہ کر کے کھڑا کر دیا۔

فقال عيسى عليه السلام : بحقّ الذى أراك هذه المعجزةَ إلاّ صدَّقتَني . مَن أكل الرغيفَ ؟ قال اليهودى : لا أدرى .

یعنی "عیسیٰ علیہ السلام نے اس یہودی سے فرمایا کہ میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیکر کہتا ہوں جس ذات نے تجھے یہ معجزات دکھلائے ہیں مجھے سچ سچ بتادے کہ روٹی کس نے کھائی ہے؟ یہودی نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے"۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ وہ یہودی لالچ، طمع، حرصِ دنیا اور خیانت میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ ان معجزات کے دیکھنے کے باوجود بھی اس کا دل خیانت سے تائب نہ ہوا اور نہ اس نے اپنی خیانت و شرارت کا اقرار کیا۔ بلکہ روٹی کھانے سے صاف انکار کرتا رہا۔ حالانکہ اگر وہ اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا اور تائب ہوجاتا تو اللہ تعالی اس کی توبہ کو قبول فرمالیتے اور وہ آنے والی تباہی سے بچ جاتا۔

فمرّا حتي وصلا الى البحر . فأخذ عيسى عليه السلام يدَه و مرَّ به على الماء . فقال اليهودى : هذا أعجب .

یعنی "دونوں آگے چلے یہاں تک کہ سمندر یا دریا کے کنارے

پر پہنچے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس یہودی کا ہاتھ پکڑا اور اسے پانی کے اوپر اوپر سے گزار کر لے گئے۔ (یہ عیسیٰ علیہ السلام کا تیسرا معجزہ تھا کہ پانی پر چل کر دریا یا سمندر کا وہ حصہ عبور کیا)۔ یہودی نے کہا۔ یہ تو اور زیادہ عجیب بات میں نے دیکھی "۔

فأقسم عيسى عليه السلام عليه ذلك مَن أكل الرغيف ؟ قال : لا أدرى .

یعنی " عیسیٰ علیہ السلام نے اُسے اِن معجزات کی قسم دلا کر (یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر جس نے یہ معجزات ظاہر فرمائے تھے) فرمایا کہ بتا روٹی کس نے کھائی ہے ؟ یہودی اسی طرح انکار پر مصر رہتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھے اس بات کا کچھ علم نہیں ہے "۔

مطلب یہ ہے کہ یہودی کے دل پر خیانت ، حرص اور طمع کا زنگ اتنا سخت تھا کہ ان عظیم معجزات کے دیکھنے سے بھی نہ وہ خدا کی طرف متوجّہ ہوا اور نہ ہی ذرا بھر متأثّر ہوا۔

فانطلقا حتي وصلا الى أرض رَملٍ . فجمع عيسى عليه السلام بعض الرمل ثم قال : كن ذهباً بإذن الله تعالى . فقسمه ثلاثةَ أقسام . فقال عيسى عليه السلام : قِسمٌ لى وقِسمٌ لك وقِسمٌ لمن أكل الرغيف . فقال اليهودى من محبّة الدنيا : أنا أكلتُ الرغيف يا رسول الله .

یعنی " پھر دونوں آگے چلے یہاں تک کہ ایک ریگستان میں پہنچے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ ریت کو جمع کر کے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے

حکم سے سونا بن جا (چنانچہ وہ ریت سونا بن گئی۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا چوتھا معجزہ تھا)۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سونے کے ڈھیر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اس یہودی سے بطورِ امتحان فرمایا کہ ایک حصہ میرے لئے ہے، ایک تیرے لئے ہے اور ایک اس شخص کیلئے ہے جس نے وہ روٹی کھائی ہے۔

یہودی نے جب یہ سنا تو حبِّ دنیا اور حرص و لالچ کی وجہ سے کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! وہ روٹی میں نے کھائی ہے"۔

فقال عيسى عليه السلام : يا عدوَّ الله ! انت رأيتَ عدّة آياتٍ فلم تقرّ . فلما رأيتَ الدنيا أقررتَ . يا مشؤومُ ! دنياك هذه كلّها لك . ومرَّ عيسى عليه السلام . فجاء رجلان فرأيا اليهوديّ فأرادا قتلَه . فقال : لا تقتلاني . نحن ثلاثة فلكلّ ثلثٌ .

یعنی " عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! تو نے متعدد عبرت کی نشانیاں دیکھیں (یعنی معجزات دیکھے) لیکن تو نے روٹی کھانے کا اقرار نہ کیا۔ اور جب تو نے یہ دنیاوی دولت دیکھی تو (حرص و لالچ کی وجہ سے) تو نے روٹی کھانے کا اقرار کرلیا (تاکہ تیسرا حصہ بھی تجھے مل جائے)۔ اے بدبخت! یہ ساری دنیاوی دولت تُو لے لے۔ میں تجھ سے الگ ہوکر جارہا ہوں۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام آگے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد دو آدمی آئے۔ جب ان دو آدمیوں نے وہ یہودی اور اس کے پاس سونا دیکھا تو انہوں نے حرصِ دنیا کی وجہ سے

یہودی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ سارا سونا اپنے قبضہ میں لے لیں۔ یہودی نے انہیں کہا کہ تم مجھے قتل نہ کرو۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ اس سونے کے تین حصے کر کے ہم تینوں ایک ایک حصہ لے لیتے ہیں "۔

ثم قالوا : نبعث واحدًا ليشترى لنا طعامًا . فذهب واحد فاشترى الطعام . و خلطه بالسّم و قال في نفسه : يأكلان هذا الطعام فيموتان . و يكون المالُ كلُّه لى .

یعنی " پھر تینوں نے مشورہ کیا کہ ہم ایک آدمی کو شہر بھیجتے ہیں تاکہ وہ شہر سے کھانا خرید کر لے آئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدمی کھانا لینے کیلئے چلا گیا۔ اس نے حرصِ دنیا کی وجہ سے ساری دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر یہ حربہ استعمال کیا کہ اس نے کھانا خرید کر اُس میں زہر ملا دیا۔ اور خوشی خوشی دل میں کہا کہ اب وہ دونوں یہ کھانا کھا کر مر جائیں گے اور میں سارے سونے کا مالک بن جاؤں گا "۔

کھانا لانے والے نے حرص و طمع کے غلبہ کی وجہ سے کھانے میں زہر ملایا اور یہ شیطانی سکیم دل میں سوچی کہ انتظار کرنے والے دو ساتھی یہ کھانا کھا کر مر جائیں گے اور سارا مال میرے قبضے میں آ جائیگا۔

اِدھر تو تقدیرِ خدا سے غافل یہ بدخصال شخص یہ تدبیر کر رہا تھا کہ وہ دونوں آدمی کھانا کھا کر مر جائیں گے۔ اور وہ اس سے غافل تھا کہ تقدیرِ خدا اس پر ہنس رہی ہے۔ جیسا کہ مثل ہے۔

" تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ "

یعنی یہ طعام لانے والا شخص حرص و طمع کی وجہ سے اپنی اس شیطانی

تدبیر پر مگن تھا اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ وہ سارا مال میرے حصے میں آجائیگا لیکن وہ اس سے غافل اور بے خبر تھا کہ دوسری طرف اس کے منتظر دو ساتھی بھی اسی شیطانی صفتِ حرص وطمع سے مغلوب ہو کر اس کے قتل کی سکیم بنا رہے ہیں۔

و الرجلان عزما على قتله إذا أتى بالطعام ليكون المال بينهما . فلمّا رجع شدّا عليه و قتلاه . ثم جلسا و أكلا الطعام . فاستلقى كلّ واحدٍ ميتاً . فمرّ عيسى عليه السلام بهم فرآهم على تلك الحالة والمال موضوعٌ بينهم . فقال عيسى السلام : أفٍّ لك يا دنيا . ما أشأمكِ . مفيد العلوم ص ١٣٤ .

یعنی " وہ دو آدمی جو کھانا لانے والے کے انتظار میں بیٹھے تھے انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ جیسے ہی وہ آدمی کھانا لیکر آئے گا ہم اسے قتل کردیں گے تاکہ یہ سارا مال ہم دونوں تقسیم کرلیں۔ چنانچہ وہ آدمی جب زہر آلود کھانا لیکر آیا تو انہوں نے فوراً اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اور پھر اطمینان سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانا کھاتے ہی وہ دونوں بھی زمین پر گرے اور مر گئے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ وہاں سے گزر ہوا۔ جب دیکھا کہ آدمی مرے پڑے ہیں اور مال اسی طرح ان کے درمیان میں رکھا ہوا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے دنیا ! تجھ پر افسوس ہے۔ تو کتنی بدبخت ہے (کہ تیرے چاہنے والے ختم ہو گئے اور تو اسی طرح پڑی ہوئی ہے) "۔

عیسیٰ علیہ السلام اوران کے رفیقِ سفر حریص و لالچی یہودی کی اس حکایت میں عبرت و موعظت کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ اس حکایت سے ثابت ہوا کہ طمع و حرص دونوں خصلتیں شقاوتِ دارَین کے بڑے اسباب میں سے ہیں۔

مشہور محاورہ و مثل ہے "طمع کا منہ کالا" یعنی لالچ کرنے والا ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ طمع اور حرص کی وجہ سے انسان عموماً اپنے مقاصد میں کامیابی سے محروم رہتا ہے۔

نیز معروف فارسی مَثَل و محاورہ ہے "طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی" یعنی جس طرح اس لفظ کے تینوں حرف نقطوں سے خالی ہیں اسی طرح طامع و لالچی شخص بھی بسا اوقات ہر قسم کی کامیابی سے محروم رہتا ہے۔

مذکورہ صدر قصے سے واضح طور پر آپ کو معلوم ہوگیا کہ وہ لالچی و طامع یہودی نہ صرف مال سے محروم ہوا بلکہ وہ اپنی جان بھی گنوا بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قناعت نصیب فرما کر اس کے انوار و برکات سے ان کے سینے معمور و منور فرمائیں۔ آمین۔

یا ربّ تو عطا کُن ز قناعت گنجم ۔۔۔ عُمریست کہ از حرص و ہوا در رنجم
دین را نتواں کرد بہ دنیا سودا ۔۔۔ ہر لحظہ بخود سود و زیاں مے سنجم

قناعت، صبر اور رضا بقضاء اللہ بڑی عظیم نعمتیں و سعادتیں ہیں۔

اس رباعی کا منظوم اردو ترجمہ سن لیں۔

دے مجھ کو خزانۂ قناعت یا ربّ
مدت سے غمِ حرص و ہوا ہے بے ڈھب

دنیا سے نہ دین کا کروں گا سودا

میں جانتا ہوں سود و زیاں اس کا سب

لالچی اور حریص شخص کے نزدیک عزت و عظمت کا مدار مال ہوتا ہے۔ وہ شخص حصولِ مال و جاہ کو اپنی کامیابی و عزت و سعادت سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ مال و دولت فانی چیزیں ہیں۔ کامل مسلمان کے نزدیک سب سے بڑی عزت تقویٰ ہے، قناعت ہے، عبادت ہے اور ذکر اللہ ہے۔ کیونکہ یہ امور باقی اور دائمی ہیں۔ اور یہ سب امور کلمۂ توحید کے یعنی لا الٰہ الّا اللہ کے ثمرات ہیں۔ مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عزت یہ ہے کہ انہیں لا الٰہ الّا اللہ پڑھنا نصیب ہوا ہے اور اسی کلمۂ مبارک پر انہیں ناز ہے۔ ایک شاعر نے اس سلسلے میں کیا خوب کہا ہے۔

سُنا کہ چند مسلمان جمع تھے یک جا

خدا پرست، خوش اَخلاق اور بلند نگاہ

کہا کسی نے یہ اُن سے کہ یہ تو بتلاؤ

تمہاری عزت و وقعت کا کس طرح ہے نباہ

نظر کرو طرفِ اقتدارِ اہل فرنگ

کہ ان کے قبضہ میں ہے ملک و مال و گنج و سپاہ

انہی کا سِکّہ ہے جاری یہاں سے لندن تک

انہی کی زیرِ نگیں ہے ہر اِک سفید و سیاہ

کلیں بنائی ہیں وہ وہ کہ دیکھ کر جن کو

زبانِ خلق سے بے ساختہ نکلتی ہے واہ

تمہارے پاس بھی کچھ ہے کہ جس پہ تم کو ہو ناز

کہا انہوں نے کہ ہاں ، لاالٰہ الّا اللّٰہ

دوستو ! یہ دنیا فانی ہے۔ دنیا کی مسرّتیں بھی فانی ہیں۔اس دنیا میں بڑے بڑے طاقتور انسان آئے اور دنیا میں کچھ مدت رہنے کے بعد فنا کی آغوش میں چلے گئے۔

بڑی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ والے بادشاہ اس دنیا میں آئے اور کچھ مدت تک انہوں نے اپنی شان و شوکت اور قوت و ہیبت کے مظاہر دکھائے اور پھر وہ دنیا سے ایسے رخصت ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ان کے نازنین بدن مٹی سے گھل مل گئے۔

آج زمین کی جو مٹی ہم پاؤں تلے روندتے ہیں یا جو مٹی ہم بطور گارے کے دیواروں میں استعمال کرتے ہیں یا جس مٹی سے ہم اینٹیں بناتے ہیں ممکن ہے کہ اس مٹی میں ہزاروں سال قبل مرے ہوئے انسانوں کے بدنوں کے اجزاء شامل ہوں اور ہم ان کے نازنین ابدان کے اجزاء جو خاک اور ریت میں گھل مل گئے ہوں اور مخلوط ہو چکے ہوں کو خالص مٹی سمجھ کر اس سے اینٹیں بنارہے ہوں یا گارا بنارہے ہوں۔

اس موضوع سے متعلق ایک عبرتناک اور دردانگیز حکایت پیشِ خدمت ہے۔ روایت ہے کہ زمانۂ قدیم میں ایک اسرائیلی شخص کا انتقال ہوا۔اس کے دو بیٹے اس کے وارث رہ گئے۔ جائیداد تقسیم کرتے ہوئے ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں ان دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف رونما ہوا۔ خصومت و اختلافِ شدید کے موقعہ پر اللہ تعالی نے انہیں بطورِ عبرت اس

دیوار سے ایک آواز سنائی۔ یعنی دیوار کے گارے والی مٹی بولنے لگی۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ مٹی میں قوتِ گویائی پیدا فرمادیں۔ دیوار کے گارے والی وہ مٹی کسی بادشاہ کے بدن کے اجزاء پر مشتمل تھی جو مدتِ طویلہ کے بعد مٹی سے مخلوط ہوگئے تھے۔

اس مٹی سے یہ آواز دونوں بھائیوں کو سنائی دی کہ تم کیوں بے فائدہ و بے جا لڑ رہے ہو۔ یہ دنیا فانی ہے۔ فانی چیز کے حصول کیلئے لڑنا سنگین غلطی ہے۔

پھر مٹی نے کہا کہ میں ایک عظیم شان و شوکت والے بادشاہ و امیرِ مملکت کے خاک شدہ بدن کے اجزاء والی مٹی ہوں۔

میں دنیا میں ایک مدت تک بادشاہ رہا۔ پھر مرگیا اور میرا بدن بوسیدہ ہوکر اور گَل کر مٹی ہوگیا اور زمین کی عام مٹی سے گھُل مِل گیا۔ پھر میرے بدن کی مٹی سے کمہار نے گھڑے اور مٹکے بنائے۔ چنانچہ میں مدتِ طویلہ تک گھڑے اور مٹکے کی ٹھیکری کی صورت میں رہا۔

پھر وہ گھڑے اور مٹکے ختم ہوئے اور مدتِ طویلہ تک میں ٹھیکری کے ٹکڑوں کی صورت میں پڑا رہا۔ پھر میں خاک ہوکر ریت اور مٹی کی صورت میں تبدیل ہوا۔

پھر ایک مدت کے بعد میرے اجزائے بدن والی مٹی سے لوگوں نے اینٹیں بنائیں اور آج تم اینٹوں کی صورت میں مجھے دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا تُف ہے اس قبیح و فانی دنیا پر جس پر تم مرمٹتے ہو اور جس کی وجہ سے تم لڑ رہے ہو۔ اے دو بھائیو! میں نے تمہیں یہ نصیحت کی ہے۔ (لہٰذا تم عبرت

حاصل کرو) والسَّلام۔

اس عبرت انگیز حکایت کی عربی عبارت یہ ہے۔

مات رجل في بني اسرائيل و خَلَف ابنَين . فاختصما في قسمة جدار . فسمعا صوتاً أي من الجدار : لا تختصما فاني كنتُ كذا وكذا سنةً مَلِكًا . و كذا و كذا سنة اميرًا . وكذا وكذا صاحبَ مملكةٍ . ثم متُّ و خُلِطتُّ بالتراب . ثم صنع منّي فخارةً فبقيتُ كذا وكذا سنةً . ثم كُسِرتُ فبقيتُ كذا وكذا سنةً . ثم عملوا منّي لبنةً . فلِمَ تتخاصمان لأجل الدنيا المذمومة . و السلام .

" یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوگیا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ان دونوں کے مابین ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہوگیا۔ جب دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انہوں نے دیوار سے ایک غیبی آواز سنی کہ تم دونوں جھگڑا مت کرو۔ کیونکہ میری حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مدت تک اس دنیا میں بادشاہ اور صاحبِ مملکت رہا۔ پھر میرا انتقال ہوگیا اور میرے بدن کے اجزاء مٹی کے ساتھ گھل مل گئے۔

پھر اس مٹی سے کمہار نے مجھے گھڑے کی ٹھیکری بنادیا۔ ایک طویل مدت تک ٹھیکری کی صورت میں رہنے کے بعد مجھے توڑ دیا گیا۔ پھر ایک لمبی مدت تک ٹھیکری کے ٹکڑوں کی صورت میں رہنے کے بعد مَیں مٹی اور ریت کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔

پھر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے میرے اجزائے بدن کی اس مٹی

سے اینٹیں بناڈالیں۔ اور آج تم مجھے اینٹوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا تم ایسی مذموم و قبیح دنیا پر کیوں جھگڑتے ہو۔ والسلام "۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آپڑا — یکسر وہ استخوانِ شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر — میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُرغُرور تھا

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

غرور تھا ، نمود تھی ، ہٹو بچو کی تھی صدا
اور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں

آہ ، آہ ...... یہ دنیا بڑی فریب دہندہ ہے۔ فانی ہونے کے باوجود یہ لوگوں کی محبوب بنی ہوئی ہے۔ یہ اپنی ظاہری رنگینی اور رعنائی سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہوئے آخرت سے غافل کرتی ہے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کے دلوں کو جنّتی مسرّات کے شوق سے ہم آغوش فرمائیں۔ آمین۔

باب ۲۳

برادران کرام ! رزق اور معاش کے بارے میں اطمینانِ قلبی کا حصول نیز رزقِ قلیل اور بقدرِ گزارہ رزق پر کسی مسلمان کا قانع و راضی و مطمئن ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت اور ضمانِ رزق پر کامل ایمان رکھتا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر کامل یقین واطمینان اس بات پر موقوف ہے کہ اس شخص کے دل کی اصلاح و تربیت ہو جائے۔

اصلاحِ قلب و تربیتِ قلب و تزکیۂ نفس حاصل ہونے کے بعد ہی کوئی قلب اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت اور ضمانِ رزق کے بارے میں مطمئن ہو سکتا ہے۔

دل اَعضائے بدنِ انسانی میں امیر و بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اگر دل فاسد ہو اور حبِّ دنیا سے لبریز ہو تو تمام اعضائے انسانی گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اگر دل صالح و نیک ہو تو وہ تمام اعضائے بدن کو طاعات و حسنات و عبادات میں مشغول رکھتا ہے۔ بدنِ انسان کے اعضاء میں آمر و ناہی دل ہی ہے۔

حدیث شریف ہے۔ إنّ في الجسد لمضغةً إذا فسدت

فسَدَ البدنُ كله و إذا صلحتْ صلح البدنُ كله . ألا و هي القلب .

یعنی " (انسان کے) جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ اگر وہ خراب اور فاسد ہو تو پورا بدن خراب اور فاسد ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ٹکڑا ٹھیک اور صحیح ہو تو پورا بدن درست اور ٹھیک ہوتا ہے۔ اور وہ ہے دل "۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء سے جتنے اچھے یا برے اَعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا تعلق گوشت کے ایک ٹکڑے سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ ٹکڑا فاسد اور گندا ہو تو انسان برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ٹکڑا درست اور صالح ہو تو جسم کے تمام اعضاء سے اچھے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ اور گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہی ہے جو بدن میں امیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس حدیث میں فساد و صلاح سے دینی واخلاقی صلاح وفساد مراد ہیں۔

بہرحال اعضائے بدن میں دل امیر و سربراہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

اصلاحِ قلب کے ذرائع و اسباب متعدد ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم و قوی ذریعہ صالحین و علماءِ کاملین کی صحبت ہے۔

علماءِ کاملین وعارفین کا اجماعی فیصلہ ہے کہ دل کے علاج کا سب سے بہتر اور مؤثّر تر ذریعہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور علماء حق کی صحبت اختیار کی

جائے اور ان کی مجالس و محافل میں بطورِ عقیدت و محبت کثرت سے شرکت کی جائے۔

اسی نکتہ کے پیشِ نظر صوفیائے کرام کسی شیخ صالح و مرشدِ کامل کی بیعت کو ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ نیک شیخ و مرشدِ کامل کی صحبت، تربیت، تزکیہ اور ارشاد سے بیعت کرنے والے مرید و طالب کے قلب کی اصلاح ہو جائے۔

تجربہ و مشاہدہ دونوں اس بات کے شاہدِ عدل ہیں کہ صالحین کی صحبتِ فیض اثر سے بہتر طور پر دلوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

عزیزانِ کرام! صحبتِ صالحین اور شیخ کامل کی اچھی تربیت کی برکت سے مختصر مدت میں طالبین و مریدین و محبّین کے دلوں میں کامل اخلاص پیدا ہوکر معرفتِ خدا تعالی سے ان کے سینے منور ہو جاتے ہیں۔ اور ظاہری اعضاء طاعات و حسنات میں مشغول ہوکر قلبی اخلاص و محبتِ الٰہیہ کیلئے آئینہ بن جاتے ہیں۔

پھر اگر اخلاصِ قلبی و معرفتِ باطنی و طاعاتِ ظاہری میں خوب ترقی نمودار ہو جائے تو اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے خصوصی کرامات اور نصرتوں سے نوازتے ہیں۔

حضرت ابراہیم خواصؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک عارفانہ و حکیمانہ قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

دواءُ القلب في خمسة أشياءَ : قراءةُ القرآن بالتدبُّر . و قيامُ االلّيل . و خَلاءُ الباطِن . والتضَرُّعُ عند السَّحَر .

و مجالسةُ الصالحین .

یعنی " امراضِ قلب کا علاج پانچ امور سے ہوتا ہے۔

(۱) قرآن پاک کی تلاوت کرنا جو غور و تدبُّر سے ہو۔

(۲) تہجد کی نماز مسلسل اور دائماً پڑھنا۔

(۳) خالی پیٹ رہنا یعنی بسیار خوری سے بچنا۔

(۴) بوقت سحر اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کرنا۔

(۵) بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا " ۔

پس جو آدمی یہ چاہے کہ اس کا دل حبِّ دنیا کی بجائے محبتِ خدا و رسول سے ہمکنار ہو جائے تو اسے ان پانچ امور پر عمل کرنا چاہئے۔ ان پانچ امور میں سے ہر ایک امر نہایت جامع اور بیشمار فوائد پر مشتمل ہے۔

ان پانچ امور میں سے آخری امر ہے بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا اور ان کی مجالس میں بیٹھنا۔ اہل اللہ و صالحین کی مجلس پر اللہ تعالی کی خصوصی رحمتیں اور برکات نازل ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ کی نصیحتیں اور ان کی تعلیم و تربیت اصلاحِ قلوب کیلئے تریاق کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی صحبت عظیم سعادت ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند   صحبتِ طالح ترا طالح کند

یعنی " نیک آدمی کی صحبت و مجلس تجھے بھی نیک کر دیگی اور برے آدمی کی مجلس و صحبت تجھے بھی بُرا بنا دیگی " ۔

اکبر الٰہ آبادی بزرگوں کی تاثیرِ نظر اور ان کی صحبت و مجالس کی عظمت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

عارف شیرازیؒ اولیاء اللہ کی تعلیم و تربیت اور صحبت کی برکات کے بارے میں کہتے ہیں۔

مقامِ امن و مئے بے غش و رفیق شفیق
گرت مدام میسّر شود زہے توفیق

یعنی " جائے امن، بے فکر و بے اندیشہ زندگی اور مخلص دوست و رفیق اگر یہ تینوں چیزیں ہمیشہ میسّر ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی توفیق اور بہت بڑا فضل ہے"۔

آپ نبی علیہ السلام کی بعثت کے زمانے کا تصوّر کریں۔ وہ جاہلیت کا زمانہ تھا۔ ہر شخص انتہا درجہ کی جہالت و ضلالت کا شکار تھا۔ خواہش پرستی اور ہوا بازی ہر شخص کا شعار تھی۔ وہ اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دینے کو اپنی عزت سمجھتے تھے۔ حق و ناحق کی طرفداری اور عصبیت ان کا شب و روز کا شیوہ تھا۔ قتل و فساد سے مطلقاً باک نہ کرتے تھے۔ حق پوشی و ناحق کوشی رات دن ان کا شغل تھا۔ ان کی بد اطواریاں اور بد اخلاقیاں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ ان کو انسان کہنا بھی مشکل تھا۔

باوجود اس جہالت و گمراہی کے نبی علیہ السلام کی تعلیم و تربیت اور صحبت کا کیمیاوی اثر دیکھئے کہ جس شخص نے ہدایت پا کر لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ صدقِ دل سے پڑھ لیا اور آقائے دوجہان فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور کو دیکھ لیا اور معمولی صحبتِ نبوی اسے نصیب ہوئی یا پردہ کے پیچھے سے

ہی نبی علیہ السلام کی آواز سن لی وہ ایسا کندن بن گیا کہ دنیا کا کوئی ولی اللہ اس کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند — صاف اگر باشد ندانم چوں کند

یعنی ” خاک آلودہ ایک گھونٹ جب آدمی کو دیوانہ و مجنون کر دیتا ہے تو اگر ہر قسم کی آمیزش سے پاک و صاف ہو تو پھر پتہ نہیں کتنا زیادہ اثر انداز ہوگا “۔

نبی علیہ السلام کی مختصر صحبت و تربیت نے ادنیٰ درجے کے صحابی کو بڑے سے بڑے ولی اللہ کا سرتاج بنا دیا۔ غور کرنے سے اور قرآن و احادیث کی نصوص کی دلالت سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی صحبت فیض اثر کا نتیجہ تھا۔

پس معلوم ہوا کہ صحبت ایسی قوی التاثیر اور سریع الاثر شے ہے کہ ذرا سی دیر میں آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعتست — بہتر از صد سالہ زہد و طاعتست

یعنی ” اگر ایک ساعت نیک لوگوں کی مجلس و صحبت اختیار کی جائے تو یہ سَو سال کے زہد و عبادت سے بہتر ہے “۔

علماءِ صالحین اور بزرگوں کی مجالس میں کچھ مدت تک بیٹھنا اچھے اخلاق سے آراستہ ہونے کا اور قلوب کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — گو نشیند در حضور اولیاء

یعنی ” جو شخص یہ چاہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم نشین ہو تو اسے کہہ دیجئے کہ وہ اولیاء اللہ کی مجلس میں بیٹھے “۔

البتہ اس سلسلے میں ناجائز و گمراہ کن مبالغہ آرائی سے بچنا چاہیئے۔ جیسا کہ ایک شاعر صحبتِ بزرگانِ دین و علماءِ کرام کی برکات کے بیان میں مبالغہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

یک زمانہ صحبتت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی " تھوڑا سا عرصہ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے "۔

صحبتِ اولیاء اللہ کی برکات سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن شعر مذکور میں قبیح و شنیع حد تک مبالغہ ہے۔

صد سالہ طاعت بے ریا کے مقابلے میں مختصر زمانۂ صحبت کے بارے میں اس قسم کا مبالغہ مسلمان کے شایان شان نہیں۔ یہ ایک گمراہ کن و باعثِ ضلالت و جاہلانہ مبالغہ ہے۔

اس قسم کے مبالغے عوام کیلئے باعثِ گمراہی و موجبِ ضلالت بن سکتے ہیں۔

نیز اس مبالغۂ قبیحہ سے مخلصانہ طاعات و بے ریا مبارک عبادات کی تحقیر و اہانت لازم آنے کے علاوہ عوام الناس کے دلوں سے بے ریا عبادۃ اللہ اور اخلاص والی طاعۃ اللہ کی عظمت و اہمیت نکل جانے کا یا کم ہونے کا خطرہ ہے بلکہ یقین ہے۔ اور یہ بڑی سنگین غلطی ہے۔ اس قسم کے گمراہ کن مبالغے سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے۔

بزرگوں کی صحبت کے فوائد بیشمار ہیں اور ان فوائد کو بیان کرنے کے بیشمار بہتر طریقے بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اس سلسلے میں جائز و مستحسن

مبالغہ کے بھی کئی طریقے ممکن ہیں۔ لہٰذا قبیح و موجبِ گمراہی مبالغہ کی کیا ضرورت ہے۔

بعض علماء کرام نے اپنے ذوق کے مطابق اس شعر کی تصحیحِ مطلب کے سلسلے میں کئی تاویلات و توجیہات ذکر کی ہیں۔ خود اس بندۂ عاجز نے بھی کچھ مدّت قبل بعض مجالسِ علمیّہ میں کئی نئی توجیہاتِ دقیقہ ذکر کی تھیں۔

لیکن ان جوابات و توجیہات و تاویلات سے مذکورہ صدر دعویٰ کہ " شعر ہذا کا ظاہری مفہوم غلط اور گمراہ کن ہے " کی مزید تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ توجیہ و تاویل کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں کلام کا ظاہری مفہوم باطل یا لغو یا مغلَق ہو۔

اس قسم کے اَشعارِ باطلہ کے بارے میں صحیح فیصلہ یہ ہے کہ شعراءِ اسلام ایسے گمراہ کن اَشعار کہنے سے لازماً اجتناب کریں۔ مذکورہ صدر شعر کا ظاہری معنی شرعاً باطل ہے۔

طاعتِ بے ریا میں تمام مقبول عباداتِ فرضیّہ و نفلیّہ مثل ایمان، نماز، روزہ، حج، جہاد، زکاۃ وغیرہ داخل ہیں۔ پس اس شعر سے عوام کے اعمال و اعتقادات متزلزل ہوتے ہیں اور ہر قسم کی عبادات و طاعات کی اہمیّت ان کے ہاں ختم ہو جاتی ہے۔

کیونکہ اس سے عوام یہ سمجھیں گے کہ نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور جہاد وغیرہ طاعات کی عند اللہ کوئی حیثیت و عظمت نہیں۔ لہٰذا ان کی ادائیگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس صرف چند لمحات و ساعات کسی بزرگ کی مجلس میں

بیٹھنا کافی ہے اور یہ سَو سال کی مخلصانہ اور ریا سے پاک و صاف عبادت سے بہتر ہے۔

پھر ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ عوام الناس کے نزدیک کسی صالح و بزرگ کا معیار و مقیاس عموماً وہ نہیں ہوتا جو علماء کبار کے نزدیک ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بیشمار عوام ایسے بدکرداروں و ریاکاروں کو صالحین اور بزرگ سمجھتے ہیں جو درحقیقت شیطان صفت ہوتے ہیں۔ البتہ ظاہری طور پر وہ پیروں اور مرشدوں کا لبادہ اوڑھ کر گمراہ کن دکانداری چلانے کے ارادے سے بزرگی اور ولایت کے مدّعی ہوتے ہیں۔

اگر مذکورہ صدر شعر کا پہلا مصرعہ یوں ہو۔

یک زمانہ صحبتت با اَنبیاء

اور یہ شعر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی افضلیت بر مسلمین غیر صحابہ کے بارے میں ہو۔ اور صحبت سے صحبتِ خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام مراد ہو با اَداءِ جمیعِ الفرائض و اداءِ جمیعِ الطاعات (ویسے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کسی صحابی کے بارے میں ترکِ طاعات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) اور صد سالہ طاعتِ بے ریا سے غیر صحابی کی طاعت مراد ہو تو اس توجیہ سے شعرِ مذکور کی صحتِ مفہوم میں شک نہیں رہتا۔ کیونکہ جمہور امتِ محمدیّہ کا اجماع ہے کہ ہر صحابی خواہ اسے نبی علیہ السلام کی رؤیت وصحبت صرف ایک ساعت نصیب ہوئی ہو کا درجہ و مرتبہ عند اللہ ان سینکڑوں اولیاء اللہ سے اعلیٰ و افضل ہے جو صحابیت سے محروم ہوں۔

اور صحابی کی یہ افضلیت اس مبارک ساعت کی مرہون ہے جو اس

نے نبی علیہ السلام کی رؤیت، دیدار اور صحبت میں گزاری ہے۔

بہرحال بیتِ مذکور کا معنی و مطلب اس توجیہ کی وجہ سے شرعاً مقبول و صحیح ہے۔

لیکن اس توجیہ کی گنجائش یہاں نہیں ہے۔ کیونکہ بیتِ مذکور میں لفظ ''اولیاء'' کا ذکر ہے نہ کہ لفظ ''انبیاء'' کا۔ اور شاعر متأخرین میں سے ہے۔ اور اولیاء سے متبادر یہ ہے کہ عام اولیاءِ امّت مراد ہیں۔ اور عام اولیاء کی صحبت کے بارے میں شعر کا معنی و مطلب حسبِ بیانِ سابق درست نہیں ہے۔

لٰہذا ایسے غلط اَشعار اور گمراہ کن مبالغوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اس قسم کے ناحق مبالغات ہی کی وجہ سے شعرگوئی مذموم شمار ہوتی ہے۔

بہت سے علماء اسلام نے ابوالطیّب متنبّی کے درج ذیل بیت کی غلط و ناحق مبالغہ کی وجہ سے مذمّت کی ہے اور بعض نے اسے موجبِ کفر یا موجبِ فسق قرار دیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

متنبّی اپنے ممدوح ابوعلی ہارون بن عبدالعزیز اوراجی سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لو لم تکن مِن ذا الورٰی اللّذ منك هُوَ

عقمتْ بمولد نَسلها حواءُ

یعنی '' اگر تو من جملہ اس مخلوق کے نہ ہوتا جو درحقیقت تجھ سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری ذات کے طفیل اس کی تخلیق کی ہے تو حضرت حوّا علیہا السلام اپنی نسل و اولاد کی پیدائش سے بانجھ ہوتیں ''۔

یعنی تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا کو اولاد پیدا کرنے کے قابل بنایا اور ان کی نسل (نسلِ انسانی) جاری و باقی رکھی۔ پس نسلِ انسانی کا یہ تسلسل و بقا تیری وجہ سے ہے۔ تیرا وجود اگر مقدر و مقرر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نسلِ انسانی کو منقطع کردیتے۔

بالفاظِ دیگر حاصلِ بیتِ متنبّی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو تیری ذات کی برکت سے پیدا فرمایا أی لولاك لما خلق اللّٰه نوعَ الانسانِ الذی هو خلیفة اللّٰه في الارض .

اور یہ مبالغہ کفر ہے یا فسقِ کبیر ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ یہ ممدوح اوراجی جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے افضل ہے۔ العیاذ باللہ۔

الغرض بزرگوں کی صحبت و تربیت کی برکات وفضائل وفوائد بیشمار ہیں۔ شریعت میں ان سے انکار کی گنجائش نہیں۔

اہل اللہ و اولیاء اللہ و علماءِ صالحین کی صحبت، نصائح، تربیت اور تزکیہ ہی کے طفیل چمنستانِ اسلام تروتازہ اور آباد رہا اور آباد رہیگا۔

باقی میرے مذکورہ صدر بیان کا حاصل صرف یہ ہے کہ صحبتِ صالحین کی برکات وفضیلت بیان کرنے میں ایسے مبالغوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے جن سے سنگین غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور تمام عباداتِ فرضیّہ و نفلیہ مثل نماز، روزہ، حج، زکاۃ، ذکر اللہ اور جہاد وغیرہ کی تحقیر و اہانت لازم آتی ہو۔ مبالغہ کا میدان وسیع ہے۔ لہٰذا صحیح و جائز مبالغے اختیار کرنا چاہئیں۔

نیک صحبت سے متعلق شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قطعۂ اشعار مجھے بہت پسند ہے۔ میں اس کو اکثر پڑھا کرتا ہوں۔ وہ قطعۂ اشعار یہ ہے۔

گِلے خوش بوے در حمّام روزے | رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مُشکی یا عَبیری | کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا مَن گِلے ناچیز بودم | ولیکن مدّتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں در مَن اثر کرد | وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہشتم

(۱) ”ایک دن حمام میں کسی دوست نے مجھے خوشبودار مٹی دی۔

(۲) میں نے مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دلاویز مہک سے میں مست اور خوشحال ہوگیا ہوں۔

(۳) اس نے بزبانِ حال کہا کہ میں تو ایک بے فائدہ چیز تھی لیکن ایک مدت تک خوشبودار پھول کی صحبت میں رہی۔

(۴) پس ہم نشین پھول کے جمال اور مہک ہی نے میرے اندر یہ اچھا اثر ظاہر کر دیا۔ اگر اس پھول کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں بے فائدہ مٹی ہی رہتی“۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قطعہ اشعار گلستان میں مذکور ہے۔ صاحبِ ذوقِ علمی ادنیٰ غور کرنے سے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ یہ قطعہ اپنے مضمون کے اعتبار سے نہایت دلآویز اور موثّر ہے۔ نیز اس کے الفاظ بھی نہایت پیارے اور فصیح و بلیغ ہیں۔

اگر ذوق و شوق سے اور دلجمعی سے یہ قطعہ بار بار پڑھا جائے تو اس سے بزرگانِ دین، صالحین اور علماء کی صحبت اور ان کی مجالس میں شرکت کی رغبتِ شدید پیدا ہوتی ہے۔

اس قطعہ اشعار کے مفہوم اور معنی کی میرے نزدیک دو تقریریں

ہیں۔

تقریر اوّل۔ پہلی تقریر معروف ومشہور بین العلماء و الطلبہ ہے۔ مگر میرے نزدیک اس قطعہ کی ایک تقریر اور بھی ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

پہلی تقریر جو کہ مشہور ہے کے مطابق اس قطعے کے معنی و مطلب کی تفصیل یہ ہے کہ اس قطعہء اشعار میں ''گِلے'' شعرِ اوّل میں اور شعرِ سوم میں بکسرِ گاف ہے۔ جس کا معنی ہے مٹی۔ اور تیسرے شعر کے مصرعہء دوم میں ''با گُل'' بضمِ گاف ہے۔ اس کا معنی ہے پھول کے ساتھ۔

لہٰذا یہ قطعہ نیک مجلس اور علماء کرام وصلحاء عظام کی صحبت کی ترغیب سے متعلق ہے۔

تقریرِ دوم۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سابقہ قطعہ کے معنی و مطلب کی ایک تقریر اور بھی ہے جو نہایت لطیف و دقیق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ علماء وطلباء و دیگر اصحابِ ذوق واہلِ دانش کی خدمت میں بطورِ نکتہ دقیقہ شریفہ ولطیفہ بدیعہ اس تقریر ثانی کی تشریح یہاں پیش کر دوں۔

دوسرے معنی و مطلب کی تقریر و تشریح یہ ہے کہ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذکورہ صدر قطعہء اشعار صحبتِ صالحین کی ترغیب کے ساتھ ساتھ تواضع و انکساری کی ترغیب سے بھی متعلق ہو سکتا ہے۔

پس اگر یہ قطعہء ابیات ترغیبِ صحبتِ صالحین کے علاوہ تواضع اور تواضع وانکساری کے اچھے نتائج سے بھی متعلق ہو تو پہلے اور تیسرے بیت میں ''گُلے'' دونوں مقام پر بضمہء گاف ہوگا جس کا معنی ہے ایک پھول۔

اور تیسرے بیت کے مصرعۂ دوم میں "باگِل" بکسرۂ گاف پڑھا جائیگا۔ جس کا معنی ہے مٹی کے ساتھ۔ "گِل" بکسر گاف کا معنی ہے مٹی۔
بنا بریں تقریر اس قطعے کے اشعار کا مطلب یہ ہے۔

(۱) "ایک دن حمام میں مجھے مہکتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ کسی دوست نے دیا۔

(۲) میں نے گلدستے سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دل آویز مہک سے میں مست و شاداں ہوگیا ہوں۔

(یعنی اے پھول! تجھ میں یہ خوشبو کہاں سے آئی اور کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا مشک و عنبر سے تیرا تعلّق ہے یا اس کا سبب کوئی اور ہے؟)

(۳) پھول نے یعنی گلدستہ نے بزبانِ حال یہ جواب دیا کہ میں تو ایک ناچیز و حقیر شے ہوں لیکن ایک مدت تک میرا تخم مٹی میں دبا رہا۔ اور تواضع و انکساری اپناتے ہوئے مٹی کی طرح خوار و ذلیل ہوتا رہا۔ لوگ اور جانور اپنے پاؤں تلے مجھے روندتے رہے۔

(مٹی کی حقارت و ذلّت، بالفاظ دیگر مٹی کی تواضع و انکساری معروف و مسلّم ہے۔ ہر شخص مٹی پر چلتا ہے اور اس میں حسبِ مرضی تصرُّف کرتا ہے۔ اس پر گندگی ڈالی جاتی ہے۔ اس کی تحقیر کی جاتی ہے۔ اور مٹی عاجزی و انکساری کرتے ہوئے یہ سب کچھ برداشت کرتی رہتی ہے۔ اس عاجزی و تواضع کے طفیل اللہ تعالی نے زمین کی شان بلند کر کے اسے ظاہری و باطنی ترقیوں کا مرکز قرار دیا۔ خوشبودار و رنگین پھولوں، حسین درختوں اور خوشنما پودوں کا منبع بنا دیا۔ زمین سے پھولوں اور درختوں کے ارتباط و

وابستگی کو پھولوں اور درختوں کی خوشنمائی، شادابی، رعنائی اور حیات کا ذریعہ و وسیلہ بنایا اور زمین سے جدائی اور علیحدگی کو ان کی موت اور تباہی کی علامت قرار دیا۔)

(۴) نیز پھول نے بزبانِ حال کہا کہ مٹی سے پیدا ہونے کے بعد میں مدّتِ دراز تک مٹی سے مسلسل وابستہ رہا۔

(یعنی ایک مدت تک مٹی کی صحبت اختیار کی۔ بطورِ تواضع خاک میں گھل مل جانے کی اور پھر ایک مدت تک اس کی صحبت اختیار کرنے کی اور اس سے وابستہ و پیوستہ رہنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری شان اور میرا مرتبہ بلند کرکے مشک وعنبر سے تعلق کے بغیر یہ رعنائی، یہ دلرُبائی، یہ رنگینی، یہ خوشبو اور یہ محبوبیّت نصیب فرمائی۔)

کہ دانہ خاک میں مل کر گُل و گلزار بنتا ہے

اگر مَیں یہ تواضع اور یہ صحبت اختیار نہ کرتا تو مَیں کچھ بھی نہ ہوتا "۔

یہ ہے پھول اور گلدستے کے جواب بزبانِ حال کی تشریح و توضیح۔

شیخ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ صدر قطعۂ اشعار کے معنی و مطلب کی یہ دوسری تقریر بڑی عجیب و غریب ہے جو تواضع و صحبتِ صالحین اختیار کرنے کے نہایت عظیم و مفید ثمرے اور نتیجے کے بیان پر مشتمل ہے۔

پس قطعۂ ہذا میں بنا بر تقریر دوم اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو شخص عنداللہ بلند درجہ کا خواہشمند ہو اور اس کی یہ آرزو ہو کہ اس کی روحانیت اور اس کا قلب باطنی کیفیات و انوار سے پھول کی طرح چمکے اور مہکے اور پھول کی طرح وہ محبوب ہو تو اسے مذکورہ صدر بیان و تقریر کے مطابق

تعلّی، تکبر اور فخر چھوڑ کر تواضع و انکساری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ کسی نیک استاذ، شیخِ کامل اور مرد صالح کی صحبت میں کچھ وقت گزارنا چاہیئے تاکہ تواضع، صحبتِ صالحین، تربیتِ استاذِ مشفق اور تزکیۂ شیخِ کامل کی وجہ سے وہ روحانی ترقی کی منازل طے کر کے بامِ عروج پر پہنچ جائے۔

اس قانون پر عمل کیئے بغیر عند اللہ بلند درجات کا حصول مشکل یا ناممکن ہے۔ جس طرح پھول کا تخم مٹی میں گھل مل جانے اور اس سے وابستہ رہے بغیر نہ تو پھول بن سکتا ہے اور نہ پھول والی رنگینی، مہک اور محبوبیّت حاصل کر سکتا ہے۔

کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار بنتا ہے

اسی طرح تواضع، صحبتِ اہل اللہ، تزکیۂ نفس، عبادۃ اللہ اور ذکر اللہ کے بغیر باطنی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔

حدیث شریف ہے۔ من تواضَع للہ رفعه الله ۔ یعنی "جو شخص اللہ تعالی کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کر لے یقیناً اللہ تعالی اسے بلند مقام نصیب فرما دیتے ہیں"۔

الغرض تواضع و انکساری کے ساتھ ساتھ نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرنا اور صالحین و بزرگانِ دین کی تعلیم و تربیت سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا مسلمان کیلئے عظیم سعادت ہے۔

اس کے برخلاف بُری صحبتیں اختیار کرنا بہت بڑی شقاوت اور بدقسمتی ہے۔ بُری صحبت کے اثرات نہایت تباہ کن ہوتے ہیں۔

خاک یعنی زمین کی برکاتِ عظیمہ و ثمراتِ جلیلہ فخیمہ سے کوئی عقلمند انکار

نہیں کرسکتا۔ یہ خاکی زمین نوعِ انسانی کیلئے موجبِ عظمت و باعثِ عروج و زینت ہے۔ یہ نوعِ انسانی کیلئے مسکن بھی ہے اور اس کے وجود کیلئے منبع و ماخذ بھی ہے۔

اس سلسلے میں ایک شاعر کے چند اشعار جو مجھے بہت پسند ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

زمیں سے کیوں نہ مجھے پیار ہو کہ میرا وجود
ازل سے تا بہ ابد خاک سے عبارت ہے
مرا خیال ، مرے خواب ، میری فکر و نظر
جسد سے تا بہ لحد خاک سے عبارت ہے
وہ مُشتِ خاک جسے نُور نے کیا سجدہ
خِرد کے نت نئے سانچوں میں ڈھل رہی ہے آج
وہ آگ جس نے کیا انحراف عظمتِ خاک
خود اپنی ذات کے دوزخ میں جل رہی ہے آج
مرے وجود کی عظمت ، مرا عروج و زوال
ازل سے تا بہ ابد خاک سے عبارت ہے

شیخ سعدیؒ کے مذکورہ صدر قطعۂ اشعار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے بالمقابل بُری صحبت کے تباہ کن نتائج کے سلسلہ میں اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

یکے ذِی علم در اسکول روزے ... فتاد از جانبِ پبلک بدستم
بدو گفتم کہ کفرِی یا بلائی ... کہ پیشِ اعتقاداتِ تو پستم
بگفتا مسلمِ مقبول بودم ... ولے یک عُمر با مُلحِد نشستم

جمالِ نیچری در مَن اثر کرد وگرنہ من ہماں شیخم کہ ہستم

(۱) " مجھے ایک گمراہ جدید تعلیمیافتہ شخص ایک دن سکول میں ملا۔

(۲) میں نے اسے کہا کہ تو کافر ہے یا کوئی اور بلا ہے کہ تیرے گمراہ کن عقائد کے مقابلے میں مَیں پست ہوں۔ یعنی میری عقل کے دائرے سے تیرے یہ اعتقادات باہر ہیں (مقصد یہ ہے کہ تیرے اندر یہ گمراہ کن عقائد کہاں سے اور کیسے پیدا ہوئے ؟)۔

(۳) اس جدید تعلیمیافتہ بے دین شخص نے کہا کہ میں تو ایک اچھا بھلا مسلمان تھا لیکن مدت تک ایک مُلحد و زندیق شخص کی صحبت میں رہا۔

(۴) اس نیچری یعنی ملحد کی گمراہ کن روشن خیالی نے میرے اندر یہ انقلاب پیدا کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اگر مَیں اس ملحد کی صحبت اختیار نہ کرتا تو مَیں اسی طرح بزرگ اور کامل مسلمان ہوتا جس طرح بظاہر نظر آرہا ہوں۔

(پس بظاہر میں ایک کامل شیخ اور مسلمان معلوم ہوتا ہوں لیکن میرا دل اور دماغ دونوں ملحدانہ خیالات و عقائد سے بھرے ہوئے ہیں) "۔

اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے اِن اَشعار کا مقصد یہ ہے کہ بری صحبت انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ ملحدوں کی مجلس وصحبت اختیار کرنیوالا آخرکار ملحد ہی بن جاتا ہے۔ اس لئے ملحدوں کی مجلس اور دوستی سے مکمل احتراز کرنا چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ولا تَصْحَبْ أخا الجهلِ وإيّاكَ وايّاه

فَلِلقلبِ مِنَ القلبِ دلیلٌ حینَ آخاہ

یعنی "جاہل اور بدکردار شخص کی صحبت اختیار نہ کر بلکہ اس سے دور رہنے کی کوشش کر۔ کیونکہ دو دوستوں کے دلوں کے مابین مضبوط ربط و دلیل کی وجہ سے ایک کے خیالات و افکار دوسرے کے دل و دماغ میں گھستے رہتے ہیں"۔

صالحین و اہلِ صدق و صفا سے ارتباط اور ان کی صحبت عظیم سعادت ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

مذموم ہے رمز و طعنہ و کبر و حسد　　رکھو یہ روش کرے جو اللہ مدد
ہم رنگ سے ارتباط با صدق و صفا　　بے میل سے احتراز بے کینہ و کد

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مَیں حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات و حالات بیان کر رہا تھا۔ اس مجلس میں حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معتقد ایک وکیل بھی بیٹھے ہوئے تھے جو بہت لطف اندوز ہو رہے تھے اور ایک عجیب حالت ان پر طاری تھی۔ اس وکیل نے اسی حالت میں مجھ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھا۔

تُو منوّر از جمالِ کیستی　　تو مکمّل از کمالِ کیستی

یعنی "آپ کس شخصیت کے جمال اور فیض سے منور ہیں اور آپ کس شخصیت کے کمال اور تربیت سے مکمل ہیں"۔

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے فی البدیہہ یہ جواب دیا۔

مَن منوّر از جمالِ حاجیم　　مَن مکمّل از کمالِ حاجیم

یعنی " میں حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے جمالِ ایمانی سے منور ہوں اور انہی کے کمالِ باطنی و فیضِ روحانی سے مکمل ہوں "۔

بہر حال صالحین کی صحبت و تربیت کی برکات اظہر من الشمس ہیں۔ ان کی صحبتِ مبارکہ کی برکت سے انوارِ باطنیہ و ظاہریّہ حاصل ہوتے ہیں۔ دل کی اصلاح ہوتی ہے۔ حبِّ دنیا، حبِّ جاہ اور رزق کے بارے میں بے اطمینانی و بے قراری کا ازالہ ہوتا ہے۔ نیز مال و دولت کی فراوانی سے پیدا ہونے والے خطرات اور برے نتائج سے خلاصی ہوتی ہے۔

دولت کی فراوانی بسا اوقات انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہے اور خدا تعالیٰ سے بُعد اور شیطان سے قُرب کا ذریعہ بنتی ہے۔ لیکن اگر صالحین کی صحبت و تربیت حاصل ہو جائے تو یہی دولت و ثروت قربِ خدا تعالیٰ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنا بہت بڑی سعادت ہے اور حصولِ رضائے خدا تعالیٰ کا بہترین ذریعہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کئی صحابہ بڑے دولتمند تھے مثل عبدالرحمٰن ابن عوف و عثمان و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لیکن نبی علیہ السلام کی تربیت و صحبت کی برکت سے ان کے دل حبِّ دنیا سے خالی تھے۔ ان کے دل صرف اللہ تعالیٰ کی اور نبی علیہ السلام کی محبت سے معمور تھے۔ ان کی دولت آخرت کیلئے، دین کی عظمت کیلئے اور مسلمانوں کی خدمت کیلئے صرف ہوتی تھی۔ اس طرح وہ مال و دولت کے ذریعہ اپنی آخرت سنوارتے تھے۔

کتبِ احادیث و سیرت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے جنگِ احد

میں پچاس تیر انداز صحابہؓ کو پہاڑی اور گھاٹی پر لشکر کی یعنی جہاد کرنے والے صحابہؓ کی پشت کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔

جنگِ احد کی ابتداء میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ جب ان تیر اندازوں نے غلبہ دیکھا تو انہوں نے چاہا کہ وہ اس جگہ سے نکل کر فتح میں شریک ہوں اور مالِ غنیمت حاصل کریں۔ ان تیر اندازوں کے امیر نے اس سے منع کیا لیکن وہ نہ مانے۔ چنانچہ وہ میدانِ جنگ میں چلے گئے اور پہاڑی پر صرف چند آدمی رہ گئے۔

کافروں نے جب پہاڑی کو خالی دیکھا تو ان کی فوج پیچھے سے آکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بہت سے صحابہ شہید ہو گئے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ خطا اللہ تعالیٰ کی معصیت اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے روگردانی کی نیت سے نہ تھی بلکہ یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔

یعنی ان تیر اندازوں نے اس مورچہ پر کھڑے رہنے کے حکم کو اس وقت تک محدود سمجھا جب تک کفار پر غلبہ نہ ہو۔ چنانچہ جب انہوں نے مسلمانوں کا غلبہ دیکھا تو وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اب تو کفار پر مسلمانوں کا غلبہ ہو ہی گیا ہے۔ لہٰذا اب یہاں کھڑے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تھی ان کی اجتہادی غلطی۔

خدا تعالیٰ نے اس قصے کو قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور پھر فرمایا ہے۔

حتى اذا فشلتم و تنازعتم في الأمر و عصيتم من بعد ما اٰركم ما تحبون منكم من يريد الدنيا و منكم من يريد الآخرة . الآية .

یعنی "اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکمِ (پیغمبر) میں تم جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی۔ بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب تھے"۔

یہ قرآن مجید کا بیان ہے۔ قرآن مجید کے اس بیان سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا کے بھی طالب تھے۔ اور یہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان کے خلاف ہے۔ بظاہر یہ بڑا قوی شبہ ہے جس سے بعض عوام بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

علماء کرام نے اس شبہ کے بہت سے جوابات دیئے ہیں مگر سب سے اچھا جواب مشہور صوفی ابن عطاء اسکندری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

ابن عطاء اسکندریؒ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا کے طالب تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارادۂ دنیا مطلقاً قبیح و مذموم نہیں۔ کیونکہ ارادۂ دنیا کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم ہے ارادۂ دنیا للدنیا۔ یعنی صرف دنیاوی مسرّات اور راحتیں حاصل کرنے کیلئے مال و دولت کی محبت اور اس کے حصول کا ارادہ۔

اور دوسری قسم ہے ارادۂ دنیا للآخرۃ۔ یعنی آخرت کو آباد کرنے اور آخرت کی خوشیاں اور راحتیں حاصل کرنے کی خاطر مال و دولت حاصل کرنے کا ارادہ۔

پہلا ارادہ مذموم و قبیح ہے اور دوسرا ارادہ مذموم و قبیح نہیں ہے بلکہ وہ مستحسن ہے اور کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اس جواب کی تائید کے سلسلے میں مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایمان افروز قصہ سن لیں۔

وہ قصہ یہ ہے کہ مولانا جامیؒ خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بیعت کے ارادے سے تشریف لے گئے۔

خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ولی اللہ، صاحبِ کشف و صاحبِ کرامات تھے۔ ان کے پاس دولت کی ریل پیل تھی۔ ان کا طرزِ زندگی بڑا شاہانہ تھا۔ ان کے پاس دولت و ثروت کی بڑی فراوانی تھی۔ لیکن یہ ساری دولت غریبوں، مسکینوں اور علماء پر صرف ہوتی تھی۔ یعنی خواجہ صاحب کا ارادۂ دنیا اور حصولِ دولت دنیا کیلئے نہ تھا بلکہ آخرت کیلئے تھا۔

مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ اس وقت طالب اور ظاہری عالم تھے۔ طالب اور ظاہری علم والا عموماً بے باک ہی ہوا کرتا ہے اور اعتراضات کی طرف اس کا ذہن بہت جلد منتقل ہوتا ہے۔

اس لئے خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ شاہانہ حالت دیکھ کر مولانا جامیؒ نے بطورِ اعتراض و تنقید چپکے سے یا اپنے دل میں یہ مصرعہ پڑھا۔

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

یعنی "دنیا سے محبت رکھنے والا شخص کامل انسان نہیں ہوسکتا"۔

یہ مصرعہ پڑھ کر مولانا جامیؒ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مسجد میں آکر سو گئے۔ اور یہ خواب دیکھا کہ میدانِ

حشر برپا ہے۔ اسی حالت میں کسی صاحبِ معاملہ نے آکر مولانا جامیؒ کو پکڑ لیا اور کہا کہ میرے وہ پیسے لاؤ جو فلاں معاملہ میں دنیا میں تمہارے ذمہ رہ گئے تھے۔ اب جامیؒ ہر چند پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ آدمی چھوڑتا نہیں۔ جامیؒ بڑے پریشان ہیں۔ روتے ہیں اور جہنم کی آگ کو سامنے دیکھتے ہیں۔

اتنے میں جامیؒ نے دیکھا کہ خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ کی سواری آئی۔ یہ کشمکش دیکھی تو خواجہ صاحب نے اس شخص سے فرمایا کہ جامی فقیر کو کیوں تنگ کر رکھا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ ہم نے جو یہاں مال و دولت کا خزانہ جمع کیا ہے وہ کس واسطے ہے اور اپنے خدام سے کہا کہ اس شخص کا مولانا جامی کے ذمہ جتنے مال کا مطالبہ ہے وہ مال تم میرے خزانے سے ادا کر دو۔

چنانچہ خواجہ صاحبؒ کے کہنے سے اور ان کی مالی اعانت کے طفیل مولانا جامیؒ کو میدان حشر میں اس شخص سے رہائی ملی۔

اس خواب کے بعد جب مولانا جامیؒ کی آنکھ کھلی اور بیدار ہوئے تو دیکھا کہ واقعی خواجہ صاحب کی سواری آرہی ہے۔ جامیؒ وہاں سے اٹھے اور بہت ہی نادم اور پشیمان ہوئے۔ خواجہ صاحب سے ملے۔

خواجہ صاحب چونکہ صاحبِ کشف تھے اور کشف کے ذریعہ انہیں اس سارے ماجرا کا علم ہوگیا تھا اس لئے مولانا جامیؒ سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا کہ اے جامی! وہ مصرعہ تو سناؤ جو تم نے پڑھا تھا۔ اب مولانا جامیؒ شرم وحیا کے مارے پڑھتے نہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کے اصرار پر جامیؒ نے

وہ مصرعہ پڑھا۔

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا یہ کلام ابھی ناتمام ہے۔ یعنی پورا شعر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ دوسرا مصرعہ ملانا چاہیئے۔

اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی " اگر دنیا اور اور ثروت کی فراوانی ہو بھی تو اپنے واسطے نہ ہو بلکہ دوست کے واسطے ہو۔ ایسی دنیا میں کیا حرج ہے "۔

مخلصین و کاملین کے پاس جو دنیا ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کیلئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے وہ اسے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس میں مالکانہ تصرف نہیں کرتے بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں صرف کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ سرکاری خزانچی کے سپرد خزانے کی حفاظت ہوتی ہے۔ وہ خزانے کا مالک نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ خزانے میں سے بلا اجازت کچھ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح اگر وہ خزانے کو تالا نہ لگائے اور چوری ہو جائے تو اس پر مقدمہ قائم ہو جاتا ہے۔

مخلصین و اولیاء اللہ کے پاس اگر مال و دولت کی فراوانی ہو تو وہ اس مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آخرت کی مسرّات اور راحتیں حاصل کرنے کی نیت سے اسے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ایسے کاملین و اولیاء اللہ اگرچہ دولتمند ہوں وہ اپنی زندگی عبادت و ذکر اللہ و خدمتِ مسلمین میں گزارتے ہیں۔ ان کی صحبت و تربیت عقیدتمندوں

کو کندن بناتی ہے۔

احباب کرام ! نیک لوگوں کی صحبت و رفاقت کی برکات سے اور برے لوگوں کی صحبت و دوستی کی آفات سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔

اس سلسلے میں متعدد آثار، احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ اور اقوال ائمہ و اسلافِ کرام کتابوں میں منقول ہیں۔

ان میں سے چند آثار و اقوال پیشِ خدمت ہیں۔ امید ہے کہ ان کے پڑھنے سے اور ان میں غور و فکر کرنے سے ناظرین کو فائدہ پہنچے گا۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : الرجل علی دين خليله فلينظرْ أحدُكم مَن يخالل . اخرجه الترمذی و قال : هذا حديث حسن غريب . ترمذی ج۲ ص۷۳ .

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے دوست و رفیق و ہم نشین کے دین پر ہوتا ہے۔ یعنی دونوں ہم خیال و ہم اعتقاد ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر شخص اس معاملے میں پوری طرح غور کرے کہ وہ کس شخص کو دوست بنائے"۔

حدیثِ ہٰذا کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کسی دیندار اور اچھے اخلاق والے انسان کو دوست بنائے تاکہ اس کی رفاقت اور صحبت کی برکات سے وہ بھی مستفید و مستفیض ہوتا رہے۔

بُرے انسان کی دوستی و رفاقت کا مطلب ہے بُرا ہم نشین اور بُرا

مُصاحب ۔ لہٰذا برے شخص کی دوستی اور رفاقت سے اجتناب ضروری ہے تاکہ اس کی بُری صحبت کے تباہ کن اثرات و نتائج سے اس شخص کے دین و دنیا تباہ نہ ہوجائیں۔

ابوجعفر محمد بن علی باقر رحمہما اللہ تعالی بڑے عابد و زاہد گزرے ہیں ۔ اہلِ بیتِ نبوت کے مشہور ائمہ و اولیاء کرام میں سے تھے۔ وہ گمراہوں و بدکرداروں کی صحبت و رفاقت سے اجتناب و احتراز کے سلسلے میں اپنے والد محترم جو بہت بڑے امام و ولی اللہ تھے سے ایک قیمتی نصیحت کی روایت کرتے ہیں۔ وہ نصیحت کتبِ تصوُّف وکتبِ تاریخ میں مذکور ہے۔

اس حکیمانہ و عارفانہ نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ پانچ قسم کے آدمیوں کی رفاقت و ہم نشینی و دوستی نہایت تباہ کن ہے۔ لہٰذا ایسے افراد سے بچنا ضروری ہے۔

وہ پانچ قسم کے افراد یہ ہیں۔ اول فاسق و بدکردار آدمی۔ دوم بخیل وکنجوس آدمی۔ سوم کذاب اور جھوٹا آدمی۔ چہارم احمق و بیوقوف انسان۔ پنجم قاطع رحم ، یعنی اپنے اقارب اور رشتہ داروں کی رعایت اور خیال نہ کرتے ہوئے ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا شخص۔

ابوجعفر محمد بن علی باقر رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت کی عربی عبارت یہ ہے۔

قال ابوجعفر محمد بن علی الباقر : أوصانی أبی فقال : لا تَصحبنَّ خمسةً و لا تُحادِثهم و لا تُرافقهم في طريق . قال : قلت : جعلتُ فداك يا أبت ! مَن هؤلاء الخمسة ؟ قال : لا تَصحبنّ فاسقًا فانه بائعك بأُكلة فما

دونها . قال : قلت : يا أبت ! وما دونها ؟ قال : يطمع فيها ثم لا ينالها .

قال : قلت : يا أبت ! و مَن الثانى ؟ قال : لا تصحبنّ البخيلَ فانه يقطع بك في ماله أحوج ما كنتَ اليه .

قال : قلت : يا أبت ! و مَن الثالث ؟ قال : لا تصحبنّ كذّاباً فانه بمنزلة السراب يُبَعِّد منك القريبَ و يُقرِّب منك البعيدَ .

قال : قلت : يا أبت ! و مَن الرابع ؟ قال : لا تصحبنّ أحمق فانه يريد أن ينفعك فيضرّك .

قال : قلت : يا أبت ! ومَن الخامس ؟ قال : لا تصحبنّ قاطع رحم فانى وجدتُّه ملعوناً في كتاب الله تعالى في ثلاثة مواضع . حليه ج۳ ص۱۸٤ .

یعنی " ابو جعفر محمد بن علی باقر رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے باپ نے وصیت ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ (اے بیٹے!) پانچ قسم کے آدمیوں کی نہ صحبت اختیار کر، نہ ان کے ساتھ محبت بھری گفتگو کر اور نہ ان کو حسبِ استطاعت اپنے کسی سفر یا کسی راستے کا رفیق وہم سفر بنا۔

ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ اے ابا جان! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، وہ پانچ قسم کے آدمی کونسے ہیں؟

تو والد صاحب نے فرمایا کہ تو فاسق کی صحبت اختیار نہ کر کیونکہ وہ

تجھے ایک لُقمے یا اس سے بھی کم چیز کے بدلے میں بیچ دیگا (یعنی وہ تیری دوستی کے مقابلہ میں معمولی سی منفعت کو بھی ترجیح دیگا)۔ میں نے عرض کیا کہ اے ابا جان! لقمے سے کم چیز کونسی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس لقمے کی صرف طمع رکھنا جو حاصل نہ ہو سکے (یعنی لُقمہ میسّر نہ ہو بلکہ صرف اس کی طمع ہو۔ تو اتنی معمولی منفعت کے بدلے میں بھی وہ تیری محبت قربان کر دیگا اور اس طمع کو ترجیح دیگا)۔

میں نے عرض کیا۔ اے ابا جان! دوسرا شخص کون ہے جس کی صحبت سے میں باز رہوں؟ والد صاحب نے فرمایا کہ بخیل آدمی کی صحبت بھی اختیار نہ کر کیونکہ وہ اپنے مال کی بدولت اور مال سے محبت کی وجہ سے تجھ سے اس وقت قطع تعلق کر لے گا جس وقت تو اس کی اعانت اور مدد کا زیادہ محتاج ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ اے ابا جان! تیسرا آدمی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جھوٹے انسان کی صحبت سے بھی پرہیز کر۔ کیونکہ جھوٹا آدمی سراب کی مانند ہے (جنگل و صحرا میں بخارات وغیرہ کی وجہ سے دور سے پانی کی طرح جو سفیدی نظر آتی ہے اسے سراب کہتے ہیں۔ اس کے قریب جانے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پانی نہیں)۔ ایسا شخص جھوٹ کے ذریعہ تجھے دور والی چیز کو قریب کر کے دکھائے گا اور قریب والی چیز کو بعید کر کے دکھائے گا (یعنی جھوٹ بول کر خلافِ حقیقت بات کہے گا اور تجھے دھوکہ دیگا)۔

میں نے عرض کیا۔ اے ابا جان! چوتھا شخص کون ہے جس کی

صحبت سے مجھے بچنا چاہئے ؟ والد صاحب نے فرمایا کہ بیوقوف آدمی کی صحبت سے بھی پرہیز کر کیونکہ وہ تجھے ضرر ہی پہنچائے گا خواہ اس کا ارادہ نفع پہنچانے کا ہو (یعنی وہ تجھے جو نفع پہنچائے گا فی الحقیقت وہ بھی ضرر ہی ہوگا)۔

میں نے عرض کیا۔اے اباجان ! پانچواں شخص کون ہے؟انہوں نے فرمایا کہ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے شخص کی صحبت بھی اختیار نہ کر کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ قرآن مجید میں اسے تین مقامات پرملعون قرار دیا گیا ہے "۔

سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ اور صاحبِ کشف بزرگ گزرے ہیں۔آپ کا نام ابوالحسن سری بن مُغَلَّس سقطی ہے۔یہ مشہورِ زمانہ صوفی ابوالقاسم جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماموں بھی تھے اوران کے شیخ واستاد بھی تھے۔

جنید بغدادیؒ ایک مدت تک سری سقطیؒ کی صحبت میں رہے۔مرضِ وفات میں موت سے تھوڑی دیر قبل حضرت سری سقطیؒ نے جنید بغدادیؒ کو یہ قیمتی نصیحت کی کہ اَشرار اور بدکرداروں کی صحبت سے مکمل اجتناب کر۔اور اَخیار و صالحین کی صحبت اختیار کر۔لیکن ایسا نہ ہو کہ تو صالحین کی صحبت کو مقصود بالذات سمجھ بیٹھے اور خدا تعالی سے تعلق اور ذکر اللہ کے شغل میں خلل آجائے۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دخلتُ علی السریّ رحمه الله تعالى و هو يجود بنفسه . فجلستُ عند رأسه فبكيتُ . وسقط من دموعي

على خدّه . ففتح عينيه ونظر إليّ . فقلت له : أوصني . فقال : لا تصحبِ الأشرارَ . ولا تشتغلُ عن الله بمجالسة الأخيار . حليه ج ۱۰ ص ۱۲۵ .

یعنی ” میں حضرت سرّی سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عیادت کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت حالتِ نزع میں تھے۔ میں ان کے سر کے قریب بیٹھ کر غم کی وجہ سے رونے لگا اور میرے آنسو اُن کے چہرے پر گرے جس کی وجہ سے انہوں نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھنے لگے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے کوئی وصیت و نصیحت فرمادیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اے جنید! شریر اور بدکردار لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرنا۔ بلکہ اہل اللہ اور اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ لیکن اہل اللہ و صالحین کی صحبت میں اتنا مشغول نہ ہونا کہ اس کی وجہ سے تو عبادت اللہ، طاعت اللہ اور ذکر اللہ سے غافل ہو کر انہیں پس پشت ڈال دے “۔

سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ قیمتی نصیحت تین اہم باتوں پر مشتمل ہے۔

اوّل یہ کہ بدکرداروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی صحبت و ہم نشینی ایمان و تعلق باللہ کیلئے بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اَخیار و اَولیاء اللہ و علماءِ صالحین کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ ان کی صحبت و تربیت و تزکیہ و نصائح سے ایمان محفوظ و مضبوط ہوتا ہے اور طاعات و حسنات کی رغبت و محبت پیدا ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ انسان کی اس دنیاوی زندگی کا مقصد عبادت

اللہ و تحصیل رضاء اللہ ہے۔ بزرگوں کی صحبت مقصود اصلی نہیں ہے بلکہ وہ ذریعہ و وسیلہ ہے محبت اللہ و عبادت اللہ و ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اورشوقِ حسنات و طاعات پیدا ہونے کا۔ لہٰذا وسیلہ و ذریعہ کو اپنی حیثیت دینی چاہیئے۔ اسے مقصود اصلی بنانا بہت بڑی غلطی ہے۔

پس جو شخص عبادت اللہ و ذکر اللہ و تعلق باللہ کو پس پشت ڈال کر صحبتِ صالحین کو مقصود اصلی بنالے وہ نہایت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

اللہ عزو جل ہمارے قلوب کو عبادۃ اللہ ، ذکر اللہ اور اولیاء اللہ کی محبت سے منور فرمائیں اور عابدین ، متّقین ، صالحین ، زاہدین ، علماء کرام اور اولیاء عظام کی صحبت کی برکات سے مستفید ہونے کے مواقع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۲۴

احباب کرام! قناعت اور قوت لایموت پر صبر کرنا اور راضی ہونا نہایت مبارک خصلت ہے۔ اس مبارک خصلت کی برکات دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور آخرت میں بھی۔ پس قناعت سے قانع کو نہ صرف اُخروی اجر و ثواب ملتا ہے بلکہ اس کے طفیل اُسے دنیا میں بھی سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ مبارک ہے وہ مسلمان جسے اللہ تعالی نے یہ مبارک خصلت نصیب فرمائی ہو۔

فضیلتِ قناعت کے بارے میں مزید تفصیل سن لیں۔ اس تفصیل میں چند آیاتِ شریفہ و احادیثِ کریمہ و اقوالِ سلف صالحین پیشِ خدمت ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔ من عمل صالحاً من ذکر او انثٰی و ھو مؤمن فلنحیینّہ حیٰوۃ طیّبۃ . النحل، آیت ۹۷ . یعنی "جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن بھی ہو تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی نصیب فرمائیں گے"۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد مفسّرین نے لکھا ہے۔ الحیاۃ الطیبۃ فی الدنیا ھی القناعۃ . یعنی "دنیا میں پاکیزہ زندگی یہ ہے

کہ آدمی کے اندر وصفِ قناعت ہو "۔

و عن جابر بن عبدالله قال : قال رسول الله ﷺ : القناعة كنزٌ لايفنیٰ . رواه الطبرانی في الاوسط . و رواه العسكرى عن انس و القضاعی بلفظ : القناعةُ مالٌ لا ينفد . و ضعّفه السيوطی في الجامع الصغير . رقم ٦١٩٣ .

" جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ قناعت ایسا مال ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ قناعت ایک روحانی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی) "۔

و عن ابی‌هريرة رضی الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : كن ورِعًا تكن أعبدَ الناس . و كُن قانعًا تكن أشكرَ الناس . و أحِبَّ للناس ما تُحبُّ لنفسك تكن مؤمنًا . و أحسِن مجاورةَ من جاورك تكن مسلمًا .و أقلِلِ الضحكَ فانّ كثرةَ الضحك تميتُ القلب . رواه البيهقی . كنز ج١٦ رقم ٤٤٣١٥ ص٢٤٣ .

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے (مجھے نصیحت کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ (اے ابو ہریرہ!) تو تقویٰ اختیار کر، اس طرح تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار

بن جائیگا۔ اور قناعت اختیار کر، اس طرح تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار بن جائیگا۔ اور لوگوں کیلئے وہی چیز پسند کیا کر جو چیز تو اپنی ذات کیلئے پسند کرتا ہے، اس طرح تو کامل مؤمن بن جائیگا۔ اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھے پڑوسیوں والا برتاؤ کیا کر، اس طرح تو کامل مسلمان بن جائیگا۔ اور ہنسنا کم کردے کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کردیتی ہے"۔

قرآن مجید میں ہے۔ **لیرزقنّھم اللہ رزقًا حسنًا . سورۃ حج ، آیت ۵۸ .** "اللہ تعالیٰ انہیں (یعنی اپنے نیک بندوں کو) اچھا رزق نصیب فرمائیں گے"۔

اس آیت میں رزقِ حسن سے بعض مفسرین کے نزدیک قناعت مراد ہے۔ رسالہ قشیریّہ ص ۱۶۰۔

توضیحِ کلام یہ ہے کہ رزقِ حسن دو قسم پر ہے۔ اوّل دنیوی۔ دوم اخروی۔ پس اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو موت کے بعد جو رزق عطا فرماتے ہیں وہ تو ظاہر ہے۔ یعنی جنت میں داخل کر کے انہیں جنتی مسرّات نصیب فرماتے ہیں۔ اور جو رزق اللہ تعالیٰ ان صالحین کو دنیوی زندگی میں دیتے ہیں اس رزق کی اقسام میں سے اعلیٰ قسم کا رزق قناعت ہی ہے۔

رسالہ قشیریّہ کی عبارت یہ ہے۔ **و قيل في معني قوله تعالى : ليرزقنّهم الله رزقا حسناً . يعني القناعة . انتهى . رسالہ قشیریّہ ص ۱۶۰ .**

وہب بن منبہؒ کا قول ہے۔ **انّ العِزّ والغِنٰى خرجا يجولان يطلبان رفيقًا فلقيا القناعة فاستقرّا .**

یعنی ”عزت اور دولتمندی اپنا رفیق و دوست تلاش کرنے کیلئے نکلیں، پس قناعت سے ان کی ملاقات ہوگئی اور انہیں قرار حاصل ہوگیا“۔

قولِ وہب رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ عزت اور دولتمندی کی شان وعظمت اس وقت ظاہر ہوسکتی ہے جب ان کے ساتھ قناعت ہو۔ قناعت کے بغیر عزت وغِنا کی شان بلند نہیں ہوسکتی۔

وفي الزبور : القانع غَنِيٌّ ولو كان جائعًا . یعنی ”زبور (حضرت داود علیہ السلام پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب) میں ہے کہ قانع شخص قلبی طور پر غنی ہوتا ہے اگرچہ وہ بظاہر بھوکا ہو“۔

رسالہ قشیریہ میں ہے۔ قيل : وضع الله تعالى خمسةَ أشياء في خمسة مواضع : العزَّ في الطاعة . و الذلَّ في المعصية . والهيبةَ في قيام الليل . والحكمةَ في البطن الخالى . و الغنىٰ في القناعة .

یعنی ” بزرگوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ امور کو پانچ جگہوں میں رکھا ہے۔ (۱) عزت کو طاعت میں رکھا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہی کو عزت نصیب ہوتی ہے)۔

(۲) ذلّت کو معصیت میں رکھا ہے (یعنی عاصی اور نافرمان آدمی ذلیل ہوتا ہے)۔

(۳) ہیبت و رعب کو قیامِ لیل میں رکھا ہے (یعنی شب بیدار شخص کو اللہ تعالیٰ رعب و دبدبہ نصیب فرماتے ہیں)۔

(۴) حکمت و دانائی کو خالی پیٹ میں رکھا ہے (یعنی بھوک

برداشت کرنے والے شخص ہی کو اللہ تعالیٰ حکمت و دانائی نصیب فرماتے ہیں)۔

(۵) غِنا و دولتمندی کو قناعت میں رکھا ہے (یعنی قلبی غِنا قناعت میں پوشیدہ ہے)۔

وقيل في قوله تعالى : ان الأبرار لفى نعيم . سورة انفطار ، آيت ۱۳ . هوالقناعة في الدنيا . وفي قوله تعالى : و ان الفجار لفى جحيم . انفطار ، آيت ۱۳ . هو الحرص في الدنيا . رساله قشيريّه ص۱۶۱ .

یعنی " بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس قول " بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے " کی تفسیر یہ کی ہے کہ نعمت سے مراد یہ ہے کہ آدمی دنیا میں قناعت سے زندگی گزارے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول " بیشک بدکردار و فاجر لوگ جہنم میں ہوں گے " کی تفسیر انہوں نے یہ کی ہے کہ اس سے مراد ہے دنیا میں حرص سے زندگی گزارنا "۔

اس قول میں حرص و حبِّ دنیا کو جحیم و دوزخ کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ ہائے افسوس ...... کہ مسلمان آخرت کی دوزخ سے قبل دنیوی دوزخ یعنی حرصِ دنیا و حبِّ دنیا کی دوزخ میں محصور ہیں اور وہ اس سے نکلنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے احوال نہایت ناگفتہ بہ ہیں۔ حلال مال و رزق پر قناعت نہیں کرتے۔ حبِّ دنیا کے غلبہ کی وجہ سے ان کی نگاہیں رنگ و بو میں الجھی ہوئی ہیں۔ یورپی تہذیب و اقدار کے دلدادہ ہیں۔ بِنائے ملّت بگڑ رہی ہے۔ اتحادِ ملّت کمزور ہو رہا ہے۔ مگر وہ خوش ہیں اور کہتے

ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔

آجکل کے خود ساختہ لیڈر و خود بیں گمراہ مُرشدان مسلمانوں کے دین و دنیا کو تباہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں اور دین و آخرت کی محبت سے ان کے دل معمور کریں۔ آمین۔

بنائے ملت بگڑ رہی ہے، لبوں پہ ہے جان، مر رہے ہیں
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہیں ، گویا اُبھر رہے ہیں
اِدھر ہے قومِ ضعیف و مسکیں، اُدھر ہیں کچھ مرشدانِ خود بیں
یہ اپنی قسمت کو رو رہے ہیں، وہ نام پر اپنے مر رہے ہیں
کٹی رگِ اتحادِ ملّت ، رواں ہوئیں خونِ دل کی موجیں
ہم اس کو سمجھے ہیں آبِ صافی، نہا رہے ہیں، نکھر رہے ہیں
صدائے اِلحاد اٹھ رہی ہے ، خدا کی اب یاد اٹھ رہی ہے
دلوں سے فریاد اٹھ رہی ہے، کہ دین سے ہم گزر رہے ہیں
قفس ہے کم ہمتی کا سیمیں، پڑے ہیں کچھ دانہائے شیریں
اسی پہ مائل ہے طبعِ شاہیں، نہ بال ہیں اب نہ پر رہے ہیں
یہاں بجائے نماز گپ ہے ، وہاں وہی عزتِ بشپ ہے
یہاں مساجد اُجڑ رہی ہیں ، وہاں کلیسا سنور رہے ہیں

برادرانِ اسلام ! حرام مال کی حرص و محبت کی قباحت و تباہی تو ظاہر ہے۔ یہ حرص دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے۔ باقی حلال مال کی حرص بھی خطرناک اور تباہ کن ہوسکتی ہے۔ حلال مال کی تحصیل و کسب اگرچہ شرعاً ممنوع نہیں ہے لیکن اگر حلال مال جمع کرنے اور حاصل کرنے کا

معاملہ محبتِ شدید و حرصِ شدید کی حد تک پہنچ جائے تو اس سے عبادت میں ، ذکر و اذکار میں اور دینداری میں شدید نقصان و خلل واقع ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

لہٰذا حلال مال کی تحصیل میں بھی حرص سے اجتناب و احتراز کرنا چاہئے ۔ حبِّ مال مسلمانوں کو آخرت سے اور موت سے غافل کرنے والی چیز ہے ۔ ایک شاعر نے زمانۂ حال کے لوگوں کے بارے میں جو موت سے غافل ہیں کیا خوب کہا ہے۔

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہیں سیکھا
کفن بر دوش جا پہنچا مگر مرنا نہیں سیکھا

کسبِ مالِ حلال کے جواز اور کسبِ مالِ حرام کی حرمت کے بارے میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں۔

إن كسب المال من سبيل الحلال قليلٌ . فمَن كسب مالاً من غير حِلّه فوضعه في حقّه فهو في خطأ و خدعٍ . و مَن كسب مالاً من غيرحلّه فوضعه في غير حقه فذلك الداء العضال . و مَن كسب مالاً من حلّه فوضعه في حقّه فذلك يغسل الذنوبَ كما يغسل الماءُ الترابَ عن الصفا . كتاب الزهد ص١٣٨ .

" حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حلال طریقے سے کسبِ مال کرنا بہت کم ہے۔ پس جو آدمی ناجائز طریقے سے کسبِ مال کرے اور اس کو جائز جگہ پر خرچ کرے سو وہ بڑی غلطی اور فریب میں

مبتلا ہے۔ اور جو آدمی نا جائز طریقے سے کسبِ مال کرے اور نا جائز جگہ پر خرچ کرے تو یہ ایک لاعلاج مرض ہے یعنی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور جو شخص حلال طریقے سے کمائے اور اس کو حلال و جائز جگہ پر خرچ کرے تو یہ عمل گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جس طرح پتھر پر پڑی ہوئی مٹی کو پانی دھو دیتا ہے"۔

رزق اور دیگر تمام امور میں زیادہ اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد پر ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر توکّل کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کو مسبّب الاسباب، مختارِ کل اور کلمۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ کو حرزِ جاں سمجھنا ایمانِ کامل کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کی مدد پر اعتماد کرنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

دل ستاں لا اِلٰہ الّا ھُو	جانِ جاں لا اِلٰہ الّا ھُو
بیکراں شانِ ربّیَ الاَعلیٰ	جاوداں لا اِلٰہ الّا ھُو
غمگسارِ حیات لا تحزنْ	پاسباں لا اِلٰہ الّا ھُو
برگ برگ چمن ہے نغمہ سرا	ہر زماں لا اِلٰہ الّا ھُو
نغمہ پیرا ہیں عرشِ اعظم پر	قُدسیاں لا اِلٰہ الّا ھُو
وحدہٗ لاشریک وِردِ زباں	حرزِ جاں لا اِلٰہ الّا ھُو

نبی علیہ السلام آنے والے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ذلك أيّام الهرْج . قيل : و ما أيّام الهرج ؟ قال : حين لا يأمنُ الرجلُ جليسَه .

یعنی " وہ ہرج کا زمانہ ہے (ہرج کا معنی ہے فساد، فتنہ)۔ کسی

نے پوچھا کہ زمانۂ ہرج کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کی کیا خصوصیت ہے؟ نبی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ یہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ کوئی شخص اپنے رفیق و ہم نشیں کے شر سے بھی بے فکر اور مطمئن نہ ہوگا "۔

ایک اور حدیث شریف ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه انه ﷺ قال له : إن يُدفع عن عُمرك فسيأتى عليك زمانٌ كثيرٌ خطباؤه . قليلٌ علماؤه . كثيرٌ سواله . قليلٌ مُعطوه . الهوٰى فيه قائد العلم . قال : و متٰى ذلك ؟ قال : اذا أميتت الصلاة و قُبِلت الرُّشا ويباع الدين بعرضٍ يسيرٍ من الدنيا . فالنجاء النجاء ويحَك ثم النجاء . منهاج ص١٦ .

" حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں حضور علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تو نے لمبی عمر پائی تو عنقریب تجھ پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں خطباء (صرف زبانی وعظ و نصیحت کرنے والے) تو بہت ہوں گے مگر علماء ربانی کم ہوں گے۔ مانگنے والے بہت زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے۔ اُس دور میں ہوائے نفس (یعنی نفسانی خواہش) علم کی قائد ہوگی، یعنی علم خواہشات نفسانی کے تابع ہوگا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسا زمانہ کب آئے گا اور اس کی علامات کیا ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب نماز ضائع کی جائیگی (خواہ مکمل ترک کردی جائے یا صحیح طریقے

سے ادا نہ کی جائے) اور کثرت سے رشوت لی جائیگی اور دنیاوی قلیل متاع کے بدلے میں دین کو بیچا جائیگا۔ پس تم ان برائیوں سے بچنا بچنا بچنا "۔

حاتم اصمّ رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ اس موضوع یعنی لوگوں سے حتی الوسع علیحدہ رہنے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

طلبتُ من هذا الخلق خمسةَ أشياء فلم أجدها : طلبتُ منهم الطاعةَ و الزهادةَ فلم يفعلوا . فقلتُ : أعينونى عليهما إن لم تفعلوا فلم يفعلوا . فقلتُ : إرضَوا عنّي إن فعلتُ فلم يفعلوا . فقلت : لا تمنعونى عنهما إذا فعلتُ فمنعونى . فقلت : لا تدعونى الى ما لا يُرضِى الله العظيم و لا تُعاذُونى عليه ان لم أتابِعكم فلم يفعلوا . فتركتُهم و اشتغلتُ بخاصّة نفسى .

یعنی " میں نے مخلوق سے پانچ چیزوں کا مطالبہ کیا لیکن مجھے ان سے ان پانچ چیزوں میں سے ایک چیز بھی نہ ملی۔

اوّلاً۔ میں نے ان سے طاعت اور تقویٰ والی زندگی گزارنے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے میری موافقت سے انکار کرتے ہوئے یہ کام نہ کیا۔

ثانیاً۔ پھر میں نے ان سے درخواست کی کہ اگر تم خود ان دو باتوں پر عمل نہیں کر سکتے تو کم از کم ان دو چیزوں کے معاملہ میں میری اعانت اور مدد تو کرو۔ لیکن انہوں نے میری اس درخواست کو بھی نہ مانا۔

ثالثاً۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اگر میں ان دو باتوں کے مطابق

زندگی گزاروں تو تم مجھ سے راضی رہنا۔ لیکن انہوں نے میری یہ بات بھی نہ مانی۔

رابعاً۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اگر میں ان دو باتوں پر عمل کروں تو کم از کم مجھے روکنا مت۔ لیکن انہوں نے مجھے ان دو باتوں پر عمل پیرا ہونے سے روکا۔

خامسًا۔ پھر میں نے اُن سے کہا کہ کم از کم اتنا تو کرنا کہ مجھے ان امور کی طرف نہ بلانا جو اللہ تعالی کو ناپسند ہیں۔ اور اگر میں ان امور میں تمہاری تابعداری نہ کروں تو تم مجھ سے عداوت و دشمنی نہ رکھنا۔ مگر انہوں نے میری اس بات کو بھی نہ مانا۔

لہٰذا بامرِ مجبوری میں نے ان کے اختلاط کو ترک کیا اور خلوت میں اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہوا "۔

امام غزالیؒ نے کتاب منہاج (ص ۱۵) میں خلوت گزینی اور لوگوں سے علیحدہ رہنے کی افضلیت کی دو وجوہ ذکر کی ہیں۔

وجہ اوّل۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے اختلاط و تعلّق اگر زیادہ ہوجائے تو یہ عبادت و ذکراللہ میں کمی و نقصان کا مُوجِب ہوتا ہے۔ بلکہ گاہے یہ اختلاط ذکراللہ و عبادۃ اللہ کیلئے مکمل طور پر مانع ہوجاتا ہے۔

وجہ ثانی۔ لوگوں سے تفرّد اور خلوت گزینی کی اَولویّت و ترجیح کی دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے آپ جو عبادت اور نیکی کریں گے لوگ اس میں کیڑے نکالیں گے۔ وہ آپ پر ریاکاری وغیرہ کی تہمتیں لگاکر آپ کے سلسلۂ عبادت کو خراب اور فاسد کرنے کی کوشش کریں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات نہایت قیمتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کے دلوں کا رُخ غلط ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں کا رُخ دنیا کی طرف ہے نہ کہ خدا تعالی کی طرف۔ اور ان کے دلوں کی حقیقی مطلوب و محبوب چیز مال و دولت اور دنیاوی رزق ہے نہ کہ آخرت اور نہ کہ رضاء اللہ۔

امام غزالیؒ نے منہاج میں یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک نبّاش یعنی کفن کش ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر اپنی شرارتوں اور گناہوں سے تائب ہوا۔ فسأله ابويزيد رحمه الله تعالى عن حاله . فقال : نبشتُ عن ألف قبر فلم أرَ وجوهَهم إلى القبلة إلاّ رجلَين . فقال ابويزيد : مساكين اولئك . تهمةُ الرزق حوّلَتْ وجوهَهم عن القبلة . منهاج ص٤٨ .

یعنی ”ابو یزید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس نبّاش سے کفن چوری کا حال اور اس کی تفصیل دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں نے ایک ہزار قبروں کے مردوں سے کفن اتارا لیکن میں نے دو آدمیوں کے علاوہ کسی کا منہ قبلہ کی طرف نہیں دیکھا۔ ابو یزید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مساکین (قابلِ رحم) لوگ ہیں۔ رزق کی تہمت (یعنی اللہ تعالی کی صفتِ رزّاقیّت میں شک) نے ان کے چہروں کو قبلہ کی طرف سے پھیر دیا ہے“۔

ترغیبِ قناعت کے سلسلے میں ایک شاعر کہتا ہے۔

رزق ما یحتاج مل ہی جائیگا — خواہشوں میں مختصر ہو جایئے
فقر سے شیطاں ڈراتا ہے اگر — حسبُنا اللہ سے نڈر ہو جایئے

خیر خواہی کر کے سر ہو جایئے ورنہ مفقود الخبر ہو جایئے

یہ دنیا دھوکے باز ہے۔ ظاہری رنگینی وظاہری حلاوت سے لوگوں کو گمراہی میں اور اپنی محبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ وہ لوگ بڑے مبارک ہیں جو قانع رہتے ہوئے حرام رزق و حرام مال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک جامع حدیث شریف پیشِ خدمت ہے۔ یہ حدیث مبارک بیہقی نے ذکر کی ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : الدنيا خَضِرةٌ حلوةٌ . مَن اكتسب فيها مالاً من حِلّه وأنفقه في حقّه أثابه الله و أورده جنّتَه . و من اكتسب فيها مالاً من غير حلّه و أنفقه في غير حقه أحلّه الله دارَالهوان . ورُبّ متخوّضٍ في مال الله له النار يوم القيامة . يقول الله : كلّما خبت زدنٰهم سعيرًا . و ذكره السيوطى رحمه الله تعالى ايضًا في الجامع الصغير . متجر رابح ص ٤٣٠ .

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا سرسبز و شاداب اور میٹھی ہے۔ جو آدمی اس میں کسبِ مالِ حلال کرے اور اس مال کو حق اور جائز جگہ خرچ کرے تو اسے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرما کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اور جو آدمی اس (دنیا) میں حرام اور ناجائز طریقے سے کسبِ مال کرے اور اسے ناحق و ناجائز جگہ خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلت

کی جگہ اتاریں گے (یعنی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے)۔اور بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے مال میں ڈوبے ہوئے اور مستغرق ہیں، ان کیلئے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں جہنم کا ذکر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ جب بھی وہ آگ بجھے گی ہم اس کی گرمی اور شعلوں کو اور زیادہ کردیں گے"۔

دوستو اور بھائیو! آجکل اکثر مسلمان وصفِ قناعت سے محروم ہیں۔ رزق کے بارے میں حرص و آز کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ حبِّ مال و جاہ ان کے دلوں پر قابض ہے۔ اسی وجہ سے وہ ہر قسم کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ عاقبت کا خوف مفقود ہے اور سلف صالحین و اولیاء اللہ کے اسوۂ حسنہ کو وہ چھوڑ چکے ہیں۔

اس روگردانی، صراطِ مستقیم سے دوری، قناعت سے محرومی اور حبِّ مال و جاہ میں مستغرق ہونے کا نتیجہ آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان افراتفری، افتراق، جنگ و جدال اور اس قسم کی بیشمار آفات، مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

نگاہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں   خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبحگاہی   اماں شاید ملے اللہ ہُو میں

ایک اور شاعر مسلمانوں کی غفلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فکرِ دنیا تجھ کو صبح و شام ہے
اس سے غفلت ہے جو اصلی کام ہے

کچھ دنوں سہہ لے مشقّت دین کی

پھر تو بس آرام ہی آرام ہے

اللہ تعالیٰ کے ذکر و طاعت ہی میں امن، سکون اور مسرّاتِ دارین پوشیدہ ہیں۔ دنیاوی مسرّات و لذات فانی ہیں۔ باقی اور دائمی مسرّات کو پسِ پشت ڈال کر فانی لذات کی تحصیل میں یہ قیمتی زندگی گنوا دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ترکِ دنیا کر کے ہر لذت کو چھوڑ

معصیت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ

نفس و شیطان لاکھ در پے ہوں مگر

تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

برادران اسلام! یہ دنیا سرائے فنا ہے۔ اس سرائے فنا کے دو روزہ قیام کی مسرّات پر حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جنہیں یادِ خدا، فکرِ آخرت، ذکراللہ، طاعت اور عبادت کی توفیق نصیب ہو جائے۔

دنیا کی بے ثباتی اور فنا کے بارے میں چند رقّت انگیز اور رُلانے والے اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

ہے دو روزہ قیامِ سرائے فنا، نہ بہت کی خوشی ہے نہ کم کا گِلا

یہ کہاں کا فسانۂ سُود و زیاں، جو گیا وہ گیا، جو ملا وہ ملا

نہ بہار جمی نہ خزاں ہی رہی، کسی اہلِ نظر نے یہ خوب کہی

یہ کرشمۂ شانِ ظہور ہیں سب، کبھی خاک اڑی کبھی پھول کِھلا

نہیں رکھتا میں خواہشِ عیش و طرب، یہی ساقیٔ دہر سے بس ہے طلب
مجھے طاعتِ حق کا چکھا دے مزا، نہ کباب کھِلا نہ شراب پلا
ہے فضول یہ قصۂ زید و بکر، ہر اِک اپنے عمل کا چکھے گا ثمر
کہو ذہن سے فرصتِ عُمر ہے کم، جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

اپنے گناہوں کے برے انجام سے غافل ہونا یا انہیں کم خطرناک سمجھنا سلف صالحین کا شیوہ نہیں ہے۔ سلف صالحین کا شیوہ اور طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے گناہوں پر روتے تھے۔ خوفِ آخرت ان کے قلوب پر اتنا غالب ہوتا تھا کہ گاہے گاہے وہ کہتے تھے کہ کاش! ہم گھاس کا تنکا ہوتے اور انسان نہ ہوتے، یا کسی کا مملوک بکرا اور دنبہ ہوتے، پھر وہ ہمیں ذبح کر کے ہمارا گوشت کھا لیتا مگر انسان نہ ہوتے، یا اے کاش! ہم کوئی پرندہ ہوتے اور انسان نہ ہوتے۔

ابو عبیدۃ بن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں امینِ امتِ محمدیّہ کے لقب سے نوازتے ہوئے فرمایا۔ ابو عبیدة أمين هذه الأمّة ۔ نیز انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری بھی دی تھی۔

مگر اس فضیلت کے باوجود خوفِ آخرت اور خوفِ حسابِ عقبیٰ کی شدت کا یہ حال تھا کہ فرمایا کرتے تھے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں انسان نہ ہوتا۔ کیونکہ کیا پتہ ہے کہ میں آخرت کے حساب میں کامیاب ہو کر جنتی بنوں گا یا ناکام ہو کر دوزخی بنوں گا؟

قال ابو عبيدة رضى الله تعالى عنه : وددتُ أنى

كبشٌ فذبحني أهلي . فأكلوا لَحمِي وحَسَوا مَرَقي . كتاب الزهد لأحمد ص١٨٤ .

یعنی ” حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ کاش...... میں بکرا ہوتا۔ میرے گھر والے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت پکا کر کھا لیتے اور میرا شوربہ پی لیتے (مگر انسان نہ ہوتا) “۔

عن اسحاق مولیٰ زائدة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت : وددتُ أنّي شجرةٌ أُعضَد . و وددتُ أنی لم أُخلَق . (كتاب الزهد ص١٦٤).

یعنی ” اسحاقؒ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں ۔ کاش ! میں کٹا ہوا درخت ہوتی ۔ اے کاش ! میں پیدا ہی نہ ہوتی “۔

عن ابراهيم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها انها مرّت بشجرة فقالت : يا ليتني ! كنتُ ورقةً من ورق هذه الشجرة . كتاب الزهد ص١٦٥ .

یعنی ” ابراہیمؒ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک درخت کے پاس سے گزریں تو فرمایا ۔ اے کاش ! میں اِس درخت کے پتوں میں سے ایک پتہ ہوتی (اور انسان نہ ہوتی) “۔

عن كعب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : لوددتُّ أني كبش أهلي . فأخذوني فذبحوني فأكلوا و أطعموا أضيافهم . كتاب الزهد ص٢٠٤ .

یعنی ” مشہور جلیل القدر صحابی حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ گاہے گاہے فرمایا کرتے تھے۔ اے کاش ! میں اپنے اہل اور خاندان کا بکرا ہوتا۔ پھر گھر والے مجھے پکڑ کر ذبح کر دیتے۔ پھر وہ میرا گوشت خود بھی کھا لیتے اور اپنے مہمانوں کو بھی کھلا دیتے (مگر انسان نہ ہوتا) “ ۔

دوستو ! انسان کی یہ دنیاوی زندگی حُزن و آفات والی زندگی ہے اور موت کے بعد تو بہت زیادہ آفات کا خطرہ ہے کیونکہ آخرت کی منزلیں بڑی کٹھن ہیں۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ آخرت کے حساب میں کامیابی ہو گی یا ناکامی۔

حُزن و غم و ملال ہے عنوانِ زندگی
صدموں سے تار تار ہے دامانِ زندگی
کیا کیا ہیں حسرتیں دلِ امیدوار میں
آ کر تو دیکھئے مرا سامانِ زندگی
حسرت ہے آرزو ہے تمنّا ہے شوق ہے
یہ ہے متاعِ زیست ، یہ سامانِ زندگی

ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ مشہور صحابی ہیں ، کبار صحابہ میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

لوتعلمون ما رَأون بعدَ الموتِ ما أكلتم طعامًا بشهوةٍ . و لا شربتم شراباً على شهوةٍ . و لا دخلتم بيتاً تستظلّون فيه . و لخرجتم الى الصَّعُدات تضربون صدوركم و تبكون على أنفسكم . و لوددتُّ أني شجرةٌ

تُعضَد ثم تُؤكل . كتاب الزهد ص١٣٨ .

یعنی " اگر تمہیں اُن خوفناک و دردناک حالات کا علم ہو جائے جو تم موت کے بعد دیکھو گے تو تم نہ شوق سے کوئی چیز کھاؤ گے اور نہ شوق سے کوئی چیز پیو گے اور نہ تم اپنے گھروں میں سایہ حاصل کرنے (یعنی سائے میں بیٹھ کر راحت حاصل کرنے) کیلئے داخل ہو گے۔ اور تم خوف کی وجہ سے جنگلوں کی طرف نکل کر اپنے سینوں کو یعنی اپنے آپ کو پیٹ ڈالو گے۔ اور خطرناک و ہولناک مستقبل (بعد الموت) پر آنسو بہاؤ گے۔

(پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا) کاش! میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا اور جانور اسے کھا جاتے (مگر انسان نہ ہوتا) "۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ بلغني عن ابی بکرالصّدیق رضی الله تعالی عنه انه مرَّ به طائرٌ فقال : طوباك يا طائر ! تأكل من الثمرات و تستظلّ بالشجر و ترجع الى غير حساب . كتاب الزهد ص١٣٨ .

یعنی " حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے سے ایک پرندہ گزرا۔ اس پرندے کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ تو بڑا مبارک ہے۔ مختلف قسم کے پھل کھاتا ہے اور درختوں کا سایہ حاصل

کرتا ہے (یعنی درختوں کے سائے میں بیٹھتا ہے) اور تجھ سے کوئی حساب نہیں لیا جائیگا "۔

چمنِ دہر میں سب مائلِ بیداد رہے
بادِ صَرصَر رہی کانٹے رہے صیّاد رہے
غمِ دنیا نہ رہے، فکر سے آزاد رہے
ہے یہ دشوار کہ دنیا میں کوئی شاد رہے
وہی بندہ ہے جسے حکمِ خدا یاد رہے
ہر غم و درد میں صابر رہے دل شاد رہے

ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ خوفِ حسابِ آخرت سے وہ ہر وقت ڈرتے رہتے تھے اور اکثر اوقات روتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک مبارک واعظانہ قول سن لیں۔

عن عبيد بن هلال قال : قال ابو الدرداء رضى الله تعالى عنه : إن أخوف ما أخاف إذا لقيتُ ربّى تبارَكَ و تعالى أن يقول لى : قدعلمتَ فماذا عملتَ فيما علمتَ . كتاب الزهد ص١٣٦ .

یعنی " عبید بن ہلالؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ ڈر اس بات کا ہے کہ (قیامت کے دن) جب اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات ہوگی تو اللہ تعالیٰ مجھے کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ تو شریعت کو جانتا تھا۔ لہٰذا تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ (تو اس وقت مَیں کیا جواب دونگا) "۔

آجکل لوگ حرصِ دنیا میں مبتلا ہیں۔حصولِ رزق میں لگے ہوئے ہیں۔ حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے۔ حالانکہ رزق کے ضامن اللہ تعالی ہیں۔ حلال رزق کے حصول کی کوشش کرنا شرعاً جائز بلکہ مستحسن ہے۔ لیکن عام لوگ حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک اور قیمتی قول سن لیں۔

عن أبی إیاس عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ قال : ثلاثٌ یکرھھنّ الناسُ و أُحِبّھنّ : الفقر و المرض و الموت .

”حضرت ابو ایاسؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں لوگ ناپسند کرتے ہیں مگر میں انہیں پسند کرتا ہوں۔ بھوک ، مرض اور موت “۔

موت کو وہی شخص پسند کرسکتا ہے جس نے موت کیلئے اور موت کے ما بعد آنے والی کٹھن منزلوں کیلئے تیاری کی ہو اور موت سے قبل اپنے آپ کو میت یعنی مردہ شمار کرتا ہو۔

حدیث مبارک ہے۔ **موتُوا قبلَ أن تموتوا .** یعنی ” مرنے سے پہلے اپنے آپ کو مردہ تصور کرو “۔

عزیزانِ کرام ! کسی انسان کیلئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ موت سے غافل رہے۔ رزق و مال کی حرص اور طلب میں اتنا مستغرق نہیں ہونا چاہئے کہ موت سے اور موت کے بعد آنے والی خطرناک منازل و احوال سے انسان بالکل غافل ہو جائے۔

ہماری یہ زندگی دائمی نہیں ہے۔ یہ سارا عالم فنا ہونے والا ہے۔ ہر انسان پر خواہ وہ کتنی ہی خوشحال زندگی گزار رہا ہو اور نرم و نازک بستروں پر سوتا ہو ایسا وقت ضرور آئیگا کہ وہ زیر زمین ہوگا۔ کچھ مدت کے بعد اس کے بدن کے اجزاء مٹی کے ساتھ مل کر ہوا میں اڑیں گے۔

اسی مضمون کا نقشہ ایک شاعر نے ان رقّت انگیز اور رُلانے والے اشعار میں کھینچا ہے۔

نزاکت سے جو فرشِ گُل پہ سوتے تھے گلستاں میں
اب ان کی خاک اڑتی پھرتی ہے دشت و بیاباں میں
خزاں میں کیوں نہ ہو سرسبز نخلِ ماتمِ بلبل
عوض پانی کے جب حسرت برستی ہو گلستاں میں
اثر بعدِ فنا بھی گردشِ قسمت کا باقی ہے
بگولا بن کے میری خاک اڑتی ہے بیاباں میں
خیالِ ہجرِ یارانِ وطن سے جان جاتی ہے
غضب ہے ہوش آنا اے جنوں مجھ کو بیاباں میں
زبانِ حال سے کہتا ہے میرا سبزۂ تُربت
نشاں حسرت کا ہے نشو و نما بھی اِس گلستاں میں
اسی مصرع پہ مَیں تو فصلِ گُل میں وَجد کرتا ہوں
تری قدرت نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں گلستاں میں
خزاں آتی ہے بلبل دیکھ لے اچھی طرح گُل کو
خدا جانے کب آئے موسمِ گُل پھر گلستاں میں

سناتا ہوں جو افسانہ کسی کی بزمِ عشرت میں
نسیمِ نوبہاری رقص کرتی ہے گلستاں میں
کریں گے حشر میں ظاہر جو ہم مجبوریٔ اُلفت
ہمارا نامۂ اَعمال ہوگا دستِ جاناں میں
سرِ خاکِ شہنشاہانِ عالَم کہتی ہے عبرت
قدم رکھے بچا کر، آئے جو شہرِ خموشاں میں

اللہ تعالی سب مسلمانوں کو حرام مال اور حرام امور سے بچائیں۔ اور دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی عافیت و سلامتی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

باب ۲۵

دوستو! قناعت مُوجبِ راحتِ قلوب ہے اور حرصِ دنیا یعنی حبِّ دنیا باعثِ اضطراب وقلق و سببِ افتراق ہے۔

قناعت اور حرص دو متضاد امور ہیں۔ بالفاظ دیگر قناعت اور حبِّ دنیا متقابلَین ہیں۔ امر اوّل یعنی قناعت سعادت ونعمت و رحمت ہے اور امر ثانی یعنی حرص شقاوت و زحمت ونحوست ہے۔ قناعت خاتمِ نزاعات و ماحیٔ مخاصمات ہے اور حرصِ دنیا قِتال، جنگ و جدال، افتراق، افراتفری اور عداوت کا سبب ہے۔

اگر معاشرے کے تمام اَفراد وصفِ قناعت سے ہمکنار ہوجائیں تو معاشرہ جنّت نظیر بن جائے۔ لیکن افسوس کہ آجکل اکثر مسلمان وصفِ قناعت سے محروم ہیں اور حرص و آز و حبِّ دنیا کی آفات میں مبتلا ہیں۔

اس سلسلے میں مشہور عابد و بزرگ احمد بن عمار اَسدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبرت انگیز حکایت پیشِ خدمت ہے۔

احمد بن عمارؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں زمانۂ طالب العلمی میں دیگر رُفقاء سمیت اپنے معلّم و استاذ کے ساتھ نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے قبرستان کی طرف جارہا تھا۔ راستے میں ہم نے ایک مقام پر دیکھا کہ بہت

سے کُتّے جمع ہیں اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے کھیل رہے ہیں۔

ہمارے استاذ نے ہمیں ان کُتّوں کی طرف متوجّہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو۔ کتوں کی بعض عادتیں کتنی اچھی اور پیاری ہوتی ہیں۔ دیکھو۔ یہ کتے ایک دوسرے سے کتنی محبت کے ساتھ پیش آرہے ہیں۔ تمہیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور اسی طرح ایک دوسرے سے حسنِ سلوک، محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہئے۔ اس قصے کی عربی عبارت یہ ہے۔

فالتفتَ الی أصحابه فقال : اُنظروا الی هذه الکلاب . ما أحسن أخلاقَ بعضِها مع بعض .

یعنی " ہمارے استاذِ محترم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ان کتّوں کی طرف دیکھو۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ کتنے اچھے طریقے سے پیش آرہے ہیں (یعنی کتنے پیار بھرے انداز میں اچھل کود رہے ہیں) "۔

احمد بن عمار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد ہم واپس اسی راستے سے آرہے تھے۔ جب کتوں والی جگہ پر ہم پہنچے تو دیکھا کہ کسی نے وہاں جیفہ یعنی مردہ جانور پھینک دیا ہے اور وہ کتے اس جیفے یعنی مردار کو کھانے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہے ہیں، ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں، غصہ سے بھونک رہے ہیں اور غُرّا رہے ہیں، ان میں سخت ترین جنگ جاری ہے اور ہر ایک کتا اس مُردار پر قبضہ کرنے کی

کوشش کر رہا ہے۔

ہمارے استاذ نے جب یہ حالت دیکھی تو ہم سے فرمایا کہ یہ عبرت و موعظت و نصیحت کا مقام ہے۔ اور فرمایا کہ جب یہ دنیاوی چیز ان کتّوں کے سامنے نہ تھی تو اس وقت یہ کتے ایک دوسرے سے محبت و الفت کا اظہار کر رہے تھے اور جب ان کے مابین یہ دنیاوی چیز (مردار جانور) آگئی تو اب ان کے مابین محبت کے تمام علاقے ختم ہوگئے اور عداوت و جنگ و جدال تک نوبت پہنچ گئی۔

ہمارے معلّم و استاذ نے فرمایا کہ یہی حال ہے انسانوں کا۔ جب انسانوں کے دلوں میں حبِّ دنیا نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں اور آپس میں الفت سے پیش آتے ہیں۔ اور جب دنیاوی منفعت ان کے سامنے آجائے تو وہ ایک دوسرے سے کتوں کی مانند لڑنے لگتے ہیں۔

اس قصے کی عربی عبارت یہ ہے۔

ثم عُدنا من الجنازة و قد طُرِحتْ جيفةٌ و تلك الكلابُ مجتمعةٌ عليها . وهى يتهارش بعضُها مع بعض و يخطف هذا من هذا ويَعوى عليه . وهى تتقاتل على تلك الجيفة . فالتفتَ المعلّم الى أصحابه فقال لهم : قد رأيتم يا أصحابنا ! متٰى لم تكن الدنيا بينكم فانتم إخوان . و متٰى وقعت الدنيا بينكم تهارشتُم عليها تهارُشَ الكلابِ على الجيفة . تهذيب تاريخ حافظ ابن عساكر ج١ ص٤١٤ .

یعنی ” جب ہم نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر واپس اس جگہ پہنچے

تو دیکھا کہ وہاں کسی نے ایک مردار جانور پھینک دیا ہے اور وہ کتے اس مُردار پر جمع ہوکر ایک دوسرے پر غُرا رہے ہیں اور آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اور ہر ایک اس مردار کو دوسرے سے چھیننے کی کوشش کر رہا ہے اور بھونک رہا ہے۔ اور وہ اس مردار کو کھانے کیلئے آپس میں گتھم گتھا ہیں۔

اس صورتِ حال کو دیکھ کر ہمارے استاذ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم یہ منظر دیکھ رہے ہو؟ (پھر فرمایا کہ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہو رہا ہے کہ) جب تک دنیا (یعنی مال و متاع کی حرصِ شدید) تمہارے سامنے نہیں ہوتی تم بھائی بھائی ہوتے ہو اور جب دنیا (یعنی مال و متاع کی محبتِ شدید) تمہارے سامنے ہو تو تم اسی طرح ایک دوسرے سے لڑتے ہو جس طرح یہ کتے اس مردار پر لڑ رہے ہیں"۔

حضرات کرام! افسوس صد افسوس ...... کہ آجکل مسلمانوں کی دینی و ایمانی حالت نہایت کمزور ہے۔ اسلافِ کرام کا مبارک زمانہ، مبارک مجالس اور روح پرور رنگِ لیل و نہار آج نہیں ہیں۔ یادِ ماضی کے بارے میں چند واعظانہ، رقّت انگیز اور رُلانے والے اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

مری چشم کیوں نہ ہو خُوں فشاں، نہ رہی وہ بزم نہ وہ سماں
نہ وہ طرزِ گردشِ چرخ ہے، نہ وہ رنگِ لیل و نہار ہے
جہاں کل تھا غلغلۂ طرب، وہاں ہائے آج ہے یہ غضب
نہ دلوں میں اب وہ اُمنگ ہے، نہ طبیعتوں میں اُبھار ہے
غم و یاس و حسرت و بیکسی کی ہوا کچھ ایسی ہی چل رہی
کہیں اِک مکاں ہے گرا ہوا، کہیں اِک شکستہ مزار ہے

ہوئے مجھ پہ جو ستمِ فلک ، کہوں کس سے اس کو کہاں تلک

نہ مصیبتوں کی ہے کوئی حد ، نہ مرے غموں کا شمار ہے

مرا سینہ داغوں سے ہے بھرا ، مرے دل کو دیکھئے تو ذرا

یہ شہیدِ عشق کی ہے لحد ، پڑا جس پہ پھولوں کا ہار ہے

سابقہ حکایت میں ہمارے لئے عبرت کا عظیم سبق ہے۔ حبِّ دنیا خدا سے دور کرنے والی اور شیطان کے قریب کرنے والی چیز ہے۔ آجکل حبِّ دنیا و حرصِ دنیا کی وبا عام ہے ، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ آفات ، بلاؤں ، مصیبتوں اور عداوتوں کے طوفان میں گھرے ہوئے ہیں۔

یہی حبِّ دنیا موت کے وقت اور قیامت کے دن موجبِ حسرت ہوگا لیکن اس بے جا حسرت سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

فعن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : ما من غنيٍ ولا فقيرٍ إلاّ يودّ يوم القيامة أنّه أُوتِي من الدنيا قوتاً . اخرجه الحافظ ابونعيم في الحلية ج ۱۰ ص ۶۹ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر غنی و فقیر کی یہ تمنّا ہوگی کہ کاش۔ اسے دنیا صرف بقدر گزارہ ملی ہوتی "۔

بروز قیامت مال و دولت کی محبت کے تباہ کن نتائج دیکھ کر ہر انسان حسرت و ندامت سے روئے گا۔ لیکن یہ حسرت و ندامت بے محل و بے فائدہ ہوگی۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

گُلوں کی فرقت کے داغ اب تک ہرے ہیں سینے میں اے گلستاں
چمن میں مَیں خاک اُڑا چکا ہوں تو پھول کس دل سے اب چُنوں گا
خوشی تو ایسی کوئی نہ دیکھی کہ اُسکی مستی زیادہ رہتی
مگر غم ایسا ہوا مجھے اب کہ حشر تک ہوش میں رہوں گا

وعن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه یقول : قال رسول اللہ ﷺ : لو أنکم تَوکَّلتُم علی اللہ حقَّ التوکُّل لرزقکم کما یرزق الطیرَ . تغدو خِماصًا و تروح بِطاناً . اخرجه ابونعیم في الحلیة ج۱۰ ص۶۹ .

"حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالی پر اس طرح توکُّل کرو جس طرح توکُّل کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی اللہ تعالی اسی طرح رزق دیں گے جس طرح وہ پرندوں کو دیتے ہیں۔ پرندے صبح خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو سیر ہوتے ہیں۔ یعنی جب وہ صبح گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو خالی پیٹ ہوتے ہیں اور جب شام کو واپس لوٹتے ہیں تو سیر ہو کر لوٹتے ہیں"۔

اللہ جل جلالہ مسلمانوں کو حرصِ دنیا سے اور ناجائز حبِّ مال سے بچائیں۔ آمین۔ یاد رکھیں جو رزق مقرر ہوتا ہے وہ پہنچ کر رہتا ہے۔

عن أسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنهما قالت : قال لی الزبیر رضی اللہ تعالی عنه : مررتُ برسول اللہ ﷺ فجذَب عمامتي . فالتفتُّ الیه . فقال لی : یا زبیر ! انّ باب الرزق مفتوح من لدن العرش الی قرار بطن

الأرض . يرزق الله كلَّ عبدٍ على قدرِ همّته و نهمته .
حليه ج ۱۰ ص ۷۳ .

" حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے خاوند حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات بتائی کہ میں ایک دفعہ نبی علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ نبی علیہ السلام نے میرا عمامہ پکڑ کر کھینچا۔ میں نبی علیہ السلام کی طرف متوجّہ ہوا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زبیر! رزق کا دروازہ عرش سے لیکر زمین تک کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو اس کی ہمت اور ضرورت کے مطابق رزق عطا فرماتے ہیں "۔

حدیثِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقِ رضا بقضاء اللہ و رضا بتقسیم اللہ و سبقِ ترغیبِ قناعت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حلال مال کا اکتساب و تحصیل اور اس سلسلے میں محنت کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی محنت و ہمت کے مطابق رزق عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حرام مال سے مسلمانوں کو بچائیں۔ آمین۔

حرام مال اور حرام سیم و زر کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر سے بھی کم ہے۔

فعن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال : يُجاء بالدنيا مصوَّرةً يوم القيامة فتقول : يا ربِّ ! اجعلني لرجلٍ من أدنٰى أهل الجنةِ منزلةً . فيقول الله : أنتِ أنتن من ذلك بل أنتِ وأهلك في النار . حليه ج ۱۰ ص ۷۳ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا کو ایک صورت دیکر لایا جائیگا (یعنی وہ کسی شکل سے متشکّل ہوگی)۔ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی کہ اے رب! مجھے کسی ادنیٰ درجے کے جنتی کی ملکیّت میں دیدے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو انتہائی بدبودار اور حقیر چیز ہے۔ (تو کسی جنتی کی ملکیت میں جانے کے قابل نہیں) بلکہ تیرا اور تجھ سے محبت کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے"۔

افسوس کہ حبِّ دنیا کے غلبے کی وجہ سے اکثر لوگ مکارمِ اخلاق سے خالی ہیں۔ غفلت میں مبتلا ہیں۔ غیبتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قناعت اور قناعت کے ثمرات جو کہ اچھے اخلاق ہیں نصیب فرمائیں۔ آمین۔ اچھے اخلاق اور نیک اعمال کے سلسلے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سب دور رہیں بے دینی سے اور شرک کی ضد پرتن جائیں
اللہ کے جتنے بندے ہیں، ہے فرض کہ بھائی بن جائیں
اللہ و نبی کی مرضی ہے، یعنی یہ مسلماں آپس میں
دشمن بھی جو ہیں وہ دوست بنیں، روٹھے بھی جو ہیں وہ من جائیں
ہر چند کہ ان پر تنگی ہو، کتنا ہی ہوا کا رُخ بدلے
طاعت کو مقدّم گردانیں اور نیک عمل پر ٹھن جائیں

مکارمِ اخلاق کے سلسلے میں مشہور ولی اللہ، صاحبِ کرامات حضرت سرّی السقطی خالِ جنید بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت قیمتی قول و

نصیحت پیشِ خدمت ہے۔

قال : ثلاثٌ من أخلاق الأبرار : القيام بالفرائض ، و اجتناب المحارم ، و ترك الغفلة . و ثلاثٌ من اخلاق الأبرار يبلغن بالعبد رضوانَ الله : كثرة الاستغفار ، و خفض الجناح ، وكثرة الصدقات . و ثلاثٌ من أبواب سخط الله : اللعب ، و المزاح ، و الغيبة . و العاشر من هذه عمودُ الدين و ذروتُه و سنامُه : حسن الظنّ بالله . حليه ج۱۰ ص۱۲۳ .

یعنی ” تین چیزیں نیک لوگوں کے اخلاق میں سے ہیں۔

(۱) فرائض کی پوری طرح بجا آوری۔

(۲) اللہ تعالی کے حرام کردہ امور سے مکمل اجتناب۔

(۳) ذکر و عبادت کے سلسلے میں ترکِ غفلت۔

اور تین دیگر امور بھی متقین و صالحین کے اخلاق میں سے ہیں جو بندے کو اللہ تعالی کی رضامندی و خوشنودی تک پہنچاتے ہیں۔

(۱) کثرتِ استغفار۔

(۲) تواضع۔

(۳) کثرتِ صدقات۔

اور تین امور ایسے ہیں جو اللہ تعالی کی ناراضگی کے اسباب میں سے ہیں۔

(۱) خلافِ شرع کھیل۔

(۲) کسی سے ناجائز مذاق۔

(۳) غیبت۔

اور ان تین انواعِ اخلاق میں سے (یعنی ان نو ۹ امور میں سے) دسواں امر وہ ہے جو دین کیلئے ستون اور بنیاد کا درجہ رکھتا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن"۔

عزیزانِ کرام ! اللہ عزوجل کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا اور اسی حسنِ ظن پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر اپنی کامیابی کی دعا مانگنا اور اللہ عزوجل سے تکمیلِ مقاصد کی امید واثق رکھنا بہت بڑی سعادت ہے۔

تنہائی اور شبِ غم، ہم اور دل ہمارا اللہ سے دعائیں امید کا سہارا

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حسنِ ظن باللہ سے ہمکنار کرتے ہوئے اسے خشوع وخضوع سے دعا مانگنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

نہیں ہے کام زباں کا کچھ اب دعا کے سوا
نظر کسی پہ نہیں ہے مری خدا کے سوا
کبھی کریں گے نہ اغیار ہم سے ہمدردی
کوئی علاج نہیں ترکِ مدّعا کے سوا

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کے کئی ایمان افروز واقعات آپ گذشتہ ابواب میں ملاحظہ کرچکے ہیں۔ وہ بہت بڑے ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے محدِّث بھی تھے۔ بعض کتابوں میں ہے کہ وہ اَبدال میں سے تھے۔ ان کے مزید چند روح پرور احوال و واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

حافظ ابن ابی الدنیاؒ اپنی کتاب منامات میں بعض بزرگوں کا یہ مبارک خواب نقل کرتے ہیں۔

قال شیخٌ من اهل صنعاء من جلساء وهب بن منبّه رحمه الله تعالى قال : رأيت رسول الله ﷺ في المنام فقلت : يا رسول الله ! أين بدلاء أمّتك ؟ فأومأ لى بيده نحوالشام . قال : قلت : يا رسول الله ! أما بالعراق منهم أحد ؟ قال : بلى . محمد بن واسع و حسان بن ابى سنان ومالك بن دينار الذى مشٰى في الناس بمثل زهد ابى ذر في زمانه . و إسناده ضعيف . كتاب المنامات ص٩٤ .

یعنی "اہلِ صنعاء میں سے ایک شیخ جو کہ وہب بن منبّہ کے ہم نشینوں یعنی تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی اُمت کے ابدال کہاں رہتے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے ملک شام کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ میری امت کے ابدال ملک شام میں رہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا عراق میں بھی ابدال ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں، عراق میں یہ تین ابدال موجود ہیں۔ محمد بن واسع (ان کی وفات ۱۲۳ھ میں ہوئی ہے) حسان بن ابی سنان اور مالک ابن دینار۔ مالک بن دینار تو زہد و فقر کے سلسلے میں لوگوں میں اس طرح ہیں جس طرح ابو ذر غفاری اپنے زمانے میں تھے"۔

کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جن کی زندگیاں مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح صرف حق تعالی کی مرضی کے مطابق گزرتی ہیں اور حق تعالی کی مرضی ہی کو انھوں نے مقصودِ اصلی قرار دیا ہوا ہوتا ہے۔

نفعِ دینی دیکھ تُو دنیا کی بہبودی نہ دیکھ
مرضیٔ حق پر نظر کر اپنی بہبودی نہ دیکھ
تو اکیلا تیرے دشمن سینکڑوں یہ بھی نہ دیکھ
قدرتِ حق پر نظر کر اپنی کمزوری نہ دیکھ

اللہ عز و جل کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اگر کوئی ضرر پہنچے یا اہانت ہو جائے یا موت آجائے تو یہ ضرر و اہانت و موت درحقیقت بعینہٖ اکرام، عزت اور حیات جاودانی ہے۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ پر خوفِ موت اور خوفِ منازلِ آخرت کا بڑا غلبہ تھا۔ اسی خوف کی شدت سے ان کا دل پھٹ گیا تھا اور وہ دنیا سے انتقال کر گئے۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ مالک بن دینارؒ نے ایک مرتبہ ابو عبداللہ مسلم بن یسار بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ساکنِ مکہ مکرمہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے موت کے بعد کا حال دریافت فرمایا۔ مسلم بن یسار نے موت کے بعد درپیش ہونے والے چند احوال و اہوال مالک بن دینار کو خواب میں بتلائے۔ ان خوفناک احوال سے مالک بن دینارؒ اتنے متأثر ہوئے کہ بیدار

ہونے کے بعد بیہوش ہوگئے، غلبہ خوفِ آخرت سے ان کا دل پھٹ گیا اور پھر چند دن مریض وصاحبِ فراش رہنے کے بعد انتقال کرگئے۔

عن حصين بن القاسم قال : قلت لعبدالواحد بن زيد الزاهد العابد المشهور : ماكان سببُ موت مالك بن دينار رحمه الله تعالى ؟ قال : أنا كنتُ سألتُه عن رؤيا رأى فيها مسلم بن يسار . فقصَّها عليّ . فانتفضتُ فجعل يشهَق و يضطرِب حتي ظننتُ أنّ كبده قد انقطعتْ في جوفه . ثم هَدَأَ فحملناه الى بيته . فلم يزل مريضًا يعوده إخوانه حتي مات منها . فهذا كان سبب موته . أخرجه الحافظ ابن ابی الدنيا في المنامات ص ٤٠ واسناده ضعيف .

یعنی ” حصین بن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے مشہور زاہد و عابد حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ مالک بن دینار کی موت کا سبب کیا تھا؟ عبدالواحد نے فرمایا کہ میں نے مالک بن دینارؒ سے اُس خواب کے بارے میں پوچھا تھا جس میں انہوں نے مسلم بن یسارؒ کو دیکھا تھا۔ (مسلم بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے بزرگ، محدّث، فقیہ اور عابد تھے۔ رواۃ ابوداود و نسائی و ابن ماجہ میں سے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ ۱۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حلیہ ج ۲ ص ۲۹۰، تہذیب ج ۱۰ ص ۱۴۰)۔

مالک بن دینارؒ نے اس خواب کا سارا قصہ مجھے سنایا۔ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ میں وہ قصہ سن کر تڑپنے اور کانپنے لگا۔ مالک بن دینارؒ وہ قصہ سنا کر زور زور سے چیخنے لگے اور مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ اور

اس قدر مضطرب ہوئے کہ مجھے یقین ہوگیا کہ شدتِ خوف کی وجہ سے ان کا دل پھٹ گیا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد ان کے بدن میں کچھ سکون آیا اور اضطرابِ شدید کی کیفیت ختم ہوئی (لیکن چلنے کی انہیں ہمت نہ تھی۔ چنانچہ) ہم نے اٹھا کر انہیں گھر پہنچایا۔ اس واقعہ کے بعد مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ مسلسل مریض رہے (اور بسترِ فراش پر رہے) اور احباب ان کی عیادت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اسی خواب کی شدتِ خوف کی وجہ سے وہ وفات پا گئے۔ یہ تھا مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کی موت کا سبب"۔

مسلم بن یسارؒ کو دیکھنے سے متعلق مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کے خواب کی تفصیل حافظ ابن ابی الدنیاؒ نے ابوحفص خیاطؒ سے روایت کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

عن أعين ابی حفص الخیاط قال : سمعت مالك بن دینار رحمه الله تعالی یقول : رأیتُ اباعبدالله مسلم بن یسار في منامی بعد موته بسنة . فسلّمتُ علیه فلم یردَّ عليّ السلامَ . فقلت : ما یمنعك أن تردّ السلام ؟ قال : أنا میّتٌ فکیف أردّ علیك السلام .

قال : فقلت له : فما لقیتَ بعد الموت ؟ قال : فدمعت عینا مالك عند ذلك . فقال : لقیت والله أهوالاً وزلازل عظامًا شدادًا . قال : قلت : فماکان بعد ذلك ؟ قال : و ما تراه من الکریم . قبِل منّا الحسنات . وعفا لنا عن السیئات . وضمن عنّا التبعات . قال : ثم شهق شهقةً

و خرّ مغشيًّا عليه . قال : فلبث بعد ذلك ايّامًا مريضًا من غشيته ثم مات . فيرُوى أنّ قلبه انصدع فمات . رحمه الله تعالى . كتاب المنامات للحافظ ابن ابی الدنیا ص۳۹ .

یعنی " ابوحفص خیاطؒ کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے خواب کا یہ قصہ سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے مسلم بن یسارؒ کو ان کی وفات کے ایک سال بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے انہیں سلام کیا مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ آپ کو کونسی چیز میرے سلام کا جواب دینے سے روک رہی ہے؟ مسلم بن یسارؒ نے فرمایا کہ میں تو مر چکا ہوں۔ لہٰذا آپ کے سلام کا جواب کس طرح دے سکتا ہوں۔

مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں نے مسلم بن یسارؒ سے پوچھا کہ موت کے بعد آپ کو کونسے احوال درپیش ہوئے؟ راوی ابوحفص خیاطؒ کہتے ہیں کہ یہ بات بیان کرتے ہوئے مالک بن دینارؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور روتے ہوئے فرمایا کہ مسلم بن یسارؒ نے مجھے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے انتہائی خطرناک و خوفناک حالات اور سخت ترین زلزلوں کا سامنا کرنا پڑا۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلم بن یسار سے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے بعد وہی کچھ ہوا جس کی آپ ربِّ کریم سے امید کرتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا)۔ اللہ تعالیٰ نے میری حسنات کو قبول کرلیا،

سیئات سے درگزر کردیا اور میری طرف سے جملہ حقوق کا کفیل ہوگیا۔

راوی ابوحفص خیاطؒ کہتے ہیں کہ مالک بن دینارؒ نے یہ خواب بیان کرنے کے بعد شدتِ خوف کی وجہ سے زور سے چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اس کے بعد مالک بن دینارؒ کچھ دن اُسی اضطراب اور بیہوشی کی وجہ سے بیمار رہے اور پھر وفات پاگئے۔

ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا دل آخرت کے سخت اور خطرناک احوال سننے کی وجہ سے پھٹ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ وفات پاگئے "۔

احباب کرام ! آخرت کا نہایت پُرخطر سفر سامنے ہے۔ مگر افسوس صد افسوس ...... کہ اکثر مسلمان اس کی تیاری سے غافل و بے فکر ہیں۔ اس سلسلے میں چند رقّت انگیز اور رُلانے والے اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

اتنی غفلت تو نہ کر بھائی ! خدا کے واسطے
فکر کر کچھ تو بھلا روزِ جزا کے واسطے

نفس کے تابع رہے ایسے کہ بھولے آہ ، وہ
آئے تھے دنیا میں ہم جس مدّعا کے واسطے

کب عمارت کو یہاں کی پائیداری ہے عزیز
عُمر کھوتا ہے عبث اس کی بِنا کے واسطے

بحث، جھگڑا، بغض و کینہ، جھوٹ اور مکر و فریب
رات دن کرتا ہے عُمرِ بے بقا کے واسطے

مال و زر ، ملک و زمیں ، فوج و سپہ ، گنج و حَشَم
کب کسی کو ہے بقا ، سب ہیں فنا کے واسطے

گر تو قارونِ زمانہ بھی ہوا تو کیا ہوا
آخرش تو چیونٹیوں کی ہے غذا کے واسطے
کام وہ کر لے تُو پیارے جس کے باعث گور میں
باغِ رضواں سے کُھلے کھڑکی ہوا کے واسطے

موت کے بعد مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کو بعض علماءِ کبار نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے مالک ! اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے گناہ معاف فرما دیئے اور مجھے بخش دیا۔

عن سهيل بن مهران قال : رأيتُ مالك بن دينار رحمه الله تعالى بعد موته في منامي فقلت : يا ابايحيٰى ! ليتَ شعرى بما ذا قدمتَ على الله عزوجل ؟ قال : قدمتُ بذنوب كثيرة محاها عنّي حسنُ الظنّ بالله عز و جل . كتاب المنامات ص٤١ و كتاب حسن الظن بالله ص٧ . و اسناده ضعيف .

” سہیل بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینارؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا۔ اے ابو یحییٰ ! (یہ مالک بن دینارؒ کی کنیت تھی) کاش۔ مجھے بھی پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی پیشی کس طرح ہوئی؟ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بہت زیادہ گناہ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات

کے ساتھ میرے حسن ظن نے میرے ان سارے گناہوں کو مٹادیا (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے میرے وہ سارے گناہ معاف کردیئے گئے)"۔

و اخرج الحافظ ابن ابی الدنیا بسنده عن مهدی ابن میمون المتوفي سنة ۱۷۲ھ قال : رأيتُ ليلةَ مات مالك ابن دينار رحمه الله تعالى كأنّ مناديًا ينادى : ألا إنّ مالك ابن دينار أصبح من سُكّان الجنة . كتاب المنامات ص۷۶ . و اسناده حسن . و حليه ج۳ ص۶۳ .

"حافظ ابن ابی الدنیاؒ نے باسند یہ بات نقل کی ہے کہ مہدی بن میمون متوفی ۱۷۲ھ نے فرمایا کہ جس رات مالک بن دینارؒ کی وفات ہوئی اسی رات میں نے خواب میں ایک فرشتے کو یہ ندا دیتے ہوئے سنا کہ لوگو! غور سے سنو۔ مالک بن دینار جنتیوں میں سے ہوگئے ہیں (یعنی وہ وفات پاکر جنت میں داخل ہوگئے ہیں)"۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے زاہد و عابد تھے۔ ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا۔ تہذیب ج۱۰ ص۱۴، تقریب ج۲ ص۲۲۴، حلیہ ج۲ ص۳۵۷۔

عن جعفر قال : حدّثنا صاحب لنا كان يختلف معنا الى مالك بن دينار رحمه الله تعالى قال : رأيتُ مالك بن دينار رحمه الله تعالى في المنام فقلت : يا ابايحيٰى ! ما صنع الله بك ؟ قال : خيرًا ، لم نر مثل العمل الصالح ، لم نر

مثل الصحابة الصالحين ، لم نر مثل مجالس السلف الصالحين ، لم نر مثل مجالس الصالحين . اخرجه ابن ابی الدنيا في المنامات ص ۱۳۰ باسناده . و اسناده ضعيف .

" جعفرؒ کی روایت ہے کہ ہمیں ایک ساتھی جو اکثر ہمارے ساتھ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں آتا جاتا تھا نے بتایا کہ میں نے مالک ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابویحییٰ ! (یہ مالک بن دینارؒ کی کنیت تھی) اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ؟

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے اچھا معاملہ فرمایا۔ (پھر مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار باتوں کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ)

(۱) موت کے بعد ہم نے عملِ صالح جیسی کوئی چیز مفید و نافع نہیں دیکھی۔

(۲) اچھے دوستوں کی رفاقت جیسی مفید و نافع چیز بھی ہم نے نہیں دیکھی۔

(۳) سلف صالحین کی مجالس اور ان کے تذکروں جیسی نافع و مفید چیز بھی ہم نے نہیں دیکھی۔

(۴) اچھے لوگوں کی صحبت و مجلس جیسی مفید و نافع چیز بھی ہم نے نہیں دیکھی "۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں نے نورِ بصیرت کے

ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم کی برکت سے اس فانی دنیا کی حقیقت کو خوب پہچانا تھا۔

دنیا کی حقیقت حُزن ہے ، فنا ہے ، تباہی ہے ، موت ہے اور متاعِ غرور ہے۔ بقا و دوام صرف اعمالِ صالحہ کو ہے۔ نیز راحت و مسرّت کے اسباب و ذرائع صرف ذکراللہ ، عبادۃ اللہ ، طاعات ، فکرِ آخرت اور اتباعِ احکامِ شریعت ہیں۔

موت اور فنائے زندگی کے بارے میں چند رقّت خیز و سبق آموز اَشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دنیا کی زندگی تو ہے اِک جزوِ موت ہی
اس کا نتیجہ ہو نہیں سکتا سوائے موت

سانچا یہ زندگی ہے فقط روح کے لئے
جب ڈھل چکے تو سانچے کو جائز ہے آئے موت

کیسی ڈھلی اسی کا ہے لازم ہمیں خیال
نعمت بنائیں موت کو کیوں ہو جفائے موت

کہتی ہے عقل موت یہ ہے بہرِ زندگی
وہ زندگی کہ جو نہیں ہوگی برائے موت

کیا وجہ ہے یہ حال تو جانے خدائے موت
ہر نفس کے لئے ہے مگر یاں سزائے موت

ہوتا ہے غم ضرور مگر کچھ ہے مصلحت
اللہ کر دے طبع کو راز آشنائے موت

احمد بن عیسیٰ ابوسعید خرّاز بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے صوفی و صاحبِ کراماتِ عظیمہ و صاحبِ مقاماتِ فخیمہ تھے۔ ان کی کرامات مشہور ہیں جو کہ کتابوں میں درج ہیں۔ سلوک الی اللہ و طریقِ زہد و تقویٰ میں وہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے رفقاء میں سے تھے۔ ابوسعید ان کی کنیت تھی۔ ۲۷۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے واقعات و احوالِ زندگی نہایت روح پرور ہیں۔ افادۂ عوام و خواص کی خاطر ان کے چند ایمان افزا احوال و واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

ابوسعید خراز رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں۔ کلُّ باطنٍ یُخالفه ظاهرٌ فهو باطل . یعنی ’’ ہر وہ باطنی حالت عبث و بے فائدہ ہے جس میں ظاہری حالت اس کی مخالف ہو (یعنی باطنی کیفیت پر ظاہری اعمال دالّ ہوتے ہیں۔ اگر ظاہر باطن کا مخالف ہو تو یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ درست طریقہ یہ ہے کہ ظاہری اعمال و اَفعال باطنی حالت کے مطابق و موافق ہوں) ‘‘ ۔

ان کا ایک اور قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں۔ من ظنّ أنه ببذل المجهود یَصِلُ فتَعنّٰی . ومن ظنّ أنه بغیر الجهد یصل فتمنّٰی . یعنی ’’ جس شخص کا یہ گمان ہو کہ صرف کوشش کرنے سے وہ اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرلے گا اور واصل الی اللہ ہوجائیگا تو وہ بے فائدہ و بے جا تکلیف اٹھا رہا ہے (یعنی محض کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالی کا فضل و کرم شاملِ حال نہ ہو)۔ اور جس آدمی کا یہ خیال و گمان ہو کہ وہ بغیر کوشش کے واصل الی اللہ ہوجائیگا اور اللہ تعالی کی معرفت

حاصل کرلے گا تو یہ اس کی محض تمنا اور بے فائدہ آرزو ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ کوشش کے بغیر صرف اللہ تعالی کے فضل وکرم پر تکیہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کے مقرر کردہ قانونِ اسباب کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ تعالی نے دنیا میں ہر شے کے اسباب مقرر فرمائے ہیں۔

اس قول کی توضیح یہ ہے کہ وصول الی اللہ کے سلسلے میں اور اسی طرح دیگر بلند مقاصد میں کامیابی کیلئے دو امور ضروری ہیں۔ اوّل فضلِ خدا و رحمتِ خدا تعالی کا شاملِ حال ہونا۔ دوم کوشش اور جدوجہد کرنا۔ انسان اپنے مقاصد تک ان دو امور کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔ یعنی کامیابی کیلئے مذکورہ دونوں امور کا حصول لازم ہے۔

کوشش اور جدوجہد چھوڑ کر صرف فضل اللہ پر بھروسہ کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے۔ سبب اختیار کرنے یعنی محنت کرنے کے بعد ہی اللہ تعالی اپنی رحمتیں نازل کرکے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالی کے خصوصی فضل وکرم اور تائیدِ الٰہی و توفیق ربّانی کے حصول کے بغیر صرف کوشش اور جدوجہد سے بھی وصول الی اللہ مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

پس کسی مقصد میں کامیابی کیلئے کوشش کرنا بھی ضروری ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالی سے اس کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کی ہمہ وقت دعا کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالی اپنے فضل و رحمت سے اس کی یہ کوشش

بار آور فرمائیں۔

ابوسعید خراز رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رأيتُ ابليسَ في النوم وهو يمرّ عنّي ناحيتَه . فقلت : تعالَ . فقال : أيش أعمل بكم . ألستُم طرحتُم عن نفوسكم ما أخادِع به الناسَ؟ قلت : وما هو؟ قال: الدنيا . تهذيب تاريخ دمشق للحافظ ابن عساكر ج١ ص٤٢٩ .

یعنی ” میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ وہ مجھ سے دور ہٹ کر ایک کونے سے (یعنی ایک طرف سے) گزر کر جارہا ہے۔ میں نے اسے آواز دیکر اپنی طرف بلایا۔ شیطان نے جواب دیا کہ تم اہل اللہ سے میرا کیا واسطہ (یعنی میرے مکر وفریب کا تم شکار نہیں ہوسکتے) کیونکہ تم نے اس چیز کو اپنے نفوس سے دور پھینک دیا ہے جس کے ذریعے میں دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کے ذریعہ تو لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ وہ چیز دنیا ہے (یعنی دنیا کی شدید محبت) “۔

عبادت و سلوک الی اللہ کے سلسلے میں ابوسعید خرازؒ بڑی مشقتیں اٹھاتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ سلوک الی اللہ کے سلسلے میں ایک اِلہام کی بنیاد پر مَیں دو دن میں صرف ایک لقمے پر اکتفاء کرتا تھا۔ ایک مدت تک یہی میرا معمول رہا۔ ان کے اس قول کی عربی عبارت یہ ہے۔

ابوسعیدؒ فرماتے ہیں ۔ خُوطبتُ في سِرّى فسمعتُ قائلاً يقول : إذا أنت أكلتَ الطعامَ في كل ليلة فبما ذا

تفضل على سائر الناس و لكن اجعلْه في كل ليلتَين أُكلةً . فلزمتُ ذلك وقتًا . تهذيب تاريخ دمشق ج۱ ص۴۲۹ .

یعنی " مجھے دل میں بطورِ الہام خطاب کیا گیا۔ چنانچہ میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تو ہر رات پیٹ بھر کر کھانا کھائے گا تو پھر تو دوسرے لوگوں پر کس عمل کے ذریعے فضیلت حاصل کریگا۔ (لوگوں پر اگر تو نے فضیلت حاصل کرنی ہے تو) دو راتوں میں صرف ایک مرتبہ یا صرف ایک لقمہ کھایا کر۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ایک مدت تک اسی عمل کو مضبوطی سے اختیار کیے رکھا (یعنی ہر دو راتوں میں صرف ایک لقمۂ طعام پر اکتفاء کرتا تھا) "۔

ابوسعید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں مدّتِ طویلہ تک رات کی تاریکی میں سبزی کی دوکانوں کے پاس جاکر ان کے آس پاس پڑے ہوئے سبزی اور ترکاری کے ردّی ٹکڑے جمع کر کے دھو لیتا تھا اور پھر انہیں کھالیتا تھا۔ ایک طویل زمانے تک یہی میرا معمول رہا اور اسی پر میں گزارہ کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک قبرستان میں بنی ہوئی مسجد کے صحن میں بیر کا ایک بڑا درخت دیکھا۔ وہ اپنے پھل سے یعنی بیر کے دانوں سے پُر تھا۔ میں نے اس مسجد میں اقامت اختیار کرلی اور ذکر وعبادت میں مشغول ہوگیا۔ اور جب بھی بھوک لگتی میں بیر کے دانے کھالیتا۔

اس واقعہ کی عربی عبارت یہ ہے۔

فبينما أنا يومًا مارًّا أريد القريةَ رأيتُ مسجدًا في وسط مقبرةٍ وفيه سدرةٌ كبيرةٌ . وفيها نبقٌ أخضر مباحٌ . فقلت في نفسي : هذا المباح ههنا و انت تريد معاشرةَ الناسِ ومعاملتَهم . فلزمتُ المقابر أتقوَّتُ من ذلك النبق و آخذ منه دون البُلغة حتى فني النبق .

یعنی " میں ایک دن ایک بستی کی طرف جارہا تھا۔ میں نے راستہ میں قبرستان میں ایک مسجد دیکھی جس میں بیر کا ایک بہت بڑا درخت تھا اور اس کے ساتھ بیر کے سبز دانے لگے ہوئے تھے جو کہ مباح تھے (یعنی ان کا استعمال جائز تھا کیونکہ وہ کسی کی ملکیت میں نہیں تھے)۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک مباح اور جائز رزق موجود ہے اور تو طلبِ معاش کیلئے لوگوں کے ساتھ حصولِ رزق کے سلسلہ میں لین دین کا ارادہ رکھتا ہے؟ (یعنی طلبِ معاش کے سلسلے میں تجھے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہی رزق تجھے استعمال کرنا چاہئے)۔ چنانچہ میں نے اسی قبرستان میں قیام کرلیا اور بیر کے ان دانوں کو بطورِ قُوت لایموت تھوڑا تھوڑا کر کے گزارے سے بھی کم مقدار میں استعمال کرتا رہا، تا آنکہ وہ بیر کے دانے ختم ہوئے "۔

شیخ ابو سعیدؒ اس واقعہ کے بعد کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد کئی سال تک میری خوراک ہڈیاں رہیں۔ یعنی میں لوگوں کی پھینکی ہوئی ہڈیاں جمع کرتا اور انہیں دھو کر ان پر بچے ہوئے تھوڑے گوشت کو جمع کر کے کھالیتا۔ ظاہر

ہے کہ پھینکی ہوئی ہڈیوں کی مقدار اگرچہ زیادہ بھی ہو لیکن ان سے زیادہ سے زیادہ ایک لقمۂ گوشت حاصل ہوتا ہوگا۔ پس کئی سال تک ابوسعیدؒ گوشت کے اسی ایک نوالے پر اور ان جمع شدہ ذرات پر گزارہ کرتے رہے۔

اس کے بعد کا جو حال ابوسعید خرازؒ نے ذکر کیا ہے وہ نہایت ایمان افروز ہے۔ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے بعد میں نہروں میں پائی جانے والی خشک اور تر مٹی بطورِ غذا و خوراک استعمال کرتا رہا۔

اس سلسلے میں ان کا ایمان افزا عربی کلام پیشِ خدمت ہے۔ فرماتے ہیں۔

ثم بقيتُ بعد ذلك سنين و قُوتي العظامُ . ثم مكثتُ بعد العظام و قُوتي الطينُ اليابسُ و الرطب من الأنهار . فكنتُ لا أفرِّق أحياناً بين الطين الرطب إذا أخذتُه من النهر وبين الخبيص من طيبه عندي . و ما وجدتُ لاختلاف هذه الأحوال صيفًا ولا شتاءً ضيقًا من عقلٍ و لا ضُعفًا في بدن . وكنتُ عند البقل أضعف اذا تناولتُه . تاريخ ابن عساكر ج١ ص٤٣٠ .

یعنی "میں نے پھر کئی سال اس طرح گزارے کہ میری خوراک ہڈیاں ہوتی تھیں (یعنی ان ہڈیوں پر بچا ہوا معمولی سا گوشت میری خوراک ہوتی تھی)۔ پھر اس کے بعد میں نے ایک عرصہ یوں گزارا کہ میرا طعام نہروں کی خشک اور تر مٹی ہوتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کا یہ عالَم تھا کہ کئی دفعہ مَیں اس تر مٹی اور حلوے میں فرق محسوس نہیں کرتا تھا (یعنی

اس مٹی میں اللہ تعالی نے اسی طرح مٹھاس اور لذت رکھ دی تھی جس طرح حلوے میں ہوتی ہے)۔

اور میں نے ان مختلف احوال کی وجہ سے جو خوراک کے سلسلے میں مجھے پیش آتے رہے (یعنی کبھی ہڈیوں کا استعمال اور کبھی مٹی کا استعمال) نہ گرمیوں میں عقل اور بدنی قوّت میں کوئی ضُعف و کمزوری محسوس کی اور نہ سردیوں میں۔ جبکہ میں اس زمانے میں زیادہ کمزور تھا جب میں سبزی اور ترکاری کھاتا تھا"۔

عزیزان کرام! زہد، تقویٰ، قناعت، اَکل و شرب کے سلسلے میں تکلّفات سے کنارہ کشی اور قوت لایموت پر گزارہ کرنا نہایت راحت دہ اور پُرسکون زندگی کے اسباب ہیں۔

لیکن افسوس کہ آجکل لوگوں نے کھانے پینے کو اور لذائذِ دنیویّہ کو مقاصدِ اصلیّہ سمجھ رکھا ہے، جس کا نتیجہ آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ ہر شخص پریشان و غمگین ہے اور اطمینان وسکون سے محروم نظر آتا ہے۔

اس سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند قیمتی اشعار پیشِ خدمت ہیں جو حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ دمشق (ج ۵ ص ۳۵۸) میں ذکر کیے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

أمتُّ مَطامعي فأرحْتُ نفسِي

فانّ النفس ما طمعتْ تَهُونُ

وأحييت القنوعَ وكان مَيتاً

ففي إحيائه عِرضي مصونُ

إذا طمعٌ يحُلّ بقلب عبدٍ
علَتْه مَهانَةٌ و علاه هُونٌ

" (۱) میں نے طمع و لالچ کے تمام اسباب کو ٹھکرا دیا، پس میرے نفس کو راحت مل گئی۔ کیونکہ نفس جب تک طمع و لالچ میں مبتلا رہتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔

(۲) میں نے قناعت کو زندہ کیا یعنی اسے اختیار کیا جبکہ وہ مر چکی تھی یعنی متروک ہو چکی تھی، پس قناعت اختیار کرنے ہی سے میری عزت محفوظ ہوئی۔

(۳) جب بندے کے دل میں طمع و لالچ پیدا ہو جاتا ہے تو اس پر ذلت و رسوائی چھا جاتی ہے "۔

اللہ جل جلالہ مسلمانوں کے قلوب کو حبِّ دنیا، حبِّ معاصی اور طمع و لالچ سے بچائیں اور حبِّ طاعات و حبِّ حسنات و حبِّ صالحین و نورِ قناعت سے ان کے دلوں کو منور فرمائیں۔ آمین۔

هذا آخر ما أردنا جمعه في هذا الكتاب الشريف و السِّفر اللطيف . و الحمدلله ربّ العالمين و الصَّلاة و السَّلام على رسوله محمد و آله و اصحابه أجمعين .

فہرستِ مضامین

تمت الفهرست

فهرستُ مؤلفات الروحَاني البَازي

أعلى الله درجاته في دارالسّلام و طيّب آثاره

ندرج ههنا مؤلفات المحدّث المفسّر الفقيه الرحلة الحجّة الشهير في الآفاق جامع المعقول و المنقول أمير المؤمنين في الحديث العلامة الأوحدي و الفهامة اللوذعي الشاعر اللغوي الأديب الشيخ مولانا محمد موسى الروحاني البازي وآثاره العلمية الخالدة . رَحمه الله تعالى رحمة واسعة .

قال الشيخ الروحاني البازي رحمه الله تعالى في بعض مؤلفاته : تصانيفي بعضها باللغة العربية وبعضها بلغة الأردو وبعضها بالفارسية وغيرها من الألسنة ثم إن بعضها مطبوعة وبعضها غير مطبوعة لعدم تيسر أسباب الطباعة . و بعضها صغار و بعضها كبار و بعضها في عدة مجلدات .

وقد وفّقني الله تعالى للتصنيف في جميع الفنون الرائجة قديمًا وحديثًا في علماء الإسلام رحمهم الله تعالى مثل فنّ علم التفسير و فنّ أصوله و علم رواية الحديث و علم الفقه و أصوله و علم اللغة العربية و الأدب العربي و علم الصرف و علم الاشتقاق و علم النحو و علم الفروق اللغوية و علم العروض و علم القافية وعلم أصول العروض و في الدعوة الإسلامية والنصائح و علم المنطق و علم الطبيعي من الفلسفة و علم الإلٰهيات و علم الهيئة القديمة و علم الهيئة الحديثة و علم الأخلاق و علم العقائد الإسلامية وعلم الفِرق المختلفة و علم الأمور العامة و علم التاريخ و علم التجويد و علم القراءة . ولله الحمد و المنة .

وكذلك درست بتوفيق الله تعالى في المدارس والجامعات كتب أكثر هذه الفنون إلى مدة . ولله الحمد والمنة . ﴾

هذه أسماء نبذة من تصانيف الشيخ البازي رحمه الله تعالى في العلوم المختلفة و الفنون المتعددة من غير استقصاء

في علم التفسير

١ - شرح و تفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على أسرار و علوم .

٢ - أزهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على أربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير المشهور بأنوار التنزيل للعلامة المحقّق البيضاوي .

٣ - أثمار التكميل مقدمة أزهار التسهيل في مجلّدين .

٤ - كتابُ علوم القرآن . بيّن فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى أصول التفسير ومباديه و علومه الكلية وأتى فيه بمسائل مفيدة مهمة إلى غاية .

٥ - تفسير آية " قُلْ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ " الآية . ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى من باب سعة رحمة الله غرائب أسرار و عجائب مكنونة مشتملة عليها هذه الآية نحو سبعين سرًّا و هذه أسرار لطيفة مثيرة لساكن العزمات إلى غرفات نيرات في روضات الجنّات . فتحها الله عزّ وجلّ على المصنف وقد خلت

عنها زبر السلف والخلف . ولله الحمد و المنة .

٦ - كتاب تفسير آيات متفرقة من كتاب الله عَزَّوَجَلَّ و هو مجموعة خطابات تفسيرية كان المصنف البازي يلقيها على الناس و يذيعها بوساطة الراديو في باكستان و ذلك إلى مدة .

٧ - كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الأحكام القرآنية و الحديثية و حكم النسخ و أسراره ومصالحه. رسالة مهمة جدًّا فيها أسرار النسخ ما خلت عنها الكتب . كتبها المصنّف البازي دمغًا لمطاعن غلام أحمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيَّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية. أبطل فيها المصنف البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ اعتراضات هذا الملحد على الإسلام و على حكم النسخ . و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هـذا الملحد غلام أحمد و أتباعه .

٨ - فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير في مجلدين ضخمين ذكر فيه المصنف البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ نحو سبعمائة و خمسين من خصائص و مزايا للاسم الله (الجلالة) ظاهرية و باطنية لغوية و أدبية و روحانية و نحوية و اشتقاقية و عددية و تفسيرية و تاثيرية . و هو من بدائع كتب الدنيا ما لا نظير له في كتب السلف والخلف ولا يطالعه أحد من العلماء أصحاب الذوق السليم والطبع المستقيم إلّا و هو يتعجب مما اجتهد المصنف البازي في جمع الأسرار و البدائع .

٩ - رسالة في تفسير "هدًى للمتّقين" فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ إشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

١٠ - مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١ – شرح حصّة من صحيح مسلم .

٢ – شرح سنن ابن ماجه .

٣ – كتاب علوم الحديث . هذا كتاب مفيد مشتمل على مباحث و علوم من باب أصول الحديث رواية و دراية .

٤ – رياض السنن شرح السنن و الجامع للإمام الترمذي رحمه الله تعالى في مجلدات كثيرة .

٥ – فتح العليم بحلّ الإشكال العظيم في حديث "كما صلّيت على إبراهيم" . هذا كتاب كبير بديع لا نظير له . فتح الله تعالى فيه برحمته وفضله على المصنف البازي أبوابًا من العلوم ما مستها أيدي العقول وما انتهت إليها عقول العلماء الفحول إلى هذا الزمان . ذكر المصنّف في هـذا الكتاب لحـلّ هذا الإشكال العظيم نحو مائة و تسعين جوابًا . قال بعض العلماء الكبار في حق هذا الكتاب : ما سمعنا أن أحدًا من علماء السلف و الخلف أجاب عن مسألة دينية و معضلة علمية هذا العدد من الأجوبة بل و لا نصف هذا العدد .

٦ – أجر الله الجزيل على عمل العبد القليل .

٧ – كتاب الفرق بين النبي و الرسول . هذا كتاب بديع لطيف ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثلاثين فرقًا بين النبي و الرسول مع بيان عجائب الغرائب و غرائب العجائب و بدائع الروائع و روائع البدائع من باب علوم متعلقة بحقيقة النبوة و بشان الأنبياء عليهم الصلاة و السلام . و هذا الكتاب لا نظير له في الكتب .

٨ – كتاب الدعاء . كتاب كبير نافع مشتمل على أبحاث مهمة لاغنى عنها.

٩ - النفحة الربانية في كون الأحاديث حجة في القواعد العربية. هذا كتاب كبير أثبت فيه المصنف البازي أن الأحاديث حجة في باب العربية و اللغة. و هو من عجائب الكتب.

١٠ - مختصر فتح العليم.

١١ - كتاب الأربعين البازية.

١٢ - الكنز الأعظم في تعيين الاسم الأعظم. كتاب جامع في هذا الموضوع لم تر العيون نظيرَه في كتب المتقدّمين و لم يقف أحد على مثيله في أسفار المتأخّرين.

١٣ - البركات المكيّة في الصلوات النبوية. كتاب بديع مبارك ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثمانمائة اسم محقَّق من أسماء النبي ﷺ في صورة الصلوات على خاتم النبيّين ﷺ.

١٤ - كتاب كبير على حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية. كتبها المصنّف دمغًا لمطاعن طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية.

في علم أصول الفقه

١ - شرح التوضيح والتلويح. التوضيح والتلويح كتاب مغلق دقيق محقق جدًّا في أصول الفقه و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان وغيرها. وهو كتاب عويص لايفهم دقائقه وأسراره إلّا الآحاد من أكابر الفن فشرحه المصنف البازي شرحًا محققا و أتى فيه ببدائع النفائس و نفائس البدائع.

في علم الأدب العربي

١ - شرح مفصل لديوان أبي الطيّب المتنبي .

٢ - شرح آخر مختصر لديوان أبي الطيب .

٣ - خصائص اللغة العربيّة و مزاياها . هو كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه فصل فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى الفضائل الكلية و الجزئية لهذه اللغة المباركة و أتى فيه بلطائف وغرائب و بدائع و روائع تسرّ الناظرين و تهزّ أعطاف الكاملين و حق ما قيل : كم ترك الأول للآخر .

٤ - رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب مما يحتاج إليه كل عالم ومتعلم لم يصنف في هذا الموضوع أحد قبل ذلك أثبت فيه المصنف البازي علومًا و حقائق الفروق و دقائق الحدود و لطائف التعريفات للمصدر الصريح والمصدر المأوّل وحاصل المصدر واسم المصدر وعلم المصدر والجنس و اسم الجنس وعلم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع والجنس اللغوي والفقهي والعرفي والمنطقي والأصولي و نحو ذلك من المباحث المفيدة إلى غاية .

٥ - شرح ديوان حسان رضي الله عنه .

٦ - الطوبىٰ . قصيدة في نظم أسماء الله الحسنى شهيرة طبعت في صورة رسالة مستقلة أكثر من خمس و عشرين مرة استحسنها العوام و الخواص و استفادوا منها كثيرًا .

٧ - الحسنىٰ . قصيدة في نظم أسماء النبي صلى الله عليه وسلم طبعت في صورة رسالة منفردة مرارًا .

٨ - المباحث الممهدة في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ

المقدّمة الواقع في الخطب .

٩ - ديوان القصائد . مشتمل على أشعاري و قصائدي .

في علم النحو

١ - بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملاّ جامي . هذا شرح مبسوط محتو على مباحث و حقائق متعلّقة بالفعل والحرف والاسم و حدودها وعلاماتها و وقوعها محكومًا عليها و بها وغير ذلك من أبحاث تتعلّق بهذا الموضوع . و هذا كتاب لا نظير له في كتب النحو . فيه بدائع و حقائق خلت عنها كتب السلف و الخلف . و كتب بعض كبار العلماء في تقريضه : هذا الكتاب غاية العقل في هذا الموضوع . و من أراد أن يطلع على حقائق الاسم و الفعل و الحرف فوق هذا و أكثر من هذا فليستح .

٢ - التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي . هذا شرح الكتاب للعلامة ملاّ جامي . و هو كتاب معروف و متداول في ديار باكستان و الهند و أفغانستان و بنغله ديش و غيرها و يدرس في مدارسها .

٣ - النجم السعد في مباحث " أمّابعد " . هذا كتاب مفيد لطيف بيّن فيها المصنف البازي رحمه الله تعالى مباحث فصل الخطاب لفظة " أمّابعد " و أوّل قائلها و حكمها الشرعي و إعرابها و ما ينضاف إلى ذلك من المباحث المفيدة و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا و طريقًا من وجوه إعراب و طرق تركيب يحتملها "أمّابعد". و هذا من عجائب اللغة العربية فانظر إلى هذه الكلمة المختصرة و إلى هذه الوجوه الكثيرة .

٤ - لطائف البال في الفروق بين الأهل و الآل . هو كتاب صغير حجمًا

كبير مغزى نافع جدًّا لا مثيل له في موضوعه. جمع فيه المصنف البازي فروقًا كثيرة و مباحث و دقائق يجهلها كثير من الناس و يحتاج إليها العلماء.

٥ - نفحة الرّيحانه في أسرار لفظة سبحانه. رسالة مفيدة مشتملة على أسرار هذه اللّفظة.

٦ - الطريق العادل إلى بغية الكامل.

٧ - كتاب الدرّة الفريدة، في الكلم التي تكون اسمًا وفعلًا وحرفًا أوحوت قسمين من أقسام الكلمة الثلاثة. ذكر المصنف رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه كلمات تكون اسمًا مرة و حرفًا حينا و فعلا مرة أخرى. و هذا من غرائب كتب الدنيا و مما لا مثيل له.

٨ - رسالة في عمل الاسم الجامد.

٩ - النهج السهل إلى مباحث الآل و الأهل. كتاب نافع لأولى الألباب و سِفر رافع لدرجات الطلّاب لم تسمح في هذا الموضوع قريحة بمثاله و لم ينسج في هذا المطلوب ناسج على منواله. كتاب فريد جمع أبحاث الأهل و الآل منها الفروق بين هذه اللفظين التي بلغت أكثر من خمسة و ثلاثين فرقًا و منها الأقاويل في أصل الآل و منها المباحث و الأقوال في محمل آل النبي صلى الله عليه وسلم والمراد بهم و غير ذلك من المباحث المفيدة المهمّة جدًّا.

١٠ - رسالة بديعة في حقيقة المشتق.

١١ - رسالة في حقيقة الفعل.

١٢ - رسالة في حقيقة الحرف.

في علم الصرف

١ – كتاب الصّرف . هو كتاب نافع على منوال جديد .

٢ – التصريف . كتاب دقيق في هذا الفن لا نظير له .

٣ – كتاب الأبواب و تصريفاتها الصغيرة و الكبيرة .

في علمي العروض و القوافي

١ – الرّياض الناضرة شرح محيط الدّائرة .

٢ – العيون الناظرة إلى الرياض الناضرة . هذا كتاب لطيف و مفيد جدًّا مشتمل على أصول هذا الفنّ و أنواع الشعر و ما يتعلّق بذلك من البدائع و الحقائق الشريفة .

٣ – كتاب الوافي شرح الكافي . هذا شرح مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١ – كتاب الفروق اللغوية بين الألفاظ العربية هو كتاب نافع جدًّا لكل عالم و متعلم و بغية مشتاقي الأدب العربي أوضح فيه المصنف فروق مآت ألفاظ متقاربة معنى .

٢ – نعم النّول في أسرار لفظة القول . كتاب مفيد فصلت فيه أبحاث و مسائل متعلقة بلفظة القول و مادة " ق ، و ، ل " . و أتى فيه المصنف البازي أسرارًا و أثبت بالدلائل أن هذا البناء بحر فحدث عن البحر ولا حرج .

٣ – كتاب زيادة المعنى لزيادة المبنى . ذكر المصنّف فيه أن زيادة المادة

و الحروف تدلّ على زيادة المعنى و أتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة و أقوال الأئمة .

٤ - فتح الصمد في نظم أسماء الأسد المعروف بلقب نظم الفقير الروحاني في رثاء الشيخ عبدالحق الحقّاني . هذه قصيدة فريدة لا نظير لها في الماضي قد جمع فيها المصنف ما ينيف على ستمائة من أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد و هي في رثاء المحدّث الكبير مسند العَصر جامع المعقولات و المنقولات شيخ الحديث مولانا عبدالحق رحمه الله تعالى مؤسّس جامعة دارالعلوم الحقانية ببلدة أكوره ختك .

٥ - كتاب كبير في أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد .

٦ - رسالة في وضع اللغات .

في النصائح و الدعوة الإسلامية العامة

١ - تعليم الرفق في طلب الرزق .

٢ - استعظام الصغائر .

٣ - تنبيه العقلاء على حقوق النساء .

٤ - ترغيب المسلمين في الرزق الحلال و طِعمة الصالحين .

٥ - منازل الإسلام .

٦ - فوائد الاتفاق .

٧ - عدل الحاكم و رعاية الرعية .

٨ - جنة القناعة .

٩ - أحوال القبر و ذكر ما فيها عبرة .

١٠ - الموت و ما فيه من الموعظة .

١١ – مَن العاقل و ما تعريفه و حدّه .

١٢ – التوحيد و مقتضاه و ثمراته .

في علم التاريخ

١ – تحبير الحسب بمعرفة أقسام العرب وطبقات العرب . كتاب مفيد فيه بيان طبقات العرب وتفصيل أقسامهم و ما ينضاف إلى ذلك .

٢ – الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة . بيّن المصنف البازي في هذا الكتاب أحوال الفرق في المسلمين و تفاصيل مؤسس كل فرقة .

٣ – مرآة النّجباء في تاريخ الأنبياء . هذا كتاب تاريخي مشتمل على أهم واقعات الأنبياء وتواريخهم عليهم الصلاة والسلام .

٤ – التحقيق في الزنديق . رسالة لطيفة فيها تفصيل تعريف الزنديق و تحقيق لفظه و بيان مصداقه من الفرق الباطلة و حقق فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى مستدلًّا بالكتاب و السنة وأقوال الأئمة الكبار أن الفرقة القاديانية أتباع المتنبي غلام أحمد الكذاب الدجال من الزنادقة و أنه لا يجوز إبقاؤهم في الدول الإسلامية بأخذ الجزية عنهم بل يجب قتلهم .

٥ – عبرة السائس بأحوال ملوك فارس . فصل المصنف البازي رحمه الله تعالى فيه تراجم ملوك فارس حسب ترتيب تملكهم وأحوال طبقتي ملوكهم الكينية و الساسانية و ما آل إليه أمرهم و في ذلك عبرة للمعتبرين .

٦ – غاية الطلب في أسواق العرب . كتاب أدبي تاريخي ذكر فيه المصنف

البازي تواريخ الأسواق المشهورة في العرب و ما يتعلق بذلك الموضوع من حقائق أدبية .

٧ - إعلام الكرام بأحوال الملائكة العظام . بلغة أردو .

٨ - تراجم شارحي تفسير البيضاوي و مُحشّيه .

٩ - الطاحون في أحوال الطاعون .

١٠ - النظرة إلى الفترة . كتاب صغير مهم تاريخي في مصاديق زمن الفترة و أقسامها بأحكامها وما يتعلق بهذا الموضوع .

١١ - تاريخ العلماء و الأعيان .

١٢ - ترجمة سلمان الفارسي رضي الله عنه .

١٣ - توجيهات علمية لأنوار مقبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه . كتاب بديع بيّن فيه المصنف رحمه الله تعالى نحو ثلاثين توجيها علميا لأنوار قبر سلمان الفارسي رضي الله عنه .

في علم المنطق

١ - شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي . كتاب حمد الله شرح سلم العلوم للشيخ العلامة حمد الله السنديلي كتاب كبير مغلق دقيق محقق جدًّا في المنطق وهو مما يقرأ و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها لازما و لا يفهم دقائقه و أسراره إلّا بعض أكابر الفن وللمصنف البازي رحمه الله تعالى شهرة في حل هذا الكتاب فشرحه شرحا محققا و أتى فيه ببدائع .

٢ - التعليقات على شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم . كتاب القاضي مبارك كتاب نهائي في المنطق و أشهر كتاب في هذا الفن قد اشتهر

بين العلماء و الطلبة بأنه عويص و عسير فهما لأجل العبارات الدقيقة الجامعة للأسرار العلمية و أنه لا يقدر على تدريسه و فهمه إلّا القليل حتى قيل في حقه : كاد أن يكون مجملا مبهما . و هذا الكتاب يدرس في مدارسنا و جامعاتنا فشرحه المصنف البازي شرحًا مبسوطا و سهل فهمه للعلماء و الطلبة .

٣ – التعليقات على سلّم العلوم .

٤ – التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥ – الثمرات الإلهاميّة لاختلاف أهل المنطق و العربية في أن حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالي أو هو في التالي . بيّن المصنف البازي ثمرات و نتائج اختلاف الفريقين المذكورين في محل القضية الشرطية هل هوفيما بين الشرط و الجزاء أو في الجزاء فقط و فرع على ذلك غير واحد من أدقّ مسائل الحنفية و الشافعية و غير ذلك من الأسرار و هو كتاب عويص لا يفهمه إلّا الآحاد من أكابر الفن و لا نظير له .

٦ – شرح مبحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (باللغة العربية) .

٧ – شرح بحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (بلغة الأردو) .

٨ – التحقيقات العلميّة في نفي الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق وعلماء العربية . هذا كتاب لانظير له عويص لايفهمه إلّا بعض الأفاضل الماهرين في المعقول و المنقول حقق فيه المصنّف البازي أن هذا الاختلاف وإن كان مشهورًا مسلّما لكن الحق أنه لا خلاف بين هاتين الطائفتين وأن محل النسبة إنما هو بين الشرط و الجزاء عند كلا الفريقين أهل المنطق و أهل العربية و أيّد

المصنف مدعاه هذا بإيراد حوالات كتب النحو و ذكر أقوال أئمة النحو و حقق ما لا يقدر عليه إلاّ مَن كان ذامطالعة وسيعة جدًّا .

في الطبعيات و الإلٰهيات من الفلسفة

١ – تعليقات على كتاب صدرا شرح هداية الحكمة للعلامة الصدر الشيرازي .

٢ – تعليقات على كتاب مير زاهد شرح الأمور العامة .

في علم الفلك القديم اليوناني البطليموسي

١ – شرح التصريح على التشريح . هذا شرح جامع مبسوط لكتاب التصريح المشهور المتداول في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها .

٢ – التعليقات على شرح الجغميني . هذه التعليقات جامعة لمسائل علم الفلك القديم مع ذكر مسائل الفلك الحديث بالاختصار . و كتاب شرح الجغميني متداول في دروس مدارسنا .

٣ – نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة . فصّل المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب العجيب مسائل مشكلة ومباحث مغلقة منها أن الجبال هل تضر في الكروية الحسية للأرض أم لا ، بحث فيه المصنف على تعيين أعظم الجبال ارتفاعًا في الزمان الحاضر و في العهد القديم ثم بيّن نسبة أعظم الجبال ارتفاعًا إلى قطر الأرض بيانًا شافيًا .

٤ – كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك القديم البطليموسي .

٥ - كتاب وجوه تقسيم الفلاسفة للدائرة ٣٦٠ جزء قد أجمع الفلاسفة منذ أقدم الأعصار على تقسيم الدائرة إلى ثلاثمائة و ستين درجة ولا يدري الفضلاء فضلاً عن الطلبة تفصيل وجوه ذلك. فذكر المصنف البازي في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه وجوهًا كثيرة غريبة بديعة قد شرح الله تعالى لها صدره و تفرد بها حيث لم يخطر إلى الآن هذه الوجوه على قلب أحد من العلماء.

في علم الفلك الحديث الكوبرنيكسي

١ - الهيئة الكبرى. كتاب كبير مفصّل.

٢ - سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى. هذا شرح لطيف مفيد جدًّا صنف المصنّف الروحاني البازي رحمه الله تعالى هذا المتن الهيئة الكبرى بإشارة جمع من أكابر العلماء و أماثل الفضلاء ثم شرحه أيضًا بطلبهم و إشارتهم.

٣ - الشرح الكبير للهيئة الكبرى.

٤ - كتاب الهيئة الكبيرة. كتاب كبير جامع لمسائل الفن لا نظير له.

٥ - أين محلّ السماوات السبع. هذا كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف أحد قبل هذا في هذا الموضوع. صنّفه المصنّف البازي لدفع مطاعن المتنوّرين و الفجرة حيث زعموا أن بنيان الإسلام صار متزلزلا و قصره أصبح خاويًا، إذ بطلت عقيدة السماوات السبع القرآنية لأجل إطلاق السفن الفضائية و الصواريخ إلى القمر و إلى الزهرة وغير ذلك من السيارات فدمغ المصنف في هذا الكتاب العظيم مطاعنهم بأدلة مقنعة و أثبت أن هذه الأسفار الفضائية تؤيد الإسلام و أصوله

و أنها لا تصادم السماوات القرآنية .

٦ - هل للسموات أبواب (باللغة العربي) .

٧ - هل للسموات أبواب (بلغة الأردو) .

٨ - هل الكواكب و النجوم متحركة بذاتها (باللغة العربي) .

٩ - هل للنجوم حركة ذاتية (بلغة الأردو) .

١٠ - كتاب السدم والمجرات وميلاد النجوم والسيارات (باللغة العربي) .

١١ - هل السماء و الفلك مترادفان (باللغة العربي) .

١٢ - السماء غير الفلك شرعًا (بلغة الأردو) . حقق المصنف في هذين الكتابين اللطيفين البديعين أن السماء تغاير الفلك شرعًا و أن السماء فوق الفلك و أن النجوم واقعة في أفلاك لا في أثخان السماوات . واستدلّ في ذلك بنصوص إسلامية كثيرة و بأقوال كبار علماء علم الفلك الجديد وبأقوال أئمة الإسلام .

١٣ - عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الإسلام (بلغة الأردو) .

١٤ - الفلكيّات الجديدة . من عجائب كتب الفن كتاب جامع لأصول هذا الفنّ لانظير له ولكونه جامعًا متفردًا في موضوعه وأسلوب بيانه قرره علماء دولتنا في نصاب كتب المدارس والجامعات وجعلوا تدريسه لازمًا في جميع الجامعات و المدارس .

١٥ - كتاب أسرار تقرر الشهور و السنين القمرية في الإسلام .

١٦ - كتاب شرح حديث " أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يصلي العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٧ - التقاويم المختلفة و تواريخها و أحوال مباديها و تفاصيل ذلك .

١٨ - أين مواقع النجوم هل هي في أثخان السموات أو تحتهن عند علماء الإسلام و عند أصحاب الفلسفة الجديدة .

١٩ - قدرالمدّة من الفجر إلى طلوع الشمس . هذا كتاب دقيق لايفهمه إلّا المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم أكابر العلماء إيّاه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف وقد اختلف العلماء والعوام في هذه المسألة كثيرًا حتى أفضى الأمر إلى الجدال و القتال و ذلك إلى عدة سنين فجعلوا المصنف البازي حكمًا و التمسوا منه أن يحقق الحق و الصواب فكتب المصنف هذا الكتاب و أوضح فيه الحسابات الدقيقة لسير الشمس فاستحسن العلماء هذا الكتاب جدًّا و اعتقدوا صحة ما فيه و عملوا على وفق ما حقق المصنف و ارتفع النزاع و اضمحل الباطل .

٢٠ - هل السماوات القرآنية أجسام صلبة أو هي عبارة عن طبقات فضائيّة غير مجسمة . هذا كتاب مهم و بديع جدًّا .

٢١ - هل الأرض متحرّكة ؟ هذا كتاب مفيد جدًّا جمع فيه المصنف البازي أقوال علماء الإسلام وآراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين مما يتعلق بهذا الموضوع .

٢٢ - كتاب عيد الفطر و سير القمر . فيه أبحاث جديدة مفيدة مهمة مثل بحث المطالع و تقدم عيد مكة على عيد باكستان بيوم أو يومين . كتبها المصنف البازي رحمه الله تعالى دمغًا لمطاعن المتنورين الملحدين على علماء الدين بأنهم لا يعرفون العلوم الجديدة .

٢٣ - القمر في الإسلام و الهيئة الجديدة و القديمة .

٢٤ - قصة النجوم . هو كتاب ضخم .

٢٥ - كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع للمسائل و الأبحاث .

أوّل كتاب ألّف باللغة العربية في هذا الفن في ديار الهند و إيران و أفغانستان و باكستان وغيرها و مع هذا هو أوّل كتاب صنّفه المصنّف البازي رحمه الله تعالى في هذا الفنّ .

٢٦ - شرح الهيئة الحديثة (بلغة الأردو) .

٢٧ - الهيئة الوُسطى (باللغة العربي) .

٢٨ - النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى (بلغة الأردو) .

٢٩ - الهيئة الصغرى (باللغة العربي) .

٣٠ - مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى (بلغة الأردو) .

٣١ - ميزان الهيئة .

في الموضوعات المتفرّقة

١ - كتاب أسرار الإسراء إلى بيت المقدس قبل العروج إلى السماء . هذا كتاب لطيف جامع لكثير من الحكم و الأسرار في الإسراء إلى بيت المقدس .

٢ - الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و أحمد اسمي نبيّنا صلى الله عليه وسلم .

٣ - كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من أصحاب الفيل دون غيرهم . ذكر المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الصغير أسرارًا و حكمًا مخفية في حفظ الله تعالى بيت الله من أصحاب الفيل دون غيرهم من أصحاب الحجّاج الظالم ومن الملاحدة الباطنية . و هذه الأسرار لا توجد في الكتب . صنفه البازي باقتراح بعض أكابر العلماء .

٤ - كتاب الحكايات الحكميّة .

٥ - فردوس الفوائد . كتاب كبير في عدة مجلدات .

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

فلکیاتِ جدیدہ

و

سیر القمر و عید الفطر

تصنیف محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم فلکیات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ستارے کیسے وجود میں آئے؟ سیارے اور ستارے میں کیا فرق ہے؟ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ نظام شمسی کی پیدائش کیسے ہوئی؟ سیاروں کی دائمی گردش کا راز کیا ہے؟ کیا سماء اور فلک ایک شے ہیں؟ کیا ستارے آسمانوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا ان سے نیچے ہیں؟ تقویم کسے کہتے ہیں؟ ہیئت کے بارے میں قدیم نظریات کیا ہیں؟ ہیئت جدیدہ کے اہم نظریات کون کونسے ہیں؟ کرہ ہوائی سے کیا مراد ہے؟ زیریں سرخ، بالائے بنفشی، لاسلکی اور ریڈیائی شعاعوں میں کیا فرق ہے؟ ہمیں آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ فضا ہمیں نیلگوں کیوں دکھائی دیتی ہے؟ کیا قرآن اور ہیئت جدیدہ کے نظریات میں کوئی اختلاف ہے؟ سال کے مختلف موسموں میں شب و روز کی لمبائی کیوں بدلتی ہے؟ کیا براعظم سرک رہے ہیں؟ سورج گرہن اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ کائنات کتنی وسیع ہے؟ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی اور اسکی عمر کتنی ہے؟ علم ہیئت میں مسلمان سائینسدانوں نے کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ قدیم مسلمان سائینسدانوں کی تحقیقات اور جدید ترین سائنسی تحقیقات میں کتنا فرق ہے؟

مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ ساتھ نظام شمسی کے سیارات کے حالات، چاند کی سرگزشت، آواز، روشنی کی اقسام، شب و روز، زمین کی گردش، سمت قبلہ، معجزۂ شق قمر، عناصر کا بیان، ہفتے کی تقرری کی وجوہات، براعظموں کا بیان، آسمانی بجلی کی تفصیل، زمین کی گردش، عرض بلد و طول بلد وغیرہ کے بارے میں مفصل ابواب ہیں۔ کتاب ہذا کے دوسرے حصے میں عید الفطر اور ہلال عید کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جدید طباعت میں بیشمار قیمتی تصاویر کے علاوہ اسی (۸۰) سے زائد آرٹ پیپر کے صفحات پر رنگین و نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ
کی تصنیف کردہ انتہائی مبارک اور پر تاثیر کتاب۔

وظائف پڑھنے والوں کیلئے بیش بہا اور نادر خزانہ

حیرت انگیز تاثیر کی حامل درود شریف کی عجیب و غریب کتاب جو عوام و خواص میں بے انتہاء مقبول ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے آٹھ سو (۸۰۰) سے زائد اسماء کو احادیث کی مستند کتب سے انتہائی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا ہے۔

کتاب کی ابتداء میں درود شریف کے فضائل اور کتاب پڑھنے کا طریقہ تفصیلاً درج ہے۔

حضرت محدث اعظمؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیشمار لوگوں نے بتلایا ہے کہ اس کتاب کے گھر میں پہنچتے ہی انہوں نے قلیل مدت میں اس کتاب کے عجیب و واضح فوائد محسوس کیے اور ان کی تمام مشکلات حل ہوئیں۔ وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کی جالی کا دروازہ کھلا اور اندر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی انتہائی خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ شاگرد نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ استاذی آپ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میری کتاب "برکاتِ مکیہ" کو بارگاہ نبوی ﷺ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے اسی لئے میری قبر سے جنتی خوشبو آرہی ہے۔

مقدمۃ شرح البیضاوی
المُسمّاۃ
اثمار التکمیل
لما فی
انوار التنزیل
تصنیف
مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام
عجیب وغریب نکات کی حامل کتاب
جو دراصل تفسیر بیضاوی کی شرح ازہار التسہیل کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے (ازہار التسہیل تقریباً ۵۰ جلدوں پر مشتمل ہے)۔
اپنی نوعیت کی منفرد کتاب
جس میں تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کے تراجم کے علاوہ تراجمِ محدثین، تراجمِ قراء و رواۃِ قراء، تاریخِ بلاد، احوال حیوانات، احوال ملوک، فِرقِ اسلامیہ اور ان کے عقائد کی توضیح، تاریخِ انبیاء علیہم السلام، احوالِ قبائل، اصولِ تفسیریہ، مسائلِ ادبیہ، تفصیلِ شروح و حواشی تفسیر بیضاوی اور دیگر فوائد عظیمہ حروف تہجی کی ترتیب سے درج کیے گئے ہیں۔ گویا یہ کتاب ایک اچھوتا، مختصر انسائیکلوپیڈیا ہے۔

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

بغیۃ الکامل السامی

شرح

المحصول الحاصل للجامی

مع حاشیتہ

الطریق العادل إلی بغیۃ الکامل

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ الفخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تصنیف جو کہ علم نحو کی مشہور و معروف کتاب شرح جامی کی مشکل ترین بحث "حاصل محصول" کی محقق، بسیط اور سہل شرح ہے۔

علم نحو کا عظیم الشان اور گرانقدر سرمایہ

اس کتاب کی جامعیت و علمیت کا اندازہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آج تک اسم و فعل و حرف سے متعلق اس قدر جامع و مکمل تحقیقات عرب و عجم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اس کتاب نے میرے علم میں بے انتہا اضافہ کیا"۔ نظر ثانی کے بعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مزید علمی دقائق و قیمتی ابحاث کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کتاب کی ضخامت دوگنی ہو کر تقریباً پانچ صد صفحات تک پہنچ گئی ہے۔

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

قلب و روح کی تسکین کا سامان لئے ہوئے ایک منفرد کتاب

اندھی مادیت کے اس عہدِ زیاں کار میں گناہوں کی یلغار بڑھتی جارہی ہے جس نے دولتِ ایمان و یقین سے بہرہ مند باعمل مسلمانوں کو سخت صدمے سے دوچار کر رکھا ہے تو عام مسلمان بھی روح و احساس سے عاری اس زندگی میں شدید مایوسی اور پریشانی کا شکار ہیں۔ اس مایوسی کے عالم میں گناہوں اور نیکیوں کی حقیقت اور ان کی تاثیر سے روشناس کروانے والی یہ البیلی کتاب روشنی و ہدایت کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ زبان و بیان کی تاثیر لیے ہوئے یہ عجیب و منفرد کتاب جس کا لفظ لفظ اور سطر سطر دل کے دریچوں پر دستک دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مزید برآں اس مبارک کتاب میں امتِ محمدیہ اور گذشتہ امتوں کے بہت سے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں بہت سے ایسے مختصر اعمال و مختصر دعائیں بھی مذکور ہیں جن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیؒ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
طیب اللہ آثارہ و اعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم و درایت کے جہاں میں روشنی کا ایک جگمگاتا مینار

بزبانِ عربی یہ گراں مایہ اور عدیم النظیر کتاب معبودِ حقیقی کے اسم ذاتی یعنی لفظ "اللہ" کے ساڑھے سات سو سے زائد عجیب و لطیف علمی اسرار و رموز اور حقائق و معارف پر حاوی ہے جن کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و ہیبت کا احساس اور اس کے عَلَم کی جامعیت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

ایک ایسا موضوع جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا

اس معرکۃ الآراء و محیر العقول کتاب کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے بعض اولیاء اللہ و اہل کشف فرمانے لگے کہ یہ عظیم القدر کتاب اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور الہام سے لکھی گئی ہے اور اگر دو ہزار علماء کبار بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بصیرت افروز و دقیق کتاب نہیں لکھ سکتے۔

بحلّ إشكال التّشبيه العظيم

فی حدیث: ”کما صلّیت علی إبراهیم“

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدة المحقّقین

العلّامة الشّیخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی

رحمه الله تعالیٰ وأعلیٰ درجاته فی دار السّلام

الہامی علوم کا درخشندہ وجگمگاتا سرمایہ

درودِ ابراہیمی میں ”کما صلیت علیٰ ابراھیم“ کے الفاظ میں دی گئی تشبیہ میں یہ مغلق اشکال ہے کہ حسب قانون مشبہ بہ افضل ہوتا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خاتم النّبیین ﷺ سے افضل ہیں۔ بہت سے قدیم ومشہور مناظروں میں غیر مسلمین، مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ اس کتاب میں بزبان عربی اس اشکال کے تقریباً ایک سو نوے ۱۹۰ محقق، دقیق، الہامی جوابات مؤلف نے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر جامعہ ازہر (مصر) کے شیخ اکبر جناب عبدالحلیم محمودؒ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا ”اولادِ آدم میں ہم نے آج تک کسی علمی یا فنی مسئلے کے اس قدر کثیر جوابات دیکھے ہیں اور نہ سنے ہیں“۔

فتح الصمد

بنظم

اسماء الاسد

المعروف بلقب

نظم الفقیر الرّوحانی فی رثاء الشّیخ عبد الحقّ الحقّانی

علماء، فضلاء اور ادب عربی کے شائقین کیلئے نابغۂ روزگار سرمایہ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، سراج العلماء، امام الاولیاء، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ معرکۃ الآراء عربی مرثیہ جسے دیکھ کر علماءِ عرب بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ ایک ایسا قصیدہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر و بے مثال قصیدہ میں عربی زبان میں شیر کے چھ سو ٦٠٠ سے زائد اسماء کو جمع کر کے تقریباً دو سو ٢٠٠ اشعار کی صورت میں منظوم کیا گیا ہے جس سے نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور خصائص و فضائل کا پتہ چلتا ہے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وسعت و عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے یہ قصیدہ اپنے استاد شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالی کی رثاء میں تحریر فرمایا۔ تعمیمِ فائدہ وتسہیلِ فہم کیلئے مصنفؒ نے قصیدے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

الکنز الاعظم فی تعیین الاسم الاعظم

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

انتہائی گراں مایہ اور فقید المثال علمی خزانہ

- اسم اعظم سے کیا مراد ہے؟
- کیا واقعی اسم اعظم کے ذریعے ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟
- رسول اللہ ﷺ نے اسم اعظم کو جاننے کے باوجود مشکل ترین حالات میں بھی اس کے ذریعے دعا کیوں نہ مانگی؟
- اولیاء کرام بھی اسم اعظم جانتے ہیں یا نہیں؟
- ہر مسلمان اسم اعظم جاننے کا مشتاق ہے۔ کتاب ہذا میں بزبانِ عربی اِن تمام سوالات کے جوابات کے علاوہ اسم اعظم کے بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث و روایات مذکور ہیں۔ نیز اسم اعظم کے بارے میں علماء کرام، ائمۂ عظام اور بزرگانِ دین کی کتب میں موجود تمام اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تک پہنچتی ہے۔
- مزید براں اس شاہکار کتاب میں امتِ محمدیہ اور سابقہ امتوں کے بزرگوں کے ساتھ اسم اعظم کے سلسلے میں پیش آنے والے بہت سے عجیب و غریب، حیران کن اور ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔

ایک مختصر لفظ یعنی " أما بعد " پر محدث اعظم ، فقیہ افہم ، امام العصر ، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ کی تحریر کردہ ایک عظیم اور منفرد کتاب۔

بلند علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک منفرد، شاہکار اور گراں قدر علمی ذخیرہ

کتاب میں شامل چند اہم مباحث کی تفصیل۔

- " أما بعد " کا شرعی حکم کیا ہے؟
- سب سے پہلے لفظ " أما بعد " کس نے استعمال کیا؟
- " أما بعد " کن مواقع میں ذکر کیا جاتا ہے؟
- " أما بعد " کی اصل کیا ہے اور اس کا کیا معنی ہے؟
- " أما بعد " سے متعلق تمام ابحاث وتحقیقات۔
- نیز کتابِ ہذا میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالی نے لفظ " أما بعد " کی نحوی ترکیب میں تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس ۱۳۳۹۷۴۰ وجوہ اعراب ذکر کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔ ایک مختصر سے لفظ کی اس قدر نحوی تراکیب پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان بے اختیار عربی زبان کو سید الألسنہ اور مصنف رحمہ اللہ کو سید المصنّفین کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
- مزید براں اس کتاب میں بہت سی ایسی دقیق ابحاث، علمی مسائل اور فنی غرائب کی تفصیل ہے جن کے حصول کیلئے علمی ذوق و شوق رکھنے والے حضرات بیتاب رہتے ہیں۔

قصیدۂ طوبیٰ

فی

اسماءِ اللہ الحسنیٰ

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ الفخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک عظیم تحفہ

نہایت مبارک اور بے مثال و بے نظیر قصیدہ

اس مبارک قصیدے میں اللہ جل جلالہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سمیت تقریباً پونے دوصد نام نظم کیے گئے ہیں۔ قصیدۂ طوبیٰ عالم اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء دعا کے انداز میں بزبان عربی منظوم ہیں اور عوام الناس کی آسانی کیلئے اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ عرب وعجم میں بے شمار علماء وخواص وعوام نے اس قصیدے کو تکالیف، پریشانیوں اور مصائب سے نجات، مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے بے انتہاء مفید پایا ہے۔ قصیدۂ طوبیٰ پڑھنا شروع کیجیے چند دن میں ہی آپ خود اس کی برکات کا مشاہدہ کرلیں گے

قصیدۂ حُسنیٰ

فی

اسماءِ النبی الاعظمؐ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازیؒ

طیّب اللّٰہ آثارہٗ و أعلٰی درجاتہٗ فی دار السلام

دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت مبارک قصیدہ

حل مشکلات اور قضائے حاجات کیلئے بے انتہاء مفید

قصیدۂ حسنیٰ دنیائے اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں پانچ سو (500) سے زیادہ مستند اسماء النبی ﷺ دعائیہ طریقے سے بزبانِ عربی منظوم ہیں۔ تکمیل فائدہ اور آسانی کے لئے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ عرب وعجم میں نہایت مقبول ومعروف ہے۔

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، عراق، مصر، سری لنکا، برصغیر پاک وہند اور دیگر بہت سے ممالک میں بیشمار اولیاء اللہ وعوام اسے بطور وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ تکالیف ومشکلات کو دور کرنے اور قضائے حاجات کیلئے نہایت مؤثر، مفید اور مجرب ہے۔ قصیدۂ حسنیٰ پڑھنا شروع کرتے ہی چند ایام میں آپ اپنے ہر کام میں واضح برکات محسوس کریں گے۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

رزقِ حلال و غیبی معاشِ اولیاء

مسمّٰی بہ

ترغیب المسلمین

فی

الرِّزقِ الحلالِ وطِعمۃ الصّالحین

تصنیف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالی

سخت سے سخت دلوں کو موم کرنے اور نرم دلوں کو تڑپا دینے والی کتاب

مسئلۂ رزق نے انسان کو مادّیات کی اس دنیا میں پھنسا دیا ہے۔ مال و دولت اس کی زندگی کا محور بن چکے ہیں اور وہ آخرت سے کلیتاً غافل ہو چکا ہے۔ کتابِ ہذا میں رزقِ حلال کی تبشیر و ترغیب اور حرام مال سے تخویف و ترہیب سے متعلق آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مبارکہ مرفوعہ و موقوفہ کی توضیح و تشریح کے علاوہ علماء کرام، محدّثینِ عظام، مفسّرینِ فخام، اولیاءِ اعلام، سلفِ صالحین، زاہدین، عابدین، ذاکرین، صادقین متقین، شاکرین، صابرین، قانعین، مخلصین، متوکّلین اور تارکینِ دنیا کے ایمان افروز احوال، حکیمانہ اقوال، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصالِ سعیدہ و اخلاقِ حمیدہ، درد انگیز حکایات، نصیحت آمیز کرامات اور رقت خیز مواعظ کا کافی و وافر ذخیرۂ روحانیہ و ایمانیہ جمع کیا گیا ہے۔ رزق سے متعلق اسلاف کے عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پر مشتمل یہ واعظانہ کتاب انسان کو بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔